يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا

الفرقان والمیزان

القاعدہ، افغان طالبان، تحریک طالبان پاکستان سمیت خلافت اسلامیہ کے تمام مخالفین اور دشمنوں کے خلافت اسلامیہ پر اٹھائے گئے اعتراضات کے قرآن وسنہ کی روشنی میں مدلل جوابات۔

خلافت اسلامیہ کے خلاف کیے گئے ہر قسم کے پروپیگنڈے کا لاجواب رد اور صرف اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف دعوت۔

کالی سیاہ رات کی طرح فتنوں کے اس دور میں خالص دین اسلام کو سمجھنے کے لیے علم وحکمہ سے بھرپور زبردست کتاب۔

تالیف۔ ابومصعب الخراسانی الشامی

ادارہ نشرو اشاعت الانفال میڈیا سنٹر الدولۃ الخلافۃ الاسلامیۃ علیٰ منہاج النبوۃ



الفرقان والمیزان

ضروری اعلان۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

کتاب کا دنیاوی نفع کے حصول کے لیے اور کسی بھی منفی مقصد کے حصول کی خاطر کسی قسم کے استعمال کی اجازت نہیں خلاف ورزی کرنے والے سے ہم مکمل برأت کا اظہار کرتے ہیں اور معاملہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ البتہ خالص اللہ کی رضا کے حصول اور دنیا میں دین کے قیام کی خاطر کتاب کے ہر قسم کے مثبت مقاصد کی خاطر استعمال کی مکمل اجازت ہے۔ نیز اس کتاب سمیت ابومصعب الخراسانی الشامی کی تمام کتب کا کسی بھی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کی بھی مکمل اجازت ہے۔

نام کتاب.	الفرقان والمیزان
اصل متن.	اردو
ازقلم.	ابو مصعب الخراسانی الشامی
صفحات.	۲۵۹
کمپوزنگ.	عبد الرحمٰن الهندی
گرافکس ڈیزائیننگ.	ابراهیم صدیق
ایڈیشن.	اول، آن لائن
تعداد اشاعت.	لاتعداد
تاریخ اشاعت.	۲۷ رمضان المبارک ۱۴۳۶ هجری/ 14.07.2015
شائع کردہ.	الانفال میڈیا سنٹر الخلافة الاسلامیة



ادارہ نشرو اشاعت" الانفال میڈیا سنٹر " الدولة الخلافة الاسلامیة علیٰ منهاج النبوة

رابطہ.	بذریعہ ای میل
الانفال میڈیا سنٹر.	alanfalmc@gmail.com
ابو مصعب الخراسانی الشامی.	abumusabks@gmail.com

فہرست

صفحہ

مقدمہ	۱۱
☆باب اول حق اوراس کی گواہی	۱۴
☆اللہ سے بچنے کا حکم	۱۴
☆مجھ پر اللہ کا عائد کردہ فرض	۱۴
☆مجاہدین فی سبیل اللہ کے دعویدار، حق اوراس کی طرف دعوت	۱۵
رحمت، رحیم	۱۶
الرحمٰن	۱۷
غفور	۱۷
فتنہ	۱۸
ایمان لانے کے بعد مومن اور کافر	۲۰
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ	۲۱
حق کی گواہی کا حکم	۲۷
قتال تم پر فرض کردیا گیا	۲۹
فرقہ پرست مشرک اوران کا جہاد	۳۰
عظیم	۳۱
مسلم	۳۴
اہل الکتاب یعنی اہل کتاب کون ہیں	۳۴
☆☆باب دوم، خلافت اسلامیہ کے مخالفین کو جواب	۳۷
☆خلافت کا قیام اوراس کی مخالفت	۳۷
طالبان پاکستان کو یہ کتاب لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔	۳۹
امریکہ وافغان طالبان مذاکرات ۲۰۱۱ میں شروع ہوئے	۴۰
جماعت الدعوۃ کے خلاف گواہی	۴۱
تحریک طالبان پاکستان کی خلافت اسلامیہ کو باطل ثابت کرنے والی تحریر کا تفصیلی رد	۴۳
افغان جہاد کی حقیقت	۴۳

فہرست صفحہ

فہرست	صفحہ
افغان طالبان اور القاعدہ کا بیس سالہ جہاد سیرت نبوی کی روشنی میں	۴۵
صلیبیوں کا افغانستان پر حملے کا اصل مقصد	۴۶
موجودہ اور پہلی جنگوں میں فرق	۴۶
الدولۃ الاسلامیۃ، القاعدہ کی ذیلی شاخ	۴۷
خلافت کا قیام دجالی وسائل کے حصول سے مشروط	۴۹
جبهۃ النصرۃ کی تحلیل	۴۹
خلافت کا قیام ایک تنظیم کا حق نہیں	۴۹
بغدادی اور عدنانی نہایت طیش میں	۵۰
فتویٰ بازی	۵۱
جہادی دعوت کو نقصان	۵۱
خلافت کا اعلان جہادی جماعتوں میں اختلافات کا باعث	۵۲
عالم اسلام کے مختلف محاذوں میں مداخلت	۵۳
داعش اور امارت کے درمیان مسلح جنگ	۵۳
افسوس بغدادی صاحب نے ایسا نہیں کیا	۵۴
متبادل نظم اور منفی پروپیگنڈا	۵۵
جہادی حدود کا اعلان موقتی سیاست	۵۵
کمیونزم کی شکست کے بعد	۵۶
ولایہ خراسان کا قیام امریکی طاغوتی نظام کو تقویت دیتا ہے	۵۷
خلافت اسلامیہ کی دعوت میں مذہبی و مسلکی جراثیم	۵۸
خلافت کے مجاہدین کے لیے تمہارا قتل جائز	۵۹
بیعت کے بغیر جاہلیت کی موت	۵۹
بغدادی صاحب شرعی خلیفہ نہیں پہلی وجہ	۶۰
پہلا نظریہ	۶۰
تمام امت کا اتفاق	۶۱

فہرست صفحہ

دوسرا نظریہ ٦٥
تیسرا نظریہ ٦٥
اہل الحل والعقد کی تعریف ٦٦
دوسرے نظریے سے رجوع ٦٧
تیسرے نظریے سے رجوع ٦٧
تاریخی حقائق کی روشنی میں وضاحت ٦٧
اہل الحل والعقد کی مختصراً وضاحت ٦٨
دوبارہ دوسری وجہ ٦٩
گزشتہ اور موجودہ دور میں راہنمائی کا ذریعہ و میعار ٧٠
خلفائے راشدین کی بیعت کا ابوبکر البغدادی حفظہ اللہ کی بیعت سے تقابل ٧١
ابوبکرؓ اور عمرؓ کی بیعت بطور دلیل لینا ٧٢
امام الجہاد ابومحمد المقدسی ٧٣
امام الجہاد ابوقتادہ الفلسطینی ٧٤
امام الجہاد عبداللہ المحسنی ٧٤
امام الجہاد ڈاکٹر ہانی السباعی ٧٥
امام الجہاد ڈاکٹر طارق الحلیم ٧٥
بغدادی صاحب شرعی خلیفہ نہیں ٧٦
امت اور اہل کتاب میں فرق ٧٧
خلافت کیا ہے ٧٩
خلافت زمینی و فضائی حملوں کی زد میں ٧٩
پانچویں وجہ ٨٢
اہل الحل والعقد کی مفصل وضاحت ٨٢
اہل الحل والعقد کا تعین ٨٤
قابل اور نا قابل اعتبار بیعت ٨٥

فہرست | صفحہ

فہرست	صفحہ
بڑوں کے علاوہ کسی اور کی بیعت نا قابل اعتبار	۸۷
قیام خلافت کا طرز عمل بلکل غلط	۸۸
سابقہ خلیفہ کا وصی خلیفہ ہوگا	۸۹
زوراور غلبے کے ساتھ خلیفہ بننا	۹۰
یزیداور واقعہ کربلا	۹۱
بغدادی خلیفہ نہیں کیونکہ عالم اسلام کے ہزارویں حصہ پر بھی غلبہ نہیں	۹۸
ملاعمر کی امارت	۱۰۴
چھٹی وجہ	۱۰۴
ابوبکرؓ کی بیعت	۱۰۶
کچھ لوگوں کی مخالفت سے خلافت قائم نہیں ہوتی	۱۰۸
اہل الشوکۃ اور خلافت	۱۰۹
بغدادی تکفیری، مسلمانوں کا قاتل	۱۱۰
خلیفہ پر رعایا کے دس حقوق	۱۱۲
خلافت کا قیام حیران کن بدعت	۱۱۴
خلافت کا قیام امت میں اختلافات کا باعث	۱۱۶
سواداعظم	۱۱۶
اس طرح خلافت کا قیام بدعت ہے	۱۱۷
خلافت کا قیام مجاہدین میں تقسیم کی وجہ	۱۱۹
اہل الحل والعقد کی بیعت سے بھی خلیفہ نہیں بن سکتا	۱۲۰
بغدادی اور عدنانی خوارجی	۱۲۲
بغدادی کی بیعت گمراہی اور بدعت ہے	۱۲۳
خلافت کا قیام ضروری کیوں؟	۱۲۷
معیار قرآن نہیں بلکہ اہل السنۃ والجماعت	۱۲۷
اہل السنۃ والجماعت کی تعارف	۱۲۹

فہرست صفحہ

کیا الدولۃ الاسلامیۃ خوارج ہیں؟	۱۳۳
آگ کا عذاب دینا	۱۴۱
قیام خلافت سے قبل الدولۃ الاسلامیۃ کا تمام جہادی گروہوں کو خطوط ارسال کرنا	۱۴۷
الدولۃ الاسلامیۃ کا ملا عمر کے نام افغان طالبان کو خط	۱۴۷
ملا عمر کی بیعت کرنے والوں سے سوال	۱۴۸
افغان طالبان کی موجودہ قیادت کا ارتداد	۱۵۲
خلافت اسلامیہ، تمام جہادی گروہ اور اللہ کے دشمن	۱۵۲
اپنے دین سے مرتد ہونے والے	۱۵۴
تنظیموں اور گروہوں کی حقیقت	۱۵۷
☆☆☆ باب سوم۔ دین اسلام	۱۵۸
انسان کی تخلیق کا مقصد	۱۵۸
ملائکہ	۱۵۹
انسان کا دنیا میں بھیجا جانے کا مقصد	۱۶۳
الملاء العلیٰ کا اللہ سے جھگڑا اور اس کی وجہ	۱۶۴
آدم کو سجدے کا حکم اور ابلیس کا انکار	۱۶۸
ابلیس کا لعنت کو معطل کروانا	۱۷۸
ابلیس پر لعنت کو معطل کیا جانا	۱۷۹
ابلیس کا دعویٰ	۱۸۰
جن کے نزدیک ابلیس لعنت زدہ ہے	۱۸۱
جن پر ابلیس کا کوئی بس نہیں چلے گا	۱۸۱
ابلیس کا عزم	۱۸۲
اللہ کا ابلیس کو جواب	۱۸۳
آدم کو جنت میں بسانے کا واقعہ اور عہد لیا جانا	۱۸۴
ابلیس کا بہکا دینا	۱۸۷

فہرست صفحہ

درخت سے کھانے کا انجام ۱۹۰

آدمؑ وحوأ کی سرزنش ۱۹۳

آدمؑ وحوأ کا جواب ۱۹۴

آدمؑ کی توبہ وقبولیت ۱۹۵

زمین پر خلیفہ بنایا جانا اور مقصد ۱۹۸

ملائکہ سے اللہ کا سوال ۲۰۱

ملائکہ کا جواب دینے سے عاجز آجانا ۲۰۳

ملائکہ پر معاملے کا واضع کیا جانا ۲۰۴

ملائکہ کا ظاہر کرنا اور چھپانا ۲۰۵

آدم کو کلمات دیئے جانا ۲۰۶

جنت اسی زمین پر تھی ۲۰۸

دنیا میں انسان کا مقصد ۲۱۰

دنیا ایک ورکشاپ ۲۱۳

اصل امتحان کا آغاز ۲۱۳

☆توحید ۲۱۴

☆صلاۃ ۲۱۹

صلاۃ قائم کرنے کا مقصد؟ ۲۱۹

صلاۃ ۲۲۱

حلال بھی واضع اور حرام بھی واضع ۲۲۵

جمعہ کی صلاۃ ۲۲۹

صلاۃ مومن کی معراج ہے ۲۳۰

انفرادی سطح کے بعد اجتماعی سطح پر۔ ۲۳۰

تقویٰ کیا ہے ۲۳۳

تقویٰ والے کون ہیں ۲۳۴

فہرست صفحہ

غیب پر ایمان ۲۳۴

ینفقون کرنا ۲۳۶

☆زکاۃ ۲۴۸

☆صوم ۲۵۱

☆حج ۲۵۲

اسلام کے علاوہ دین کی اتباع ۲۵۳

وقت کا تقاضہ اور ہماری ذمہ داری ۲۵۴

دعوت وانتباہ ۲۵۷

مقدمہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

کتاب کے تین باب ہیں دوسرا باب لکھنے کی وجوہات اس باب میں ہی بیان کردی گئیں اس کے علاوہ باقی دو باب جو کتاب کا حصہ ہیں ان کو لکھنے کی جو وجوہات ہیں وہ میں بیان کرتا چلوں۔ان میں پہلی وجہ تو یہ ہے کہ دومرتبہ خواب میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی ان خوابوں کی تفاصیل میں یہاں بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتا لیکن صرف اتنے پر ہی اکتفاء کرتا ہوں کہ پہلی بار اکیلے رسول اللہ ﷺ سے خواب میں ملاقات ہوئی جو ایک گاؤں میں کھلی آب وہوا میں بلند اور سرسبز جگہ پر زمین پر بیٹھے ہوئے ہوئی اور دوسری بار جب خواب میں ملاقات ہوئی تو اس وقت رسول اللہ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔اور اس کے علاوہ صرف اتنا بتانا چاہوں گا کہ خواب میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا اور اس حکم پر عمل کرتے ہوئے میری یہ کوشش ہے اور اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اس کا اجر آخرت میں عطا کرے میں دنیا میں اس کے اجر کا طالب نہیں ہوں۔دوسری وجہ بھی بہت اہم ہے وہ موجودہ دور میں اسلام کی جو حالت ہے کہ دین اسلام پر تبدیلیوں،خواہشات وبدعات کی ایسی دھول مٹی چڑھا دی گئی کہ خالص دین اسلام کو پہچاننا اور سمجھنا انتہائی مشکل ہو چکا ہے انہی تبدیلیوں،خواہشات وبدعات کی دھول مٹی کو صاف کرکے خالص اللہ کے دین کو واضح کرنا مقصود ہے۔ اب حق کو واضح کرتے ہوئے اگر مجھے کسی بھی قسم کے فتاویٰ کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا تہمتوں،ملامتوں کا، تو میں کسی کی پرواہ نہیں کروں گا سوائے اپنے رب اللہ سبحان وتعالیٰ کے۔

میرے بیانات اور باقی کتب جو موجود ہیں یا جو ابھی منظر عام پر نہیں اور ان شاءاللہ جلد ہی بتدریج منظر عام پر آجائیں گی ان میں میں نے بارہاذکر کیا کہ اللہ کی کتاب کو سمجھنے کے لیے قرآن کے الفاظ کو ان کے لفظی مطالب کیساتھ سمجھنا بہت ہی ضروری ہے ورنہ انسان قرآن کے خودساختہ تشریحات کرکے نہ صرف اپنے لیے گمراہی کا سودا کرے گا بلکہ دوسروں فتنہ وانتشار اور تفرقے کا باعث بنے گا۔

میرے نزدیک لفظی معنی کا مطلب کیا ہے میں اس کی یہاں وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اگر کوئی بھی اہل ایمان میرے بارے میں اس حوالے سے کسی بھی غلط فہمی کا شکار ہو یا ہو جائے تو اس غلط فہمی کو دور کیا جاسکے۔

میرے نزدیک قرآن کے الفاظ کو لفظی مطالب سے سمجھنے کا مطلب کیا ہے اس کو ہم لفظ تقویٰ کو سمجھنے سے سمجھ سکتے ہیں۔

تقویٰ۔ مثال کے طور پر آپ تصور کریں کہ ایک بہت بڑی ایسی وادی ہو جو ہر طرف سے ایسی دیواروں یا ایسے پہاڑی سلسلے سے بند ہو کہ اس میں داخل ہونے کے تو کئی رستے ہوں لیکن باہر جانے کا صرف ایک ہی رستہ ہو اور وہ بھی پوشیدہ ہو۔اب تصور کریں کہ بہت سے لوگ اس وادی میں داخل ہوئے اور آپ بھی اس وادی میں داخل ہو گئے۔وادی کے مالکان جو بھی اس میں داخل ہوتا ہے اسے پکڑ کر ایک لائن میں کھڑا کر دیتے ہیں اور ایسی آگ بھڑکاتے ہیں کہ جس میں پتھر اور لوہا پگھل کر پانی بن گیا ہو۔اب وہ اس لائن میں سے ایک ایک کو پکڑ کر سب کی آنکھوں کے سامنے اس آگ میں ڈالتے جاتے ہیں اور جب آپ کی باری آتی ہے تو تصور کریں آپ کی کیا کیفیت ہوگی۔جب

آپ کی باری آئی تو آپ کو چند گھنٹے کا وقت دیتے ہیں کہ اس مختصر محدود مدت کے دوران آپ وہ خفیہ رستہ تلاش کر کے اس وادی سے باہر نکل جائیں تو آپ بچ جائیں گے ورنہ آپ کا انجام بھی وہی ہوگا۔

اب اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ آپ کی اس وقت کیا کیفیت ہوگی اور آپ کیا کریں گے؟

یقیناً آپ ہر ممکن حد تک وادی سے باہر نکلنے کی کوشش کریں گے۔ اب اگر اس دوران آپ کے سامنے سونے، چاندی کے پہاڑ لا رکھے جائیں کہ آپ انہیں لے لیں اور اس وادی میں ہی رک جائیں تو کیا آپ انہیں لینا پسند کریں گے؟

یا آپ کے سامنے من پسند کے دل لبھا دینے والے کھانے رکھیں جائیں تو کیا آپ ان کی طرف توجہ دیں گے؟

ڈر اور خوف کی ایسی کیفیت اور اس طرح بچنے کے لیے بھاگنے کو اس رستے کو تلاش کرنے کو عربی میں تقویٰ کہا جاتا ہے۔

ینفقون۔

اس کا مادہ ''نفق'' ہے جس کے معنی چوہے کا بل کے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک چوہا دوڑتا ہوا ایک سوراخ میں راخل ہوا جسے آپ نے دیکھا۔ اب صرف وہ سوراخ چوہے کا بل نہیں کہلائے گا بلکہ وہ تو اس کے بل مین داخل ہونے کا ایک رستہ ہے اس کے بل کے بارے میں مکمل آپ اس وقت تک نہیں جان سکتے جب تک کہ آپ اسے مکمل کھود نہ لیں۔ پھر جب انسان اسے کھودنا شروع کریں تو وہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ چوہے نے زمین کا ایک وسیع حصہ کھود کر کھوکھلا کیا ہوا ہے جس کے درجنوں سوراخ ہیں جو ادھر ادھر نکل رہے ہیں لیکن جب چوہا داخل ہوا تو صرف ایک سوراخ نظر آیا۔ اسی سے ینفقون بنا ہے جس کے معنی ہیں چوہے کے بل کی طرح تقسیم کرنا۔ یعنی دنیا والوں کو صرف اتنا علم ہو کہ فلاں کہ پاس مال ہے اور وہ تقسیم کرتا ہے لیکن کس کس کو کب کب دیتا ہے یہ کسی کو علم نہیں اس طرح کھلے دل سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

پھر نفق سے ہی انفاق، نفاق اور منافق بھی بنا ہے۔ منافق بھی چوہے کے بل کی طرح ہوتا ہے جو نظر آتا ہے اند سے اس کے برعکس حیران کن ہوتا ہے۔

ایک اور آخر مثال لے لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہاتھ۔ جس کے معنی اشیاء پکڑے یا بنانے کا کوئی آلہ ہوتے ہیں۔ اب اگر یہ انسان کے لیے استعمال ہو تو وہ بلکل واضع ہو جاتا ہے لیکن اب اگر آپ اسی لفظ کو سانپ کے لیے یا کسی بھی ایسے جانور کے لیے استعمال کریں گے جس کے انسان کی طرح کے ہاتھ نہیں تو اس سے مراد ان کا وہ عضوء ہوگا جس سے وہ کچھ پکڑتے ہیں۔ پھر اسی طرح ایک قدم آگے بڑھتے ہیں۔ یہ تو ہو گیا عالم مادہ میں اس کا استعمال۔ کہ جو مادے سے بنی ہوئی مخلوقات ہیں۔ اب اگر ہاتھ کا استعمال عالم نور یعنی نور سے بنی مخلوقات کے لیے ہوگا تو اس میں سے مادہ نکل جائے گا۔ کیونکہ نور علم مادہ سے ماوراء ہے۔ تو عالم نور میں صرف وہ قدرت کہلائے گی جس سے وہ کام کیے جاتے ہیں واضع رہے کہ عالم نور میں پکڑے کا ادراک انسان کی عقل سے ماورا ہے جو عالم مادہ میں ایسے کسی آلے سے کیے جاتے ہیں جسے انسان ہاتھ کہتا ہے۔ پھر اسی طرح آپ عالم نور سے پیچھے جائیں گے۔

ان تین مثالوں کو سامنے رکھ لیجئے میرے نزدیک یہ لفظی مطالب کہلاتا ہے خواہ آپ اسے لغت کا نام دے لیں یا کوئی بھی نام۔ یہ وضاحت بہت ضروری تھی جو الحمدللہ رب العالمین، اللہ سبحان وتعالیٰ کے فضل سے کردی گئی۔ اب اگر آپ کے نزدیک مجھے اس میں اپنی اصلاح کرنی چاہیے کہ انہیں لفظی مطالب نہیں بلکہ کچھ اور کہا جاتا ہے تو ضرور میری اصلاح کیجیے میری طرف سے آپ کے لیے اس کا اجر اللہ سبحان وتعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔

کتاب کے باب دوم میں جو خلافت اسلامیہ کے خلاف اٹھائے گئے سوالات واعتراضات ہیں ان کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ واضع رہے باب دوم میں سرخ لکھائی میں مخالفین کے اعتراضات ہیں۔ جہاں جہاں بھی سرخ رنگ میں لکھی ہوئیں عبارتیں ہیں وہ مخالفین کے الفاظ ہیں۔

میں یہ کتاب سب سے پہلے اپنے پیارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ جن پر میرے ماں باپ، میرے مال واولاد حتیٰ کہ میری اپنی جان بھی قربان ہوان پر۔ ان کے نام اور دنیا میں انسان کے روز اول سے لیکر قیامت تک کے لیے ان تمام شہدا کے نام کرتا ہوں جنہون نے صرف اور صرف اللہ سبحان وتعالیٰ کی رضا اور دنیا میں خالص اللہ کے دین کے قیام کی خاطر اپنی جانیں اللہ کی راہ قربان کیں۔ خواہ زمانہ قریب یا بعید میں ان کا تعلق کسی بھی تنظیم یا گروہ سے ہو جیسے ماضی قریب میں القاعدہ، افغان طالبان، تحریک طالبان پاکستان یا اس طرح کے پوری دنیا میں جتنے بھی گروہ یا تنظیمیں تھیں ان کے ان تمام شہدا کے نام۔

شہید۔

شہید کہتے ہیں جس نے شہادت دے دی یعنی کہ گواہی دے دی۔ جو دین اللہ سبحان وتعالیٰ نے دیا اس کے حق ہونے کی اپنے عمل سے گواہی دینا۔ اس پر ایسے عمل کرتے ہوئے موت کا آنا جیسے رسول اللہ ﷺ نے عمل کر کے دکھا دیا۔ مصیبتیں آئیں یا تکالیف ہر آزمائش میں ڈٹ جانا حتیٰ کہ اسی حال میں اجل آجائے۔

آخر میں ہر اس اہل ایمان اور ہر اس انسان سے گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کو اول تا آخر پوری توجہ کیساتھ پڑھے اور اپنے، تمام مومنوں کے لیے اور میرے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ سے دنیا وآخرۃ میں ایمان کے اعلیٰ درجے، اس پرفتن دور میں صرف اور صرف اللہ کو رب بنانے اور اس پر ڈٹ جانے، حسنہ اور خیر کی ضرور دعا کرے۔

☆باب اول، حق اوراس کی گواہی

☆اللہ سے بچنے کا حکم

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا. الاحزاب ۷۰

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو صرف اللہ ہی سے بچو اور بات کروایسی جو دیوار کی طرح سیدھی، مضبوط اور فرق کر دینے والی ہو۔

اس آیت میں اللہ نے اپنے اوپر ایمان لانے والوں پر واضع کر دیا کہ وہ اللہ ہی سے بچیں۔اس میں سب سے پہلی بات یہ کہ اللہ پر ایمان تو تب لایا جائے گا جب اللہ کے بارے میں جان لیا جائے گا، پہچان لیا جائے گا تو اس کے لیے اللہ نے غور وفکر کرنے کا حکم دیا جب انسان اس کائنات میں اللہ کی نشانیوں جو کہ تمام مخلوقات اللہ کی نشانیاں یعنی آیات ہیں میں غور وفکر کرتا ہے تو وہ اللہ کو بہت قریب سے جان جاتا ہے اور پہچان جاتا ہے اور ساتھ ہی اس پر اس کی اس دنیا میں موجودگی کا مقصد اس پر واضع ہو جاتا ہے اور اسے پورا نہ کرنے پر انجام بھی واضع ہو جاتا ہے اور یہ بھی واضع ہو جاتا ہے کہ صرف اور صرف اللہ ہی کی ایک ایسی ذات ہے جو اس کی راہنمائی کر سکتی ہے اُس لائن کی طرف جس کو قائم کر کے وہ مقصد پورا کیا جاسکتا ہے جس کے لیے انسان اس دنیا میں بھیجا گیا۔

تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالی کہہ رہے ہیں کہ صرف اور صرف اللہ ہی سے بچو۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سے بچنا کیوں ہے تو اس کے لیے ہمیں انسان کی بنیاد میں جانا ہوگا تب ہی ہم جان سکتے ہیں جو کہ اس کتاب میں آگے جا کر بیان کر دیا گیا ہے۔اور کیسے بچا جائے گا۔تو بچنے کا طریقہ اللہ نے اس آیت کے آخری حصے میں واضع کر دیا۔کہ بات کروایسی جو دیوار کی طرح مضبوط، سیدھی اور فرق کر دینے والی ہو۔یعنی جب بھی اور جو بھی بات کرو وہ ایسی ہونی چاہیے کہ حق اور باطل کے درمیان مضبوط دیوار کی طرح ہو، حق اور باطل کو الگ الگ کر دے پھر مضبوط ہو یعنی علم اس کی بنیاد ہو، کوئی بھی اس کا رد کرنے کے قابل نہ ہو۔ایک مومن قول تب کہتا ہے جب پہلے خود اس پر عمل کرتا ہے۔ یہی مومن کی نشانی ہے اور ایمان کا مزہ بھی تبھی آتا ہے جب انسان اللہ کے ساتھ تجارت کرتا ہے اپنا سب کچھ اللہ کو بیچ دیتا ہے جس کے نتیجے میں آزمائشیں آتی ہیں جو دیکھنے والوں کو تو مصائب و تکالیف کی صورت میں نظر آئیں گی لیکن اللہ کی قسم مومن کے لیے جنتی راحت ان میں ہوتی ہے شاید ہی اس دنیا کی کسی اور شئے میں ہو۔اُس کے لطف کا وہی ادراک کر سکتا ہے جو حق والا مومن ہو جیسا کہ مومن ہونے کا حق ہے۔

☆مجھ پر اللہ کا عائد کردہ فرض

تو الحمدللہ مجھ پر فرض ہے کہ میں ایسا ہی قول کہوں جس کا اللہ نے مجھے حکم دیا۔

الحمدللہ جوفرائض مجھ پر اللہ تعالیٰ نے عائد کیے ان کو بخوبی پہچان کر اوران پر عمل کی غرض سے آج سے چند سال پہلے جب میں نے دعوت کے میدان میں قدم رکھا تو اس وقت سے لیکر آج تک اکثریت نے تنقید کا نشانہ بنایا لیکن الحمدللہ، وہیں کچھ اللہ کے غلام ایسے بھی تھے جنہوں نے حق کا ادراک کرتے ہوئے اللہ کے ساتھ اپنی غلامی کا تعلق حق کے ساتھ استوار کیا جو میرے لیے اللہ کی طرف سے استقامت کا باعث بنتے گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چاہنے والے اہل ایمان نے یہ اصرار کرنا شروع کر دیا کہ دعوت کے لیے دجالی وسائل میڈیا وغیرہ کے آلات کا سہارا لیا جائے جس سے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک دعوت آسانی سے پہنچ سکے گی لیکن میں نے یہ قدم اٹھانے سے گریز کیا حتیٰ کہ الحمدللہ رب العالمین خلافت قائم ہوگئی۔

☆مجاہدین فی سبیل اللہ کے دعویدار، حق اور اس کی طرف دعوت

خلافت کے قیام سے پہلے تک میں کسی حد تک اللہ کی راہ میں لڑنے والوں کی تائید کرتا رہا اور ان کے دفاع میں جہاں بھی اللہ نے موقع عطا کیا پیش پیش رہا اور لوگوں کو ان کی طرف مائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا جس وجہ سے آزمائشوں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ بہر حال جن مجاہدین کی میں تائید کرتا رہا ان میں سرفہرست القاعدہ وطالبان تھے لیکن میں ساتھ اس پر بھی زور دیتا رہا کہ تاریخ ہمیں بہت کچھ سکھاتی ہے تاریخ بار بار خود کو دہراتی ہے یہ اللہ نے قرآن میں بھی صراحت کے ساتھ واضع کر دیا اس لیے ہمیں اس سے سیکھنا ہے اور کسی ایسی روش کو اختیار نہیں کرنا جو گزرنے والی قوموں کی اکثریت اختیار کرتی رہی۔ یعنی کہ اس وقت مجاہدین جو اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں ان کا مقصد اور اعلان بظاہر تو یہی ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام خلافت قائم کرنا لیکن حقیقت سو فیصد یہی نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ دشمن کبھی بھی آرام سے نہیں بیٹھا وہ وار کرنے کا کوئی بھی موقع ضائع نہیں ہونے دیتا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر وہ ایسے مواقع بھی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جن سے وہ بھرپور فائدہ اٹھائے اور اس کے لیے وہ مجاہدین کی کمزوریوں سے آگاہی حاصل کرتا ہے اور پھر ان کمزوریوں کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ ان کمزوریوں کا جو سب سے بڑا فائدہ اُسے حاصل ہوتا ہے وہ منافقین کا اہل ایمان کے درمیان جال بچھا دینا۔ اور ان منافقین کے ذریعے سے ہر اس اہل ایمان کے قتل کی راہ ہموار کرنا جو راسخ العلم اور مضبوط اعصاب کا مالک ہو جس کے نتیجے میں پیچھے کم عقل وکم علم لوگوں کو آگے آنے کے مواقع مل سکیں پھر ایسے لوگوں کو آگے لانے کے لیے یعنی قیادت ان کے ہاتھ دینے کے لیے راہ ہموار کی جاتی ہے جس کا نتیجہ مجاہدین کے اندر انتشار وتفریق کی صورت میں نکلتا ہے اور جس مقصد کے لیے وہ نکلے تھے وہ کہیں پیچھے رہ جاتا ہے اور اس کی جگہ کئی فضول مقاصد لے لیتے ہیں۔

اور ایسا آج کی تاریخ میں پہلے سے کہیں زیادہ ہو رہا ہے اس لیے ہمیں کسی بھی مصلحت کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور راہنمائی کا ذریعہ ومعیار صرف اللہ کی کتاب کو ہی بنانا چاہیے اور عمل رسول اللہ ﷺ کی سیرت وسنہ کے عین مطابق۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں ایمان لانے کے بعد جو ہجرت کا حکم دیا ہے اس میں جو حکمت پوشیدہ ہے وہ کوئی راسخ العلم ہی جان سکتا ہے

اگر تمام وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان لانے کے بعد اللہ کی کتاب کے حکم کے مطابق ہجرت کرتے تو یقیناً دنیا میں کسی ایک خطے میں ہی جمع ہوتے جس سے ان کی ایک مضبوط اور نا قابل شکست جماعت وجود میں آتی جو چند ہی سالوں میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے عین مطابق دنیا میں اللہ کا دین قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتے لیکن ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ معاملہ اس کے بلکل برعکس ہے۔ مجاہدین ایک تو پوری دنیا میں مختلف گروہوں کی صورت میں بکھرے پڑے ہیں اور دوسرا جو ایک جگہ پر موجود ہیں وہ بھی کئی گروہوں میں تقسیم ہیں اور اختلافات کا شکار ہیں تو یہ صورت حال ہم پر بلکل واضع کر دیتی ہے کہ دشمن اپنے خبیث عزائم میں کس قدر کامیابی حاصل کر رہا ہے۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ سلسلہ ایسے ہی جاری رہے گا ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ اللہ اپنے وعدے کے ہرگز خلاف نہیں کرتا۔ تو جو اہل ایمان اللہ سے اپنی جانوں واموال کا سودا کر کے نکلے اور خود کو قربان کیا تو کس مقصد کے لیے؟

یقیناً اسی مقصد کے لیے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا دین قائم ہو اور یہی اللہ کا وعدہ بھی ہے تو یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا مگر جو صورت حال پیدا ہو چکی ہے وہ صرف اور صرف اللہ سبحان وتعالیٰ ہی کی ایک چال ہے جس کے ذریعے ایک تو اللہ سبحان وتعالیٰ طیب کو خبیث سے الگ کرتے ہیں اور دوسرا ایمان والوں پر آزمائشوں کی صورت میں ان کے ایمان مضبوط اور ان کی درجہ بندی کرتے ہیں۔

بہر حال ایسی صورت پیش کیوں آئی کہ مجاہدین ایک تو پوری دنیا میں بکھرے ہوئے ہیں اور دوسرا نہ صرف انتشار کا شکار ہیں بلکہ یہاں تک کہ آپس میں دشمنی کا شکار ہیں، مشکلات ومصائب کا شکار ہیں مضبوط ہونے کی بجائے کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ تو ان سب وجوہات کو جاننے کے لیے اللہ کی کتاب سے راہنمائی لیتے ہیں۔ تا کہ ہم حق کو پہچان کر حق کو تھام سکیں اور اہل حق کے ساتھی بن سکیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ھَاجَرُوۡا وَجٰھَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ . البقرۃ ۲۱۸

اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے لوگ جو ایمان لائے اور ایسے وہ ہیں جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں یہی وہ لوگ ہیں امید ہے اللہ ان کی حفاظت کرے گا، اور اللہ غفر کرنے والا رحیم ہے

رحمت، رحیم ۔ ان دونون الفاظ کا مادہ ''رح م'' یعنی رحم ہے۔

رحم ماں کے پیٹ میں اس حصے کو کہتے ہیں جہاں بچہ نو ماہ تک نشو نما پاتا ہے۔ رحم میں غور وفکر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بچے کو ان نو ماہ کے دوران جس شئے کی بھی ضرورت ہوتی ہے رحم اسے مہیا کر کے اس کے برعکس نہ ملنے کی صورت میں پیش آنے والی تکالیف ونقصانات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح رحم نو مہینے تک بچے کی ہر طرح سے حفاظت کرتا ہے۔

اسی طرح رحمت کا مطلب ہے تکالیف، مصائب، پریشانیوں اور ہر قسم کے شر وغیرہ سے ان کا متبادل مہیا کر کے حفاظت کرنا اور رحیم کا مطلب ہے حفاظت کرنے والا اور رحیم میں ''ح'' کے بعد ''ی'' کے آجانے سے اس میں دوام بھی آجاتا ہے۔ دنیا چونکہ دائمی نہیں یہ عارضی

ہے اس لیے اللہ سبحان وتعالیٰ آخرت میں جو کہ دائمی ہے الرحیم ہوں گے۔اور دنیا میں الرحمٰن ۔الرحمٰن کا مادہ بھی یہی ہے اور الرحمٰن کا مطلب بھی حفاظت کرنے والا ہے۔الرحمٰن میں ''ح'' کے بعد میم پر کھڑی زبر کے آجانے سے ایک مدت کا تعین ہوجاتا ہے۔یوں الرحمٰن کا مطلب بن جاتا ہے ایک مدت تک حفاظت کرنے والا۔

پورے قرآن میں اگر ہم غور کریں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہیں بھی الرحمٰن ہونے کے لیے کوئی شرط عائد نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ بلاتفریق سب کے لیے الرحمٰن ہیں لیکن اس کے برعکس الرحیم اللہ تعالیٰ سب کے لیے نہیں ہیں اس کے لیے اللہ نے کچھ شرائط عائد کردیں جوان شرائط پر پورا اتریں گے ان کے لیے اللہ رحیم ہوں گے۔

الرحمٰن ۔ایک مدت تک جس کا تعین کردیا گیا ہے تک تمام مخلوقات کی حفاظت کرنے والا۔

انسان کی ہی مثال لے لیجئے۔کہ اگر انسان کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتو اسے کن تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا،اسی طرح اگر پینے کے لیے نہ ہو، پہننے کے لیے، رہنے کے لیے،اسی طرح اگر ہاتھ نہ ہوں، آنکھیں نہ ہوں، یا جسم کا کوئی بھی اعضاء نہ ہوتو کن تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔اسی طرح بہت سی مخلوقات جو انسان کے لیے خطرہ اور تکالیف کا سبب ہیں، سانپ، بچھو، دھاڑنے، چیرنے اور پھاڑنے والے درندے وغیرہ اگر انسان کو ان کے درمیان رہنا پڑے تو کیا تکالیف ہوں گی؟ اسی طرح ایسی اشیاء جن کے کھانے سے تکلیف ہوتی ہے؟ اسی طرح جن اشیاء کے چھونے سے تکلیف ہوتی ہے مثلاً آگ وغیرہ

تو اللہ نے رحمٰن ہونے کے ناطے ایک مدت تک ان سب کا متبادل عطا کر کے ان تمام تکالیف ومصائب سے محفوظ کردیا حفاظت کردی۔جو کہ بلاتفریق ہر ایک مخلوق کی۔لیکن جب یہ مدت ختم ہوجائے گی تو پھر اللہ الرحمٰن نہیں ہوں گے بلکہ الرحیم ہوں گے۔یعنی تب صرف ان کی حفاظت کی جائے گی ان تمام تکالیف سے۔جنھوں نے ان شرائط کو پورا کیا ہوگا جو عائد کی گئیں۔

کہ جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اللہ نے الرحمٰن ہونے کے ناطے یہ سب کچھ عطا کیا۔یعنی جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ہاتھ، پاوں، آنکھوں سمیت جسم کے تمام اعضاء، کھانے کو، پینے کو، رہنے کو وغیرہ سمیت جو کچھ بھی عطا کیا پھر ان کے علاوہ جن تکالیف سے کسی بھی صورت حفاظت کی، جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ایسا کیا جنہوں نے وہ مقصد پورا کیا ہوگا ان کی اس سے آگے یعنی آخرت میں جو کہ دائمی ہے میں الرحیم ہونے کے ناطے حفاظت کی جائے گی، پیچھے ذکر کردہ تکالیف سے محفوظ کیا جائے گا ورنہ پھر ان تمام تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔جو جہنم کہلاتی ہے

غفور۔غفر سے ہے غفر کہتے ہیں۔مثال کے طور پر کوئی شیئے خالص ہو اور اس میں ملاوٹ کرکے اس کی اصل حالت کو بگاڑ دیا جائے یا تبدیل کردیا جائے، اس ملاوٹ یا تبدیلی وغیرہ کو دور کر کے شیئے کو دوبارہ خالص بنا دینا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ سبحان وتعالیٰ کہتے ہیں کہ ایسے لوگ جو ایمان لائے پھر ایمان لانے والے ہیں کون ہیں؟ آگے ان کی وضاحت کردی۔صرف زبان کا اقرار ہی کافی نہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ بلکہ مومن وہ ہیں جو ایمان لانے کے بعد ہجرت کرتے ہیں اس راہ میں جو

اللہ کی طرف جاتی ہیں اور وہ کون سی راہ ہے ہے جو اللہ کی طرف جاتی ہے آگے اللہ نے اس کی بھی وضاحت کردی کہ جہاد کرتے ہیں۔ وہ راہ جو اللہ کی طرف جاتی ہے وہ ہے جہاد کی راہ۔ جدوجہد کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ امید ہے کہ اللہ آخرت میں ان کو غفر کریں یعنی جو کوئی عیب ان میں رہ گیا اسے دور کرکے دوبارہ اس حالت میں لوٹا دیں گے جس حالت میں ان کی اول تخلیق کی گئی ان کی اصلاح ہو جائے گی تو ایسی صورت میں ان کی پھر آخرت میں ان تمام تکالیف سے حفاظت کی جائے گی۔ یعنی ان باغات میں داخل کردیا جائے گا جہاں تمام آسائشیں موجود ہوں گی دائمی طور پر۔

اس میں ایک بہت بڑا سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اللہ نے اس آیت میں امید کا ذکر کیا یعنی اب بھی امید ہے آخر ایسا کیوں کہا اللہ نے؟ ایک انسان جو اللہ کی خاطر اتنا کچھ کرے اس کے بعد بھی یقین کی بجائے امید؟۔ تو ایسا اس لیے کہ ہمیں اللہ نے ظاہر کا مکلّف بنایا ہے باطن کا نہیں۔ اس لیے کون ہیں جو واقع ہی اصل میں صرف اور صرف اللہ ہی کی راہ میں ایسا کرتے ہیں اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے ہوں گے جن کا معاملہ بظاہر تو ایسا ہی ہوگا لیکن باطن کیسا ہوگا اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ اس لیے اللہ نے لفظ "یرجون" کا ذکر کیا۔

کیونکہ اللہ نے سورۃ النحل میں اس کی وضاحت خود ہی کردی ہے کہ جب اللہ کی راہ میں ہجرت کی جائے گی تو فتنے میں ڈالے جائیں گے۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا ثُمَّ جٰہَدُوۡا وَ صَبَرُوۡۤا ۙ اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِہَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ٪ النحل ۱۱۰

پھر اس میں کچھ شک نہیں تیرا رب ایسے لوگوں کے لیے جنہوں نے ہجرت کی اس کے بعد جو فتنے میں ڈالے گئے پھر جہاد کیا اور صبر کیا اس میں کچھ شک نہیں تیرا رب اس کے بعد غفور رحیم ہے۔

فتنہ۔ اسے ہم ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شئے بازار میں آئے اور وہ مقبول ہو جائے۔ بچہ، بوڑھا، مرد، عورت خواہ کوئی بھی بازار میں جائے اس شئے کو خریدنے کے لیے تو اسے کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوگی کیونکہ بازار میں ابھی تک اس نوعیت کی وہ واحد شئے ہے لیکن پھر ایسا ہو کہ کوئی ایک یا اس سے زیادہ اسی کی نقل بازار میں آجائیں۔ اور جب بھی کوئی نقل شئے تیار کی جاتی ہے تو وہ ایسے تیار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اصل بذات خود نقل کے سامنے نقل لگے۔ ایسی صورتحال میں اگر کوئی بہت بڑا عقلمند بھی بازار میں جائے گا تو اس پر امتحان آجائے گا کہ آیا ان میں سے کون سی اصلی ہے بہت کوشش کے باوجود بھی ہوسکتا ہے کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی جعلی خرید لے۔ تو ایسی صورت حال میں علم یا پھر کوئی علم والا انسان ہی آپ کو اس امتحان سے کامیاب کروا سکتا ہے۔ اس طرح امتحان میں پڑنے کو عربی میں فتنہ کہا جاتا ہے۔

انسان کے سامنے ایک سے زیادہ اشیاء آجائیں جن میں صرف ایک ہی فائدہ مند اور اصل ہو باقی سب نقل اور نقصان دہ ان میں سے اس

ایک کا انتخاب کرنا فتنہ کہلاتا ہے۔

یہ ہے کہ جب اللہ کی راہ میں ہجرت کی جائے گی تو فتنے میں بھی ڈالا جا سکتا ہے اور فتنہ کسی بھی طرح کا ہوسکتا ہے۔لیکن وہ ہوگا اتنا ہی جتنے کے انسان قابل ہے نہ کہ ایسا کہ جو انسان سے بڑھ کر ہو۔ کیونکہ اللہ نے قرآن میں اس کی بھی وضاحت کردی

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا . البقرة ۲۸۶

نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی نفس کو مگر جتنی اس کی وسعت ہوتی ہے

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا. الطلاق ۷

نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی نفس کو مگر جو اسے عطا کیا گیا

اب امتحان کی کوئی بھی صورت ہوسکتی ہے جو کہ ہر ایک کے ایمان اور اللہ کے عطا کیے ہوئے کے مطابق ہی ہوگی۔

ہم چند مثالوں سے سمجھ سکتے ہیں۔مثال کے طور پر آپ گھر سے اللہ کی راہ میں نکلیں اور آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لا کھڑا کر جن کا دعویٰ تو حق کا ہو لیکن عمل اس کے برعکس۔اور آپ ان لوگوں میں شامل ہو جائیں۔شروع میں تو آپ پر واضع نہ ہو لیکن بعد میں کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد آپ پر واضع ہو جائے لیکن تب آپ کی ان سے دوستی گہری ہو چکی ہو، یا آپ پر ان کے احسانات ہوں، یا ایسی کوئی بھی صورت ہو اور آپ ان سے علیحدہ ہو کر اہل حق میں شامل ہونے کی بجائے وہیں اٹکے رہیں ان صورتوں کو اپنی کمزوری بنا کر حق سے منہ پھیر لیں تو یہ آپ کے لیے فتنہ یعنی امتحان تھا۔کہ آپ کے لیے دونوں رستے واضع کر دیے اللہ نے کہ ان میں کون سا حق اور کون سا باطل ہے۔

اسی طرح آپ کے سامنے باطل کے کارندے آ جائیں جو آپ کو بھاری مال و آسائشوں کا لالچ دے کر باطل کا ساتھ دینے کو کہیں۔تو یہی آپ کے لیے فتنہ ہوگا کہ کس کا انتخاب کیا جائے۔ایک طرف آخرۃ ہے جو کہ غیب میں سے ہے اور دوسری طرف آنکھوں کے سامنے بے شمار مال، آسائشیں، شہرت۔اس کے بدلے آپ کا کام ایمان والوں کے درمیان رہ کر ان کی معلومات باطل تک پہنچانا ہو یا باطل کے کچھ اور مفادات ہی کیوں نہ ہوں۔

اسی طرح ہوسکتا ہے کہ آپ دشمن کے چنگل میں پھنس جائیں بظاہر وہ چنگل بہت مضبوط ہو جو آپ کے ایمان کو کمزور کر دے اور آپ حق سے پیچھے ہٹ جائیں۔

اسی طرح کڑے سے کڑا وقت آ سکتا ہے، مشرکین و مرتدین سے مدد کی پیش کش ہوسکتی ہے۔

اسی طرح اللہ کی راہ میں جہاد چھوڑ کر جاہلی معاشرے کی آسائشوں کی طرف دل مائل ہوسکتا ہے۔

اسی طرح ایک طرف اللہ کی راہ میں قربانی درکار ہو اور دوسری طرف آپ کے بیوی، بچے، اہل و عیال ہوں،

اسی طرح یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ہجرت بھی کریں اور جہاد بھی لیکن ایک عمل سے اللہ کی رضا اور دوسری طرف مخلوقات اور اپنی ہی قریب والوں کی ناراضگی کو سبب ہو اور آپ مصلحت کا سہارا لیکر اللہ کے حکم کو پس پشت ڈال دیں۔

اسی طرح یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ہجرت بھی کریں اور جہاد بھی لیکن دشمن سے مقابلے میں اللہ پر توکل کی بجائے مادہ پرستی پر توکل کرنا شروع

کر دیں

اسی طرح فتنے کی اور کوئی بھی صورت ہوسکتی ہے۔

پھر کون ہوں گے جو اس فتنے میں ڈالے جانے کے بعد حق پر قائم رہیں گے یعنی مقصود صرف اللہ کی راہ و رضا ہوگی اور کون ہوں گے جو اس فتنے کا شکار ہو جائیں گے یہ اللہ کو معلوم ہوگا۔لیکن ہوسکتا ہے بظاہر دیکھنے والوں کو تو یہی لگ رہا ہو کہ یہ جس ایمان کے ساتھ گھر سے نکلے اسی پر قائم ہیں۔

فتنے یعنی امتحان میں ڈالے جانے کے بعد اس سے کامیاب ہو کر نکلنے کے لیے پھر جہاد کرنا ہے اور جب جہاد یعنی اللہ کی راہ میں جد و جہد کی جائے گی تو پھر تکالیف آئیں گی، پریشانیاں آئیں گی، مصائب آئیں تو گھبرانے کی بجائے صبر کرنا ہے اللہ کے دین پر ڈٹ جانا ہے ثابت قدم رہنا ہے۔اسی طرح فتنے سے کامیاب ہو کر نکلنے کے بعد بھی۔ایسا نہیں ہوگا کہ اب بس بہت ہو گیا بلکہ جب تک اس دنیا میں ہیں اللہ کی راہ میں جہاد کیا جائے گا حتیٰ کہ قتل کر دیے جائیں یا موت آ جائے۔

جیسا کہ قرآن کی یہ آیت بلکل واضح کرتی ہے

ایمان لانے کے بعد مومن اور کافر

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ . الحج ٥٨

اور ایسے لوگ جنہوں نے ہجرت کی اللہ کی راہ میں پھر قتل ہو گئے یا مر گئے اللہ انہیں رزق دے گا رزق حسن، اور اس میں کچھ شک نہیں اللہ ہے ان کے لیے وہی ہے تمام رزق دینے والوں میں سے خیر کا رزق دینے والا

آیت میں اگر چہ لفظ حتیٰ کا ذکر نہیں لیکن قرآن میں غور و فکر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے بھی کہ ایک مومن کا مقصود و مطلوب یہی ہونا چاہیے۔اس وقت تک اللہ کی راہ میں ہجرت و جہاد کا سلسلہ رہنا چاہیے جب تک آخری سانس بھی باقی ہے۔

دوسری بات یہ کہ پھر ایسے ایمان والوں کے لیے اللہ نے رزق حسن کا وعدہ کیا ہے۔حسن کہتے ہیں سب سے اعلیٰ۔جس سے بہتر کسی بھی لحاظ سے اور کوئی نہ ہو۔اور اسی عمل میں رزق خیر چھپا دیا اللہ نے۔آخرت میں کامیابی کی ضمانت۔

یہاں تک جو ہماری راہنمائی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد ہجرت کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور ہجرت کے بعد پھر ایسا نہیں ہوگا کہ کام ختم ہو گیا بلکہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا جائے گا۔یہ سب کچھ کیسے کرنا ہے اس کا بھی اللہ نے ہمیں واضح بتا دیا ہمارے ایمان لانے پر ایمان کا اقرار۔لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نہیں ہے کوئی بھی ایسی ذات جس کی غلامی کی جائے مگر اللہ، محمد اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

ہمیں صرف اور صرف اللہ کی غلامی کے لیے احکامات تو قرآن کی صورت میں مل گئے لیکن ان پر عمل کیسے کرنا ہے اس کا جواب اللہ نے کلمے کے دوسرے حصے میں دے دیا۔ محمد ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں یعنی جس طرح محمد ﷺ نے عمل کیا بالکل اسی طرح عمل کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بھیجا ہی اسی مقصد کے لیے تا کہ انسانوں کو دکھایا جاسکے کہ ان احکامات پر عمل کس طریقے سے کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ فائدہ مند ہوگا اور نہ ہی اللہ کے ہاں قابل قبول۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْل. آل عمران ۱۳۲

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے بھیجے ہوئے کی

بیشک ایمان لا کر اللہ کی راہ میں ہجرت کی جائے، جہاد کیا جائے لیکن اگر طریقہ وہ نہ ہوا جو رسول اللہ ﷺ کا بتایا و عملی طور پر سیکھایا ہوا ہے تو پھر بھی محنت رائیگاں جائے گی۔ نتائج حاصل نہ ہوں گے۔ اگر خالص نتائج حاصل کرنا ہیں تو علم و عمل بھی خالص کرنا پڑے گا اور اجر بھی خالص ملے گا۔ ورنہ فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوگا۔

ہمارے علم کا معیار تو اللہ کی کتاب ہوگی اور ہونی چاہیے نہ کہ کوئی علماء کے لبادے میں جہلاء۔ اب ہم پر یہ بھی لازم ہو جاتا ہے کہ ہمارے عمل کا معیار رسول اللہ ﷺ کی سنت یعنی ان کا طریقہ ہو۔ اگر کسی بھی قسم کی آمیزش کی جائے گی تو مقصد حاصل ہونے کی بجائے دور ہو جائے گا ہم نفع کے دھوکے میں نقصان کا سودہ کر بیٹھیں گے۔

اب ہم اس علم کو معیار بنا کر مجاہدین کے تمام گروہوں کا اس سے موازنہ کریں تو کیا ہم پر حق واضع نہیں ہو جاتا؟

رسول اللہ ﷺ نے ایمان لانے کے بعد ہجرت کی تو کہاں کی؟

ایک ایسی بستی جس کا نام یثرب تھا کی طرف، جس بستی کے رہنے والے جگہ دینے کو تیار تھے وہاں ہجرت کی اور پھر اس کے بعد کسی بھی ایمان لانے والے کو یہ حکم نہیں دیا کہ اپنے قریب فلاں جگہ کا رخ کر لو، تم لوگ فلاں طرف چلے جاو کہ مختلف محاذ کھولنے ہیں اللہ کے دشمنوں کے خلاف۔ نہیں بلکہ اس کے برعکس سب کو اسی ایک جگہ پر اکٹھا کیا سب سے پہلے وہاں اللہ کا نظام ''صلاۃ'' کو قائم کیا۔ پھر اسی کی سرحدیں وسیع کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کیا۔ کسی مصلحت کا سہارا نہیں لیا۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کی۔

مجاہدین کے تمام گروہوں کو اس پیمانے پر تولیں تو واضع ہو جائے گا کہ کون سا گروہ ہے جو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ مضبوطی سے چمٹا ہوا ہے۔ کن کے اعمال سے، کن کی جدو جہد سے منہج نبوت جھلکتا ہے؟

اگر ان گروہوں کی جدو جہد خالص اللہ کے لیے ہوتی اور عمل خالص رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہوتا تو آج پوری دنیا کا نقشہ تبدیل ہو چکا ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ۲۳ سالہ نبوت کی زندگی میں جتنے رقبے پر اللہ کا دین قائم کیا اتنا ضرور ہو جاتا۔ اور اگر ایسا نہیں ہوا تو

یہ بلکل واضع ہے کہ اللہ کے دین پر اس طرح سے عمل کیا گیا اور نہ ہی کیا جا رہا ہے جیسے کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اللہ نے عملی طور پر دیکھا دیا۔ اور اگر عمل اسی طرح کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس کے باوجود بھی کامیابی حاصل نہیں ہو رہی تو پھر علم خالص نہیں علم کے ذرائع اللہ کی کتاب کے علاوہ اور ہیں۔

اور ایسا قطعاً نہیں ہوگا کہ اللہ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہنے دے۔ بلکہ جیسے اللہ نے نبوت کے ۲۳ سال گزرنے کے بعد یہ آیت اتاری

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا . المائدہ ۳

آج کے دن تمہارے لیے دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور راضی ہو گیا تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر۔

اس سے ہمیں واضع ہو جانا چاہیے کہ اللہ نے جو ہمیں دین قائم کرنے کی مدت دی وہ ۲۳ سال ہے اگر ہم نے ۲۳ سال ایسی جدوجہد کی جیسے رسول اللہ ﷺ نے کی تو نتائج بھی بلکل ویسے ہی نکلیں گے۔ اور اگر ہم نے اس موقع کو ضائع کر دیا تو پھر اللہ کی سنت ہے کہ وہ ایک قوم کو دوسری سے بدل دیتا ہے۔

وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ . محمد ۳۸

اور اگر تم پھر جاو گے تو بدل دے گا تمہاری قوم کو دوسری سے پھر نہیں ہوں گے وہ تمہاری طرح

۲۳ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد اللہ نے جس دین کی بنیاد آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالتے وقت رکھی اور قیامت کے قریب اپنے آخری نبی محمد ﷺ کو مبعوث کر مکمل کیا عین اسی کے مطابق ان مجاہدین کو بدل دیا۔ جن کو اللہ نے فضیلت دی پہچاننے والے اسی وقت پہچان گئے۔

اور نہ ماننے والے آج اللہ کے واضع فیصلے کے بعد بھی یہود و نصاریٰ کی طرح تکبر کی وجہ سے اپنی ضد پر قائم ہیں

حالانکہ اللہ نے ان کو زمین میں جگہ بھی دی کہ پوری روئے زمین سے ایمان والوں کو یہاں یکجا کرو، سب سے پہلے یہاں اللہ کا دین قائم کرو یہیں سے پھیلو لیکن افسوس کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی بجائے علماء کے نام پر اپنے بڑوں کی اور اپنی خواہشات کی پیروی کی گئی۔ رائے عامہ کی فکر کی گئی، مصالحانہ پالیسیاں اپنائی گئیں۔ پوری دنیا میں جگہ جگہ محاذ کھولے گئے۔ ایمان والوں کو ادھر ادھر بکھیر دیا گیا۔ یہی سب تو پچھلی قوموں نے کیا۔

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ. آل عمران ۳۲

کہو اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے بھیجے ہوئے کی پس اگر پھر گئے پس اس میں کچھ شک نہیں اللہ نہیں حُب کرتا کفر کرنے والوں سے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ جو حق والے مومن ہیں انہیں حکم دے رہے ہیں کہ انہیں کہو کہ اللہ کی اطاعت کریں اور اس کے بھیجے ہوئے کی۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کب کی جاتی ہے جب ایمان لایا جاتا ہے یعنی یہ دعوت ایمان والوں کے لیے ہے اور اگر وہ پھر جائیں یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی بجائے اپنی خواہشات کو ہی ترجیح دیں اپنے علماء کو اللہ اور اس کے رسول پر ترجیح دیں گے۔ نہیں مانیں گے

انکار کرتے رہیں گے اپنے عمال کی صورت میں۔ تو کفر یعنی انکار کرنے والوں سے اللہ حب نہیں کرتا۔ ایسوں کی اللہ نصرت نہیں کرتا۔ ایسوں کے لیے تو پھر سوائے ذلت ورسوائی کے اور کیا رہ جاتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰى یُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ. الانفال ۷۲

اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے لوگ جو ایمان لائے اور ایسے وہ ہیں جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے اموال کے ساتھ اور اپنی ذاتوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں، اور ایسے لوگ جنہوں نے جگہ دی اور نصرت کی یہی ہیں وہ جو ایک دوسرے کے اولیا ہیں۔ اور ایسے لوگ جو ایمان لائے اور نہیں ہجرت کی نہیں ہے تمہارے لیے ان کی ولایت میں سے کچھ بھی یہاں تک کہ وہ ہجرت کر لیں اور اگر تم سے نصرت مانگیں دین میں تو پس تم پر ہے ان کی نصرت کرنا سوائے یہ کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو، اور اللہ ہی ہے جو تم سے اعمال کروائے جاتے ہیں ان کے ساتھ دیکھتا ہے۔

سورہ الانفال کی یہ آیت بہت ہی جامع ترین آیت ہے اس میں کامیابی اور اس کے بعد اس کامیابی کو قائم رکھنے کے راز بھی پوشیدہ ہیں۔ اس میں سب سے پہلے وہی بات کہ ایمان لانے والوں کے بارے میں واضع کیا اللہ نے کہ ایمان والے وہ ہیں جو ہجرت کرتے ہیں اس بات کو خصوصاً ذہن میں رکھنا ہے کہ ایمان لانے کے بعد ہجرت کا ذکر ہے ہجرت کے بعد جہاد کا اپنے اموال و جانوں کے ساتھ۔

کہ جب انسان ایمان لاتا ہے تو ایمان وہ لاتا ہی تب ہے جب اس پر اس دنیاوی زندگی کی حقیقت واضع ہو چکی ہوتی ہے اور اسے معلوم ہو چکا ہوتا ہے کہ اسے کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا گیا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے جو ذمہ داری اللہ نے عائد کی اس کا پورا کرنا سب سے پہلے ضروری ہے۔ صلاۃ ''اللہ کا نظام + رکوع وسجود'' قائم کرنا، جو کہ اکیلے تو انسان کر نہیں سکتا اس لیے اسے اپنے ہی طرح کے مزید لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کے لیے وہاں جانا پڑے گا جہاں ایسے لوگ موجود ہوں تو ہجرت کر کے ایمان والوں کے درمیان پہنچا جائے گا۔

جس طرح ایک طرف ہجرت کے لیے اہل ایمان نکلتے ہیں اللہ کے اذن سے تو دوسری طرف اللہ ان کے ہجرت کرنے کی جگہ بھی تیار کر دیتے ہیں دنیا میں کسی ایسے مقام پر لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں جو جگہ جغرافیائی لحاظ سے انتہائی اہمیت کی حامل ہو۔ اس جگہ کے ایمان والوں پر ہجرت کی بجائے مہاجرین کو جگہ دینا اور ان کی نصرت فرض ہوتی ہے پھر اللہ نے واضع کر دیا کہ یہی تمہارے اولیا ہیں۔

اور جو ایمان لانے کے بعد ہجرت نہیں کرتے وہ کچھ بھی ولایت کا حق نہیں رکھتے۔ایسا کیوں ہے؟ یہ اس لیے کہ جب ایک مومن اللہ کی راہ میں ہجرت کرتا ہے تو اس کے لیے دنیا کی اہمیت بلکل صفر ہو جاتی ہے اس کے برعکس جس نے ہجرت نہ کی ہو اور ارادہ بھی نہ ہو تو ایسے انسان کے لیے دنیاوی مال ومتاع کی ضرور اہمیت وحثیت ہوتی ہے جو اس کی کمزوری ثابت ہوتی ہے۔اگر ایسوں کو ولی بنایا جائے گا۔تو نقصان پہنچنے کا بہت زیادہ خطرہ ہوگا۔مثال کے طور پر آپ انہیں کوئی معلومات دے دیں کل کو شیطان ان پر غلبہ پا لے اور وہ دنیاوی مال ومتاع کے عوض وہ معلومات کفار کو دے دیں یا اس طرح کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

وہ اسی نظام کے اندر رہ کر اسی نظام کی مضبوطی کا باعث بنیں گے۔لیکن جب اللہ کی کتاب کی روشنی میں اس طرح ہجرت ہوگی تو ایک نا قابل تسخیر جماعت وجود میں آئے گی بلکل رسول اللہ ﷺ کی سنہ کے عین مطابق۔پھر سب سے پہلے وہاں اللہ کا دین قائم کیا جائے گا جب وہاں اللہ کا دین قائم ہوگا تو ارد گرد موجود کفر کو تکلیف ہوگی جس کے لیے وہ دشمنی پر اتر آئے گا تو وہیں کفار ومشرکین میں سے ایسے بھی ہوں گے جن کو اپنی بنیاد کا ادراک ہوگا کہ ان کی عمارت جس کھوکھلی بنیاد پر کھڑی ہے اس کو بچانے کے لیے بجائے اس کے کہ جنگ کی جائے بلکہ امن کا معاہدہ کر لیا جائے۔

اس طرح کچھ مشرکین سے معاہدہ ہو جاتا ہے۔جب اس مقام تک پہنچ جائیں تو جو ایمان والے ہجرت نہیں کر سکتے ان کی جہاں وہ موجود ہیں وہاں نصرت کرنا اسلامی ریاست پر فرض ہوگا۔اب جو ہجرت نہیں کر سکتے وہ جہاں ہیں اگر وہیں رہ کر دین کے قیام کے لیے نصرت طلب کرتے ہیں تو ان کی نصرت فرض ہوگی سوائے جن مشرکین کے ساتھ معاہدہ ہے ان کے خلاف۔جب معاہدہ کیا جائے گا تو اس میں اپنی تمام بنیادی شرائط کو رکھا جائے گا جس میں مشرکین کے درمیان موجود وہ مومن جو ہجرت نہیں کر سکتے ان کا تحفظ بنیادی شرائط میں سے ہو گا۔

اور باقی مشرکین کے خلاف جہاں جہاں ایمان والے موجود ہیں جو ہجرت کے قابل نہیں لیکن وہ وہاں کفر کو نقصان پہنچا سکتے ہیں تو ان کی نصرت کی جائے گی۔جس کے نتائج اسلامی ریاست اور اہل ایمان کے لیے انتہائی مفید ہوں گے۔کفار کے ممالک میں اگر اس طرح کاروائیاں کی جائیں تو اس کے نتیجے میں کفار کے پاس دو ہی راستے ہوں گے ایک تو کھلا اعلان جنگ اور دوسرا امن معاہدہ۔کھلا اعلان جنگ کفار کے لیے بہت حد تک ناممکن ہوتا ہے کیونکہ اللہ نے قرآن میں واضع کر دیا کہ کافر کے لیے دنیا کی زندگی کی کیا اہمیت ہے اس لیے امن معاہدے کو ترجیح دیں گے۔جس کے فوائد بھی اسلامی ریاست اور مومنو کو حاصل ہوں گے۔مومنو کی ہجرت کی راہ ہموار ہوگی کفار کے درمیان ایسے ضعیف مومن جن کے لیے ممکن نہ ہو کسی بھی صورت ہجرت کرنا ان کا تحفظ یقینی ہو جاتا ہے اور وقت کے ساتھ اسلامی ریاست ان کو وہاں سے باحفاظت اور عزت سے نکالنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

آخر میں اللہ نے واضع کر دیا کہ جو اعمال تم سے کروائے جاتے ہیں ان کے ساتھ اللہ تمہیں دیکھتا ہے۔اگر تو ان سارے معاملات میں اکبر صرف اور صرف اللہ کی ذات رہے گی تو دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکے گی خواہ نظر آنے میں وہ کتنی ہی طاقت ور کیوں نہ ہو۔اس لیے کوئی بھی فیصلہ،کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہوگا جس کی بنیاد اللہ کی کتاب نہ ہو۔

۲۷ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ؕ

الانفال ۷۳

اور ایسے لوگ جنہوں نے ایسا کرنے سے انکار کیا یعنی ایسا نہیں کیا وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ کیونکہ اگر تم یہ نہ کرو گے تو ہو جائیں گے فتنے ارض میں اور سب سے بڑا فساد۔

پچھلی آیت میں تو سب واضح ہو گیا اور جو اس سے کفر کریں یعنی اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں جہاد نہ کریں بلکل ویسے ہی جیسے حکم دیا گیا ایک تو ایسے لوگ آپس میں ایک دوسرے یعنی کافروں کے اولیا ہیں۔ خواہ کفر چھوٹا ہو یا بڑا کفر کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کے اولیا ہیں۔ ایک دوسرے کی اللہ کے خلاف نصرت کرتے ہیں یا اس کا سبب بنتے ہیں خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی ہو۔

مثال کے طور پر اگر ایمان لانے کے بعد آپ ہجرت نہیں کرتے آپ سمجھتے ہیں کہ بس یہی دین ہے میں ایمان لے آیا، پانچ وقت نماز پڑھ رہا ہوں، زکاۃ دے رہا ہوں، روزے رکھ رہا ہوں اور استطاعت ہونے پر حج بھی کیے جا رہے ہیں تو اسی انظام کے اندر رہتے ہوئے جو بھی کام یا ملازمت کر کے زندگی گزارنے کے لیے مال حاصل کریں گے اس سے اسی نظام کی مظبوطی کا باعث بنیں گے۔ اسی نظام کے خالق و مالک اور اس کو مضبوط کرنے والوں کی نصرت کریں گے۔ جب نصرت آپ اللہ کے دشمنوں کی کریں گے تو ولی انہیں کے کہلائیں گے۔ جیسے گاڑی کا ہر پرزہ اپنا اپنا کام کرے گا تو گاڑی قائم اور ٹیک رہے گی بلکل اسی طرح آپ بھی طاغوت کے نظام میں ایک پرزے کی حثیت سے اس کی مضبوطی کا باعث بنیں گے۔

آیت کے اگلے حصے میں اللہ نے بلکل واضح کر دیا کہ ایسا کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے کیوں دیا ہے؟ کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر زمین میں فتنے ہوں گے اور فساد کبیر۔

فتنہ یعنی اس دنیا میں انسان کے سامنے زندگی گزارنے کے لیے ایک اللہ کے طریقے کی بجائے اور طریقے پیدا کر دیے جائیں گے۔ جو خوشنما ہوں گے۔ ایک طرف اللہ کا دین ہو گا جس میں سختیاں، مصائب، تکالیف و آزمائشیں ہوں گے تو دوسری طرف آسائشیں، سہولیات کے نام پر زندگی گزارنے کے اور طریقے۔ جب ایسی صورت بن جائے گی تو ذرا تصور کریں کیا ہو گا۔ جب ایک دین کی بجائے کئی ادیان موجود ہوں گے تو انسان کے لیے ناممکن ہو جائے گا اصل دین کو پہچاننا اور اس پر عمل کرنا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہر انسان اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارے گا۔ اللہ کی چھپا کر رکھی ہوئی مخلوقات کے پیچھے پڑے گا انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرے گا۔ اسی طرح اس کائنات میں اللہ کی انسان سے چھپا کر رکھی ہوئی مخلوقات تک پہنچ کر انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرے گا۔ زمین کو پھاڑ کر اللہ کے غیب کی مخلوقات کو نکال کر مزید فتنے پیدا کرے گا جس سے اس زمین سمیت کائنات میں خرابیاں پیدا ہوں گی، تباہیاں آئیں گی۔ زمین سمیت کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ تمام مخلوقات نقصانات و تباہی سے دوچار ہوں گی۔

حتی کہ انسان ہر لحاظ سے اللہ کا شریک ہونے کا دعویٰ کرے گا اس کی ہر مخلوق میں شریک بننے کی کوشش کرے گا۔

تو ایسا کس کی وجہ سے ہوگا؟ جو کہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اس فساد کبیر کو۔ اس دنیا کی ہر شئے میں تبدیلیاں کر کے خرابیاں پیدا کر دی گئیں جس کی وجہ سے ان کی فطرت تبدیل ہوگئی اور تباہی سے دوچار ہیں۔

یہ ایمان لانے والون پر جو ذمہ داری عائد کی گئی ان کے اس سے منہ پھیرنے کی وجہ سے ہوگا اور آج ہو چکا ہے۔ ایمان لانے والوں نے دین کے دوسرے بنیادی رکن صلاۃ کو قائم نہ کیا جس وجہ سے حزب الشیاطین انسانوں نے اللہ کی زمین پر فساد برپا کر دیا یعنی اللہ کی ان مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ کر کے خراب کر دیا جن کے قریب بھی جانے سے اللہ نے منع کیا ہوا ہے۔

تو ذمہ دار کون ہوا؟ ذمہ دار وہی ہوگا جو ایمان لانے کا دعویٰ کرے لیکن اس کے بعد کفر کر دے۔ مطلب کہ صرف زبانی دعویٰ۔

مثال کے طور پر بکریوں کا ریوڑ ہو اور آس پاس قیمتی فصل کے کھیت ہوں جو بکریوں کے چرنے کے لیے نہ ہوں۔ لیکن بکریاں بار بار ادھر ہی جانے کی کوشش کریں اور بکریوں کے ریوڑ پر معمور چرواہے اگر سو جائیں، غافل ہو جائیں یا اپنی ذمہ داری ترک کر دیں تو کیا ہوگا؟

یقیناً بکریاں اردگرد کے کھیتوں میں داخل ہو کر فصل تباہ کر دیں گی۔ تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

یقیناً چرواہے

بلکل یہی معاملہ اس کائنات کا ہے اس زمین کا ہے اللہ نے اس کائنات کی بہت سی مخلوقات کو انسان سے چھپا دیا، جن کو وہ سن نہیں سکتا، دیکھ نہیں سکتا، چھو نہیں سکتا۔ محسوس نہیں کر سکتا اسی طرح کثیر ایسی بھی ہیں اگر سامنے ہوں تو دیکھ بھی سکتا ہے، چھو بھی سکتا ہے، سن بھی سکتا ہے اور محسوس بھی کر سکتا ہے لیکن اس کے باوجود اللہ نے ان مخلوقات کو انسان سے چھپا دیا پھر ایسی بھی بہت سی مخلوقات ہیں جو بلکل واضع ہیں سامنے ہیں لیکن اللہ نے ان کے بارے میں علم نہیں دیا یہ سب اللہ کی وہ چراگاہ ہیں جو انسانوں پر حرام ہیں لیکن انسان ان کی طرف دوڑ دوڑ جاتے ہیں اور اللہ نے ان پر ایمان والوں کو معمور کر دیا اگر تو ایمان والے ان کو بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہانکتے رہے تو اللہ کی کائنات محفوظ رہے گی یہ زمین بھی محفوظ رہے گی تمام مخلوقات محفوظ رہیں گی ورنہ اگر سو گئے، ذمہ داری ترک کر دی یا غافل ہو گئے تو کیا ہوگا؟

جو ہوگا وہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

تو اس کا ذمہ دار کون ہوا؟

ذمہ دار وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں لیکن اللہ کی راہ میں ہجرت اور جہاد نہیں کرتے، اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام ''صلاۃ'' قائم نہیں کرتے۔ اسی لیے روز محشر سب سے پہلا سوال صلاۃ کے بارے میں ہوگا۔

پیچھے بیان کردہ یہی وہ علم تھا جس کی بنیاد پر میں الحمد للہ یہ واضع کرتا تھا کہ ہمیں یہ سب ذہن میں رکھتے ہوئے یہ یقین ہونا چاہیے کہ وہ دن ضرور آنے والا ہے جس دن اللہ کا نظام قائم ہوگا اور دین صرف اور صرف اللہ ہی کا ہوگا اور جب وہ دن آئے گا تو آج ہم جن گروہوں کی تائید و نصرت کر رہے ہیں یہی گروہ اس کے دشمنوں کی صف میں کھڑے ہو جائیں گے لیکن حقیقت یہ ہوگی کہ اللہ ان میں جو طیب مال ہے اس کو ان گروہوں سے نکال لے گا باقی صرف ان گروہوں کے نام اور خباثت ہی رہ جائے گی اس لیے ہمیں کل کو جب وہ وقت آئے تو ان حقائق کو سامنے رکھنا ہوگا اسی میں ہماری دنیا و آخرت میں فلاح ہوگی۔

یہ حقائق بہت تلخ ہیں لیکن اللہ کی کتاب ہمیں یہی سکھاتی ہے کیونکہ آدم علیہ السلام سے لیکر رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی ادیان ہیں وہ اسلام ہی کی بگاڑی گئی شکلیں ہیں۔مثال کے طور پر مشرکین مکہ کو ہی لے لیجئے وہ ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے جو خود کو مسلم ہی کہلواتے تھے لیکن دین کا حلیہ اپنی خواہشات کے تابع کر لیا ہوا تھا حالانکہ اللہ کی خلق تبدیلی کی متحمل ہو ہی نہیں سکتی اس لیے اپنی خواہشات کو دین کے تابع کرنا ہے۔مشرکین مکہ نے دین اسلام کی صورت ہی بگاڑ دی ہوئی تھی لیکن جب اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا اور اسلام کی اصل صورت کو واضع کیا تو مشرکین مکہ کے درمیان جو طیب مال تھا اللہ نے اس کو ان کے خیموں سے نکال کر ایمان کے خیمے میں داخل کر دیا اور پیچھے رہ جانے والوں پر مشرکین ہونے کی مہر ثبت کر دی اس کے باجود وہ اپنے باطل نظریات کو دین ابراہیم کا نام دے کر اسی پر ڈٹے رہے۔اسی طرح ہم گزرنے والی کسی بھی قوم سے مثال اخذ کر سکتے ہیں۔

تو آج بھی جب اللہ تعالیٰ اسلام کی اصل حالت کو واضع کریں گے تو یہ تمام گروہ یا ان کی اکثریت کے مفادات وسلامتی کو خطرہ لاحق ہو جائے گا ان کا وجود غیر شرعی ہو جائے گا جو یہ کسی صورت بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں گے الا جس کو اللہ حق کی طرف ہدایت دے۔اس لیے ہمیں پہلے سے ہی خود کو اس مرحلے کے لیے تیار رکھنا ہوگا اور یقیناً وہ وقت دور نہیں ہے ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے احادیث رسول ﷺ اور اللہ کی کتاب بھی ہم پر واضع کرتی ہے کہ وہ وقت ہمارے سر پر ہے۔

الحمدللہ جب کہ وہ وقت آ گیا اللہ نے اسلام کو اپنی اصل حالت پر ظاہر کر دیا دنیا کو واضع دو خیموں میں تقسیم کر دیا تو وہی ہوا جو تاریخ میں ہوتا رہا۔اب ہمیں دیکھنا ہے کہ اللہ کی کتاب اور تاریخ ہماری اس سلسلے میں آگے کیا راہنمائی کرتی ہے تو وہ بھی بلکل واضع ہے جو پچھلی قوموں کا حال ہوا حق کو جھٹلانے کے بعد۔اب بھی وہی ہوگا فرق صرف اتنا ہے پہلے ایک قوم کی حد تک ہوتا تھا لیکن آج چونکہ پوری دنیا کے انسان ایک ہی قوم کی صورت اختیار کر چکے ہیں تو انجام بھی پوری دنیا کی سطح پر ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہر وہ عذاب دیں گے جو پچھلی قوموں کو دیا گیا جس کو ہم قرآن سے باآسانی سمجھ سکتے ہیں۔

خلافت کے قیام کے بعد اب میرے لیے بھی کوئی عذر باقی نہیں رہا تھا کہ میں اجنبی کی سی زندگی گزاروں اور اسی طرح نجی سطح پر لوگوں کو دعوت دیتا رہوں بلکہ اب جو مجھ پر فرض ہے وہ یہ ہے کہ میں علی اعلان اللہ کو گواہ بنا کر گواہی دوں کہ لوگو حق آ گیا ہے اس کی طرف لپکو۔صرف اور صرف یہی کامیابی کا رستہ ہے۔اس کے علاوہ باقی سب گمراہیاں ہیں۔

حق کی گواہی کا حکم

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ص وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ز وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ . البقرة ۴۱

اور تسلیم کرو اسے جو اتارا گیا تصدیق کرتا ہے اس کی جو تمہارے ساتھ ہے اور نہ ہو جاو اس کے ساتھ سب سے پہلے کفر کرنے والے، اور نہ

بیچو اللہ کی نشانیوں کو تھوڑی قیمت کے عوض، اور صرف اور صرف پس اسی (اللہ) ہی سے بچو۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ . البقرة ۴۲

اور نہ ملاو حق کو باطل کے ساتھ، اور نہ چھپاو حق کو اور تم تو علم سیکھائے گئے ہو۔

جیسے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا گیا اور جو ان کی طرف اتارا جار ہا تھا اور رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دے رہے تھے تو جہالت کی وجہ سے اکثریت اس پیغام کو سمجھنے سے قاصر تھی لوگوں کی نظریں اپنے بڑوں یعنی ان پر تھیں جو اس وقت اہل علم کے طور پر مشہور تھے۔ جن میں یہود و نصاریٰ اور عرب کے علماء سرفہرست تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے وہ آخری نبی کی تمام نشانیاں بیان کرتے اور حق پر ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔

ان سے اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ تم وہ ہو جن کو علم دیا گیا ہے اور حق کو تم پہچانتے ہو تم جانتے ہو کہ جو کچھ یہ بیان کر رہا ہے یہ حق ہے اسی کی دعوت اس سے پہلے انبیاء نے بھی دی تھی۔ یعنی یہ تو وہی دعوت ہے جو موسیٰ و عیسیٰ علیھم السلام بھی لیکر آئے تھے اس لیے گواہی دو کہ ہاں یہ وہی آخری نبی ہے جس کا وعدہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے کیا تھا جس کا ذکر بنی اسرائیل کی کتب میں ہے جس کی آمد کی اطلاع موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ جب تم یہ گواہی دو گے تو لوگوں کو حق پہچاننے میں مدد ملے گی اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام سے سب سے پہلے کفر کرنے والوں میں شمار ہو گے۔ تمہاری وجہ سے کئی گروہ ہدایت کی بجائے گمراہی کا سودا کریں گے۔ اور دیکھو اللہ کی نشانیوں کا سودا مت کرو تھوڑی قیمت کے عوض اور صرف اللہ ہی سے بچو۔

اس وقت بھی ایسے ہی حالات تھے جیسے کہ آج ہیں حق کی طرف دعوت دینا اور یہ گواہی دینا کہ یہ اہل حق ہیں تو پوری دنیا کا کفر مال و جان اور اہل و عیال کے درپے ہو جاتا ہے قتل کر دیا جاتا ہے، جیلوں میں بند کر دیا جاتا ہے، پابندیاں لگا دی جاتی ہیں، بدنام کیا جاتا ہے اسی طرح کی اور بھی مختلف صورتیں ہیں۔

وہیں دوسری طرف حق کے ساتھ باطل کی آمیزش کرنے پر کفار کی جانب سے انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے، عزت و شہرت دی جاتی ہے، مال کی فراوانی کر دی جاتی ہے، آسائشوں کے ڈھیر لگا دیئے جاتے ہیں۔ تو ایسی کسی بھی صورت و مصلحت کو اختیار کرنے سے اللہ نے بلکل منع کر دیا ہر صورت میں۔ ایسا کرنا اللہ کی آیات کو بیچنا ہو گا اللہ نے واضع کر دیا کہ حق کی گواہی کی پاداش میں تمہیں کسی بھی مصیبت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑے تو اس سے بچنے کے لیے کہیں حق کی گواہی سے منہ نہ موڑ لینا اور نہ ہی ان کے ڈر، خوف سے حق کو چھپانا بلکہ علی اعلان حق کی گواہی دینا خواہ کچھ بھی قیمت برداشت کرنا پڑے۔ دیکھو یہ دنیاوی مصیبتیں، تکلیفیں، آزمائشیں آخرت میں جہنم کی آگے کے سامنے کیا حثیت رکھتی ہیں؟ اس لیے ان سے بچنے کی بجائے اللہ سے بچنا کہ وہ تمہیں اس آگ میں نہ ڈال دے۔

اللہ کی کتاب میں اللہ نے جب مجھ پر یہ واضع کر دیا تو آج جب اللہ نے اسلام کی اصل حالت کو واضع کیا۔ اور مجھے اللہ نے وہ سیکھایا جس کی روشنی میں میرے اوپر واضع ہے کہ یہ حق ہے، جو اللہ نے مجھے علم عطا کیا اس کی تصدیق ہوتی ہے خلافت اسلامیہ کے اعمال و دعوت سے۔ تو میں کیسے خاموش رہ سکتا ہوں جبکہ مجھ پر انجام واضع ہو چکا ہے۔ کہ کسی بھی صورت میں میری خاموشی قابل قبول یا قابل عذر نہیں۔ اگر میں

نے حق کی گواہی کی پاداش میں آنے والی مصیبتوں اور آزمائشوں سے گھبرا کر یا خوف زدہ ہو کر حق کو چھپا دیا، حق کو جھٹلا دیا یا اہل باطل کی آغوش میں دجال کی جنت کے مزے لوٹنے لگا تو اللہ سے مجھے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ اور نہ ہی ان کو جن کو اللہ نے علم دیا ہوا ہے اس لیے تمام اہل علم پر یہ فرض ہے کہ وہ علی اعلان گواہی دیں۔ کسی کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ اگر ایسا نہ کیا تو ہم لوگ سب سے پہلے اللہ کے دشمنوں میں سے کہلائے جائیں گے اللہ کے ہاں۔ اور ہم سب سے پہلے کفر کرنے والے گردانے جائیں گے۔

رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد. آل عمران ۹

اے وہ ذات جس نے ہمیں خلق کیا، پھر ہمیں ہماری ضروریات مہیا کر کے پروان چڑھایا کہ ہم وہ لائن قائم کر کے اس مقصد کو پورا کر سکیں جس کے لیے تو نے ہمیں خلق کیا اور اور پروان چڑھایا۔ اس دن میں رائی برابر بھی شک نہیں کہ تو لوگوں کو جمع کرے گا ان سے پوچھنے کے لیے یعنی حساب لینے کے لیے کہ جس مقصد کے لیے تو نے خلق کیا کیا اس مقصد کو پورا کیا گیا۔ جس مقصد کے لیے ہاتھ، پاوں، آنکھیں، کان، زبان سمیت جسم کے تمام اعضاء دیئے کھانے پینے کو رہنے کو جو کچھ عطا کیا، کیا وہ مقصد پورا کیا جس کو پورا کرنے کے لیے یہ سب عطا کیا تھا، جو علم عطا کیا جس مقصد کے لیے عطا کیا، کیا وہ مقصد پورا کیا۔ یعنی تو ضرور ایک دن سب لوگوں کو جمع کر کے پورا پورا حساب لے گا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ تو نے جو وعدہ کیا ہے اور جو مدت دی ہے اسے کے خلاف نہیں کرے گا یعنی جو مدت تو نے دی اس کے پورا ہوتے ہی تو سب کو جمع کر کے حساب لے گا اور پورا پورا بدلہ دے گا۔

جب ہمارا اللہ کی کتاب پر ایمان ہوگا ان آیات پر ایمان ہوگا تو ہمیں صرف اور صرف اللہ ہی کی پرواہ ہوگی اور اسی سے بچنے کی سعی کریں گے نہ کی دنیا کی یہ عارضی اور چھوٹی چھوٹی تکالیف ومصائب سے بچنے کی سعی۔ ویسے بھی جب غور کیا جائے تو وقت تو گزر جاتا ہے خواہ کیسی بھی حالت میں گزرے۔

قتال تم پر فرض کر دیا گیا

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ . العنکبوت ٦

اور جو بھی جہاد کرے پس اس میں کچھ شک نہیں جو جہاد کرتا ہے تو اپنی ذات کے لیے ہی، اس میں کچھ شک نہیں اللہ غنی ہے تمام عالمین سے۔ اس میں ایک بات مدنظر رکھنی ہے وہ یہ کہ جہاد اور قتال میں جو فرق ہے وہ سامنے رہنا چاہیے، جہاد کا مطلب ہے جدو جہد کرنا یعنی جس مقصد کے لیے انسان کو ایک معین مدت تک کے لیے اس دنیا میں بھیجا گیا اس کو پورا کرنے کے لیے جدو جہد یعنی کوشش کرنا، جس کی نوعیت حالات وواقعات کے مطابق ہوگی اور اگر حالات ایسے ہیں کہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے قتال بھی کرنا پڑے تو وہ جہاد کا حصہ ہوگا اور

اگراس کے بغیر مقصد پورا کرنا ممکن ہوتو جو بھی جدوجہد درکار ہوگی وہ کی جائے گی لیکن آج کے دور کا جو تقاضہ ہے وہ یہ کہ دنیا جس مقام پر پہنچ چکی ہے قتال کے بغیر ممکن ہی نہیں کہ انسان وہ مقصد پورا کرلے۔تو آج جو جہاد کیا جائے گا یعنی جو جدوجہد کی جائے گی اس میں قتال ترجیحی بنیاد پر جہاد میں شامل ہوگا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ . البقرة ٢١٦

فرض کردیا تم پر قتال اوروہ تمہارے لیے کراہت ہی کیوں نہ ہو

اللہ نے جیسے صوم فرض کیا بلکل اسی طرح قتال کو فرض کردیا اس لیے کہ آج اس دور میں قتال کے بغیر صلاۃ کا قیام ممکن ہی نہیں۔صرف یہی ایک طریقہ ہے اللہ کی زمین پر اللہ کا دین قائم کرنے کا بیشک ہم اس سے کتنا ہی دور کیوں نہ بھاگیں یا ہمیں کتنا ہی ناگوار کیوں نہ لگے۔

اب جو بھی جہاد کرے گے جس میں قتال کو سب سے اوپر ترجیح ہوگی تو اللہ نے واضع کردیا کہ وہ اپنے لیے ہی کرے گا یعنی وہ اللہ پر کوئی احسان نہیں کررہا ہوگا بلکہ اگر وہ جہاد کرے گا تو اس میں اس کی فلاح ہوگی ورنہ اللہ نے جہاد کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ نعوذ باللہ، اللہ اس کا محتاج ہے۔اللہ نے واضع کردیا کہ اللہ تمام عالمین سے غنی ہے یعنی اگر تمام کے تمام عالمین (آسمانوں اور زمینوں کی تمام کی تمام مخلوقات اور ہر مخلوق کے اندر موجود مخلوقات) بھی اس لائن سے ہٹ جائیں جس پر اللہ نے انہیں لگایا ہے اور جس مقصد کے لیے لگایا وہ مقصد پورا نہ بھی کریں تو اس میں اللہ کا کوئی نقصان نہیں، اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑے گا، نقصان ہوگا تو ان کا اپنا ہی نقصان ہوگا۔

اس لیے ہمیں قرآن کی اس آیت سے اپنے اوپر واضع کرلینا چاہیے کہ ہم اگر جہاد کریں گے جس کے نتیجے میں اصلاح ہوگی تو ہمارا ہی فائدہ ہے ہمیں ہر صورت جہاد کرنا ہی پڑے گا اگر نہیں کیا تو اپنا ہی نقصان کر بیٹھیں گے اس لیے کبھی بھی یہ بھی ذہن میں نہیں آنا چاہیے کہ میں نے اتنے سال جہاد کیا اور اب بس بہت ہوگیا میں نے بہت معرکہ مارلیا۔تو یہ تکبر کہلائے گا نہ کہ عاجزی، کیونکہ اس کے لیے اللہ ہمارا محتاج نہیں بلکہ یہ ہماری ضرورت ہے ہماری بقاء ہی اسی میں ہے جس مقصد کے لیے بھیجا گیا اسے پورا کرنا جہاد کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔جدوجہد کریں گے تو اپنی اصلاح کر پائیں گے۔

فرقہ پرست مشرک اوران کا جہاد

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا . آل عمران ١٠٣

اور چمٹ جاو مضبوطی سے اللہ کی رسی سے سارے کے سارے اور نہ تفرقا کرو

اللہ سبحان وتعالیٰ کا واضع حکم ہے کہ اللہ کی رسی سے چمٹ جاو۔اللہ کی کتاب پر جمع ہوجاو صرف اور صرف اسی سے راہنمائی لو اس کے علاوہ کوئی ذریعہ تھاموگے، کسی اور سے راہنمائی لوگے تو اس سے تفرقا پیدا ہوگا تم فرقوں میں تقسیم ہوجاوگے

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

عَذَابٌ عَظِیْمٌ. آل عمران ۱۰۵

اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جنہوں نے تفرقا کیا اور اختلاف، اس کے بعد کہ آ گیا ان کے پاس کھلم کھلا واضع اور یہی ہیں جن کے لیے عذاب عظیم ہے

یہی پچھلی قوموں نے کیا تھا۔ اس آیت میں بھی اللہ نے واضع حکم دے دیا سختی کیساتھ کہ تم نے ہرگز ان لوگوں کی طرح نہیں ہونا جو فرقوں میں تقسیم ہوئے پھر آگے آیت میں اللہ نے یہ بھی واضع کر دیا کہ ان کے فرقوں میں تقسیم ہونے کی وجہ کیا بنی؟

وَاخْتَلَفُوْا اور اختلاف کرتے تھے۔ فرقوں میں تقسیم ہونے کی وجہ اللہ کی طرف سے آنے والے احکامات سے اختلاف کرنا بنی۔ ایک طرف اللہ کا حکم ہے اور دوسری طرف ان کے اباواجداد یا علماء۔ ان کے اقوال کو اللہ کی کتاب پر ترجیح دینا۔ اللہ کی آیات کو اپنی مرضی کے مطالب پہنانا اور ان کو اپنی خواہشات کے تابع کرنے کی کوشش کرنا۔ اللہ کی واضع محکم آیات کا انکار کرنے کے لیے طرح طرح کے دلائل کا سہارا لینا، مصلحتوں کا سہارا لینا۔ اپنی خواہشات کی قربانی نہ دینا۔ اسی طرح کسی بھی وجہ سے اللہ کی کتاب میں اختلاف کرنے کی جو بھی وجہ بنے۔ اختلاف کا انجام فرقے کی صورت میں نکلتا ہے۔ اب جب اللہ کی طرف سے واضع حق آ گیا اور ہم پھر بھی اپنے اپنے فرقون کیساتھ چمٹے رہے خواہ ان کو مسلک یا کوئی اور نام ہی کیوں نہ دیا جائے۔ اللہ کے احکامات کو پس پشت ڈال دیا تو اللہ نے ایسے لوگوں کو عذاب عظیم کی وعید سنائی ہے۔

عذاب کہتے ہیں سزا کو

عظیم ۔اس کا مادہ ''ع ظ م، عظم'' ہے جس کا معنی ہے ہڈی۔

ہڈی جسم کے اند پائی جاتی ہے۔ ہڈی میں مضبوطی اور سختی پائی جاتی ہے اس لیے اس کا مڑنا ناممکن ہوتا ہے۔ جسم سے اگر ہڈیوں کو نکال دیا جائے تو جسم بے کار ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر جسم کے کسی بھی عضو سے ہڈی نکال دی جائے تو وہ حصہ بے کار ہو جاتا ہے۔ یعنی ہڈی کے بغیر جسم کی کوئی حثیت نہیں۔ ہڈی کے بغیر جسم کا وجود ناممکن ہو جاتا ہے۔

تو اللہ نے ایسے لوگوں کو ان کے ان اعمال کی سزا بلکل ایسی دیں گے جو نہ ٹلنے والی اور نہ مڑنے والی ہوگی۔ ایسی سزا کہ اگر اس سزا کو نکال دیا جائے تو پیچھے سزا کا وجود ہی نہیں رہے گا۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو مومن کا ایسے لوگوں کے ساتھ تعلق کے بارے میں اللہ نے واضع کر دیا

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ

بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ. الانعام ۱۵۹

اس میں کچھ شک نہیں ایسے جنہوں نے دین میں فرق کیا اور تھے گروہ یعنی فرقے، تمہیں بلکل کوئی واسطہ نہیں ان سے کسی شئ میں، اس میں کچھ شک نہیں ان کا امر اللہ کی طرف ہے پھر انہیں خبر دے دے گا جو وہ فعل کرتے تھے۔

جو دین کو فرقوں میں تقسیم کریں اور گروہوں میں تقسیم ہوجائیں تو ان سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے

ان فرقوں کی پہچان کیا ہے وہ بھی اس آیت میں واضع ہوجاتی ہے کہ دین میں فرق کر دینا۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور جس نے جو ٹکڑا دین سے فرق کر کے اخذ کیا اسی پر قائم ہو گیا باقی پورے دین سے منہ پھر لیا اور اسی ٹکڑے کو کل دین سمجھنا شروع کر دیا۔ کسی نے صرف رکوع و سجود کو پکڑ لیا، کسی نے صرف لباس و اخلاق کو، کسی نے مساجد بنانا، کسی نے صرف جہاد کو پکڑ لیا اور باقی دین کو ترک کر دیا جس سے جہاد کی من پسند تشریح کرنے میں آسانی ہوگئی۔ اسی طرح باقی سب۔ اور طرح طرح کے نام دے لیے خواہ ان کو گروہ کہیں، تنظیم کہیں، مسلک کہیں یا اور کچھ۔

پھر ان لوگوں کا معاملہ کیا ہوتا ہے

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوا. البقرة ۱۳۵

اور کہتے ہیں ہو جاؤ یہودی یا نصاریٰ تو ہدایت پا جاؤ گے یعنی ہمارے فرقے میں شامل ہو جاؤ تو ہدایت پا جاؤ گے

ایسے لوگ اپنے فرقے کو ہی کل دین ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ ان کی دعوت یہی ہوتی ہے کہ یہی وہ دین ہے جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے، یہی دین ابراہیم ہے اور لوگوں کو اسی کی دعوت دیتے ہیں کہ آؤ صرف اور صرف یہی وہ مسلک، جماعت یا گروہ ہے جو ہدایت پر ہے اگر تم بھی ہدایت چاہتے ہو تو ہمارے جیسے ہو جاو۔ اسی طرح یہود نصاریٰ نے کیا۔

لیکن اللہ نے ان کی اس دعوت کا جواب اہل ایمان پر واضع کر دیا

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ. البقرة ۱۳۵

کہو بلکہ ابراہیم علیہ السلام کی ملت حنیف ہے، اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيمُ يَهُودِيًّا وَّلَانَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ.

آل عمران ۶۷

نہیں تھے ابراہیم علیہ السلام یہودی اور نہ ہی نصرانی اور لیکن وہ تھے حنیف مسلم اور نہیں تھے مشرکین میں سے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ قف فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ. آل عمران ۹۵

کہواللہ سچا ہے، پس اتباع کرو ملت ابراہیم کی جو کہ حنیف ہے اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ

مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ . الانعام ۱۶۱

کہواس میں کچھ شک نہیں راہنمائی کی میری میرے رب نے اس لائن کی طرف جو قائم کرنے والی ہے ایسا دین جو قائم کرنے والا ہے ابراہیم علیہ السلام کی ملت جو کہ حنیف ہے اور وہ نہیں تھے مشرکین میں سے

کہوان کو کہ تمہارا یہ دعویٰ ہے یہی دین ابراہیم ہے ابراہیم علیہ السلام بھی اسی دین پر تھے تو تم جھوٹے ہو۔ وہ تمہاری طرح مشرک نہیں تھے۔ کہ ایک طرف اللہ کا حکم ہے اور دوسری طرف کسی اور کی بات اور دوسرے کی بات کو اللہ کی بات پر ترجیح دے کر یعنی دوسرے کو اللہ کے مقابلے پر لا کھڑا کر کے اس کی بات تسلیم کر کے فرقوں میں تقسیم ہوتے۔

ان کا رخ تو صرف اور صرف اللہ کی طرف تھا وہ اس کے علاوہ اور کسی کی بات نہیں مانتے تھے خواہ کتنی ہی اذیت کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑتا۔ اور تمہارا رخ تو ہر اس کی طرف ہو جاتا ہے جس سے تمہیں دنیاوی نفع کی امید ہوتی ہے۔ تکلیف سے بچنے کی امید ہوتی ہے اس لیے جب تمہارا رخ کئیوں کی طرف ہے تو تم کیسے ہدایت یافتہ ہو سکتے ہو۔ نہیں بلکہ تم مشرک ہو۔

اور اللہ نے سچ کہا کہ پس ملت ابراہیم حنیف کی اتباع کرو۔ صرف اور صرف اسی سے نجات مشروط ہے۔

دیکھو غور کرو۔ ایک طرف اللہ کے دشمن پوری قوت کے ساتھ موجود تھے اور دوسری طرف اکیلے ابراہیم علیہ السلام جو بلکل اکیلے، نہتے اور کمزور تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اللہ کے حکم پر سر تسلیم خم کیا اور بتوں کو پاش پاش کر دیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ تو کیا انجام سے ڈر کر جو کہ بلکل واضع تھا کہ آگ میں ڈالا جائے گا، قتل کر دیا جائے گا اذیت ناک طریقے سے، اگر بتوں کو توڑا۔ تو کیا ابراہیم علیہ السلام نے کسی مصلحت کا سہارا لیا؟

کسی عقلی دلیل سے کام لیتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے کہ ابھی کمزور ہوں جب قوت ملے گی تو توڑوں گا؟ کیا ایسا کچھ بھی کیا؟ نہیں بلکہ ایسا نہیں کیا۔ جانتے ہو کیوں؟ کیونکہ وہ حنیف تھے یعنی ان کا رخ صرف اور صرف اللہ کی طرف تھا وہ صرف اور صرف اللہ کی بات مانتے تھے۔ اللہ کے علاوہ کسی کی بھی بات نہیں مانتے تھے۔

کیا شیاطین نے ان کے صدر میں وسوسے داخل نہیں کیے ہوں گے؟ ضرور ایسا ہوا لیکن ابراہیم علیہ السلام کا رخ شیاطین کی طرف ہوتا تو ان کی بات پر توجہ دیتے۔ ان کا رخ صرف اپنے رب اللہ کی طرف تھا۔ یہی توکل ہے اللہ پر جیسا کہ توکل ہونا چاہیے۔

پھر ان کو بیٹے کی قربانی سے آزمائش میں ڈالا گیا تو دیکھو انہوں نے کیا عمل کیا؟ کیسے کامیاب رہے؟ بھلا یہاں تو واضع تھا کہ بیٹے کو ذبح کرنا ہے اور عقل کئی دلائل پیش کر سکتی ہے جو کہ قوی ہوتے لیکن نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے صرف اور صرف اللہ کی بات مانی انہیں کی طرف اپنا رخ کیا۔ اسی طرح ان کی ہر ہر آزمائش کو دیکھو۔ ابراہیم علیہ السلام مسلم تھے

مسلم۔ آخرۃ میں جہنم کی آگ سے سلامتی پانے والا، ایک ایسا انسان جس نے خود کو اللہ کے حوالے کر دیا ہو، جس کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، چلنا، دوستی، دشمنی حتیٰ کہ ہر ایک چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی اللہ کی مرضی کے مطابق ہو۔

نہ کہ تمہاری طرح کسی فرقے کے پیروکار مشرک۔

جان لو میرے رب نے میری راہنمائی کر دی اس لائن کی طرف جو لائن قائم کرنے والی ہے۔ یہ دین قائم کرنے والا ہے جو کہ صرف اور صرف ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کے عین مطابق صرف اور صرف اللہ کی غلامی کرنے سے قائم ہوگا۔ اپنا رخ صرف اور صرف اللہ کی طرف کرنا ہوگا۔ جو اس نے حکم دے دیا جیسا دیا اور جیسے کرنے کا حکم دیا بلکل ویسا ہی کرنا ہوگا خواہ پوری دنیا کی دشمنی ہی کیوں نہ مول لینی پڑے۔

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْيُضِلُّوْنَكُمْ ط وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ.

آل عمران ٦٩

اور چاہتے ہیں کچھ گروہ اہل کتاب میں سے کہ تمہیں گمراہ کر دیں اور نہیں گمراہ کرتے مگر خود کو ہی اور نہیں رکھتے اس کا شعور۔

اہل الکتاب یعنی اہل کتاب کون ہیں۔

قرآن کی آخری آیت کے نازل ہونے سے پہلے تک تو اہل کتاب اس وقت تک کی اللہ کی نازل کردہ کتب پر ایمان لانے والے تھے جن پر ایمان لانے کا اللہ نے حکم دیا ہوا تھا لیکن جب یہ قرآن مکمل ہو گیا تو کتاب مکمل ہو گئی۔ اس کے کے بعد اہل کتاب صرف وہی کہلائیں گے جو باقی کتابوں سمیت اس کتاب پر بھی ایمان لانے والے ہوں گے۔ اس لیے اگر کوئی یہ سمجھے کہ اہل کتاب سے مراد یہود نصاریٰ ہیں تو یہ جہالت ہوگی۔ اگر وہ اہل کتاب ہیں تو پھر ان میں اختلاط کی اللہ نے اجازت کیوں نہ دی۔ ان سے نکاح حرام کیوں قرار دیا۔ ان کے ساتھ دوستی سے منع کیوں فرمایا اور دوستی کرنے والوں کو سخت عذاب کی وعید کیوں سنائی۔

اس لیے قرآن کے مکمل ہو جانے کے بعد اہل کتاب صرف وہی ہیں جو باقی کتب کیساتھ اس قرآن پر بھی ایمان لانے والے ہوں گے۔ جیسا کہ آج جو بھی فرقے موجود ہیں۔ جتنے بھی ہیں یہ اہل کتاب کہلائیں گے۔

اس آیت میں اللہ نے واضع کر دیا کہ اہل کتاب میں جو گروہ ہیں ان کی چاہت ہی یہی ہے کہ وہ تمہیں رستے سے ہٹا دیں۔ جس کے لیے وہ طرح طرح سے کوششیں کرتے ہیں۔ جب کوئی بس نہیں چلتا تو تہمتیں اور ملامتیں کرتے ہیں تمہیں بدنام کرتے ہیں تا کہ تم ان کی ان ملامتوں کی پروا کر کے رستے سے ہٹ جاو۔ لیکن ان کے ان اقدامات کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ان حرکتوں سے اپنے آپ کو ہی مزید رستے سے دور کرتے ہیں گمراہیوں پر پکے ہوتے جاتے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہوتا۔ شعور ہو بھی کیسے جب علم ہوگا تو اس بات کا شعور ہوگا کہ اس

کا انجام کیا ہے۔

جسے اللہ نے ہدایت دی اور اللہ ثابت قدم رکھے بھلا دنیا کی کون سی طاقت ہے جو اسے اس قائم کرنے والی لائن سے ہٹا سکے۔اور جو محنت یہ کرتے ہیں اس کا بھی تو کوئی انجام ہوگا۔کیونکہ یہ قانون فطرت ہے ہر عمل کا ردعمل ضرور ہوتا ہے تو جو محنت انہوں نے اللہ کے غلاموں کو رستے سے ہٹانے کے لیے کی وہ الٹی انہی کے اوپر پلٹے گی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ . آل عمران ۱۰۰

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اطاعت کرو گے ان لوگوں کے کسی فرقے کی جنہیں کتاب دی گئی تو تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر کر دیں گے۔

کسی بھی فرقے کی ہرگز اطاعت نہیں کرنی چاہیے یہ جو بھی کہیں ان کی کسی بات پر عمل نہیں کیا جائے گا ورنہ نتیجہ یہی نکلے گا کہ وہ ایمان سے نکال کر کفر میں داخل کروا دیں گے۔کیونکہ ان کی اکثریت علم کی بجائے خواہشات کی اتباع کرتی ہے اور خواہشات کو ہی علم سمجھتی ہے۔اور ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرنے والوں کے لیے اللہ نے بہت سخت وعید سنائی ہے الا یہ کہ موت سے پہلے توبہ کر لی جائے۔یعنی اپنا رخ ان سے پھیر کر اللہ کی طرف دوبارہ پلٹا لیا جائے۔اس آیت سے یہ بھی واضع ہو جاتا ہے جو کہ پہلے سے ہی واضع ہے کہ فرقوں میں تقسیم صرف کافر ہی ہوتے ہیں جو اللہ کی آیات کا کفر کرتے ہیں۔

قُلْ اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ . الانعام ۵۶

کہو مجھے منع کیا گیا ہے ان کی غلامی کرنے سے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کہو نہیں اتباع کرتا میں تمہاری خواہشات کی ،یقیناً گمراہ ہو جاوں گا جب ایسا کروں ،اور نہ ہی میں ہدایت کیے جانے والوں میں سے ہوں گا۔

ان کی دعوت کا سب سے بہتر یہی جواب ہے کہ ان کو کہا جائے کہ مجھے منع کیا گیا ہے ان کی غلامی کرنے سے ان کی بات ماننے سے جن غلامی تم کرتے ہو اللہ کے علاوہ، اللہ کے علاوہ تم جن کی بات مانتے ہو۔میں نہیں اتباع کروں گا تمہاری خواہشات کی۔کیونکہ جو دعوت تم دیتے ہو، جو کچھ تم کر رہے ہو، جن لوگوں کی پیروی کر رہے ہو اور اسے دین سمجھتے ہو یہ دین نہیں بلکہ یہ تمہاری خواہشات ہیں۔اور اگر میں نے تمہاری اتباع کی یعنی جیسا تم کر رہے ہو اگر میں نے بھی یا ہم نے بھی ایسا کیا تو پھر کوئی شک نہیں ہوگا کہ ہم تو رستے سے ہٹ جائیں گے پھر

جوہم کرر ہے ہوں گے وہ دین نہیں ہوگا خواہ ہم خودکو کتنی ہی جھوٹی تسلیاں کیوں نہ دیتے رہیں۔اور ہماری ہدایت بھی نہیں کی جائے گی۔تو بھلا ہم کیوں ایسا خسارے کا سودا کریں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلاً ۔ النساء ۱۲۵

اوراس سے احسن دین کس کا ہوسکتا ہے جس نے خودکو اللہ کے حوالے کر دیا اوراس کا رخ اللہ کے لیے،اوروہ ہے احسان کرنے والا اور اتباع کی ملت ابراھیم کی یک سو ہوکر اور اخذ کرلیا اللہ نے ابراھیم کو اپنا خلیل۔

سب سے احسن دین یہی ہے کہ اپنے چہرے کو صرف اور صرف اللہ کی طرف کرلیا جائے جب انسان ایسا کرے گا تو اس دنیا میں صرف اور صرف اللہ کا ہی دین ہوگا فتنے ختم ہوجائیں گے جس سے اس کائنات کی تمام مخلوقات جو پہلے تباہیوں کا سامنا کررہیں تھیں محفوظ ہوجائیں گی یہ اس انسان کا ان تمام مخلوقات پر احسان ہوگا اور محسن کہلائے گا۔ایسا تب ہی ممکن ہے جب اتباع کی جائے ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی اپنا رخ صرف اللہ کی طرف کرکے۔اوراللہ نے اسی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔جو ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر پورا اترے گا جیسا کہ اترنے کا حق ہے تو اللہ اسے اپنا خلیل بنائے گا اس آیت کے آخری حصے میں اللہ نے یہ بشارت سنادی۔

الحمدللہ حق ہم پر واضع ہو چکا ہے اگر پھر بھی ہم نے اس سے روگردانی کی تو ہمیں اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔اس لیے ہم پر فرض ہے کہ تمام فرقہ پرستیوں کو ترک کردیں۔تمام گروہوں سے تعلق توڑ کر مومنوں کی جماعت میں شامل ہوجائیں۔کسی بھی مصلحت سے آزاد ہو جائیں۔علم کا ذریعہ صرف اور صرف اللہ کی کتاب کو بنالیں۔اس کے علاوہ تمام ذرائع کو ترک کردیں۔اللہ کی کتاب سے راہنمائی لے کر عمل بلکل اسی طرح کریں جیسے رسول اللہ ﷺ نے کیا۔یہی ایک واحد کامیابی کا طریقہ۔واحد یہی ہدایت ہے اس کے علاوہ سب گمراہیاں ہیں۔اگر آج فیصلہ نہ کیا گیا اگر اللہ کے ان احکامات پر عمل کی بجائے اس کے مقابل کسی اور کو لا کھڑا کیا اور اس کی بات کو تسلیم کیا تو یہ شرک ہو گا۔اللہ ہمیں شرک سے بچائے۔

☆☆باب دوم، خلافت اسلامیہ کے مخالفین کو جواب

☆خلافت کا قیام اوراس کی مخالفت

خلافت کے قیام کے بعد جہاں پوری دنیا سے اہل ایمان نے بیعت اور ہجرت کا سلسلہ جاری رکھا تو وہیں کچھ تعداد میں ایسے بھی ہیں جو خلافت اسلامیہ کے قیام کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں۔اور مخالفت کرنے والوں میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو علم کی کمی کی وجہ سے طاغوت کے منفی پروپیگنڈے کا شکار ہیں اور دوسرے جو اپنی اناء، ضد، حسد اور تکبر کی بناپر مخالفت پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

پہلی قسم کے لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان میں سے جس کے پاس حق آجاتا ہے تو وہ بجائے اس کے کہ اپنی سابقہ روش پر قائم رہے بلکہ فوراً حق کو پہچانتے ہوئے مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہوجاتا ہے لیکن دوسری قسم کے لوگوں کا معاملہ بلکل الگ ہے جس کو ان شاءاللہ ہم بھرپور دلائل کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ہم کچھ باتوں کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔سب سے پہلی بات یہ کہ ہم کسی بھی صورت ایسی تحریر کو لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے لیکن رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم کے اقوال مبارکہ کے مطابق چونکہ تمام اہل ایمان کی ذہنی صلاحیت ایک جیسی نہیں ہوتی اس لیے ہم نے سمجھا کہ جب اہل باطل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اپنے تمام تر وسائل استعمال کر رہے ہیں جس سے عام اہل ایمان کے ایمان کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے اس نقصان اور فتنے سے بچانے کے لیے ہم نے یہ قدم اٹھایا۔

دوسری سب سے اہم بات یہ تحریر تمام ان لوگوں کو جواب دینے کے لیے ہے جو دن رات خلافت اسلامیہ کی مخالفت کا ذمہ لیے ہوئے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ ہم کوشش کریں گے کہ صرف اور صرف اللہ کی نصرت سے مختصر سے مختصر بیان کرنے کی کوشش کریں۔

موجودہ غیر شرعی تحریک طالبان پاکستان نے الدولۃ الخلافۃ الاسلامیۃ علیٰ منہاج النبوۃ کے بارے میں اپنے رسمی موقف کو نشر کیا جس کو بار بار بغور پڑھنے کے بعد ہم نے ضروری سمجھا کہ ان کے موقف اور باقی ان جیسے ان کے تمام بھائیوں کو جواب دیا جائے تاکہ اس کے بعد بھی اگر کوئی گمراہی کا سودا کرے تو حق واضع ہوجانے کے بعد کرے اور عذر کے تمام دروازے بند ہوتے ہوئے حجت پوری ہوجائے۔

ایک بار پھر ہم اللہ کی حمد اور اس کے بعد اللہ کے رسل کیے ہوئے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر درود بھیجتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کے اۓ اللہ ہمارے صدر کھول دے، ہماری قلم کی گرہیں کھول دے اور اس معاملے میں ہماری استعانت کر کیونکہ اے اللہ تیرے علاوہ اور کوئی بھی اس کی قدرت نہیں رکھتا اور اے اللہ تو ہی اس مقام کے لائق ہے اور اے اللہ اگر تو نے ہماری دعا کو قبول نہ کیا تو ہمارا قلم ہمارے چاہتے ہوئے بھی کچھ لکھنے سے قاصر رہے گا۔اے اللہ صرف اور صرف تو ہی غلامی کے لائق ہے اسی لیے ہم صرف اور صرف تیری ہی غلامی کرنے کا تیرے ساتھ میثاق لکھتے ہیں اس کے بدل اے اللہ تو ہم پر اپنی رحمہ کر اور ہمیں اس مقصد میں کامیاب

کر۔اے اللہ ہم اس معاملے میں صرف اور صرف تیری اور تیرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے ہیں اس معاملے کو تیری ہی طرف پلٹاتے ہیں۔کیونکہ اے اللہ تیرے علاوہ اور کوئی بھی ایسا نہیں جو ہمارے لیے اس معاملے کو آسان کردے۔اے اللہ صرف تو ہی اس کے لائق ذات ہے۔

موجودہ غیر شرعی تحریک طالبان پاکستان کی جانب سے نشر کیے گئے ان کے رسمی موقف کو پڑھنے کے بعد کوئی بھی علم والا انسان اس کا جواب دینا گوارہ نہیں کرے گا کیونکہ اس میں مذکور تمام کی تمام باتیں انتہائی جاہلانہ اور بے بنیاد ہیں جو فرقہ پرستی، تعصب، ضد، حسد، ہٹ دھرمی اور تکبر کا کھول کھول کر اظہار کرتی ہیں۔اوپر ہم نے واضع کردیا کہ ہم کس وجہ سے اس کا جواب دے رہے ہیں۔بہر حال پھر واضع کردیتے ہیں اس تحریر میں ہر وہ اعتراض اٹھایا گیا ہے جو خلافت اسلامیہ کے کسی بھی مخالف کی طرف سے اٹھایا گیا۔جن میں کینڈا، امریکہ، برطانیہ اور یورپ سمیت صلیبی ممالک میں رہائش پذیر علماءسوہوں یا نام نہاد مسلم ممالک مشرکین کی بستیوں میں بسنے والے حقیقت میں طاغوت کے علماء سوء ہوں۔اس لیے یہ خلافت اسلامیہ کے تمام دشمنان اور مخالفین کے لیے جواب ہے خواہ وہ کسی بھی گروہ، فرقے، ملک، یا تنظیم وغیرہ سے تعلق رکھتے ہوں نہ کہ صرف موجودہ غیر شرعی تحریک طالبان پاکستان کو۔

سب سے پہلی بات اللہ تعالیٰ نے قرآن الحکیم میں حکم دیا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا . النساء ۵۹

اے وہ جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے بھیجے ہوئے کی اور جو تمہارے امراء ہیں پس اگر تم میں تنازع ہو جائے کسی شئے میں، تو پھیر دو اللہ اور اس کے رسول کی طرف اگر تم تھے ایمان لانے والے اللہ اور آخرت کے دن کیساتھ، یہی خیر ہے اور احسن تاویل۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بلکل واضع کہ اطاعت کے لائق صرف اللہ اور اس کے رسول کی ذات ہے یا وہ جو امر کریں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق۔تنازع کے صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف معاملے کو پھیر دیا جائے۔ اور ایسا صرف اور صرف وہی کرسکتا ہے جس میں ایمان ہوگا، جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہوگا یعنی اسے اس بات کا احساس ہوگا کہ روز محشر اللہ کی ذات اس سے اس بارے میں ضرور پوچھ کچھ کرے گی تو اس دن اس کے غضب سے بچنے کے لیے آج مجھے وہی کرنا ہوگا جس کا اس نے حکم دے دیا۔اور جس میں ایمان نہ ہو وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا خواہ وہ زبان سے ایمان کے لاکھ دعوے کرے۔کیونکہ اگر اس کا اس بات پر ایمان ہوتا کہ ایک دن آنے والا ہے جس دن اللہ سب کو جمع کرکے ہر عمل کا حساب لے گا۔اللہ اور اس کے رسول کی طرف معاملہ پلٹانے سے معاملہ حل ہو جائے گا تو وہ ضرور پلٹاتا لیکن اس نے اپنے عمل سے واضع کردیا کہ اس کا ایمان کس پر ہے۔یعنی جس کی طرف اس نے معاملے کو پھیرا اس کا ایمان

اسی پر ہے۔اسے صرف اسی کی پرواہ ہے نہ کہ اللہ کی۔

٦٦صفحوں کی اس تحریر کے شروع میں بسم اللہ کے علاوہ پوری تحریر میں کہیں بھی اس معاملے کو اللہ کی طرف پلٹانے کی رائی برابر بھی کوشش نہیں کی گئی بلکہ ایسا تو دور کی بات آپ کو پوری تحریر میں اس حوالے سے کہیں بھی اللہ کا نام یا اشارہ تک بھی نہیں ملے گا۔لیکن اس کے برعکس جو مقام اللہ اور اس کے رسول کا ہے اس پر کچھ شخصیات کو بٹھا دیا گیا۔ہم انشاء اللہ ایک ایک کر کے مفصل انداز میں بات کرنے کی کوشش کریں گے۔

طالبان پاکستان کو یہ کتاب لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ خلافت اسلامیہ کے قیام کے کچھ ہی ماہ بعد تحریک طالبان پاکستان اور اس سے الگ ہونے والے نئے گروہ جماعت الاحرار کی طرف سے خلافت اسلامیہ کی حمایت اور خلافت اسلامیہ کے انصار کی نصرت کے بیانات جاری کیے گئے۔لیکن تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ تحریک طالبان پاکستان کی اعلیٰ قیادت نے باقائدہ خلیفۃ المسلمین کی بیعت کر لی پھر مزید تھوڑا وقت گزرنے کے ساتھ ہی تحریک طالبان پاکستان کے مزید امراء سمیت عام اہل ایمان نے خلیفۃ المسلمین کی بیعت کر لی جس کی وجہ سے پیچھے تحریک طالبان پاکستان کے چند لوگ رہ گئے۔

دوسری طرف ناپاکستان کی مشرک وبدترین کافر ومرتد افواج نے شمالی وزیرستان سمیت قبائلی علاقوں میں امریکی احکامات پر آپریشن شروع کرر کھا تھا جس وجہ سے وہاں موجود غیر شرعی القاعدہ وطالبان کو وہ علاقہ چھوڑ کر محفوظ مقامات کی طرف منتقل ہونا پڑا جس کے لیے زیادہ تر افغانستان کا رخ کیا گیا۔اسی دوران غیر شرعی القاعدہ کے کچھ ارکان جو کہ پہلے ہی خلافت اسلامیہ کے خلاف زہر اگل رہے تھے کو تحریک طالبان پاکستان کے بچے کھچے لوگوں کو بہکانے کا موقع ہاتھ آ گیا جو کہ سنہری موقع تھا۔

یہ کہ الدولۃ الاسلامیہ کے اعلانِ خلافت کی وجہ سے تحریک طالبان پاکستان کے لوگوں کی اکثریت چھوڑ کر چلی گئی اور موجودہ غیر شرعی تحریک طالبان پاکستان کے ان حالات کی ذمہ دار الدولۃ الاسلامیۃ ہے یہاں سے سلسلہ شروع ہوا لیکن طالبان نے ناپاکستانی مشرک افواج کے آپریشن کی وجہ سے افغانستان کو جائے پناہ بنایا تو وہاں موجودہ غیر شرعی افغان طالبان کے مہمان کی بجائے ان کے غلام بن گئے۔کیونکہ موجودہ غیر شرعی افغان طالبان کی قیادت پر یہ واضع تھا کہ اب ان کے پاس پاؤں رکھنے تک کو کوئی زمین نہیں ہے اس لیے یہ ہر لحاظ سے بے بس ولاچار ہیں۔ان کو جیسے جی چاہے استعمال کیا جاسکتا ہے اور افغان طالبان کی قیادت نے تحریک طالبان پاکستان اور وزیرستان سے بے دخل ہونے والے نوجوانوں کی اکثریت کو مرتد ومشرک کابل حکومت کے خلاف استعمال کیا اور دوسری طرف خلافت اسلامیہ کے خلاف موجودہ غیر شرعی تحریک طالبان پاکستان کو اپنے مہرے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ان سے خلافت اسلامیہ کے خلاف یہ موقف شائع کروایا گیا۔

جس کے لیے مواد القاعدہ برصغیر کے راہنماؤں کی جانب سے مہیا کیا گیا۔موجودہ غیر شرعی تحریک طالبان پاکستان کے بعض ارکان کو تو علم

تک نہیں کہ ان کو کس طرح استعمال کیا گیا اور کیا جا رہا ہے لیکن بہت جلد مستقبل قریب میں ان پر سب واضع ہو جائے گا۔ان شاءاللہ۔

حقیقت بہر حال یہی ہے کہ اس جاری کیے گئے موقف کے پیچھے موجودہ غیر شرعی افغان طالبان کی موجودہ قیادت ہے۔یہ جاری ہی موجودہ غیر شرعی افغان طالبان کی طرف سے کیا گیا اور یہ انہیں کا موقف ہے لیکن استعمال موجودہ غیر شرعی پاکستانی طالبان کا کیا گیا۔اس کے کچھ ہی دنوں بعد موجودہ غیر شرعی افغان طالبان کے نائب امیر کی طرف سے ایک خط خلیفۃ المسلمین کے نام لکھا گیا۔اس خط کا متن پیچھے مذکور باتوں کی کھلے طور تصدیق کرتا ہے۔

موجودہ غیر شرعی افغان طالبان کی حقیقت کیا ہے ان کی موجودہ قیادت کون ہے الحمدللہ پچھلے چند سالوں سے میں نے کوشش کی کہ لوگوں پر واضع کیا جائے لیکن کوئی بھی بات سننے کو تیار نہ ہوتا تھا الٹا تہمت اور ملامت کیا جاتا۔کوئی بھی اس بت کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہ ہوتا۔اور اللہ نے جو مجھے علم عطا کیا اس علم کی روشنی میں یہی وجہ تھی جو اللہ نے ان لوگوں کو الدولۃ الاسلامیۃ والوں سے بدل دیا۔
میعار اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنہ وسیرت کی بجائے اپنے بڑوں کو بنالیا گیا ہوا تھا۔دین کو اپنی خواہشات کے تابع کرنے کی کوئی کسر نہ چھوڑی گئی تھی۔

افغان طالبان کے سابق امیر ملا عمر رحمہ اللہ کے بارے میں میں پچھلے چند سال سے یہ کہہ رہا تھا کہ وہ زندہ نہیں ہیں اور وہ ۲۰۰۳ کے اوائل سے ہی شہید ہو چکے ہیں،ان کا نام استعمال کیا جا رہا ہے۔اس سارے کھیل کے پیچھے ناپاکستانی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی ہے۔
افغان طالبان کی سابقہ قیادت اور ہر اس طالب کو چن چن کر قتل وقید کیا گیا جو دین کی سمجھ رکھنے والا اور عالمی جہاد اور خلافت کے قیام کا قائل تھا۔افغان طالبان کی سابقہ قیادت کا ۲۰۱۰ تک مکمل خاتمہ کر دیا گیا اور قیادت کلی طور پر ناپاک مشرک ومرتد آئی ایس آئی کے ہاتھ آ گئی۔
اس سارے کھیل سے امریکہ آگاہ رہا اور آج بھی ہے لیکن امریکہ نے اپنے اس غلام کی ان چالوں کے باوجود اس کو اپنے استعمال پر مجبور کیے رکھا۔جس کی مختلف صورتیں ہیں۔

امریکہ وافغان طالبان مذاکرات ۲۰۱۱ میں شروع ہوئے

مجھ تک پہنچنے والی مصدقہ اطلاعات اور علم کے مطابق ۲۰۱۱ میں پہلی بار افغان طالبان اور امریکہ کے درمیان مزاکرات کا آغاز اوسلو میں ہوا۔
افغان طالبان کی طرف سے جو مذاکراتی ٹیم اس وقت اوسلو میں گئی اس میں دو پاکستانی شخصیات بھی شامل تھیں جو ماضی میں لشکر طیبہ جو کہ

موجودہ جماعت الدعوۃ ہے سے ان کا تعلق تھا اور وہ دونوں شخص اس وقت سے لیکر آج تک آئی ایس آئی کے لیے کام کر رہے ہیں۔ افغان طالبان کی مذاکراتی ٹیم کا انتخاب بھی آئی ایس آئی کی جانب سے کیا گیا اور ان کے ویزے وسفری اخراجات کے لیے بھی آئی ایس آئی نے ہی کردار ادا کیا۔ یہ مذاکرات رمضان ۲۰۱۱ میں ہوئے۔ افغان طالبان کی مذاکراتی ٹیم میں ایک رکن جو کہ ناروے میں پچھلے کچھ عرصے سے مقیم تھے شریک ہوتے رہے وہ افغان طالبان کے دور حکومت میں وزارت تعلیم سے منسلک تھے لیکن بعد میں ناروے میں منتقل ہو کر وہیں مقیم ہو گئے اور ناویجن حکومت نے انہیں ناروے کی شہریت دے دی۔

۲۰۱۱ کے بعد یہ مذاکرات مسلسل جاری رہے اور وہ شخصیت ناروے سے طالبان مذاکراتی ٹیم کا حصہ بنتی رہی۔ لیکن بعد میں ۲۰۱۴ میں اچانک ایک رات ناروے کی سپیشل پولیس کی ایک ٹیم نے اس شخصیت کے گھر پر چھاپہ مارا اور اسی صبح اسے افغانستان ڈیپورٹ کر دیا گیا۔ افغانستان کے کابل ایئرپورٹ سے اس شخصیت کو غائب کر دیا گیا جو کہ آج تک غائب ہے۔

اس شخصیت کے ساتھ ایسا اس وجہ سے کیا گیا کہ افغان طالبان میں کچھ لوگ مذاکرات کے مخالف تھے یا ان کا اپنا کوئی ایجنڈا تھا ان لوگوں کے اصرار پر اس شخصیت کو مذاکراتی ٹیم کا حصہ بنایا جاتا رہا۔ وہ شخصیت ساری صورت حال سے انہیں من عن آگاہ کر دیتی جو امریکہ و آئی ایس آئی اور اس کی تابع افغان طالبان قیادت تینوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہو رہا تھا جسے رستے سے ہٹا دیا گیا۔

جماعت الدعوۃ کے خلاف گواہی

۲۰۱۳ میں میری ملاقات جماعت الدعوۃ کی اعلیٰ سطح قیادت کے ایک رکن سے ہوئی۔ حالانکہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن میرے ایک دوست نے اصرار کیا کہ جماعت الدعوۃ کے بارے میں حقیقت پر مبنی آگاہی چاہیے جس کے لیے میں نے انہیں کچھ معلومات دیں لیکن انہوں نے جواباً کہا یہ معلومات تو ان کے پاس بھی ہیں جو سنی سنائی اور مختلف کتابوں تحریروں سے حاصل ہوئیں لیکن ان سب کی تصدیق کے لیے جب تک کہ خود یا کسی مصدقہ ذریعے سے تصدیق نہ کر لوں تب تک میں جو کرنا چاہتا ہو نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے انہوں نے مجھے ملاقات کرنے کا کہا اور حافظ سعید سے ملاقات کے بندوبست کی ذمہ داری بھی اپنے ذمہ لی لیکن میں نے اس معاملے کے لیے حافظ سعید کی بجائے نچلی سطح پر کسی سے ملاقات کو ترجیح دی۔ جو کہ فائدہ مند ہو سکتی تھی اس کے برعکس امیر المنافقین والمشرکین ومرتدین حافظ سعید سے ملاقات کا کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

ملاقات ہوئی جو تقریباً چار گھنٹے جاری رہی۔ اس میں اس شخصیت نے جو بنیادی باتیں کیں ان کا خلاصہ یہاں ذکر کرتے ہیں۔

☆استشہادی حملہ خودکشی ہے اور یہ حرام ہے کسی بھی صورت اس کی اجازت نہیں۔

☆افغان طالبان کی سابقہ قیادت میں اکثریت تکفیری سوچ کی حامل تھی جنہیں چن چن کر قتل وقید کیا گیا اس میں جماعت الدعوۃ نے اہم

کردار ادا کیا۔حتیٰ کہ افغان طالبان میں اس وقت کی قیادت میں اکثر لوگ ہماری فکروسوچ کے حامل ہیں اور باقائدہ ہم آپس میں ایک دوسرے کیساتھ رابطے میں رہتے ہیں۔

☆ پاکستان کی فوج پوری طرح افغان طالبان کی پشت پر کھڑی ہے۔انہیں اسلحہ بھی صرف پاکستان ہی فراہم کرتا ہے۔

☆ جب نیٹو سپلائی کے بارے سوال کیا گیا تو موصوف نے جواب دیا کہ اگر پاکستان سپلائی روک دیتا ہے تو عالمی دباؤ آجائے گا۔پاکستان پر پابندیاں لگ جائیں گی جس سے نہ صرف پاکستان نہ رہے گا بلکل افغان جہاد کو بھی ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔افغان طالبان کی تحریک کو ہی کچل دیا جائے گا۔اس لیے ایک تو یہ پاکستان کی مجبوری ہے اور دوسرا جب ہم چاہتے ہیں ان کے کنٹینرز کو لوٹ لیتے ہیں اور خالی کنٹینرز کو جلا کر عالمی سطح پر یہ مشہور کر دیا جاتا ہے کہ دہشتگردوں نے حملہ کیا جس کے نتیجے میں یہ کنٹینرز جلائے گئے۔

☆ موصوف مزید کہتے ہیں اس سے بھی زیادہ فائدہ پاکستان کو ہوا اور ہو رہا ہے۔انہیں کنٹینرز سے ایک تو پاکستان کو جدید اسلحہ حاصل ہوا اور ہو رہا ہے اور دوسرا جدید ترین میزائل اور ڈرون بھی ملے جن کی مدد سے پھر پاکستان نے خود ڈرون اور جدید ترین میزائل تیار کیے۔اور کچھ چائنہ کو بھی فروخت کیے یا چائنہ سے اشتراک کیا۔اس سے پاکستان اور چائنہ کے تعلقات بھی مستحکم ہوئے۔اسی کا بدلہ امریکہ ہم سے لینا چاہتا ہے اور اس نے پاکستان میں پاکستان طالبان کے نام پر خوارج کو کھڑا کیا۔

☆ پاکستانی طالبان خوارج کا گروہ ہے جو انڈیا و امریکہ کی پراکسی جنگ لڑ رہے ہیں۔

☆ ڈرون حملے پاکستانی فوج کی باقاعدہ اجازت اور نشاندہی پر ہوتے ہیں جس کا سب سے زیادہ فائدہ پاکستان ہی کو ہو رہا ہے۔

☆ شام میں جہاد نہیں فساد ہو رہا ہے،شیعہ سنی دونون مسلمان ہیں شام کا جہاد، جہاد نہیں فساد ہے۔

الدولۃ الاسلامیۃ العراق والشام خوارج کا گروہ ہے۔عراق میں کبھی بھی جہاد نہیں ہوا عراق میں جہاد نہیں فساد ہے۔امریکہ کی ساری گیم ہے اس میں امریکہ کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔میڈیا پر جو دیکھایا یا بتا تا جاتا ہے عراق جنگ میں امریکی نقصانات کا۔وہ ساری امریکہ کی چال ہے۔

☆ نوشہرہ میں جماعت الدعوۃ کا عسکری تربیتی کیمپ ہے جس میں فوج کے انسٹرکٹرز تربیت دیتے ہیں،آئی ایس آئی کی جانب سے عسکری تربیت کے لیے اسلحہ فراہم کیا جاتا ہے جس میں ہمارے پاس اینٹی ایئر کرافٹ گنیں بھی ہیں۔

☆ جماعت الدعوۃ کی اعلیٰ قیادت اور تمام ضلعی مسؤلوں کے پاس آئی ایس آئی کی جانب سے جاری شدہ کارڈز ہیں۔کسی بھی ناکے وغیرہ پر ان کارڈز کی وجہ سے کوئی مشکل پیش نہیں آتی فوراً چھوڑ دیا جاتا ہے۔اسی طرح پولیس تھانوں اور سرکاری محکموں میں بھی وہ کارڈز استعمال کیے جاتے ہیں ان کی وجہ سے کسی بھی کام میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

☆ انٹرنیٹ پر موجود دینی مواد اور احادیث سب پروپیگنڈا ہے نوجوانوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے جو کہ تکفیریوں کا پھیلایا ہوا ہے۔دین سیکھنے اور جہاد کی تعلیم کے لیے علماء سے رجوع کرنا چاہیے۔بلخصوص مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل وسعودی علماء سے۔

☆ پاکستان میں آئی ایس آئی کا جاسوسی کا مربوط نظام جماعت الدعوۃ کی وجہ سے قائم ہے اگر یہ کہیں کہ جماعت الدعوۃ ہی آئی ایس آئی یا

پھر آئی ایس آئی ہی جماعت الدعوۃ ہے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔

☆پاکستان کی فوج عالم اسلام کی فوج ہے یہی فوج عالمی خلافت قائم کرے گی۔اور یہی فوج غزوہ ہند بھی لڑے گی۔

☆میں نے قیامت کی کچھ نشانیاں بیان کیں نعیم بن حماد کی کتاب الفتن سے کچھ احادیث بیان کیں جن سے یہ واضع ہوتا تھا کہ قیامت بلکل سر پر ہے ہم آخری وقت میں ہیں تو موصوف نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے شہادت اور ساتھ والی انگلی کو کھڑا کر کے فرمایا کہ یہ میں مبعوث کیا گیا ہوں اور یہ قیامت ،۱۴۰۰ سال سے زائد عرصہ گزر گیا کوئی آئی ہے قیامت؟نہیں نا؟

یہ سب پروپیگنڈا ہے اس میں کوئی حقیقت نہیں۔پھر میں نے ابوداود کی حدیث بیان کی جس کے راوی حذیفہ بن یمانؓ ہیں جس میں اللہ کے نبی نے ہر فتنہ پرور شخصیت جس کے پیروکاروں کی تعداد تین سو یا اس سے زیادہ ہے ان کے نام ان کے باپوں اور قبیلوں تک کے نام بتا دیئے تو موصوف نے پھر وہی جواب دیا کہ یہ محض پروپیگنڈا ہے ایسی کوئی احادیث ہیں ہی نہیں۔ان احادیث کو مان لیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ ﷺ علم غیب رکھتے تھے۔اور اہل السنہ والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے نبی غیب نہیں جانتے تھے اس لیے یہ سب پروپیگنڈا ہے ایسی کوئی حدیث ہے ہی نہیں۔

چار گھنٹوں کی گفتگو میں اور بھی بہت سی باتیں ہوئیں لیکن جو اہم ترین باتیں تھیں وہ الحمدللہ یہاں بیان کردیں جو موصوف نے اپنی زبان سے ادا کیں۔

☆تحریک طالبان پاکستان کی خلافت اسلامیہ کو باطل ثابت کرنے والی تحریر کا تفصیلی رد

افغان جہاد کی حقیقت

اعتراض۔ ’’سویت یونین اور کمیونسٹ نظام کے خلاف افغانوں کے ملی جہاد و قیام نے اسلامی امت کے نوجوانوں کے بلعموم اور علاقے کے مسلمان نوجوانوں کو بالخصوص یہ امید دلائی اور حوصلہ دیا کہ شیطانی اور طاغوتی نظام جتنے بھی مضبوط اور قوی ہوں جہاد کے مبارک عمل سے سقوط کرتے ہیں۔

سویت یونین اور کمیونسٹ نظام کے سقوط کے بعد جب نظام اور سسٹم کا خلا آیا تو یہ خلا اور فراغ کو پر کرنا جہادی تنظیموں کے درمیان اختلاف کا سبب بنا کہ بالاخر طالبان کی مبارک اسلامی تحریک وجود میں آئی اور انہوں نے یہ خلا مبارک اسلامی نظام لانے اور قائم کرنے سے بھر دیا‘‘

جواب۔ آپ اپنی ان لائنوں میں غور کیجئے پھر ایسی لائنیں لکھنے والے انسان کا دور دور تک اس دور سے کسی قسم کا تعلق نظر نہیں آتا اگر ایسا ہوتا تو آپ ایسا ہر گز نہ لکھتے۔

افغانستان پر روس جب حملہ آور ہوا تو وہ افغان ہی تھے جنہوں نے اسے دعوت دی۔ اس کے بعد وہ افغان ہی تھے جن کے اندر اس نے کچھ ہی عرصے میں بغیر کسی مزاحمت کے اپنی جڑیں پھیلائیں۔ افغانوں کی کثیر تعداد نے یا تو اس کی غلامی قبول کر لی یا پھر اردگرد کے طاغوتی ممالک میں پناہ لینے میں ہی عافیت سمجھی۔ لیکن جب اللہ کے کچھ غلاموں نے اپنے مال واسباب سمیت اس خطے کی طرف روس کے خلاف رخ کیا تو تاریخ نے اپنے صفحات کو پلٹنا شروع کیا۔ عرب وعجم سے لاکھوں کی تعداد میں امت کے نوجوانوں نے قربانیاں دیں جن کو یہ کہا گیا کہ وہ قتال فی سبیل اللہ کر رہے ہیں لیکن بعد میں امریکہ کی سرپرستی میں مغرب نے امریکہ کی ''کالونی ناپاکستان'' کی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی کے تعاون سے اس جہاد کو ہائی جیک کر لیا مال واسلحے کی فراوانی ہوگئی جب ایسا معاملہ ہوا تو موقع غنیمت جان کر افغانوں کی کافی تعداد بھی اس میں کود پڑی جن میں بہت کم ہی ایسے تھے جو اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر لڑ رہے تھے لیکن اکثریت کا معاملہ ڈالرخوری اور زمین پر قبضے کا خواب تھا جو بعد میں پوری دنیا نے دیکھ لیا۔

روس کے نکلنے کے بعد آپ کے افغان ملی جہادیوں کی غیرت جاگی تو انہوں نے عرب وعجم سے آئے ہوئے اہل ایمان کے سینے چاک کرنا شروع کیے ان کے خلاف قتال شروع کر دیا جس کی وجہ سے انہیں واپس اپنے طاغوتی ممالک کو لوٹنا پڑا انتہائی مایوسی کی حالت میں۔ کہ جس مقصد کے لیے انہیں لڑایا گیا وہ صرف ایک خواب کی صورت آنکھوں میں ہی رہ گیا۔ عرب وعجم کے اہل ایمان نوجوانوں کے نکل جانے کے بعد آپ کے افغان ملی جہادیوں کی غیرت ایک بار پھر جاگی تو زمینوں پر قبضے اور اپنا اپنا سکہ جمانے کی خاطر ایک دوسرے کی گردنیں اتارنا شروع کر دیں۔ اگر واقع ہی انہوں نے روس کے خلاف جہاد کیا تھا تو وہ ایسا ہر گز نہ کرتے لیکن حقیقت اور تھی جو بیان کر دی اور وقت نے اسے ثابت کر دیا۔

عام افغانوں کی عزتیں واموال لوٹے گئے انتہائی ذلت سے دوچار کیا گیا جب عوام کی ناک میں انتہا درجے کا دم کیا گیا تو اس کے نتیجے میں طالبان کی تحریک وجود میں آئی جس نے افغانستان میں ان تمام جرائم پیشہ کو پیچھے ہٹا دیا اور ان کے علاوہ جہان پر اللہ کے غلاموں نے اللہ کے نظام کو قائم کیا ہوا تھا ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ان کے فرقے سے تعلق نہیں رکھتے۔ اور تاریخ نے بعد میں اسے بھی ثابت کر دیا۔ جس نے ہاتھ اوپر باندھے اس کے ہاتھ ہی کاٹ دیئے گئے۔ حتیٰ کہ سر بھی قلم کیے گئے کیونکہ طالبان کو کسی بھی صورت یہ قبول نہیں تھا کہ عرب کے نوجوان جو اپنا دینی اثر یہاں چھوڑ گئے ہیں وہ بڑھے۔

امن تو قائم ہو گیا، پوست کی کاشت بند ہوگئی لیکن افغانستان صرف افغانستان بن کر رہ گیا اسلامی نظام تو آ گیا لیکن ایک ہی فرقے کا اسلام اور اس کے ساتھ اقوام متحدہ کے قوانین کا تڑکہ لگا کر ایک ملکی تصور بنا دیا گیا۔

پاکستان کے معروف عالم دین مرحوم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ ایک پاکستانی علماء کے وفد کے ساتھ ملا عمر سے ملاقات کے لیے گئے اور ملا عمر کو بیعت دینے کی خواہش کا اظہار کیا تو ملا عمر نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ فلحال افغانستان کے باہر نکلنے کا ان کا کوئی ارادہ نہیں وہ افغانستان تک

ہی محدود رہنا چاہتے ہیں آپ واپس جا کر اپنے طور پر کام کیجئے۔ یہ کہہ کر انہوں نے بیعت لینے سے انکار کر دیا۔

میں نے یہ چند پہلوؤں پر روشنی ڈالی اس لیے تاکہ کسی بھی معاملے کا قطعاً ایک رخ نہیں دیکھنا چاہیے اور اگر کوئی یہ سمجھ رہا ہوں کہ میں افغان طالبان کے بارے میں بغض وعداوت کا اظہار کر رہا ہوں تو ایسے انسان کو مجھے کسی قسم کی کوئی صفائی دینے کی ضرورت نہیں مگر اسے میں صرف اتنا کہوں گا کہ وہ میری لکھی ہوئی کتاب ''الدولۃ الخلافۃ الاسلامیۃ کی مختصر تاریخ'' پڑھ لے اس حوالے سے اسے اطمنان حاصل جائے گا۔سابقہ افغان طالبان کی قیادت ان کی پالیسیاں اور موجودہ قیادت اور ان کی پالیسیوں میں زمین آسمان کا فرق ہے نہ صرف فرق بلکہ ایک دوسرے کے مکمل طور پر متصادم ہیں۔جس طالبان کی حکومت کو گرانے میں پاکستانی حکومت وفوج نے اولین کردار ادا کیا موجودہ طالبان قیادت اسی ملک اور اسی ملک کی فوج کی گود میں بیٹھے ہیں۔سابقہ قیادت ہوتی تو ایسا کبھی بھی نہ ہوتا۔ بلکہ قصاص لیا جاتا۔نہ کہ اللہ کے دین سے ارتداد۔

لاکھوں افغانوں کا قتل عالم اسی ناپاکستان کی حکومت وفوج نے کیا۔جو آج افغان جنگ کی پشت پر کھڑی ہے۔

افغان طالبان اور القاعدہ کا بیس سالہ جہاد سیرت نبوی کی روشنی میں

اعتراض۔ ''اگر افغانستان کی امارت اسلامی اور جماعت قاعدۃ الجہاد کے بیس سالہ جہادی سیاست کو ہم نبوی سیرت اور سیاست کے تناظر میں مطالعہ کریں تو الحمدللہ بہت اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ ہر ایک نے اپنی طاقت کے مطابق مناسب دشمن پر مناسب وقت میں وار کیا ہے''

جواب۔ کوئی بھی انسان جو دین کی سمجھ رکھنے والا اور یہود ونصاری کی چالوں پر نظر رکھنے والا بخوبی یہ کہہ سکتا ہے کہ جس بیس سالہ جدوجہد کا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے موازنہ کر کے اطمنان حاصل کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ سوائے خام خیالی کے اور کچھ نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۳ سال صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کی تربیت کی اور اس کے بعد یثرب کو مدینہ بنا کر وہاں قتال کے سلسلے کو پھیلایا اور چند ہی سالوں میں وسیع وعریض علاقے پر اللہ کے دین کو قائم کر دیا۔

اس کے برعکس آپ جس جدوجہد پر ناز کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں ایسی جدوجہد اگر ہزار سال بھی جاری رہی تو اسی مقام پر ہی رہیں گے۔الا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے ایک مقام کو بنیاد بنا کر متحد ہو کر اس کی سرحد کو وسیع کیا جائے۔بصورت دیگر اگر پوری دنیا میں مختلف دھڑوں کی صورت میں منتشر حالت میں اگر قتال کرتے رہے تو یہ یاد رکھیئے کہ آپ کے مقابلے پر ایک ایک ریاست اور اس کے ساتھ پوری مشرک، صلبی ویہودی دنیا ہوگی۔

صلیبیوں کا افغانستان پر حملے کا اصل مقصد

افغانستان پر امریکی حملے کا اصل مقصد اس خطے میں ایک ایسی نسل تیار کرنا تھا جو مستقبل میں اس کے نیو ورلڈ آرڈر کی راہ میں رکاوٹ بننے کی بجائے معاون ثابت ہو جس کے لیے اسے کم از کم ڈیڑھ دہائی تک اس ملک میں قیام کرنا مقصود تھا تا کہ وہ پوری ایک نسل کی تعلیم و تربیت کر کے پروان چڑھا دے۔

اس کے بعد اگر وہ نکل بھی جائے تو اس قوم کا مستقبل بھی باقی نام نہاد امت مسلمہ کی طرح کا ہو گا جو خود کو مسلم سمجھنے پر فخر تو کرتے ہیں لیکن غلامی دجال کی۔ اور اس ٹارگٹ کو صلیبی اتحاد نے بہت ہی کامیابی سے حاصل کیا خواہ مشکلات کا شکار ہوا یا مال کو پانی کی طرح بہانا پڑا۔ جس کا نتیجہ موجود افغان طالبان کو بھی واضع نظر آ چکا ہے اور وہ جان چکے ہیں اس نسل پر وہ حکمرانی نہیں کر سکتے اور اپنی تہذیب کو زندہ رکھنے کے لیے طاغوتی حکومت میں چند نشستوں کی بھیک مانگنے کی خاطر دجالی اقوام عالم کے در در پر سجدہ ریز ہیں۔ تا کہ ان کا اعتماد حاصل کر کے اقتدار میں آنے کی راہ ہموار کی جا سکے۔

موجودہ اور پہلی جنگوں میں فرق

اعتراض۔ ''چونکہ موجودہ جنگیں ہمہ جہت ہوتی ہیں جو سالوں پے محیط ہوتی ہیں اور پورا معاشرہ جنگ کی لپیٹ میں ہوتا ہے اس لیے پہلے کی نسبت طویل اور مختلف النوع سٹراٹیجک منصوبہ بندی چاہتا ہے''

جواب۔ ہر کام وقت کے تقاضے کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے اور ہوتا ہے اس لیے یہ کہنا بلکل غلط ہے آپ کی اس بات سے یہی تاثر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ پہلے ادوار میں جنگوں کے فیصلے دنوں میں ہو جاتے تھے یا مہینوں میں کیونکہ اس میں صرف ایک ہی محاذ ہوتا تھا اور وہ لڑائی کا۔ آمنا سامنا ہوا لڑے اور پھر فیصلہ ہو گیا ایسا صرف وہی سوچ سکتا ہے جو وقت گزاری کے لیے ناول پڑھنے کا عادی ہو اور ہر شئے کو اپنے ہی ایک مخصوص زاویئے سے دیکھنے کا عادی ہو اور ساتھ یہ بھی سمجھ رہا ہو کہ باقی سب کا معاملہ بھی اسی کے جیسا ہی ہے۔ یعنی جو وہ سمجھ رہا ہے باقی بھی وہی سمجھ رہے ہیں۔

جنگ کسی بھی وقت اور زمانے میں ہو وہ ہمہ جہت ہوتی ہے یعنی ہر محاذ پر لڑی جاتی ہے اور اگر غور کیا جائے تو آج کی جنگیں آسان اور جلد فیصلہ کن ثابت ہوتی ہیں بہ نسبت پہلے ادوار کے۔ آپ کی بات کے برعکس پہلے ادوار میں پورا معاشرہ جنگ کی زد میں ہوتا تھا ہر لحاظ سے لیکن آج صورت حال مختلف ہے۔ جنگ کے باوجود معمولات چلتے رہتے ہیں اگر رک بھی جائیں تو زیادہ دیر ایسا نہیں رہتا۔ اور اس کے برعکس پہلے ادوار میں۔ مثلاً جب دشمن کسی شہر کا محاصرہ کرتا تھا تو کئی کئی سال تک محاصرہ رہتا جس کی وجہ سے پوری بستی، پورا علاقہ اور پورے کا پورا معاشرہ ہر سطح پر اثر انداز ہوتا تھا۔ بھوک اور افلاس کی وجہ سے انتہائی تکلیف دہ معاملہ ہوتا تھا۔ بلکل قید کی حالت بن جاتی تھی اور قید بھی ایسی کہ کھانے پینے کو بھی کچھ نہیں۔ زمینوں پر دشمن کا قبضہ، فصلیں تباہ، پانی بند، جیل کی صورت بنا دی جاتی تھی۔ تاریخ میں ایسی بھی مثالیں ملتی

ہیں کہ درجن سے زائد سال بھی محاصرے رہے، حتیٰ کہ اس وقت تک محاصرہ جاری رہتا جب تک کہ بھوک سے ہی پوری بستی ہلاک نہ ہو جاتی۔اوراس کے علاوہ تخریب کاری، عقائد ونظریات کے میدان میں بھی ہر طرح سے جنگ لڑی جاتی۔

الدولۃ الاسلامیۃ، القاعدہ کی ذیلی شاخ

صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں

اعتراض۔ ''عراق کے القاعدہ کے سابقہ شاخ (دولۃ العراق الاسلامیۃ) نے جبہۃ النصرۃ کے نام پر اپنی شاخ کا اعلان کیا۔وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ جبہۃ النصرۃ، دوسرے اسلامی کتائب احرار الشام وغیرہ کی طرح مستحکم ہورہا تھا کہ اچانک شیخ ابوبکر حفظہ اللہ نے جبہۃ النصرۃ کی تحلیل اور ختم ہونے کا اعلان کیا اور عراق میں اپنی اعلان کردہ ریاست وحکومت کو شام میں بھی اعلان کیا اور اس کو الدولۃ الاسلامیۃ فی العراق والشام (داعش) کا نام دیا جبہۃ النصرۃ نے اس اعلان کا مثبت جواب نہیں دیا اور براہ راست مرکزی قیادت کے ساتھ بیعت کا اعلان کیا ڈاکٹر ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے اس بیعت کو قبول کر کے جبہۃ النصرۃ کے امیر محترم جولانی حفظہ اللہ کے موقف کی تائید کی اور یہ کہا کہ شام میں اب تک ریاست وحکومت کی بنیادیں اور قوائم وجود میں نہیں آئے جو ل کر بشار کا موجودہ نظام گرادیں اور ایک تنظیم کا حق نہیں بنتا کہ حکومت اور ریاست کا اعلان کرے بلکہ جب خلا آجائے تو اس خلاء اور فراغ کو مشترکہ طور پر اسلامی اصولوں کی روشنی میں بھرا جائے''

جواب۔ اس میں سب سے پہلی بات یہ کہ یہ الدولۃ الاسلامیۃ العراق کو القاعدہ کی عراق میں شاخ کہہ رہے ہیں حالانکہ شاید ان کو گزشتہ کل کی تاریخ کا ہی علم نہیں کہ عراق میں القاعدہ کی ذیلی شاخ کا نام ''تنظیم القاعدہ فی بلاد الرافدین'' تھا جس کو شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ نے خود تحلیل کر کے الدولۃ الاسلامیۃ العراق کے قیام کے بعد الدولۃ الاسلامیۃ العراق میں ضم کرنے کا اعلان کیا۔اور الدولۃ الاسلامیۃ العراق جو کہ اس وقت کی عراق میں موجود ڈیڑھ درجن سے زائد تنظیموں کے اتحاد سے وجود میں آئی تھی جس کا القاعدہ سے صرف دینی تعلق تھا اور اس کے امراء کی قربانیوں کی وجہ سے ان کا اکرام کرتی تھی۔

دولۃ عربی کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ریاست۔اور ریاست کے قیام کے لیے زمین پر تمکن درکار ہوتا ہے یعنی الدولۃ صرف وہی کہلا سکتی ہی جو باقاعدہ ایک ریاست ہو۔جس کو زمین پر تمکن حاصل ہو۔زمین پر اختیار رکھتی ہو۔اور کبھی بھی کوئی بھی ریاست کسی بھی تنظیم کے ماتحت نہیں ہوتی نہ ہی ہوسکتی ہے۔کیونکہ تنظیم کا کوئی زمینی یعنی مادی وجود نہیں ہوتا وہ صرف کچھ اذہان میں ایک نظریے پر متحد کرنے کا نام ہوتا ہے۔

اس لیے یہ کہنا کہ عراق میں جب اسلامی ریاست وجود میں آئی تو وہ القاعدہ کی ایک تنظیم تھی ایسا کہنے والا عقل سے بلکل عاری انسان ہی ہو سکتا ہے۔

اور دوسری بات عراق میں جب الدولۃ کا قیام عمل میں آیا اور اگر یہ واقع ہی القاعدہ کی ذیلی تنظیمی شاخ تھی تو اس کے قیام کے وقت اس کا نام القاعدہ فی بلاد الرافدین ہی کیوں نہیں رہنے دیا گیا؟؟؟
حقیقت بیان کرنے سے اپنے مفادات پاش پاش ہوتے ہیں اس لیے انسان اپنی اناء کی قربانی دینا اپنی توہین سمجھتا ہے جس کے نتیجے میں ایسے ہی بے بنیاد اور بھونڈے دلائل کا استعمال کرتا ہے جن کی اپنی کوئی بنیاد ہی نہیں ہوتی اور جلد ہوا میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔

پھر اس پیرے میں خود ہی لکھتے ہیں کہ
الدولۃ الاسلامیۃ العراق نے شام میں جبهۃ النصرۃ نے اپنی شاخ کے قیام کا اعلان کیا۔، اچانک شیخ ابوبکر حفظہ اللہ نے جبهۃ النصرۃ کی تحلیل اور ختم ہونے کا اعلان کیا اور عراق میں اپنی اعلان کردہ ریاست وحکومت کو شام میں بھی اعلان کیا اور اس کو الدولۃ الاسلامیۃ فی العراق والشام (داعش) کا نام دیا جبهۃ النصرۃ نے اس اعلان کا مثبت جواب نہیں دیا۔
اب اگر انسان تھوڑی سی عقل استعمال کرے تو سب سے پہلے اگر وہ بضد ہے کہ الدولۃ العراق، القاعدہ کی ذیلی شاخ تھی تو الدولۃ کی کیسے جرات ہوئی عراق سے شام میں اپنی الگ شاخ قائم کرنے کی اور اگر یہ القاعدہ کے امیر کے حکم پر ہوا جو کہ نہیں ہوا تو کیا کبھی ایک بار بھی القاعدہ کے امیر نے کوئی بیان جاری کیا یا کوئی اور ایسی بات کی اور اگر ایسا کیا تو پھر جبهۃ النصرۃ کی تحلیل اور ختم کرنے کا حکم ابوبکر البغدادی کیسے دے سکتے ہیں اور جب انہوں نے حکم دیا تو جولانی خائن کو القاعدہ کے امیر کی بیعت کی ضرورت کیوں پیش آئی۔یعنی آپ کے مطابق تو ایمن الظواہری تو پہلے ہی امیر تھا تو پھر اس نے بیعت کیوں کی۔آپ کس طرح ان حقائق کو چھپا سکیں گے۔
ہاں البتہ اگر عراق کے اندر کوئی ایسی شاخ ہوتی تو اسے ظواہری کی بیعت کی ضرورت پیش آتی لیکن عراق سے باہر القاعدہ کی جتنی بھی تنظیمیں ہیں جو کہ براہ راست القاعدہ کی بیعت میں ہیں تو پھر عراق سے باہر القاعدہ ہی کی ایک ذیلی شاخ نے دوسرے خطے میں ذیلی شاخ کی بیعت کس قانون کے مطابق کی۔
اور جیسا کہ آپ نے خود اس کا اقرار کیا کہ جبهۃ النصرۃ کا قیام بھی الدولۃ الاسلامیۃ العراق نے کیا اور تحلیل کر کے ختم کرنے کا حکم بھی، اس طرح تو شرعی لحاظ سے اس تنظیم کا تو اسی وقت وجود ختم ہو جاتا ہے پھر بھی ایمن الظواہری نے بیعت قبول کر کے اسی نام کو آگے جاری رکھا۔ نام تبدیل کیوں نہیں کیا۔اس سے کیا ثابت کرنے کی کوشش کی گئی؟
جبهۃ کے معنی ہیں لشکر اور النصرۃ کے معنی ہیں مدد کرنے والا۔اس طرح جبهۃ النصرۃ کے معنی مدد کرنے والا لشکر کے ہیں۔
الدولۃ الاسلامیۃ العراق نے شام میں اپنی اس ذیلی تنظیم کو قائم کر کے اس کا نام اسی لیے یہ رکھا کہ یہ الدولۃ الاسلامیۃ کا شام میں مدد کرنے والا لشکر ہے۔

خلافت کا قیام دجالی وسائل کے حصول سے مشروط

پھر کہتے ہیں کہ ''ایمن الظواہری نے کہا کہ شام میں ریاست وحکومت کی بنیادیں اور قوائم وجود میں نہیں آئے جو مل کر بشار کا موجودہ نظام گرا دیں اور ایک تنظیم کا حق نہیں بنتا کہ حکومت اور ریاست کا اعلان کرے بلکہ جب خلا آ جائے تو اس خلاء اور فراغ کو مشترکہ طور پر اسلامی اصولوں کی روشنی میں بھرا جائے''

یعنی ریاست کے قیام کے لیے وہ تمام مادی دجالی وسائل کا حاصل ہونا لازمی ہے جو باقی دجالی ممالک کے پاس ہیں، حالانکہ دعوے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے کیے جا رہے ہیں۔ اللہ کے نبی کو اللہ نے ابھی صرف ایک بستی پر تمکن دیا جس کے ایک طرف فارس اور دوسری طرف روم جیسی اس وقت کی سپر پاوریں موجود تھیں اور سارے عرب اللہ کے نبی کے خلاف کھڑے ہو چکے تھے اس کے باوجود اللہ کے نبی نے کسی کی پرواہ کیے بغیر اس بستی یعنی یثرب میں اللہ کا دین قائم کر کے اسے قریہ سے مدینہ بنا دیا۔ لیکن یہاں آدھے شام اور آدھے عراق پر قابض ہونے کے باوجود بھی ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ یعنی بس قتال کرتے رہو اور پیچھے سے علاقے مشرکین کے حوالے کرتے جاؤ بس۔ سبحان اللہ کیا اللہ کے نبی کی سیرت پر چلا جا رہا ہے۔

جبهة النصرة کی تحلیل

اچانک ابوبکر البغدادی نے جبهة النصرة کو تحلیل اور ختم کرنے کا اعلان کیا۔

یہ اچانک آپ کے لیے تھا کیونکہ آپ نے شاید اس سے پہلے الدولة الاسلامیة کا نام ہی نہیں سنا ہوا تھا۔ جو کچھ النصرة میں ہوا اس کی کچھ وضاحت ہماری الدولة الخلافة الاسلامیة کی مختصر تاریخ والی کتاب میں بیان کی گئی ہے لہٰذا اس کی طرف رجوع کریں تاکہ آپ کا یہ اچانک والا معاملہ بھی حل ہو جائے۔

خلافت کا قیام ایک تنظیم کا حق نہیں

''ایک تنظیم کا حق نہیں بنتا کہ حکومت اور ریاست کا اعلان کرے''

پہلے تو الحمدللہ واضح ہو چکا ہے کہ الدولة ریاست ہوتی ہے اور دوسری بات یہ کہ ہم مان لیتے ہیں کہ کسی تنظیم کا حق نہیں بنتا کہ وہ ریاست و حکومت کا اعلان کرے تو پھر اس نظریے سے تو آپ کے نزدیک تمام کے تمام جہادی مجموعات تنظیمیں ہیں اور پھر ایسی صورت حال میں

ریاست وحکومت کے قیام کے لیے آل سلول کا حق بنے گا؟ کیوں کہ وہ تنظیم نہیں ہے یا پھر مصر کی مرتد سابقہ اخوانی حکومت کا، بہرحال حکومت تو ہے نہ خواہ سابقہ ہی کیوں نہ سہی؟

''جب خلا آجائے تو اس خلاء اور فراغ کو مشترکہ طور پر اسلامی اصولوں کی روشنی میں بھرا جائے''

یعنی ان اصولوں کی روشنی میں جب افغانستان سے روس نکلا تھا تو اس خلا کو پر کرنے کے لیے جو اصول افغان ملی جہادیوں نے اپنائے تھے؟ عین اسلامی۔

بغدادی اور عدنانی نہایت طیش میں

اعتراض۔ ''لیکن شیخ بغدادی صاحب حفظہ اللہ اور اس کا ترجمان محترم عدنانی صاحب ایمن الظواہری حفظہ اللہ کے اس فیصلے کی وجہ سے نہایت طیش میں آئے اور مجاہدین کے درمیان قتل وقتال اور فتویٰ بازی شروع ہوگئی جواب تک جاری ہے۔ جس میں ہزاروں مجاہدین مختلف اطراف سے شہید ہوگئے اور جہادی دعوت کو انتہائی نقصان پہنچا۔''

جواب۔ یہ کوئی ماضی بعید کی بات نہیں کہ جس کو سمجھنے کے لیے تاریخ پر عبور حاصل کرنا لازم ہے۔ ابھی کل کی بات ہے اور پوری دنیا جانتی ہے کہ کس نے سب سے پہلے الدولۃ الاسلامیۃ فی العراق والشام کے خلاف خوارج کا فتویٰ دیا ان کا خون خلال قرار دیا پھر اس کے بعد دوسرا فتویٰ کس نے صادر کیا اور الدولۃ کو خوارج اور ابن ملجم کی اولاد کہا اور اہل ایمان کو نقصان پہنچانے کے لیے ان کے قتال پر ابھارا جس کے نتیجے میں شام کی صحوات اور جبھۃ الجولانی نے الدولۃ الاسلامیۃ کے مہاجر مجاہدین کے قتل کا بازار گرم کیا ان کی عورتوں کی عصمت دری یہ کہہ کر کی گئی کہ یہ لونڈیاں ہیں۔

ابوبکر البغدادی حفظہ اللہ اور الدولۃ کی جانب سے بار بار اس قتل عام کو روکنے کی اپیل کی گئی اور الدولۃ کو باقاعدہ حکم دیا کہ وہ ان سے قتال نہ کریں کیونکہ ہوسکتا ہے یہ باز آجائیں لیکن جب ان صحوات کو القاعدہ الجدید کی پشت پناہی حاصل تھی اور یہ سمجھتے تھے کہ ایسی صورت حالت کو دیکھ کر یہ گھبرا کر شام کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے لیکن اس وقت ان کے یہ خیالی باغات ویران ہوگئے جب برداشت سے باہر ہونے کے بعد الدولۃ الاسلامیۃ کے امیر ابوبکر البغدادی حفظہ اللہ نے قصاص کا اعلان کردیا جس کے بعد انہوں نے الدولۃ الاسلامیۃ کے خلاف مغربی میڈیا کا خوب استعمال کیا اور یہ وقت الدولۃ الاسلامیۃ پر اس کی تاریخ کا مشکل ترین وقت تھا۔

فتویٰ بازی

پھر لکھتے ہیں کہ ”فتوے بازی شروع ہوگئی“

کوئی بھی جس میں رائی برابر بھی ایمان ہو وہ علی الاعلان یہ کہہ سکتا ہے کہ جتنے فتوے بھی جاری ہوئے وہ یک طرفہ اور القاعدہ الجدیدہ اور اس کے حواریوں نے خلافت کے خلاف جاری کیے جن کی آج بھی انٹرنیٹ پر بھرمار ہیں۔ جس میں خلافت کے مجاہدین کو خوارج، واجب القتل، ان کے اموال کی لوٹ مار اور ان کو کسی بھی طریقے سے نقصان پہنچانے کے لیے دیئے گئے۔ انشاءاللہ ہم آپ کو ان کی بھی فہرست مہیا کردیں گے اور آپ ہمیں الدولۃ الخلافۃ الاسلامیۃ کی طرف سے جاری ہونے والے فتوے مہیا کردیجئے گا اگر آپ اپنے اس دعوے میں سچے ہیں؟ ہمیں انتظار رہے گا۔

جہادی دعوت کو نقصان

”جس میں ہزاروں مجاہدین مختلف اطراف سے شہید ہوگئے اور جہادی دعوت کو انتہائی نقصان پہنچا۔“

اب آپ نے یہاں پر تحریر کیا کہ ہزاروں شہید ہوئے۔ اگر آپ نے پوری تحقیق وتصدیق کے بعد یہ لکھا ہے تو آپ سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ آپ ان ہزاروں کی مکمل فہرست ہمیں مہیا کریں؟ کیونکہ ایک مومن کے قتل کے بدلے اگر اللہ کو پوری انسانیت کو آگ میں ڈالنا پڑے تو اللہ اس سے گریز نہیں کرے گا اور آپ نے تو ہزاروں کا دعویٰ کردیا، لہذا ان کی فہرست بھی جاری کریں۔

ورنہ آپ لوگوں میں ایسے ہیں جو اللہ کے خالص غلام ہیں وہ غور وفکر کریں اور حق کی طرف لپکیں۔

آپ کے بقول جہادی دعوت کو نقصان پہنچا۔ کیا اپنے اپنے گروہ کی طرف دعوت دینا اور امت کو مختلف فرقوں اور گروہوں میں تقسیم کرنا جہادی دعوت ہے؟ ہاں ہم مانتے ہیں یہ جہادی دعوت ہے لیکن فی سبیل اللہ نہیں فی سبیل الطاغوت۔ کیونکہ فی سبیل اللہ تو صرف اللہ کی راہ کی طرف دعوت ہے نہ کہ اپنے اپنے فرقوں کی طرف۔

اور اگر آپ تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں گے تو انشاءاللہ آپ کو نظر آئے گا کہ اللہ نے پوری دنیا کے اہل ایمان کو مسرت کے ساتھ ساتھ ہجرت وقتال کی راہ دکھادی جس کے نتیجے میں ہزاروں نہیں لاکھوں اللہ کے غلام امریکہ ویورپ سے اللہ کی طرف لپک رہے ہیں۔ جن کے دلوں میں فرقہ واریت نہیں، تعصب نہیں، بغض اور حسد نہی اور نہ ہی تکبر بلکہ وہ صرف اور صرف اللہ کی طرف دعوت دینے والے اور خود بھی صرف اور صرف اسی کی طرف لپکنے والے اسی کے خالص غلام ہیں۔ نہ کہ فرقہ پرست مشرک۔

خلافت کا اعلان جہادی جماعتوں میں اختلافات کا باعث

اعتراض۔ ''یہ اختلاف اب تک مقامی سطح پر عراق اور شام تک محدود تھا کہ پچھلے رمضان میں شیخ ابوبکر البغدادی حفظہ اللہ نے اپنی خلافت کا اعلان کیا اور پھر اسکے ترجمان نے اسلامی اور جہادی جماعتوں کو کالعدم کرنے کا اعلان کیا اور پھر عالم اسلام کے مختلف محاذوں میں مداخلت کر کے متوازی نظموں کا اعلان کیا کہ عالمی سطح پر بھی جہادی جماعتوں کو اختلافات وانشقاقات کا سامنا ہوا اور افغانستان جیسے بعض محاذوں میں مسلح شکل اختیار کی''

جواب۔ آپ کا ایسا کہنے کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ خلافت کا اعلان ہی سارے فساد کی جڑ ہے یعنی خلافت کا اعلان نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ اس اعلان سے باقی سب کی شرعی حثیت جو ختم ہو جاتی ہے جس کا اعلان عدنانی نے کیا۔

اگر آپ کی اس بات کو مان لیا جائے اور جس پر آپ بضد ہیں کہ جو گروہ جہاں ہیں ان کو وہاں وہاں اپنی مرضی کے مطاق لگے رہنا چاہیے تو ذرا غور کیجئے گا آپ سے سوال ہے کہ جن کو اللہ نے قرآن میں مشرکین مکہ کہا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کیا کہلواتے تھے اور بعد میں بھی خود کو کیا سمجھتے تھے۔ اور جن کو یہود و نصاریٰ کہا جاتا ہے وہ کون تھے کیا وہ بعثت سے پہلے امت مسلمہ نہیں تھے؟

کیا قریش مکہ ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی نسل نہ تھے؟

کیا مشرکین مکہ خود کو مسلم نہیں کہتے تھے؟

کیا انہوں نے بلکل آج کی طرح اسلام کی شکل بگاڑ نہیں دی ہوئی تھی؟

اور ان سے پہلے بھی تمام انبیاء کیا مسلم نہیں تھے؟

تو ایسی صورت میں تو تمام کے تمام عیسائی خطے ہوں یا اور جو بھی سب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ بنتا تھا آپ کے نظریے کے مطابق۔

تو اللہ کے نبی نے ان سارے خطوں میں ایسے ہی مجموعات کیوں نہ کھڑے کیے؟

کیا آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کی نسبت دین کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں؟

یا پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دین ہم تک پہنچانے میں غلطی ہوگئی جس کی آپ تصیح کر رہے ہیں؟

حالانکہ اللہ کے نبی نے تو اس وقت جو غرباء تھے جو خالص اہل ایمان تھے ان کی تربیت کی، ان کو ایک جگہ جمع کیا اور پھر وہاں سے ہر طرف بتدریج فتوحات کرتے ہوئے ایک ہی امام کی بیعت میں آگے بڑھے۔ یہی تو الدولۃ الخلافۃ الاسلامیۃ نے کیا کہ آپ کو ایک خطہ مہیا کیا اور آپ کو دعوت دی کہ آؤ یہاں اور اس مدینہ ثانی سے نکلیں اور پوری دنیا کے کفر کا نام ونشان مٹا دیں۔ لیکن آپ کا معاملہ کیا مشرکین مکہ اور یہود ونصاریٰ والا نہیں ہے کہ ہم تو نہیں مانیں گے کیونکہ تم جو کہہ رہے ہو وہ ہمارے آباو اجداد نے نہیں کیا ہمارے بڑے وہ نہیں کر رہے اس لیے ہم نے جس پر انہیں پایا ہم بھی وہی کریں گے۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیے گیے اور ہجرت کے بعد جب اللہ نے یثرب کی صورت میں ایک بستی میں تمکن دیا تو کیا اللہ

کے نبی نے اہل ایمان کو ایسا کرنے کا حکم دیا جو آپ لوگ کر رہے ہیں۔ اللہ کے بندوں کچھ تو غور کرو۔

عالم اسلام کے مختلف محاذوں میں مداخلت

''پھر عالم اسلام کے مختلف محاذوں میں مداخلت کر کے متوازی نظموں کا اعلان کیا کہ عالمی سطح پر بھی جہادی جماعتوں کو اختلافات و انشقاقات کا سامنا ہوا اور افغانستان جیسے بعض محاذوں میں مسلح شکل اختیار کی''

سب سے پہلی بات یہ کہ محاذ تو عالم کفر میں کھولے جاتے ہیں نہ کہ عالم اسلام میں۔

کیا اس سے پہلے اختلافات نہیں تھے؟

اور جب روس نکلا تو کیا اس وقت بھی ابوبکر البغدادی ہی آئے تھے جس وجہ سے آپ کے افغان ملی مجاہدین نے ایک دوسری کی گردنیں اتاریں۔ عزتیں تار تار کیں اور کیا کچھ نہ کیا؟

اور وزیرستان میں ہی کتنے گروہ ایسے ہیں جن کے آپس میں اختلافات آج سے سالوں پہلے کے ہیں۔ آپ کی تحریک طالبان پاکستان ہی آج تک کئی دھڑوں میں تقسیم ہو چکی ہے کیا اس سب کی وجہ بھی ابوبکر البغدادی بنے؟

جب تحریک طالبان پاکستان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی ایک دوسرے پر شدید ترین الزامات لگائے کیا اس وقت بغدادی آئے تھے؟

ایک علاقہ وزیرستان اس میں ایک ہی شہر اور اس میں کئی درجن گروہ جو ایک دوسرے کی جاسوسی کرتے ہیں، ایک دوسرے کے خلاف صلیبی کفار اور دیسی مرتدین، مشرکین و کفار کی نصرت کرتے ہیں اور پھر بھی سب حق کے دعویدار ہیں کیا ان سب حالات کے ذمہ دار بھی بغدادی ہی ہیں؟ اس سب تفرقہ بازی کے ذمہ دار بھی بغدادی تھے؟

اللہ کے بندو جب اللہ سے ہی اعراض کرو گے تو کون تمہاری نصرت کرنے پر قادر ہوگا؟

اور کیا شیطان تمہیں تمہارے اعمال آراستہ نہیں کر کے دیکھائے گا؟

یقیناً یہی ہوتا ہے تب ہی تو ہر ایک اپنے مقام سے ملنے کو اپنے لیے عزت و ذلت کا معیار بنا لیتا ہے۔

داعش اور امارت کے درمیان مسلح جنگ

''آج افغانستان میں داعش اور امارت کے نام پے ننگرہار اور اس جیسے دوسرے علاقوں میں باقاعدہ مسلح جنگ چل رہی ہے جسکا فائدہ صرف

اور صرف صلیبیوں کو پہنچتا ہے“

آپ کی اس بات پر ہم ایک سوال پوچھنے کی جسارت کریں گے وہ یہ کہ آپ کے مطابق جب پہلے کوئی اختلافات ہی نہیں تھے مجاہدین متحد تھے تو پھر یہ کون لوگ ہیں جو آپ لوگوں کو چھوڑ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟

آپ کے بقول تو پہلے اتحاد تھا کوئی انتشار نہیں تھا سب ایک امیر کے ماتحت تھے تو پھر ایسا کیا ہوا کہ اچانک ہی اعلان پر اچانک ہی کثیر تعداد آپ لوگوں کو چھوڑ کر چلی گئی اور جا رہی ہے؟

اس کا جواب آپ کیسے دیں گے؟

ایسا کبھی ہوا نہ ہی ہوتا ہے کہ کوئی اچانک چھوڑ جائے بلکہ اس کے پیچھے ایک لمبا عرصہ اور کئی عوامل کارفرما ہوتے ہیں جن کے بعد انسان اس نوبت تک پہنچتا ہے۔اس لیے اپنے گریبان میں جھانکئے اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو ایسا ہرگز نہ ہوتا۔اور آپ کے امام الجہادوں نے تو ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا خلافت اسلامیہ کو مشرک وکافر،خوارج ومرتد ثابت کرنے کے لیے اس کے باوجود کوئی ایک بھی خلافت کا مجاہد آپ کی صفوں میں نہیں آیا الٹا دن بدن آپ کے اپنے ہی چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

ہمیں تو یہاں ایک مثال یاد آ رہی ہے آپ کی اس بات پر۔ گرا گدھے سے اور غصہ کمہار پر۔اور کیا ہی خوب صادق آتی ہے۔

افسوس بغدادی صاحب نے ایسا نہیں کیا

اعتراض۔ ”اگر شیخ ابوبکر البغدادی حفظہ اللہ ایسی سیاست کرتے کہ اپنی نظم کو صرف اپنی حد تک رکھتے اور عالم اسلام میں متحرک جہادی جماعتوں کا بغیر کسی شرط کی مالی نصرت شروع کرتے پھر جب دوسرے نظام گر جاتے تو مشترکہ مشاورت سے ایک رہبر اور امام کا تقرر کرتے لیکن افسوس بغدادی صاحب نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہر جگہ متبادل نظم کا اعلان بھی کیا اور مقامی نظم کے خلاف منفی پروپیگنڈا بھی شروع کیا“

جواب۔ سبحان اللہ، واللہ یہ تو بلکل ایسا ہی ہے کہ خود کو نہیں بدلیں گے قرآن بدل دیں گے۔

بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کے زبان سے دعوے اور عمل اس کے متصادم۔

ہم پھر وہی بات کہتے ہیں کہ جب ہر طرف شرک تھا، طاغوت تھا تو اس وقت کیا اللہ کے نبی ﷺ نے یہ حکمت عملی اپنائی کہ جو جو جہاں جہاں ہے اس کی وہاں وہاں مدد کی جائے اور اس طرح ایک دم دھڑام سے پوری دنیا کے طاغوت گر جائیں گے اور اللہ کا نظام قائم ہو جائے گا؟ پیچھے آپ کے امراء کے بقول جب شام میں کئی درجن جہادی تنظیموں میں مل کر بھی صرف بشار لعین کی حکومت گرانے کی طاقت نہیں تو پھر جو جو جہاں جہاں ہے وہاں وہاں کیسے طاغوت کو گرا لے گا؟ اگر آپ کے امراء اور آپ کی یہی حکمت عملی ہے تو یہ آپ کو ہی مبارک۔

جو طریقہ اللہ نے اپنے نبی محمد ﷺ کے ذریعے ہمیں عملی طور پر دکھا کر دے دیا ہمارا اس پر ایمان ہی نہیں۔سبحان اللہ

اور دوسری بات یہ گروہ جن کی اپنی اہمیت نہ ہونے کہ برابر ہے آج یہ بغاوت پر اتر آئے طرح طرح کے بہانوں اور بہتانات کے ساتھ تو کل کو جب انہیں اگر تمکن مل جائے تو یہ بات مانیں گے؟

قطعاً نہیں ان میں سے ہر کوئی اپنے اپنے ڈیڑھ گز میں امارت قائم کر کے بیٹھ جائے گا۔اور ویسے بھی ہماری راہنمائی کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کافی ہیں۔ہمارے لیے انہیں کا طریقہ اول و آخر ہے۔ہمیں کسی ملامت کی پرواہ نہیں۔

اور آج کچھ نہ ہونے کے باوجود جب ایک امام پر متحد نہیں ہو رہے تو کل کو جب کچھ ہاتھ میں ہوگا تو کیسے ہوں گے؟

اور افسوس خود پر کیجئے کیونکہ اگر آپ اللہ پر توکل کرتے جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے آپ کو افسوس کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

متبادل نظم اور منفی پروپیگنڈا

''ہر جگہ متبادل نظم کا اعلان بھی کیا اور مقامی نظم کے خلاف منفی پروپیگنڈا بھی شروع کیا''

اگر آپ کو یہ نہیں علم کہ خلافت کا قیام سب سے پہلے تو فرض ہے جو ہمارے دین کے دوسرے بنیادی رکن کا اہم جزو ہے۔اور اس کی موجودگی میں کسی کی بھی کوئی الگ شرعی حثیت نہیں ہوتی اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے بھی تو وہ باطل ہے ایسا کرنے والے فتنہ پروری کا باعث ہوں گے۔

اس لیے جہاں اہل ایمان موجود ہیں اگر ان میں استطاعت ہے ہجرت تو الحمدللہ اور اگر نہیں تو ایسی صورت میں گھر نہیں بیٹھیں گے بلکہ جہاں ہیں وہیں جدوجہد کریں گے اس لیے پھر آپ سے کہیں گے کہ اپنی اصلاح کیجیے۔اور رہی بات منفی پروپیگنڈے کی تو آج الحمدللہ پوری دنیا جان چکی ہے کہ کون ہیں جو خلافت کے خلاف زہر اگلنے میں یہود و نصاریٰ سے بھی آگے بڑھ چکے ہیں۔اور واضع اپنی ان خواہشات کا اظہار کر رہے ہیں کہ جتنی جلد ہو سکے صلیبی و روافض خلافت کا سقوط کر دیں اور صرف اس لیے تاکہ یہ بعد میں دنیا کو یہ بتا سکیں کہ دیکھو ہم نے کہا نہیں تھا کہ ابھی وقت نہیں آیا ابھی مسلمان اس قابل نہیں لیکن ان شاء اللہ یہ ایسوں کا خواب ہی رہے گا۔ان شاء اللہ آگے مزید وضاحت ہو جائے گی۔

جہادی حدود کا اعلان موقتی سیاست

''اگر ایک جہادی محاذ اپنے وزن اور طاقت کو دیکھتے ہوئے اپنے جہادی حدود اعلان کرے تو یہ کوئی کفار کے کھینچے ہوئے حدود تسلیم کرنا نہیں بلکہ اپنی طاقت کے مطابق ایک موقتی سیاست ہے''

سب سے پہلی بات کہ ایسا معاملہ پیش ہی نہیں آتا اگر انسان ایمان لائے اور ہجرت کرے یعنی جب ایمان لایا تو اس پر ذمہ داری عائد ہو گئی

کہ اب صلاۃ قائم کرنی ہے اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کرنا ہے جو کہ اس وقت ہی ممکن ہے جب میں ایسی جگہ پر جاوں جہاں ایسے اہل ایمان موجود ہوں اسی طرح جب لوگ ایمان لانے کے بعد ہجرت کرتے رہیں گے تو ایک جگہ ان کہ کی ایک طاقت ور جماعت وجود میں آئے گی جو زمین کے ایک خطے کو بنیاد کے طور پر استعمال کرتے ہوئے پھیلتے ہوئے پوری دنیا پر محیط ہو جائیں گے اسی لیے اللہ نے قرآن میں ہجرت کا حکم دیا۔ اس طرح سب سے پہلے ہمیں ایک جگہ پر اکٹھا ہونا چاہیے جیسے ہی موقع ملے اور بصورت دیگر بے شک آپ اپنی حدود کا تعین کریں لیکن اگر اس کے لیے آپ خود کو سائکس پیکو کی سرحد میں بند کر لیں لائن کی دوسری طرف اگر آپ کی بہن کی عصمت دری ہو رہی ہو تو آپ اپنی آنکھیں اور کان بند کر لیں کیونکہ آپ نے اپنی حدود کا تعین کیا ہوا ہے۔ پھر آپ دجالی ادارے اقوام متحدہ پر ایمان لے آئیں اس سے بھیک مانگتے پھریں آپ وطن پرستی کی باتیں کریں آپ قوم پرستی کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ اللہ کی قسم یہ اللہ پر ایمان نہیں یہ تو دجال کو رب تسلیم کرنا ہے۔ ایسی سیاست ہمارے دین کا حصہ نہیں ہو سکتی۔ **لکم دینکم ولی دین**

کمیونزم کی شکست کے بعد

"کمیونزم کی شکست کے بعد مجاہدین کا مسلح اختلاف یقیناً انتہائی منحوس تھا لیکن وہ اس وقت سامنے آیا جب کمیونسٹ ادارے کے سقوط کرنے سے خلا اور فراغ آیا تھا ہر جہادی قوت دوسرے پر غالب آتی تو وہ خلا اور فراغ کو بھر دیتی جو بالآخر امارت اسلامی سے پر ہوا"

سبحان اللہ کیا کیا دلائل ہیں ماضی میں آزادی، ڈالر اور علاقوں پر قبضہ کر کے اپنا سکہ جمانے کی غرض سے جنگ لڑنے والے مجاہدین لیکن آج جو صرف اور صرف اللہ کے نظام کے قیام کی خاطر اپنے ماں، باپ، اہل و عیال سمیت سب کچھ قربان کر کے اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کر رہے ہیں وہ خوارج۔

اُن کا مسلح اختلاف خلاء اور فراغ کو پر کرنا اور ہمارا اختلاف فساد جس کی وجہ سے ہم خوارجی اور فسادی ٹھہرے۔

وہ ایک دوسرے کی زمینوں پر قبضے کی خاطر ایک دوسرے کو قتل کرتے تو ان کا یہ ایک دوسرے پر غالب آ کر خلا کو پر کرنا اور حتیٰ کہ امارت اسلامی کا قیام لیکن ہمارے معاملے کو رات کو کالا چشمہ لگا کر دیکھا جا رہا ہے۔

اور واضع رہے روس کے افغانستان سے انخلا کے بعد جو خانہ جنگی ہوئی اس میں لاکھوں کی تعداد میں اموات ہوئیں۔ جو اسلحہ روس چھوڑ کر بھاگا اور جو امریکہ و یورپ نے روس کے خلاف دیا وہ سارا روس کے انخلا کے بعد ایک دوسرے کے خلاف استعمال کیا گیا لیکن پھر بھی وہ جہادی تھے کیونکہ ان کے لیڈر بغدادی نہیں تھے اس لیے۔

ولایہ خراسان کا قیام امریکی طاغوتی نظام کو تقویت دیتا ہے

''لیکن بدقسمتی سے اب افغانستان میں ایسے حال میں خطرناک اختلاف سامنے آیا ہے کہ اب تک موجودہ نظام میں خلاء اور فراغ نہیں آیا امریکی نظام اپنی جگہ پر ہے اور مجاہدین نے ایک دوسرے پر ہجومی حملے شروع کر دیئے ایک دوسرے سے علاقے لیتے ہیں ایک دوسرے کے خلاف منفی تبلیغات کر رہے ہیں یہ صورت حال یقیناً امریکی طاغوتی نظام کو تقویت دیتا ہے اور بس''

یہاں آپ خود یہ اقرار کر رہے ہیں کہ امریکہ ابھی تک افغانستان پر قابض ہے۔ جب ایسا ہے تو آپ کے وہ دعوے کہاں گئے جو امریکہ کو شکست دے دینے کے ہیں؟

جن اختلافات نے لاکھوں انسانوں کی جانیں نگل لیں بستیاں اجڑ گئیں وہ اختلافات خطرناک نہیں تھے اور آج کہ اختلافات خطرناک ہیں اس لیے کیونکہ اُس وقت اللہ کی طرف دعوت نہیں دی جا رہی تھی لیکن اِس وقت اللہ کی طرف دعوت دی جا رہی ہے۔

اور دوسری بات آپ اپنے ان الفاظ پر غور کیجئے

''کہ اب تک موجودہ نظام میں خلاء اور فراغ نہیں آیا امریکی نظام اپنی جگہ پر ہے اور مجاہدین نے ایک دوسرے پر ہجومی حملے شروع کر دیئے''

یعنی آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ پہلے مل کر امریکہ کو نکال لیں پھر بعد میں آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں ماریں گے اور جو فاتح ہوا زمین اس کی۔

لیکن ہمارا نظریہ قطعاً ایسا نہیں ہے ہم تو چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے یہ دروازہ ہی بند کر دیں اور سیدھے اللہ کا دین قائم کرتے جائیں کیونکہ اسی سے ماضی کی غلطیوں کا ازالہ ہوگا۔ کہ روس کے نکلنے کے بعد اگر افغان قوم نے عرب وعجم کے مہاجر مجاہدین کا قتل عام نہ کیا ہوتا اور ان کو اس خطے سے نکلنے پر مجبور نہ کیا ہوتا تو اس وقت امت کے وہ نوجوان اس سرزمین کو بنیاد کے طور استعمال کرتے ہوئے آج تک دنیا کا نقشہ تبدیل کر چکے ہوتے اس لیے ہم ماضی کی غلطیوں کو دہرانے کی بجائے ان سے سبق سیکھتے ہوئے ان کا ازالہ کرنے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ لیکن آپ بضد ہیں ماضی کے سبق دہرانے کو۔

آپ نے کہا کہ اس سے امریکی نظام کو تویت ملتی ہے تو ہم مانتے ہیں ہاں ملتی ہے لیکن اسی صورت میں کہ جب آپ خلافت کی نصرت کی بجائے اس کے خلاف کھڑے ہوں گے تو ایسی صورت میں صلیبیوں سے پہلے ہمیں آپ سے نپٹنا پڑھے گا اور جتنا نقصان اور وقت ہمارا آپ کے ساتھ ٹکراو میں ضائع ہوگا اتنا وقت صلیبیوں کو مزید مل جائے گا اور جو نقصان آپ ہمارے ساتھ لڑ کر اللہ کے دین کو پہنچائیں گے وہ اگر ہم صلیبیوں کے خلاف استعمال کرتے تو اس سے جو ان کا نقصان ہوتا وہ ان کا بچ جائے گا۔ تو ایسی صورت حال میں یقیناً صلیبیوں کا فائدہ ہوگا۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اپنی ضد برقرار رکھتے ہیں یا اللہ کی طرف لپکتے ہیں۔

خلافت اسلامیہ کی دعوت میں مذہبی و مسلکی جراثیم

اعتراض۔ ''اور خطرناک بات یہ ہے کہ مذہبی اور مسلکی جراثیم اس میں نظر آرہے ہیں جو موجودہ حالات اور ظروف میں سلفی دعوت کو اولاً اور امت کی وحدت کو ثانیاً بہت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ امارت کو بھی چاہیے کہ اپنی صفون میں ان جاہل متعصب صوفیون اور مولویوں پر نظر رکھے اور اپنی صفوں سے نکال دیں جو افغانی مزاج اور صوفی مزاج حنفیت کے علاوہ سب کو ضلالت اور گمراہی قرار دیتے ہیں اور کسی دلیل کا مزاج نہیں رکھتے اور سلفی داعیوں اور رہنماوں کو بھی چاہیے کہ امارت اسلامی جوامت کا مشترکہ گھر ہے کو اس فتنے سے بچائے اور اپنے جذباتی اور سطحی ساتھیوں کو سمجھائے اور کنٹرول کرے جو اہل سنت والجماعت کے چاروں فقہی مذاہب کی نفی اور تضلیل کرتے ہیں مطلق تقلید کو شرک یا بدعت کہتے ہیں اور اس کی بنیاد پر امارت اسلامی کے خلاف تبلیغات کرتے ہیں کہ مشرکین مبتدین اور آئی ایس آئی کے نوکر ہیں''

جواب۔ یہ خلافت اسلامیہ پر سب سے بڑا بہتان ہے کہ اسے کسی بھی فرقے سے تعبیر کرنا خواہ اسے مسلک کہا جائے اور اسے کوئی بھی نام دے لیا جائے وہ فرقہ ہی ہوگا اور خلافت اسلامیہ اس سے مکمل طور پر پاک ہے اس کے باوجود اگر کچھ لوگ خلافت کی آڑ میں اپنے فرقے کی دعوت کو پیش کررہے ہیں تو ہم ایسے لوگوں سے برأت کا اعلان کرتے ہیں اور ان شاء اللہ مستقبل قریب میں ایسے لوگوں کا بھی صفایا ہوجائے گا۔ اور دوسری بات اگر پھر بھی کوئی انسان نہ تسلیم کرے تو اسے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ سارے عرب خلافت اسلامیۃ کے خلاف ہیں کیا وہ سلفی نہیں کہلاتے اگر ایسا ہی ہے تو آپ کے خلافت کے بارے قائم کردہ نظریے کے مطابق تو وہ ہمارے بھائی ہوئے حالانکہ آپ اپنی آنکھوں سے سب دیکھ رہے ہیں کہ حقیقت کیا ہے۔ وہ دن رات بمباری کرتے نہیں تھک رہے اور ہر طرح سے دشمنی کررہے ہیں۔ اس لیے خلافت کا کسی فرقے سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔

الحمدللہ خلافت اسلامیہ اللہ کی کتاب سے راہنمائی لیتی ہے اور اس پر عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے عین مطابق کرتی ہے اور اسی کی بھرپور کوشش کرتی ہے۔

البتہ سب کچھ واضع ہونے کے باوجود آپ کا اس نقطے کو اٹھانا یہ واضع کردیتا ہے کہ آپ فرقہ پرستی کا شکار ہیں جس کی بنا پر آپ خلافت اسلامیہ کے خلاف کھڑا ہونے کو ترجیح دے رہے ہیں بجائے اس کے کہ آپ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیتے۔

رہی بات آئی ایس آئی کی نوکری والی تو بات نوکری سے آگے نکل کر غلامی تک جا پہنچی ہے۔ اور آج پوری دنیا پر یہ واضع ہوچکا ہوا ہے کہ موجودہ غیر شرعی افغان طالبان کی بھاگ دوڑ کن لوگون کے ہاتھ میں ہے اور وہ اسے کس ڈگر لے جارہے ہیں۔

خلافت کے مجاہدین کے لیے تمہارا قتل جائز

اعتراض۔ ''تحریک طالبان پاکستان یہ نہیں چاہ رہے تھے کہ یہ موضوع باہر آجائے لیکن بار بار مجاہدین کو یہ کہا جارہا تھا کہ خلافت کا اعلان ہوچکا ہے دوسرے نظم میں تمہارا جہاد نہیں ہوتا اگر بیعت کے بغیر مر گئے تو جاہلیت کی موت مر گئے اور بغدادی صاحب کی بیعت کرنے والے مجاہدین کے لیے تمہارا قتل کرنا جائز ہے تو تحریک طالبان پاکستان کی رہبری شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ شیخ ابوبکر البغدادی حفظہ اللہ کی اعلان کردہ خلافت (جو کہ موجودہ اختلاف کی بنیاد ہے) شریعت کی روشنی مین مطالعہ کر کے پھر ایک مدلل مقالے کی شکل میں مسلمانوں اور مجاہدین کے سامنے پیش کرے تو محترم مسلمان بھائیو یہ مقالہ تحریک کا رسمی موقف ہے دلیل کی بنیاد پر تحریک نے موقف اختیار کیا، مزید آپ کے اور اس موقف کے مطالعہ کرنے میں ہم حائل نہیں بنتے''

جواب۔ یہاں بھی پہلی بات یہ کہ جو آپ نے کہا کہ اس وجہ سے آپ اپنا موقف پیش کر رہے ہیں جو وجہ آپ نے بیان کی اگر حقیقت یہی ہوتی تو اس کے لیے آپ کو اتنی لمبی چوڑی محنت کی ضرورت پیش نہ آتی کیونکہ ان باتوں کی حقیقت وہ عام سا اہل ایمان بھی جانتا ہے جس کو اللہ نے علم عطا کیا ہوا ہے۔

''بغدادی صاحب کی بیعت کرنے والے مجاہدین کے لیے تمہارا قتل کرنا جائز ہے''

دین میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ جو بیعت نہ کرے اسے قتل کر دینا جائز ہے، لیکن اگر کوئی انسان اس لیے بیعت نہ کرے کہ وہ مسلمانوں میں گروہ بندی، فرقہ واریت، فتنہ وشر پیدا کرے تو ایسے انسان کی گردن مارنا بلکل جائز ہے۔ نہ صرف جائز بلکہ فرض ہے۔ اور جن کے قتل کا اللہ سبحان وتعالیٰ نے حکم دیا۔

جیسے جیسے خلافت اسلامیہ اپنی حدود کی وسعت کے لیے میدان میں آگے بڑھے گی تو اس صورت میں جو بھی اس کے رستے کی رکاوٹ بنے گا اس کے ساتھ پہلے دعوت بصورت دیگر قتال کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی خلیفہ کو گالی بھی دے گا تو اس کا قتل جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ مقام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے اس لیے آپ نے جو وجہ بیان کی اگر آپ کی بیان کردہ بات سچ ہے تو آپ لوگوں کو دین کا علم سیکھنے کی شدید ضرورت ہے مگر مجھے نہیں لگتا کہ وجہ یہ ہے کیونکہ اگر صرف یہی وجہ ہوتی تو آپ پر بلکل واضع تھا کہ اس کے باوجود ایسی بات کرنے والے کا تعلق خلافت اسلامیہ سے ہرگز نہیں ہوسکتا البتہ کسی ایجنسی کا غلام ہوسکتا ہے جس کا کام تخریب کاری کرنا ہے۔

بیعت کے بغیر جاہلیت کی موت

اور امام یعنی خلیفہ کی بیعت کے بغیر جاہلیت کی موت مرنا اس میں تو شک کی رائی بھر بھی گنجائش نہیں اور اسی طرح جب خلافت کا قیام ہو چکا تو

تمام گروہوں کی حثیت باطل ہوجاتی ہے الا یہ کہ خلیفہ کسی پر کسی کو امیر مقرر کرے۔بصورت اول ایسے گروہوں کے ساتھ مل کر جہاد کرنے والے کے علم اور نیت کی بنیاد پر حساب ہوگا۔علم کے باوجود اگر کوئی ان گروہوں کے ساتھ جڑے گا تو اس کی سعی باطل ہوگی لیکن اگر کوئی بغیر علم کے ایسا کرتا ہے تو اللہ اس کی نیت کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرے گا۔

اب ان شاءاللہ ان کے بیان کردہ دلائل کا ہم مختلف زاویوں سے جائزہ لیں گے اور دلائل کے ساتھ جواب دیں گے۔

سب سے پہلے اگر ان تمام دلائل کا جائزہ لیا جائے اور اللہ کی کتاب کی صرف اس آیت کے ساتھ ان کا موازنہ کیا جائے

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا . النساء ٥٩

اے وہ جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور تمہارے جو اولی الامر ہیں، پس اگر کسی شئے میں تمہارا تنازعہ ہوجائے پس پھیر دو اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف اگر تم ہو ایمان رکھنے والے اللہ کیساتھ اور یوم آخرت پر۔وہی تمہارے لیے خیر ہے اور احسن تاویل۔

تو یہ تمام کے تمام دلائل بے بنیاد اور باطل ہوجائیں گے جس کے بعد ان پر کوئی بھی بات کرنے کا جواز نہیں بنتا۔اس کے باوجود ہم ان شاء اللہ پھر بھی جواب دیں گے۔حالانکہ سب سے پہلے ہم نے اللہ کی کتاب سے ایک ہی دلیل کے ذریعے ان تمام کا رد کردیا۔

سب سے پہلی وجہ جو یہ بیان کرتے ہیں۔

بغدادی صاحب شرعی خلیفہ نہیں پہلی وجہ

اعتراض۔ ”بغدادی صاحب شرعی خلیفہ اس لیے نہیں ہے کہ اسکی خلافت اور بیعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے نظریے کے خلاف ہے اور صحابہ کرام ہمارے لیے میعار حق ہیں صحابہ اکرام کے تین قسم کے نظریے تھے اور بغدادی صاحب کی اعلان کردہ خلافت ان میں سے کسی ایک نظریے کے ساتھ بھی موافق نہیں ہے“

پہلا نظریہ

پہلا نظریہ بعض صحابہ کرام کا نظریہ تھا کہ خلافت کی مشروعت اور قیام کے لیے تمام امت کا اتفاق شرط ہے۔

تمام امت کا اتفاق

جواب۔ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ. الانعام ١١٦

اور اگر بات مانی اکثریت کی جو زمین میں ہیں تو گمراہ کردیں گے تجھے اللہ کی راہ سے۔نہیں اتباع کرتے مگر ظن کی اور نہیں ہیں یہ مگر قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔

وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ. آل عمران ١١٠

اور اکثریت ان کی دین میں تبدیلی کردینے والی ہے

وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ. المائدہ ١٠٣، العنکبوت ٦٣، الحجرات ٤

اور اکثریت ان کی نہیں عقل رکھنے والی

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ. الانعام ٣٧، الاعراف ١٣١، الانفال ٣٤، یونس ٥٥، النحل ٧٥، النحل ١٠١، الدخان ٣٩، الطور ٤٧، لقمان ٢٥

اکثریت ان کی نہیں علم رکھتی

اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ. الروم ٤٢

اکثریت ان کی تھی مشرک

اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ. الانعام ١١١

اکثریت ان کی جاہل ہے

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ . الاعراف ١٧

اور نہیں پاؤ گے ان کی اکثریت کو شکر کرنے والی

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا. یونس ٣٦

اورنہیں اتباع کرتی اکثریت ان کی مگر ظن کی

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْن. هود ١٧، الرعد ١، غافر ٥٩

اکثریت لوگوں کی نہیں ایمان لانے کے بعد مومن

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْن. یوسف ٤٠

نہیں ہے فیصلہ مگر اللہ کا۔حکم دیا اس نے کیا کہ نہیں غلامی کروائی جائے تم سے مگر صرف اور صرف اسی کی۔وہ دین قائم کرنے والا ہے اور لیکن لوگوں کی اکثریت نہیں علم رکھتی کیونکہ غور وفکر ہی نہیں کرتے۔

یہ قرآن کی صرف چند آیات ہیں ان کے علاوہ بھی درجنوں آیات ہیں جن میں اللہ نے انسانوں کے بارے میں صراحت سے وضاحت کر دی۔کہ اکثریت کیسی ہوتی ہے، کیا چاہتی ہے، اکثریت کے اعمال کیا ہوتے ہیں۔اللہ کے احکامات پر دوسروں کو اور اپنی خواہشات کو ترجیح دیتی ہے۔علم پر قیاس آرائیوں اور اپنے خیالات کو ترجیح دیتی ہے اس لیے اکثریت کی بات ماننے سے قطعاً منع کر دیا۔کیونکہ اگر اکثریت کی بات مانی تو انجام وہی نکلے گا جو اللہ نے پہلے ہی واضح کر دیا۔اس لیے میعار اکثریت نہیں بلکہ علم وحکمۃ ہوگا۔یہی اللہ کا فیصلہ ہے اس فیصلے سے وہی لوگ اعراض کرتے ہیں جو غور وفکر ہی نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ علم سے دور ہوتے ہیں اور اپنی خواہشات کو دین سمجھ کر انہیں کی اتباع کرتے اور دوسروں کو بھی اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔اس لیے اگر کوئی یہ کہے یا ایسا نظریہ رکھے کہ تمام امت کا جس پر اتفاق ہو جائے تو یہ بات اللہ کی کتاب سے متصادم ہے۔اور ہم صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کے بارے میں قطعاً ایسا گمان نہیں رکھتے کہ ان کہ ایسے نظریات ہوں جو اللہ کی کتاب سے ہی متصادم ہوں۔صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کے بارے میں ایسے عقائد روافض کے ہیں جن کو بنیا بنا کر پھر وہ قرآن کی آیات ان پر چسپاں کرتے ہوئے گمراہ قرار دیتے ہیں۔

پوری امت کا اتفاق کہیں بھی شرط نہیں اور بلخصوص موجودہ دور میں پوری امت کا کسی ایک پر اتفاق ہونا یہ تو سیر سے ہی ناممکن ہے تو ایسی شئے دین نہیں ہوسکتی۔یہ اللہ کے دشمنوں کی کاوشوں کی وجہ سے دین میں داخل کیا گیا۔

اب اس بات کو جو بعض صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کی طرف منسوب کی گئی اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں کیونکہ صحابہ کوئی بھی ایسی بات نہیں کر سکتے جو اللہ کی کتاب سے متصادم ہو۔قرآن کی ان آیات سے اس دلیل کے بے بنیاد اور جھوٹ پر مبنی ہونے کا کوئی شک نہیں رہتا۔اور ایسی بات کو یا کسی اور کو اللہ کی کتاب پر ترجیح دینا یہ اللہ کی کتاب کے ساتھ کفر ہے۔اور ظاہر ہے ایسا وہی انسان کرسکتا ہے جو اللہ کی کتاب سے دور ہو۔

پھر بھی ہم آگے بڑھتے ہیں اگر مان بھی لیا جائے کہ ایسا ہی ہے تو اس کی کیا کوئی ضمانت دے سکتا ہے کہ جیسی امت اللہ کے نبی چھوڑ کر گئے

آج بھی وہ ویسی اور ایمان کے اسی درجے پر جائز ہے اور اگر ایسا ایمان رکھنا ہے تو پھر اہل ایمان کے ایمان لانے کے بعد دین سے پھر جانے کی جتنی بھی آیات ہیں ان کا کفر ہو جائے گا۔ اور ان آیات کا کفر نہیں کرنا تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ امت اس حالت میں نہیں بلکل ایسی حالت میں ہے جیسے امت مسلمہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث کیے جانے سے پہلے تھی۔ یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ۔ مشرکین مکہ کی حالت ہمارے سامنے ہے ان کے حوالے سے اللہ نے کیا فیصلہ سنایا۔ جو کہ خود کو دین ابراہیم کا پیروکار کہتے تھے۔

عن ابی ہریرةؓ قال: قال رسول الله صلی لله علیه وسلم!

بدا الاسلام غریبا، وسیعود کما بدا غریبا، فطوبی للغرباء. صحیح مسلم

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

ظاہر ہوا اسلام کہ وہ چھپا دیا گیا اور عنقریب واپس اسی حالت میں لوٹ جائے گا جیسے ظاہر ہونے سے پہلے ایسا بنا دیا گیا تھا کہ پہچانا نہیں جا سکتا تھا، پس مبارک باد ہے غربا کے لیے۔

اس حدیث مبارکہ کو سمجھنے کے لیے پہلے اس کے کچھ الفاظ میں غور و فکر کرتے ہیں۔

غریبا۔ غریب کہتے ہیں کہ ایک شیئ موجود ہو لیکن اس میں ایسی تبدیلیاں کر دی جائیں کہ وہ شیئ موجودگی کے باوجود نظروں سے اوجھل ہو جائے پہچانی نہ جا سکے۔ انسان کے شعور سے باہر نکل جائے۔ یا کسی بھی شیئ پر دھول مٹی کے چڑھ جانے سے اس کی اصل حالت کے چھپ جانے کو عربی میں غریب کہتے ہیں۔

بدا۔ اب ایسی شیئ کے دوبارہ اپنی اصل حالت میں لوٹنے۔ یعنی ایک شیئ موجود ہے لیکن اس میں ایسی رد و بدل کر دی گئی کہ اسے پہچاننا مشکل ہو جائے تو اس شیئ میں ان تبدیلیوں، دھول، مٹی وغیرہ کو دور کر دینے سے شیئ کا دوبارہ ظاہر ہو جانا۔ اسے عربی میں بدا کہتے ہیں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کے مبعوث کیے جانے سے پہلے جو خود کو مسلمان کہلواتے تھے انہوں نے اسلام کی حالت اس طرح بگاڑ دی ہوئی تھی کہ خالص دین اسلام کو پہچاننا بہت مشکل تھا۔ خالص دین اسلام کی حالت اتنی تبدیل کر دی گئی تھی کہ وہ اجنبی ہو چکا تھا اور آج موجودہ دور میں بھی اسلام کی بلکل وہی حالت ہو چکی ہوئی ہے۔ اس دور میں مبارکباد دی غربا کو رسول اللہ ﷺ نے۔ یعنی ان لوگوں کو جو خالص دین پر عمل کریں جس کی وجہ سے وہ اس دجالی معاشرے میں بلکل اجنبی ہو جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کی روشنی میں جب غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ امت کا اس وقت حال بلکل مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ جیسا ہے۔ اور ایسی حالت میں کیا امت حق پر متفق ہو گی۔ جو ایک کوک کی بوتل پینے کی خواہش کی قربانی نہیں دے سکتے کیا وہ اللہ کے دین کی خاطر اپنے اہل و عیال، مال اور جان کی قربانی دینے کے لیے مجموعی طور پر آمادہ ہو جائیں گے؟

اگر پھر بھی جواب ہاں ہیں تو آپ کو چالیس سال ہونے کو ہیں چیختے چلاتے تو یہ امت جاگی کیوں نہیں؟

جو چالیس سال سے جاگ نہیں سکی، نیند سے بیدار نہیں ہو سکی نہ ہی کوئی آثار نظر آتے ہیں تو اس سے آپ خلیفہ پر متفق ہونے کی امید رکھتے

ہیں؟ امید تو دور کی بات خلافت کو ہی اس سے مشروط کر دیا۔ سیدھا ہی کیونکہ نہیں کہتے کہ ہم نہیں مانتے کسی خلافت کو۔
مجھے نہیں لگتا کہ آپ کی اس دلیل کی اصلیت کو واضح کرنے کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہے۔ لیکن اس کے باوجود انشاء اللہ ہم آگے چل کر مزید تشفی کریں گے۔

اب اس کے آگے انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا ذکر کیا۔ اگر کوئی اہل علم اس کو لکھنے والا ہوتا تو وہ ہر پہلو سے سوچ سمجھ کر اسے یہاں نقل کرتا وگرنہ نہ کرتا جو یہاں کیا گیا ہے۔ اس خلافت کو باطل ثابت کرنے کے لیے دلیل علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی مثال دی جا رہی ہے۔

ہم سوال کرتے ہیں۔

کیا علیؓ رضی اللہ عنہ سے پہلے امت بلکل اسی حالت میں تھی جیسے آج ہے؟

یا پھر آج امت اس حالت میں ہے جس حالت میں امت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت تھی؟

اللہ کی قسم یہ دلیل تو بلکل ایسے ہی ہے جیسے کہ ترازو کے ایک طرف ایک کلو وزن اور دوسرے پلڑے میں پانچ کلو رکھ کر یہ دعویٰ کرنا کہ دیکھو میں نے دونوں طرف برابر برابر وزن رکھ کر تول دیا۔

اے تحریر کرنے والے اگر تجھ میں ذرا بھی دین کی سوجھ بوجھ ہوتی تو تُو کبھی بھی ایسی دلیل کا سہارا نہ لیتا۔ ایسی کیا بلکہ قرآن کی پیچھے مذکور کردہ آیات کے پیش نظر اپنی انا اور بغض کو خود سے الگ کر کے اللہ کی طرف لپکتا۔ بہر حال پھر بھی ہم ان سوالات کے جوابات کے منتظر رہیں گے۔

اُس وقت دنیا کی تاریخ کا ایک بہترین معاشرہ ایک نظام قائم تھا جس کے لیے صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کی تربیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اس کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت گزرا جو عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقش قدم پر تھا سرحدات وسیع ہوئیں پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور جو تاریخ کا سنہراترین دور تھا جس میں نظام خلافت اپنے عروج پر پہنچا ہر لحاظ سے تعریفات کا حامل بن گیا اس کی سرحدیں اسرائیل و فارس تک پھیل گئیں اسی طرح پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا دور گزرا ان کے بعد علی رضی اللہ عنہ کی باری آئی۔ تو کچھ غور تو کرو اس وقت کیسے تربیت یافتہ صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین موجود تھے۔ پہلے سے ہی پورا مکمل نظام موجود تھا۔ صحابہ نے اپنی عملی زندگیوں سے اپنے آپ کو منوایا ہوا تھا۔ تمام ادارے اور ان میں لوگ کام کر رہے تھے خلا صرف امام کا پیدا ہوا جس کو پورا کرنا مقصود تھا۔

موجودہ اہل ایمان پہلے سے ان کی زندگیوں سے واقف تھے حتیٰ کہ ہر خاص و عام کے نزدیک ان کی حثیت کیا تھی؟

اور آپ اِس بیعت کا موازنہ اُس بیعت سے کر رہے ہیں؟

کیا ایسا ہو سکتا ہے؟؟؟ یقیناً نہیں

البتہ ہو سکتا ہے لیکن کس صورت میں؟

میں بتاتا ہوں اسی صورت میں اور اسی حال میں جس حال میں اس وقت امت مسلمہ تھی جب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔

یعنی یہودی ونصاریٰ اور مشرکین مکہ۔تو ان کے درمیان کون آیا جس نے ان پر حق واضع کیا اور بتایا کہ تم جہالت کی کن گھاٹیوں میں بھٹک رہے ہو۔

تو کچھ تو تھے جنہوں نے حق پہچان لیا اور ایمان لے آئے لیکن اکثریت کا معاملہ اس کے برعکس رہا اور جواب میں وہ یہی کہتے کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو یہی کچھ کرتے دیکھا اسی دین پر پایا سو ہم بھی اسی پر رہیں گے اور ہم تو ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں۔

سو آج بھی جب اسلام واپس اسی حالت میں لوٹ چکا ہے تو اللہ نے ایک مہدی جو کہ محمد بن عبداللہ سے پہلے ہیں ابوبکر البغدادی الحسینی القریشی کو بھیجا جس نے حق اور باطل میں فرق کر دیا۔الگ الگ کر دیا تو حسب سابق کم ہی ہیں جو حق کی گواہی دینے والے ہیں لیکن اس کے برعکس حسب سابق ایک کثیر تعداد ایسی ہے جو اپنے مفادات اور اپنی خواہشات کی قربانی نہیں دینا چاہتی۔جو اپنے باطل عقائد و نظریات کا ہر صورت دفاع کرتے ہیں۔

اگر تقابل کرنا ہے تو ان ادوار کا کرو اور اگر اپنی موجودہ حالت پر ڈٹے رہے تو اپنا عبرتناک انجام کا بھی تدارک کر لو۔

دوسرا نظریہ

''دوسرا نظریہ لکھتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام کا نظریہ یہ ہے کہ تمام اہل الحل والعقد کا اتفاق شرط ہے یعنی ہر شہر میں جتنے بھی اہل الحل والعقد ہو سو سارے اس پر متفق ہوں۔

ان کے تحریر کردہ اس دوسرے نظریے میں اہل الحل والعقد کے متفق ہونے کی شرط عائد کی اور ساتھ تمام شہروں کے اہل الحل والعقد کا وضاحت میں ذکر کر دیا۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے اہل الحل والعقد سے مراد کون لوگ ہیں یعنی ان کی تعریف کیا ہے ان کے نزدیک ہم اسے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

تیسرا نظریہ

اور تیسرا نظریہ یہ ہے کہ جمہور اہل الحل والعقد کا اتفاق۔

اہل حل والعقد کی تعریف میں بیان کرتے ہیں۔

رہبران امت،امت کے سطح پر مشہور جید علماء کرام اور امت کے معتمد اور زو وجاہت لوگ ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے انہوں نے جن تین نظریات کو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منسوب کیا ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

آپ تصور کریں کہ آپ اس دور میں موجود ہیں اور خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ پیش آجاتا ہے اور بیک وقت صحابہؓ مختلف نظریات کی وجہ سے

تین گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ جمہور اہل الحل والعقد کا اتفاق ہونا لازم ہے بصورت دیگر ہم بیعت نہیں کریں گے۔

پھر دوسرا گروہ کہتا ہے کہ تمام کے تمام اہل الحل والعقد یعنی تمام کے تمام شہروں کے الحل والعقد کا جب تک اتفاق نہ ہو ہم بیعت نہیں کریں گے۔

اور پھر تیسرا گروہ وہ یہ کہتا ہے کہ جب تک پوری کی پوری امت متفق نہیں ہو جاتی تب تک ہم بیعت نہیں کریں گے۔

اب اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو کیا انتشار پیدا نہیں ہوگا؟ کیا خلیفہ کا انتخاب ہو پائے گا؟

ہر پہلو سے غور وفکر کریں ان شاء اللہ حق واضع ہو جائے گا۔

اہل الحل والعقد کی تعریف

اب جو اہل الحل والقعد کی جو تعریف بیان کی گئی

رہبران امت، امت کے سطح پر مشہور جید علماء کرام اور امت کے معتمد اور ذو وجاہت لوگ ہوتے ہیں۔

تو اس کا جائزہ لیتے ہیں انہیں کے عقائد کی روشنی میں۔

ایمن الظواہری اور موجودہ القاعدہ کا یہ عقیدہ ہے کہ شیعہ بھی مسلمان ہیں پھر ان کے علاوہ مسلمانوں کی پوری لسٹ تیار کریں۔ اہلحدیث، پھر اہلحدیثوں میں کئی فرقے۔ دیوبندی، دیوبندی حیاتی، دیوبندی مماتی پھر حیاتی اور مماتی میں بھی کئی کئی فرقے۔ صوفی، ان میں بھی کئی سلسلے اور کئی فرقے۔ بریلوی اور میں بھی کئی فرقے۔ اب ہم ان کے اہل الحل والعقد پر نظر دوڑاتے ہیں۔

جناب الیاس قادری جن کے چاہنے والے کروڑوں مسلمان ہیں۔ جو دنیا میں مشہور ہونے، رہبر اور ان کے پیروکاروں کے نزدیک سب سے جید، معتمد اور ذو وجاہت ہونے کے ناطے اہل الحل والعقد میں شمار ہو جاتے ہیں۔

پھر اسی طرح مجدد رواں صدی علامہ خواب ڈاکٹر طاہر القادری صاحب بھی شمار ہو جاتے ہیں۔ اتنے مشہور ہیں کہ دنیا کے اکثر ٹی وی چینلوں پر نظر آتے ہیں اور دنیا کے ۹۰ طاغوتی ممالک میں ان کا نظم قائم ہے یہ بھی کروڑوں نمازیوں کے امام ہیں۔ پھر اسی طرح سراج الحق جماعت اسلامی والے، فضل الرحمٰن، مدینہ یونیورسٹی کے علماء سو، الاظہر یونیورسٹی کے علماء سو، اسی طرح سعودی وعرب ممالک کے علماء سو، پھر اسی طرح کینڈا و یورپ میں مقیم دجالی علماء سو، بڑے بڑے شیعہ علما، شیعوں کے رہبر اعظم، جہادی نامور علماء اب اگر آپ ان میں سے کسی کو بھی نکال دیں تو اس کا مطلب صاف یہ ہوگا کہ آپ ان کے پیروکاروں کو مسلمان نہیں سمجھتے اور یقیناً آپ ایسا کریں گے بھی نہیں۔ اب ایسی صورت میں اگر آپ یہ کہیں کہ پوری امت کسی پر متفق ہو جائے تو آپ کے نزدیک جو امت ہے وہ دن رات آپ کو خوارج جہنم کے کتے

اور کافر کہتی ہے کیا یہ کسی بھی اس شخص پر متفق ہو پائے گی جس کی آپ یعنی ان کے نزدیک آپ کا جو مقام ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے، بیعت کرلیں۔ یقیناً ممکن نہیں ہے تو پھر آپ کیا کریں گے۔

دوسرے نظریے سے رجوع

چلیں آپ کے دوسرے نظریے کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

کہ تمام کے تمام اہل الحل والعقد جس پر متفق ہوں تو یہ بھی ممکن نہیں پہلے نظریے کے نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے اور اگر کسی کا عالم ان کے عقائد و نظریات کے خلاف قدم اٹھا بھی لیتا ہے تو پھر وہ عوام بغاوت کردے گی۔

تیسرے نظریے سے رجوع

اب آتے ہیں تیسرے نظریے کی طرف۔ جمہور اہل الحل والعقد کا اتفاق۔

اب اگر آپ اپنے جہادی علماء جو کہ اختلافات کا شکار ہیں ان کی تعداد کا تقابل کریں باقی علماء سوء سے تو آپ کے جہادی امراء و علماء کی تعداد ان کے سامنے نظر بھی نہیں آئے گی۔ اس لیے جمہور کا اتفاق اسی پر ہوگا جو آپ کو کافر، خوارجی اور جہنم کا کتا ثابت نہ کردے۔

اور آپ کے امام کے انتخاب کے حوالے سے یہ جو نظریات ہیں ان کی روشنی میں یہ آپ کی امت اوبامہ پر متفق ہوسکتی ہے تو ایسی صورت میں آپ پر بھی اس کی بیعت واجب ہوجائے گی ورنہ تو آپ اپنے ہی نظریات کی روشنی میں باغی اور خوارج میں داخل ہوجائیں گے۔

اب آپ سے سوال ہے آپ اپنی ہی شرائط کے پیش نظر کبھی بھی امت کی رہبری نہیں کرسکیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پھر اے صلیبیو، یہودیو اور مشرکو لگے رہو قتل اور لوٹ مار کے بازار گرم کرتے رہو۔ فتنہ و فساد برپا کرتے رہو۔

تاریخی حقائق کی روشنی میں وضاحت

اب ہم الحمدللہ ان تمام باتوں پر روشنی ڈالتے ہیں کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔ سب سے پہلی بات وہ یہ کہ تاریخ میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ ایک ہی وقت میں صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین مختلف نظریات کا شکار ہوئے ہوں۔ البتہ جن کو ہم نظریات کا نام دے رہے ہیں ایسا بھی سرے سے کچھ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب جب خلیفہ کے انتخاب کا وقت آیا تو اس وقت کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کیا گیا تا کہ امت انتشار کی شکار نہ ہو۔

سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کو لے لیجیے جن کے بارے میں کئی لفاظیاں کی جاتی ہیں کہ فلاں بیعت نہ کرتا تو بیعت نہ ہوتی ایسا ہوتا تو نہ ہوتی وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں ہی کئی مواقع پر فرمادیا تھا کہ میرے بعد ابوبکرؓ کا انتخاب کرلینا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی مواقع پر یہ بشارت بھی دے چکے ہوئے تھے کہ میرے بعد میری امت ابوبکر صدیق رضی اللہ

عنہ کو اپنا امام بنا لے گی۔تو جو تین نظریات بیان کیے گئے وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت کہاں تھے؟
ان میں سے کوئی ایک بھی نظر نہ آیا۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا معاملہ بھی سامنے رکھ لیجیے۔آپ کو تاریخ کی مستند کتابوں میں ایسا کچھ نہیں ملے گا البتہ بعد میں آنے والوں نے اپنے اپنے عقائد ونظریات کو درست ثابت کرنے کے لیے تاریخ کی کتابوں سے کچھ الفاظ لیے اور کچھ کو اپنے فن مہارت سے تخلیق کیا اوران کی پیوندکاری کر کے اپنے عقاعد ونظریات کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی اوراس کے بر عکس جب جہالت اپنے عروج پر پہنچنے لگی توان ادوار کے دوران جواہل علم تھے وہ امت کی خیر خواہی کے لیے یہ چاہتے ہوئے کہ کوئی امانت کا اہل انسان امام بنایا جائے جس کے لیے وہ تاریخ سے ان باتوں کا سہارا لیتے جو کہ اپنے اپنے دور کے مطابق وقت کا تقاضہ تھا۔
اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا بھی معاملہ تھا وقت کے تقاضوں کے مدنظر جس میں امت کی عافیت ہوتی اس کو اختیار کر لیا لیکن ہم جیسوں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کی سوسالہ جدوجہد سے وقت نکال کر اسے لامکاں میں لیے گئے۔سوسال کو ایک ہی لمحے پر فٹ کر دیا۔ مثلاً آپ جب بچے تھے تو آپ رینگتے تھے، جب جوان ہوئے تو تیز رفتار میں بھاگتے تھے اور جب بوڑھے ہوں تو چلنے سے بھی عاجز آجائیں تو آپ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد کوئی یہ کہے آپ کے بارے میں کہ وہ انسان ایک سال کی عمر میں گھوڑے کی رفتار سے بھاگتا تھا رینگتا تھا اور چلنے سے بھی عاجز تھا۔آپ نے پوری زندگی کے اعمال کو ایک مخصوص وقت پر منطبق کر دیا۔حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بھاگتا رہا لیکن اس عمر میں نہیں جس کا تعین آپ نے کر دیا۔رینگتا رہا اور چلنے سے بھی عاجز آ گیا لیکن اس عمر میں نہیں جس کا تعین آپ نے کر دیا۔ بلکہ مختلف اوقات اور مختلف مراحل میں ایسا تھا نہ کہ بیک وقت۔

اہل الحل والعقد کی مختصراً وضاحت

اب آتے ہیں کہ اہل الحل والعقد کی تعریف کیا ہے جن کو اہل الشوکۃ بھی کہا گیا ہے۔
بالغ، عاقل، علم میں راسخ، آزاد اور تمکن شدہ زمین پر موجود یعنی دارالسلام کے اندموجود انسان ایسے انسان کا شمار اہل الحل والعقد میں شمار ہو گا۔اب ان میں سے اگر ایک بھی صفت موجود نہ ہو تو اس کا شمار نہیں ہوگا۔
جب آپ نے اس کو سمجھ لیا تو انشاء اللہ تمام معاملات کو سمجھنا مزید آسان ہو جائے گا۔اب جو علاقہ اہل ایمان کے اختیار میں ہوگا یعنی جس پر اللہ نے تمکن عطا کیا ہوگا اور جب امام کا انتخاب کیا جائے گا تو صرف اسی علاقے کے لوگ آزاد شمار کیے جائیں گے ان کے علاوہ کوئی کتنا ہی علم میں راسخ کیوں نہ ہو اگر وہ کفار ومشرکین کے درمیان موجود ہو تو وہ آزاد نہیں بلکل غلام تصور کیا جائے گا کیونکہ وہ طاغوتی نظام کے زیر سایہ موجود ہے تو ایسی صورت میں وہ آزاد نہیں کہلائے گا۔اسی طرح اگر کوئی کتنا ہی علم میں راسخ کیوں نہ ہو مگر وہ اس علاقے میں موجود نہ ہو تو اس کا شمار بھی اس وقت تک اہل الحل والعقد میں نہیں ہوگا جب تک کہ وہ ہجرت کر کے تمام غلامیوں سے آزاد ہو کر اللہ کی سرزمین پر اللہ کا غلام نہ بن جائے۔

اس علاقے کے اہل حل والعقد جو کہ مجلس شوریٰ بھی کہلاتی ہے جوامت کے معاملات کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق چلانے کے لیے امام کی راہنمائی کرتی ہے۔امام کے انتخاب کے لیے کچھ شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے امام کا انتخاب کرے گی۔ سب سے پہلی کہ اس میں وہ تمام اوصاف موجود ہوں جو اہل الحل والعقد میں پائے جاتے ہیں جن میں علم اور تقویٰ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

ان کے علاوہ ایک اور شرط جو میرے نزدیک ہے جسے میں نے اللہ کی کتاب سے اخذ کیا وہ ہے امام کی عمر کم از کم چالیس سال ہونی چاہیئے۔ جب وہ کسی ایسے کا متفقہ انتخاب کرلیں تو پوری امت پر اس کی بیعت فرض ہوجاتی ہے۔البتہ اگر کسی کے علم کی روشنی میں کوئی خامی موجود ہو تو بعد میں اس کی اصلاح کی جائے گی نہ کہ بیعت سے انکار کر کے فتنے کا دروازہ کھولنا۔

اس موضوع پر مزید مفصل اور جامع ترین بات ان شاء اللہ ہم آگے جا کر کریں گے اس لیے یہاں اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

ان شاء اللہ آگے چل کر ان شخصیات پر بھی بات ہوگی جن کو اپنی خواہشات کو پورا کرنے کی غرض سے اہل الحل والعقد میں شمار کرنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے اور اللہ کا دین جو کہ تبدیلی کا متحمل ہی نہیں تبدیلی تو درکنار بلکہ اس کو جڑوں سے کھود کر اس کی جگہ اپنی خواہشات کے تابع کسی دین کی بنیاد رکھی جارہی ہے۔

دوبارہ دوسری وجہ

جو بات پیچھے کی گئی پھر دوبارہ آگے دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے بھی وہی بیان کرتے ہیں۔

اعتراض۔ ''بغدادی صاحب خلیفہ نہیں ہے کہ اس کی خلافت اہل السنۃ والجماعت کے عقیدے کے خلاف ہے اس لیے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ خلافت اہل الحل والعقد کی موافقت سے قائم ہوتی ہے اور اہل الحل والعقد شان وشوکت اور قدرت والے کو کہا جاتا ہے''

جواب۔ سبحان اللہ۔آپ ذرا اس میں غور کیجئے پہلی بات یہ کہ جو پیچھے بیان کیا وہی یہاں بیان کردیا۔شاید پیچھے بیان کرنے سے تسلی نہ ہوئی یا پھر لفاظیاں کرنے کی خاطر یہاں پھر دوبارہ اس کا سہارا لیا گیا اور پھر ساتھ اہل الحل والعقد کی مزید تعریف بھی کی جارہی ہے۔ اور وہ یہ کہ شان وشوکت اور قدرت والے کو کہا جاتا ہے۔اب یہاں مزید وضاحت درکار تھی کہ آپ شان وشوکت اور قدرت کی وضاحت بھی کردیتے لیکن جو آپ کی پوری تحریر سے واضع ہورہا ہے وہ یہی ہے کہ شان وشوکت والا آپ کہ نزدیک وہی ہے جو مال والا اور مشہور ہو جس کے پاس اختیارات ہوں اگر اس کو میعار بنائیں گے تو زرداری اور اس جیسے باقی امت کے رہبران اس میعار پر پورے اتریں گے۔

حالانکہ یہ سب لفاظیاں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضع کردیا کہ کسی کالے کو گورے پر، کسی گورے کو کالے پر، کسی عربی کو عجمی اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت حاصل ہے اگر کوئی فضیلت ہے تو وہ تقویٰ کی بنیاد پر۔

اور آج اسلام جس حالت میں ہے اس وقت کہ بارے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضع کردیا تھا کہ اہل علم اور تقویٰ والے غرباء میں سے ہوں گے۔ یعنی اجنبی اور اس کے برعکس جو مشہور ہوں گے ان میں سے اکثریت بدترین علماء کی ہوگی جو علماء سو اور جہنم کی طرف دعوت دینے والے ہوں گے۔ اس لیے ہمیں اپنے میعارات کو تشکیل دے کر دین کو بدلنے کی بجائے خود کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

پھر جیسے جیسے آگے بڑھتے ہیں تو بار بار کچھ علماء کی تحریروں کا حوالا دیتے ہوئے خلافت کو باطل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے پہلے ہی ہم نے واضع کردیا کہ یہ تمام تر دلائل دین اسلام میں بلکل باطل، مردود اور بے بنیاد ہیں۔ جس میں آپ نے مختلف علماء رحمہ اللہ کی کتابوں سے ان کے اقوال کو چن چن کر اور توڑ مروڑ کر اپنے نظریات کو حق ثابت کی کی ناکام کوشش کے لیے استعمال کیا۔ اگر ان سب کو صحیح مان بھی لیا جائے تو سب سے پہلی بات آپ پر پھر واضع کرتے چلیں جس کے لیے آپ سے ہمارا سوال ہے۔

کہ کیا ان علماء نے اپنی تحریروں میں یہ لکھا کہ یہ قرب قیامت کے قریب قائم ہونے والی آخری خلافت کے حوالے سے تحریر کیا ہے؟

یا ان کی ان تحریروں میں قیامت تک کے لیے راہنمائی ہے؟

جو کہ ایسا بلکل نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت اور قانون فطرت یہ ہے کہ کوئی بھی کام کسی نہ کسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کو بھوک لگے گی تو کھانا کھائیں گے، حاجت محسوس ہوگی تو اس کو رفع کرنے کے لیے مطلقہ جگہ کا رخ کریں گے، پیاس لگے گی تو پانی پیئں گے اور یہ سب اپنے اپنے وقت کی ضرورت ہوں گے نہ کہ آپ نے کھایا تو اس کھانے سے آپ پوری زندگی گزار لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے وقت کی ضرورت تھی لیکن اس کے اثرات مستقبل میں آنے والے وقت پر ضرور مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر کام کسی نہ کسی مقصد کے لیے کیا جاتا ہے بغیر مقصد کوئی بھی کام نہ کبھی ہوا، نہ ہو رہا ہے اور نہ ہی ہوگا یہی قانون فطرت ہے۔

گزشتہ اور موجودہ دور میں راہنمائی کا ذریعہ و میعار

یہی معاملہ ان علماء کی تحریر کردہ کتب کا ہے جو جو علماء جس جس دور میں ہوئے انہوں نے اپنے اپنے دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سامنے آنے والے مسائل کو قرآن وسنہ کی روشنی میں حل کرنے کے لیے یہ کتب مرتب کیں۔ اور جب آپ ایک ہی مسلے کے حل کے لیے مختلف ادوار کے علم میں راسخ علماء کی کتب سے راہنمائی لینے کی کوشش کریں گے تو آپ اس مسلے کو حل کرنے کی بجائے مزید گھمبیر بنا بیٹھیں گے۔ کیونکہ ہر عالم کی کتب سے ایک ہی مسلے پر آپ کو مختلف رائے ملیں گی جو آپ کو کسی ایک نقطے پر لے جانے کی بجائے مزید الجھنوں کا شکار کردیں گی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے ادوار میں پیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے وقت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ کتب مرتب کیں جو کہ اسی دور یا وقت میں ہی راہنمائی کرسکتی ہیں اور آج کے دور میں ان سے راہنمائی لینا ناممکن ہے۔

البتہ آپ ان سے کچھ ایسے مسائل کے حل کے لیے راہنمائی لے سکتے ہیں جو اس دور اور آج کے دور کے مشترکہ مسائل ہیں اور وہ بھی ایسے کہ جن پر وقت کا اطلاق نہیں ہوتا، مثلاً وضو یا غسل وغیرہ کیسے کیا جائے لیکن اس کے برعکس اگر آپ ان کتابوں سے راہنمائی لے کر موجودہ دور کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں گے تو آپ کی ذہنی صلاحت بلکل ایسی ہوگی کہ آپ دجال کا گدھا ہوائی جہاز بنانے کا فارمولہ آج سے ہزار سال پرانی کتابوں سے اخذ کرنے کے دعوے کرنا شروع کردیں۔ اور ایسا کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔

اس لیے قیامت تک راہنمائی صرف اور صرف اللہ کی کتاب ہی کر سکتی ہے اس کے علاوہ اور کوئی بھی ایسا ذریعہ نہیں ہے جو آپ کی راہنمائی کر سکے۔ اس لیے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنہ کے علاوہ اور کوئی بھی ذریعہ قابل حجت نہیں ہوگا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ اور اگر آپ پھر بھی اس پر بضد رہیں گے تو اس کا جواب صرف اور صرف یہی ہے، **لکم دینکم ولی دین**

حسب سابق صفحہ ۱۴ پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب سے حوالہ دے کر دلیل قائم کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اعتراض۔ ''اگر بالفرض عمرؓ اور ایک گروہ ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کرتے اور دوسرے صحابہ کرامؓ نہ کرتے تو ابوبکرؓ امام نہ بنتے تو جمہور صحابہؓ کی بیعت سے بنے جو قدرت والے تھے''

خلفائے راشدین کی بیعت کا ابوبکر البغدادی حفظہ اللہ کی بیعت سے تقابل

جواب۔ پہلی بات۔ اس قائم ہونے والی خلافت کو رد اور باطل ثابت کرنے کے لیے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ سمیت بعد میں آنے والے کسی بھی خلیفہ کی بیعت خلافت کا کسی بھی لحاظ سے آج قائم ہونے والی خلافت سے موازنہ کر کے دلیل اخذ کرنا یا پیش کرنا انتہائی جاہلانہ اور بیہودہ عمل ہوگا اس کی وجہ ہم پیچھے پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ اُس وقت مکمل نظام خلافت موجود تھا تمام ادارے نہ صرف وجود رکھتے تھے بلکہ اپنے اپنے سربراہان کی زیرنگرانی سرگرم تھے۔ خلا صرف امام کا آیا لیکن آج معاملہ سو فیصد مختلف ہے، یعنی خلافت عدم وجود سے وجود میں آئی ہے۔ اس لیے ایسی باتیں کرنے والے ابوجہل سے کم نہیں ہو سکتے۔ اس کے باوجود روشن دلیل اور اتمام حجت کے لیے ہم مزید تسلی کے لیے مزید وضاحت کر رہے ہیں۔

دوسری بات وہ یہ کہ ہم نے پہلے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا کہ اگلے گزرے ہوئے علماء بشمول ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے ادوار میں پیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے وقت کے تقاضے کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی کتب مرتب کیں تا کہ اس وقت کے اہل ایمان فتنوں سے محفوظ رہ سکیں۔ لیکن آج وہ کتب ان معاملات میں کسی صورت بھی راہنمائی نہیں کر سکتیں۔

تیسری بات۔ وہ یہ کہ اگر ابن تیمیہ رحمہ اللہ یا ان کے پائے یا ان سے بڑھ کر کوئی عالم آج بھی موجود ہو تو اس کی بات ایک تو حجت نہیں اور دوسرا اس سے اختلاف کرنے والا کافر یا مرتد نہیں ہو جاتا۔ اس لیے میں الحمدللہ واضح کر دینا چاہتا ہوں ان علماء نے یہ جو لکھا وہ اس وقت کے لیے تو ٹھیک ہو سکتا ہے لیکن آج کے لیے کسی بھی صورت نہیں اس لیے آج کے دور کے لیے میں ان باتوں کو نہ صرف منسوخ سمجھتا ہوں

بلکہ منسوخ قرار دیتے ہوئے اپنے دلائل بھی پیش کرتا ہوں اور ایسا ہرگز نہ سمجھا جائے کہ میں ان علماء کو غلط ثابت کرنے کا دعویٰ کر رہا ہو یا میرا کوئی ایسا مقصد ہے۔

ابو بکرؓ اور عمرؓ کی بیعت بطور دلیل لینا

''بالفرض عمرؓ اور ایک گروہ ابو بکرؓ کے ساتھ بیعت کرتے اور دوسرے صحابہ کرامؓ نہ کرتے تو ابو بکرؓ امام نہ بنتے''

میں یہاں یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا ایسا ہوا کہ باقی صحابہؓ نے بیعت سے انکار کیا یا بیعت نہ کی ہو؟ سب کو علم ہے کہ باقی صحابہؓ جن میں علیؓ سمیت کئی نامور صحابہ موجود تھے سب نے بیعت کر لی حالانکہ آپ کے نظریے کے مطابق باقی نہ کرتے تو امام نہ بنتے۔ کیا باقی صحابہؓ کو یہ علم نہیں تھا؟ اگر تھا تو پھر کسی نے بھی اعتراض کیوں نہ کیا یا کم از کم ایسا کیوں نہ کہا کہ ہم ابھی اس معاملے میں مشاورت کریں گے کیونکہ ابھی تک چند لوگوں نے بیعت کی ہے باقیوں نے نہیں کی اس لیے ابو بکرؓ بھی امام نہیں بنے۔ اور مشاورت کے بعد اگر یہی فیصلہ ہوا تو ہم بھی بیعت کر لیں گے یا کوئی متبادل پیش کریں گے۔ تو کیا ایسا ہوا؟؟؟

نہیں ہوا تو اس سے یہ دلیل بھی اخذ کی جاسکتی ہے جو کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی دلیل سے کئی درجے زیادہ قوی اور مضبوط بنیاد رکھنے والی ہے۔ اور جھٹلایا بھی نہیں جاسکتا کہ ابو بکرؓ ان چند کی بیعت سے امام بن چکے تھے باقی سب نے اس لیے بیعت کر لی کہ اگر بیعت نہ کی، انکار کیا یا ایسی اور کوئی صورت حال پیدا کی تو یہ بغاوت کے زمرے میں آئے گی کیونکہ اس سے فتنے کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

اس دلیل کا اگر ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحریر سے دی جانے والی دلیل سے تقابل کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ صرف قیاس پر مبنی ایک رائے ہو سکتی ہے جس میں کوئی وزن نہیں۔

صفحہ ۱۳ پر ہی

اعتراض۔ ''پہلے خلیفہ کی بیعت اس وقت پوری ہوگئی جب مہاجرین اور انصار کے بڑوں کے درمیان شوریٰ کی تکمیل ہوگئی اور اس قضیہ میں اس بات پر دلالت ہے کہ خلیفہ وقت کا تقرر اور انتخاب وہ لوگ کرینگے جو امت کی سطح پر افضل، ذو وجاہت، علماء اور رہبر ہوں جن کو اہل الحل والعقد کہا جاتا ہے بغدادی صاحب کی تقرری ایسی نہیں ہوئی بلکہ مجاہدین کی جماعت میں جو ذو وجاہت اکابر رہبر ہیں، مشہور جہادی علماء ہیں اور امت کو معاصر عالمی جہاد کا نظریہ اور مفکورہ سکھایا ہے جن کی پشت پر لاکھوں مجاہدین، حامی اور انصار ہیں جیسا کہ ملا صاحب، ظواہری صاحب، مصعب عبدالودود، الجزائر کے مجاہدین کا امیر، یمن کے القائدہ کا امیر، صومال کے شباب کا امیر، شرقی ترکستان (سنک یانگ) فلپائن کا، انڈونیشیا اور ایران کے مجاہدین کے امراء اسی طرح مشہور جہادی علماء کرام جیسا کہ امام الجہاد ابو محمد المقدسی، ابو قتادہ الفلسطینی، عبداللہ المحسنی، ھانی السباعی، ابو منذر الشنقیطی۔۔۔ ان میں سے کسی کا بھی بغدادی صاحب کے ساتھ موافقت نہیں ہے''

جواب۔ ان ۶۶ صفحات پر مشتمل خلافت کو باطل ثابت کرنے کی کتاب میں بار بار لفظ اہل الحل والعقد استعمال کیا گیا جس پر نظر ڈالتے ہوئے ان شاءاللہ آگے بڑھتے ہیں۔

اہل الحل والعقد لفظ نہ ہی اللہ کی کتاب قرآن میں ملتا ہے، نہ ہی اللہ کے رسول محمد رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم کی سیرت اور نہ صحابہؓ کی سوسالہ جدوجہد میں۔ ہاں اگر ہمیں قرآن وسنہ اور صحابہؓ کے دور سے کوئی لفظ ملتا ہے تو وہ ہے لفظ شوریٰ۔ اور اگر مزید غور وفکر کیا جائے تو کئی صدیاں بعد یہ لفظ متعارف کروایا گیا جو کہ لفظ شوریٰ کی بگاڑی ہوئی شکل ہے یا پھر یوں کہہ لیجیئے کہ لفظ شوریٰ کی بجائے اہل الحل والعقد کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

شوریٰ کی جگہ ان الفاظ نے کیوں لے لی یا دی گئی یہ تفصیل طلب موضوع ہے جس کو ان شاءاللہ موقع کی مناسبت سے ایک الگ موضوع کے طور پر بیان کریں گے۔

یہاں اس میں جو اعتراضات اٹھائے گے ان میں ایک بات تو یہ کہ انہون نے کچھ لوگوں کی طرف اشارہ اور کچھ کے باقاعدہ نام لے کر ان کو اہل الحل والعقد قرار دیا یعنی شوریٰ قرار دیا اور ساتھ یہ کہا کہ ان لوگوں نے بیعت نہیں کی لحاظہ یہ خلافت باطل ہے۔

ایک طرف امت امت کے رٹے لگائے جاتے ہیں اور علی اعلان شیعوں کو بھی امت میں شمار کیا جاتا ہے اور دوسری طرف منافقت کی انتہا دیکھیں جب اپنے ہی خوابوں اور خیالوں میں شوریٰ (اہل الحل والعقد) کا قیام عمل میں لاتے ہیں تو اس میں شیعوں تو کیا اپنے علاوہ اور کسی کو نمائندگی نہیں دیتے یعنی امت سے خارج کر دیتے ہیں۔

پھر یہ کیسی شوریٰ ہے ایک رکن بھی منظر عام پر نہیں ہے۔ اکثریت کے تو نام انہیں خود بھی پتہ نہیں اگر ہوتے تو یہاں ان کی طرف اشارہ کر کے کام نہ چلایا گیا ہوتا۔ سب کے سب غائب کچھ تو ایسے ہیں کہ جو پچھلے ۱۳ سال سے ایسے غائب ہیں کہ جیسے دنیا میں ہی نہ ہوں۔ تو آپ خود غور کیجیے کہ یہ کیسی شوریٰ ہے جو پوری دنیا میں بکھری پڑی ہے، آپس میں کوئی رابطہ ہی نہیں، غائب ہیں تو ایسی صورت میں یہ کیسے امت کی قسمت کے فیصلے کر سکتے ہیں۔

حالانکہ شوریٰ اور خلافت اسلامیہ کے مخالفین کے اہل الحل والعقد اس پیمانے پر ہی پورا نہیں اترتے جو پیمانہ شوریٰ میں داخل ہونے کے لیے درکار ہوتا ہے۔

بالغ، عاقل، علم میں راسخ، آزاد اور تمکن شدہ زمین پر موجود۔ اس ترازو پر ان تمام شخصیات کو تولیے، ان شاءاللہ حق واضع ہوجائے گا۔

اب آجائیں فرداً فرداً واضع بیان کردہ شخصیات کی طرف۔

امام الجہاد ابو محمد المقدسی

اردن سے تعلق رکھتے ہیں کئی کتابوں کے مصنف ہیں ۹۰ کی دہائی میں پاکستان اور افغانستان میں جہاد کی غرض سے کچھ وقت گزارا، کافی

کتابیں لکھیں جن میں موجودہ طاغوتی ممالک کے حکمرانوں کے ارتداد اور کفر کو کھول کھول کر بیان کیا اور اس شخص کو بھی مرتد سمجھتے تھے جو ان حکمرانوں کی خاموش حمایت تک کیوں نہ کرتا جس وجہ سے کئی بار جیلوں میں بند رہے لیکن وقت کے پہیے نے پچھلی زندگی کی تمام کاوشوں پر اس وقت پانی پھیر دیا جب مصلحت پسندی کا لبادہ اوڑھ لیا اور اپنے ہی پھیلائے ہوئے عقائد ونظریات سے تائب ہو گئے۔آج کل اردن کی حکومت ان کے نزدیک ارتداد سے باہر آچکی ہے اور جو اردن کے مرتد فوجیوں یا حکومتی اہلکار کو قتل کرے وہ خوارجی اور باغی ہے جس کی وجہ سے واجب القتل، اردن اب اسلامی حکومت ہے، آج کل اردنی وانٹرنیشنل میڈیا کی زینت بنے ہوئے ہیں اور پچھلے دنوں یورپ کی ٹھنڈی اور پرسکون فضاؤں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔خلافت اسلامیہ کی قید میں قتل کر دیے جانے والے امریکیوں کی رہائی کے لیے خلافت اسلامیہ کو قائل کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہے اور ناکام ہونے کی صورت میں دشمنی پر اتر آئے جس وجہ سے اردنی وعالمی صلیبیوں اور یہود کی آنکھوں کا تارہ بنے ہوئے ہیں۔

امام الجہاد ابوقتادہ الفلسطینی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن بڑے پیٹ والا نہیں ہوسکتا لیکن ان صاحب کا پیٹ کافی تندرست ہے جس کی وجہ کوکاکولا نہایت شوق سے پیتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانے پر پھونک مت مارو، کسی کہ چہرے پر پھونک مت مارو۔تشریح۔سانس لینے کی صورت میں باہر آنے والی گیس کی ہیئت تبدیل ہو چکی ہوتی ہے اگر دوبارہ وہ گیس جسم میں چلی جائے یا اس میں موجود جرثومے چلے جائیں تو مختلف بیماریاں جنم لیتی ہیں اور اگر جسم میں اس گیس کی مقدار ایک حد سے بڑھ جائے تو موت بھی واقع ہو جاتی ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کیونکہ تزکیے کے لیے دنیا میں بھیجا گیا لیکن اس سے انسان خود کو الٹا مزید خبیث بنا لیتا ہے۔اور یہ امام الجہاد اسی گیس کو کوکاکولا کی صورت میں کئی گناہ زیادہ مقدار میں اپنے اندر انڈیلتے ہیں۔اب ذرا یہ غور کیجیے جس انسان کو یہ ہی علم نہ ہو کہ دنیا میں کس مقصد کے لیے بھیجا گیا وہ اسلام کا عالم ہوسکتا ہے یا شیطان کا؟

زندگی کا بیشتر حصہ لندن کی پرسکون فضاء میں گزار چکے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اولاد ابھی بھی وہیں مقیم ہے صلیبیوں کے درمیان، آج کل اردن میں پورے پروٹوکول سے کھلے عام جہاد کر رہے ہیں۔خلافت اسلامیہ کے خلاف زہر اگلنے میں یہود ونصاریٰ کو بھی پیچھے چھوڑ رکھا ہے۔ جس دن سے خلافت کا اعلان ہوا اس دن سے عبداللہ بن سباء اور ابن ملجم کا کردار نبا رہے ہیں۔خلافت اسلامیہ کے خلاف فتویٰ سازی میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔

امام الجہاد عبداللہ المحسنی

یہ نوجوان ہیں القاعدہ الجدید کے جو اس وقت جبہۃ النصرۃ شام میں ہیں۔ان کے والد محمد المحسنی کا سعودی عرب کے انتہائی امیر افراد میں شمار ہوتا ہے۔امام کعبہ کے طور پر بھی جانے جاتے ہیں اور ان کہ بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے امریکہ کے خلاف بدعا کی رمضان ۱۴۲۲

ہجری یعنی دسمبر ۲۰۰۱ میں جس کی وجہ سے ان کو جیل میں ڈال دیا گیا۔لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔مصدقہ ترین بات یہ ہے کہ امریکہ کے خلاف بددعا انہوں نے رمضان ۱۴۲۲ ہجری کو ضرور کی لیکن ان کو کبھی بھی جیل میں نہیں ڈالا گیا اور جیل میں ڈالنے کی جو افواہیں اڑائی گئیں ان میں جیل میں ڈالنے کی تاریخ ۲۰۰۵ کی بتائی جاتی ہے حالانکہ انہیں کبھی بھی جیل میں نہیں ڈالا گیا، بہر حال اگر ایسا ہوا بھی تو آپ خود اندازہ لگائیے کہ بددعا ۲۰۰۱ میں اور جیل ۲۰۰۵ میں۔

ان کے بارے میں یہ بھی تصدیق شدہ ہے کہ یہ شروع سے ہی سعودی حکمرانوں کی بیعت کرتے آئے ہیں گزشتہ بادشاہ عبداللہ مرتد کی بیعت بھی کی ہوئی تھی اور موجود کی بھی کی ہوئی ہے۔ان کے صاحبزادے جو تحریک طالبان پاکستان اور القائدہ کے امام الجہاد ہیں۔ان کا ظہور ۲۰۱۳ میں ہوا۔اور امام الجہاد بن گئے۔سعودی بادشاہ کی بیعت میں ہیں، عملی طور پر میدان قتال سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔لباس، بندوق اور مختلف مجاہد شخصیات کے ساتھ تصاویر بنوا کر سوشل میڈیا پر شیئر کرنے کا انتہائی شوقین ہیں۔۲۴ گھنٹے میں نیند کے علاوہ زیادہ تر وقت ٹویٹر اور فیسبک پر جہاد کرتے ہیں۔مجاہدین کی جاسوسی، ان میں اختلافات پیدا کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، ترکی اور سعودی عرب آزادانہ آتے جاتے رہتے ہیں۔لیکن کسی ملک کو امام الجہاد سے کوئی خطرہ نہیں۔خلافت اسلامیہ کے خلاف فتویٰ ساز فیکٹری اور افواہ ساز فیکٹری کا کردار احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔

امام الجہاد ڈاکٹر ہانی السباعی

یہ صاحب جن کا پوری زندگی میں عملی جہاد کا کوئی اشارہ بھی نہیں ملتا۔ملکہ الزبتھ برطانیہ کی وفاداری کا حلف اٹھائے ہوئے ہیں یعنی ملکہ الزبتھ کی بیعت کی ہوئی ہے۔انگلینڈ کی فضاؤں میں پرسکوں اور آرام دہ جہاد کرتے ہیں۔انٹرنیشنل میڈیا کا پسندیدہ کردار ہیں۔

خلافت اسلامیہ کے قیام سے پہلے انٹرنیشنل میڈیا ڈاکٹر ہانی السباعی کے طور پر متعارف کرواتا تھا لیکن جب سے خلافت اسلامیہ کے خلاف خوارج اور مرتد کے فتوے جاری کرنا شروع کیے تب سے انٹرنیشنل میڈیا ڈاکٹر کی بجائے شیخ ہانی السباعی کے طور پر متعارف کراتا ہے۔

ان کے بارے جو سب سے حیران کن بات ہے وہ یہ کہ یہ صاحب برطانیہ میں کھلے عام برطانوی افواج کے قتال پر حطبات ارشاد فرماتے ہیں لیکن برطانوی حکومت کو ان سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں۔

امام الجہاد ڈاکٹر طارق الحلیم

یہ جناب عرصہ دراز سے کینڈا میں مقیم ہیں وہیں کی شہریت حاصل کر رکھی ہے ملکہ الزبتھ سے وفاداری کا حلف اٹھایا ہوا ہے۔ان کے قریب سے جاننے والوں میں سے ہمارے ذرائع کے مطابق دین کی سمجھ سے بلکل عاری انسان ہیں۔دجالی سہولتوں اور مراعات کی صورت میں دنیاوی زندگی سے خوب لطف اندوز ہو رہے ہیں۔خلافت اسلامیہ کے خلاف صلیبی میڈیا کا باعتماد کردار ہیں خود کو القاعدہ کے نمائندے کے

طور پر پیش کرتے ہیں لیکن خیران کن بات یہ ہے کہ صلیبی دنیا نے جس القاعدہ کے ادنا سے ادنا کارکن پر پوری دنیا کی زمین تنگ کردی اسی القاعدہ کے اعلیٰ رہنماء کو مہمانوں کی طرح رکھا ہوا ہے اور خوب عزت وشہرت کے مقام پر فائز کیا ہوا ہے۔

علیؓ نے کہا اے حارث شخصیات کو دیکھ کر تردد کا شکار مت ہو، حق کو پہچانو اہل حق کو خود بخود پہچان جاو گے

جیسے جیسے پڑھتے جائیں تو آپ کو ہر صفحے پر بار بار ایک ہی بات ملے گی کہ بغدادی صاحب خلیفہ نہیں ہیں کیونکہ اہل العقد، مشہور، طاقت والے اور ذو وجاہت وغیرہ لوگوں نے بیعت نہیں کی۔ ہم اب مزید اس بات بات کر کے وقت ضائع نہیں کریں گے اور نہ ہم مزید اس کی کوئی ضرورت سمجھتے ہیں البتہ ہم مخصوص نقطوں کو سامنے لاتے ہوئے ان کی گمراہی اور جہالت کو آشکار کرنے کے لیے مدلل گفتگو کریں گے۔

جو نظریات یہ بار بار پیش کر رہے ہیں ان کی کوئی مثال اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے اور نہ ہی خلفا راشدین کی سیرت سے ملتی ہے البتہ اگر ان نظریات کا آج کے ابلیسی نظام جمہوریت سے موازنہ کیا جائے تو دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔ اس لیے ہمارا مشوہ تو یہی ہے کہ جب آپ خفیہ طور پر دجالی نظام کا حصہ بننے کے لیے بھرپور تگ ودو کر ہی رہے ہیں اور اللہ کے دین کو دین ابلیس بنانے کی کوشش کر ہی رہے ہیں تو منافقت کے لبادے میں کیوں۔ ظاہراً اور اعلاناً اس کی جدوجہد شروع کردیں اور بہر حال آج پوری دنیا آپ کی منافقت سے آگاہ ہو بھی چکی ہے۔

اللہ نے قرآن میں واضع کردیا کہ اکثریت کی اگر مانو گے تو گمراہ ہی ہوگے

لیکن آپ بار بار جس مقام کے لائق صرف اللہ کی ذات لائق ہے اس پر اوروں کو بٹھا کر انتہائی بے شرمی کے ساتھ شرک عظیم کا ارتکاب کر رہے ہیں جس پر آپ کو ندامت کی بجائے الٹا فخر بھی ہے۔

صفحہ ۲۴

بغدادی صاحب شرعی خلیفہ نہیں

اعتراض۔ ''بغدادی صاحب شرعی خلیفہ نہیں ہے اس لئے کہ شرعی خلیفہ وہ ہوتا ہے جسکو ساری امت مسلمہ کے دین اور دنیا کا عموی اختیار حاصل ہو اور بغدادی صاحب کو سب امت کے دین ودنیا کا کیا بلکہ ہزارویں حصہ پر بھی یہ اختیار حاصل نہیں ہے''

جواب۔ اس اعتراض کے جواب کو جاننے کے لیے ہمیں سب سے پہلے امت کے تصور کو قرآن سے سمجھنا پڑے گا۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ط مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ.

آل عمران ۱۱۰

تھے تم امتوں میں خیر، نکالا گیا تمہیں لوگوں کے لیے، حکم کروایا جائے معروف کے ساتھ اور منع کروایا جائے منکر سے اور مومن بنایا جائے اللہ کیساتھ اور اگر ایمان لے آتے اہل کتاب میں سے تو خیر تھی ان کے لیے، ان میں ہیں مومن اور اکثریت اللہ کے احکامات کو بدل دینے والی ہے۔

امت اور اہل کتاب میں فرق

اس آیت پر مختصر بات کرتے ہیں۔ آیت کے شروع میں امت کے تصور کا اصل مقصد اللہ نے واضع کر دیا۔ جب ہم اس مقصد کو جان لیں گے تو امت کا اصل تصور بھی خود بخود ہم پر واضع ہو جائے گا۔

بہر حال ہم کچھ مثالوں سے اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ تصور کریں کہ آپ کے وسیع و عریض کھیت ہیں اور فصلیں اگائی ہوئی ہیں۔ آس پاس کے علاقوں میں سور اور بھیڑیئے موجود ہیں تو کیا آپ اپنی فصلوں کو ایسے ہی چھوڑ دیں گے؟

نہیں بلکہ ان کی حفاظت کی جائے گی۔ جس کے لیے آپ کچھ لوگوں کے ساتھ معاوضہ اور اپنی شرائط طے کر کے فصلوں کی حفاظت کی پر معمور کر دیتے ہیں۔ یعنی آپ ان کے ذریعے سور اور بھیڑیوں سے فصلوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔

اب اگر ان میں سے کوئی اس ذمہ داری کو ترک کر دے تو اس کے نقصانات کیا ہوں گے اور کیا پھر بھی آپ اس کا شمار اس گروہ میں کریں گے اور اسے وہ معاوضہ دیں گے؟

یقیناً نہیں کیونکہ جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اسے معاوضہ دینا تھا اس نے وہ مقصد ہی پورا نہ کیا جس کی وجہ سے الٹا آپ کا ہی نقصان ہو گیا آپ کی فصلیں تباہ ہو گئیں۔

پھر اگر کوئی اپنی ذمہ داری ٹھیک طریقے سے ادا نہ کرے جس کی وجہ سے جانور فصلوں کو تباہ کرتے رہیں تو کیا آپ ان کو اسی طرح رہنے دیں گے؟

نہیں بلکہ انہیں تنبیہ کی جائے گی ورنہ ان کی چھٹی کرا کے اوروں کو لے آیا جائے گا۔ حالانکہ وہ اس کے اہل تھے تو آپ انہیں اس ذمہ داری کے لیے لے کر آئے اس کے باوجود انہوں نے ذمہ داری کو ترک کر دیا۔

بلکل اسی طرح اللہ نے انسانوں کو زمین پر ایک مقصد کو پورا کرنے کے لیے بھیجا جو کہ ہر ایک کا ذاتی مقصد ہے لیکن اس کے علاوہ ایک اور مقصد ہے جس کو پورا کیے بغیر کوئی انسان بھی اس مقصد کو پورا نہیں کر سکے گا جس کے لیے بھیجا گیا۔

پہلا مقصد جو کہ دوسرے مقصد کے پورا ہونے سے مشروط ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان بہت سی ایسی مخلوقات کو خلق کیا جو اللہ کی ایسی چراہ گاہ ہیں جو انسان پر حرام ہیں اللہ کے غیب۔ لیکن شیطان جو کہ کھلا دشمن ہے وہ انسانوں کے مقصد کو پورا کرنے میں رکاوٹ بنے گا جس کے لیے وہ دوسرے مقصد کو پورا نہیں کرنے دے گا۔ وہ ہے کہ اللہ نے اپنی حرام چراہ گاہ کی حفاظت کی ذمہ

داری کچھ ایسے انسانوں کے حوالے کر دی جو اس کے اہل ہیں۔ وہ امت کہلائیں گے جب تک وہ اس ذمہ داری کو پورا کریں گے۔ اور اگر اس ذمہ داری کو ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ وہ ذمہ داری ان کے علاوہ اوروں کو دے دیں گے۔ جنہوں نے ذمہ داری ترک کر دی ان کو امت سے نکال دیا جائے گا۔ کیونکہ اگر وہ اس ذمہ داری کو پورا کریں گے تو باقی انسانوں پر دنیا میں آنے کا مقصد اور اسے پورا کرنے کا طریقہ واضع اور آسان ہو جائے گا۔ ورنہ دنیا کے حالات ایسے ہو جائیں گے کہ فتنوں کی وجہ سے انسان پر یہ واضع ہی نہیں ہو سکے گا کہ اسے کس مقصد کے لیے اس دنیا میں بھیجا گیا۔

پھر آپ سکول کی ہی مثال لے لیجئے اگر آپ مہینے میں حد سے زیادہ چھٹیاں کریں تو آپ کا نام رجسٹر سے خارج کر دیا جائے گا۔

بلکل اسی طرح اگر تو آپ اس ذمہ داری کو پورا کریں گے جس کے لیے آپ کا امت میں شمار ہے تو آپ امت کا حصہ رہیں گے لیکن اگر آپ نے اس ذمہ داری کو ترک کر دیا تو آپ امت کا حصہ نہیں رہیں گے۔ آپ کا نام امت سے خارج کر دیا جائے گا اور آپ کو اس کا علم بھی نہیں ہوگا۔

امت میں شمار ہونے کی ذمہ داری کیا ہے اس آیت میں بلکل واضع کر دی اللہ نے۔ اللہ کے قانون کا اطلاق کروایا جائے گا انسانوں پر۔ یعنی نظام خلافت کا قیام اور اسے آگے چلانا۔ پوری اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کو قائم کرنا۔ اس کے تمام شریک ہونے کے دعویداروں کا خاتمہ۔

اب جو اس ذمہ داری کو پورا کریں گے وہ تو امت میں شمار ہوں گے اور جو اسے ذمہ داری کو ترک کریں گے وہ صرف اہل کتاب کہلائیں گے۔ اور ان کے لیے خیر اسی میں ہے کہ وہ مومن بن جائیں یعنی عملی طور پر اس ذمہ داری کو پورا کرنا شروع کر دیں۔

آپ نے اہل کتاب کو امت بنا دیا جس کی قرآن کسی بھی صورت اجازت نہیں دیتا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے جنہیں امت کہا ان پر خلیفۃ المسلمین کو مکمل اختیار حاصل ہے لیکن جو امت میں شمار نہیں جو کہ اہل کتاب ہیں ان پر تب تک اختیار حاصل نہ ہوگا جب تک کے ان کے علاقوں کو فتح کر کے دین قائم نہ کر دیا جائے۔

آپ نے اہل کتاب اور امت کو خلط ملط کر دیا اس لیے آپ پہلے اللہ کی کتاب سے اس فرق کو جاننے کی کوشش کریں۔

پیچھے اہل کتاب کی بھی وضاحت گزر چکی ہے لیکن ضرورت کیمطابق مختصراً یہاں بھی بیان کر دیتے ہیں۔

قرآن کی آخری آیت کے نازل ہونے سے پہلے تک اہل کتاب وہ تھے جو قرآن سے پہلے مکمل شدہ کتابوں پر ایمان لانے والے تھے لیکن جب قرآن مکمل ہو گیا تو باقی کتابوں کے ساتھ اس کتاب قرآن پر ایمان لانے والے اہل کتاب کہلائیں گے جو اس پر ایمان نہیں لائے انہیں اللہ نے کافر و مشرک قرار دیا۔ اب وہ کافر و مشرک ہیں اہل کتاب نہیں۔ اس لیے اب صرف اور صرف وہی اہل کتاب کہلائیں گے جو قرآن پر ایمان لانے والے ہیں جیسے مسلمان کہلوانے والوں میں تمام کے تمام فرقے۔

خلافت کیا ہے

صفحہ۲۵

اعتراض۔ ’’خلافت نبی علیہ السلام کے نائب ہونے کے طریقے پر دین اور دنیا کے کاموں میں عمومی رہبری کو کہا جاتا ہے اور بغدادی صاحب کو امت کی یہ عمومی رہبری حاصل نہیں ہے‘‘

جواب۔ خلافت کا مادہ ’’خ ل ف‘‘ یعنی خلف جس کے معنی ہیں بعد والا۔

پوری کائنات کا اختیار براہ راست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس کا نظام چلا رہا ہے لیکن اس کائنات میں واحد زمین ایک ایسا سیارہ ہے جس پر موجود مٹی کی تہہ جو ارض کہلاتی ہے پر اختیار اللہ نے بنی آدم کو دیا ہے یعنی اس کا نظام اور اختیار سوائے ملکیت کے بنی آدم کو دے دیا اور جیسے اللہ تعالیٰ باقی پوری تمام کائنات کا نظام چلا رہے ہیں اور تمام مخلوقات اس کی پابند ہیں ان پر اس کی بات ماننا فرض ہے ورنہ انجام سے دوچار ہونا پڑے گا اسی طرح زمین پر جس کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے وہ اللہ کا خلیفہ کہلاتا ہے یعنی مالک ہونے کے ناطے پہلا مقام اللہ کا اور اللہ کے بعد اس وقت اس کا مقام ہوتا ہے جس کے اختیار میں زمین کا اختیار ہوتا ہے جس پر فرض ہوگا کہ وہ اس زمین کا نظام اسی فطرت پر چلائے اور دوسروں کو اس کا پابند بنائے جس پر پوری کائنات کا نظام چلایا جا رہا ہے اور اگر کوئی اس کے مقابلے میں کھڑا ہو کر فطرت میں تبدیلی کا باعث بنے تو ایسے کے ساتھ سخت سے سخت برتاو کیا جائے۔

اس لیے یہ کہنا کہ خلافت رہبری کا نام ہے یہ انتہائی جاہلانہ بات ہے۔ رہبری کا مطلب ہے راہنمائی کرنا۔ یعنی مثال کے طور پر آپ کو دوسرے شہر جانا ہے جس کے لیے آپ کو راہنمائی درکار ہے تو آپ کسی سے راہنمائی لیتے ہیں اب جس نے آپ کی راہنمائی کی کہ آپ کیسے اس شہر پہنچ سکتے ہیں اس کو آپ پر کوئی اختیار حاصل نہیں، یعنی آپ کی مرضی ہے آپ اس کی بات پر عمل کریں یا نہ کریں لیکن خلافت صرف رہبری نہیں خلافت اللہ کی سنت کیمطابق اختیارات کا نام ہے۔

خلافت زمینی وفضائی حملوں کی زد میں

’’یہ خود اور اس کا مجموعہ حالت جنگ میں ہیں اور جنگ جیتنے اور ہارنے کا اب تک کوئی نتیجہ معلوم نہیں ہے اس لیے یہ منطقہ عالمی صیہونی رافضی اتحاد کی طرف سے فضائی اور زمینی حملوں کی زد میں ہے جنگ مجاہدین کی فتح پر تب تمام ہوگی جب مجاہدین پر فضائی وزمینی حملے رک جائیں گے۔ اور پر امن فضا میں اپنا نظام بنائیں‘‘

جواب۔

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ.

ابراهیم ۴۶

اور چلیں چالیں جوان کی چالیں تھیں اور اللہ کے پاس ان کی چالیں، اور ان کی چالیں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں

آپ کے اس اعتراض کا جواب اللہ کی کتاب سے اس ایک آیت سے ہی کافی ہے۔ یہ اللہ کے دشمنوں کی چالین ہیں جو مومنوں کے خلاف وہ چلتے ہیں۔ اللہ نے قرآن میں اس سے آگاہ کر دیا نہ صرف آگاہ کر دیا بلکہ ساتھ بشارت بھی دے دی کہ ان کی چالیں اللہ کے پاس ہیں۔ یہ تو صرف آزمائش ہے اللہ کی طرف سے ایمان کا دعویٰ کرنے والوں پر۔ باقی یہ اہل ایمان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ مومنون کی تو ہر لحاظ سے اس میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔ باقی اگر کوئی اس اعتراض کو لے کر مومنوں کی جماعت سے دور رہنے کے لیے عذر بناتا ہے تو ایسا انسان صرف اور صرف اپنی لیے گمراہی وخسارے کا سودا کرے گا۔

یہ بمباری اور حملے تو کچھ بھی نہیں جیسے جیسے وقت گزرتا جائے گا اللہ کے دشمن اپنی آخری حد تک جائیں گے۔ گھبرائیں گے وہی جن کو موت سے کراہت اور دنیا سے محبت ہو۔ مومنوں کے لیے تو اس میں ان کے رب کی طرف سے راحت ہوتی ہے۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ. الانبیاء ۶۸

کہا انہوں نے جلا دو اور نصرت کرو تمہارے الہٰوں کی اگر تم تھے کرنے والے

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ . الانبیاء ۶۹

کہا ہم نے اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر

ان آیات سے واضح سمجھا جا سکتا ہے کہ اس وقت ابراھیم علیہ السلام کو کوئی قدرت وطاقت حاصل نہیں تھی مشرکین قوت میں اتنے بڑھ کر تھے کہ زمین پر اپنے الہٰ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے اور کسی کو ان کے خلاف کرنے کی جرأت نہ تھی اگر کوئی ایسا کرنے کی جرأت کرے تو اسے زندہ جلا دیا جاتا۔ اس کے باوجود ابراھیم علیہ السلام نے کسی مصلحت کا سہارا نہیں لیا۔ یہ نہیں کہا کہ پہلے میں طاقت حاصل لوں پھر اللہ کے دین کے قیام کے بارے میں سوچوں گا مشرکوں کے خلاف ہاتھ نہیں اٹھاوں گا۔ ایسا کچھ نہیں ملتا۔ جو ملتا ہے وہ سامنے ہے یہی ملت ابراہیم ہے اور اسی میں داخل ہونے کا حکم اللہ نے دیا۔ یہی اللہ پر توکل ہے جیسا توکل کرنے کا حق ہے اسی کے نتیجے میں پھر اللہ اپنا وعدہ بھی پورا کرتا ہے جیسا کہ ابراھیم علیہ السلام کے ساتھ کیا۔ مشرکین کی طرف سے آگ جلائی گئی جو بہت ہی شدید تھی انہیں آگ میں ڈالا گیا لیکن نتیجہ کیا

نکلا کیا آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو جلا دیا؟

لوگو ہمارا رب اللہ ہے اور تمام عالمین کا بھی، آگ کا بھی رب اللہ ہے سو آگ ہو یا اس کائنات کی کوئی بھی شئے اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ . البقرة ۲۰

اس میں کچھ شک نہیں اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔

سو آج اگر تم ہمیں دجالی قوتوں سے ڈرانا چاہتے ہو کہ ان کے ڈر سے ہم پیچھے ہٹ جائیں اور ملت ابراھیم علیہ السلام میں داخل نہ ہوں تو ان شاء اللہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور سے ڈرنے والے نہیں اور نہ ہی اپنے رب کے عائد کردہ فرائض کو پورا کرنے سے پیچھے ہٹنے والے ہیں خواہ کتنی ہی شدید آگ کیوں نہ ہم پر برسائی جائے۔

ہمیں تو اللہ کی طرف سے بس یہی حکم ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ط

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا. النساء ۱۲۵

اور اس سے احسن دین کس کا جس نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا اس کا چہرہ اللہ کے لیے اور وہی ہے احسان کرنے والا، اور اتباع کرو ملت ابراہیم کی ہر طرف سے کٹ کر یک رخ ہو کر، اور اخذ کر لیا اللہ نے ابراہیم کو خلیل

سورۃ الصافات، آیت ۱۰۹

سَلٰمٌ عَلٰى اِبْرٰهِیْمَ. الصافات ۱۰۹

سلامتی ہے ابراھیم علیہ السلام پر۔

یعنی کہ ابراھیم علیہ السلام کی حفاظت کا ذمہ اللہ کہ پاس ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، دنیا میں بھی ان کی حفاظت اور آخرت میں بھی، تو پھر کیا ان پر سلام نہیں جو ابراھیم علیہ السلام کی ملت میں ایسے داخل ہوئے جیسا کہ داخل ہونے کا حق ہے؟

کیوں نہیں یہ تو اللہ کا وعدہ ہے تو پھر جب دنیا و آخرت میں حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ خود لے لیں تو پھر ڈر کس کا؟ خوف کس کا؟ کیا ہم اللہ سے مایوس ہو جائیں؟ نعوذ باللہ

اللہ نے اگلی آیت میں ایسے غلاموں کو بشارت بھی سنا دی۔

كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ . الصافات ۱۱۰

بلکل اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو

یہ فضائی وزمینی حملے مومنوں پر آزمائش ہیں، یہ انبیاء کی سنت ہیں۔
اور کیا نعوذ باللہ، اللہ کفار سے عاجز آ گیا جوان کو روک نہیں سکتا؟ نہیں بلکہ اسی طرح تو اللہ طیب کو خبیث سے الگ کرتا ہے اور عنقریب کافروں کے لیے ذلت ورسوائی ہے۔اوران کے لیے بھی جوان وجوہات کو عذر بنا کر اللہ کی نصرت کرنے والوں سے دور ہو جائیں۔

پانچویں وجہ

صفحہ ۲۶ پر پانچویں وجہ بیان کرتے ہیں

اعتراض۔ ''بغدادی صاحب شرعی خلیفہ نہیں ہے اس لئے کہ شرعی خلیفہ اس کو کہتے ہیں جس کی تقرری شرعی تین طریقوں میں سے ایک کے ساتھ ہوئی ہو۔

ا۔اہل الحل والعقد یعنی اہل القدرت والشوکۃ کریں

ان میں بھی دو طریقے ہیں۔

ا.ا۔ اہل الحل والعقد کا تعین سابقہ خلیفہ کرے۔

ا.۲۔اہل الحل والعقد کا تعین سابقہ خلیفہ نے نہ کیا ہو جو پہلے سے مقرر کی گئی ہو۔

صفحہ ۲۶

''اہل الحل والعقد کے علاوہ کسی اور کی بیعت کا کوئی اعتبار نہیں''

''اہل الحل والعقد کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو طاقت والے ہوں، علماء ہوں، لیڈر ہوں، معاشرے کے بڑے ہوں، امت کے رہبر ہوں ان کی بیعت کی وجہ سے خلافت کا مقصود حاصل ہوتا ہے''

''اور بغدادی صاحب کی اعلان کردہ خلافت اس بیعت سے محروم ہے اس وجہ سے خلافت منعقد نہیں ہوئی''

جواب۔ خلافت قائم کی جاتی ہے منعقد نہیں ہوتی

اہل الحل والعقد کی مفصل وضاحت

اس مقام پر پہلے ہم اہل الحل والعقد اور اہل الشوکۃ پر مفصل روشنی ڈالتے ہیں تاکہ ان اعتراضات کو علم کی روشنی میں پرکھا جا سکے

اہل الحل والعقد

اہل کے معنی والے یا قابل، حل کے معنی ہیں حل مسلے وغیرہ کو سلجھانا ہے۔و کے معنی اور، عقد کے معنی دو اشیاء کو گرہ لگا کر جوڑنے کے ہیں۔

مثال کے طور پر دو یا زیادہ فریقین کے درمیان کوئی تنازعہ یا مسلہ بن جائے تو اس تنازعہ یا مسلے کا حل نکال کر ان فریقین کو دوبارہ آپس میں جوڑنے والے کو اہل الحل والعقد کہا جاتا ہے۔

اہل الشوکۃ۔شوکۃ کے معنی ہیں جن کے پاس حکومتی اختیارات ہوں۔مثلاً، ولایتوں یعنی صوبوں کے گورنر، پولیس وافواج کے سربراہان اور قاضی وغیرہ۔عام فہم میں ایسے لوگ جو اعلیٰ حکومتی عہدوں پر فائز ہوتے ہیں ان کو اہل الشوکۃ کہا جاتا ہے۔لیکن نظام خلافت کے اندر اہل الشوکۃ سے مراد تمام ولائیتوں کے گورنر اور القدرت سے مراد ہر وہ شخصیت ہوگی جو بھی حکومتی اداروں کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوگی۔

انہوں نے لکھا ''اہل الحل والعقد یعنی اہل القدرت والشوکۃ کریں''

مطلب یہ کہ تینوں گروہوں کو ایک سے تعبیر کر رہے ہیں حالانکہ یہ بلکل غلط اور جاہلانہ بات ہے۔

اہل الحل والعقد اور اہل الشوکۃ اور اہل القدرت تینوں ہی الگ الگ ہیں۔

اہل الحل والعقد ہونے کے لیے طاقت واختیار کا ہونا لازمی نہیں ہے اور اس کے برعکس اہل الشوکۃ صرف وہی کہلائیں گے جن کے پاس طاقت واختیار ہوگا۔

اہل الحل والعقد ہونے کے لیے علم کا ہونا شرط ہے اور ویسے تو کسی بھی معاملے یا مسلے وغیرہ کی نوعیت کے اعتبار سے اس کو سلجھانے کی صلاحیت رکھنے والا اہل الحل والعقد کہلائے گا لیکن یہاں موضوع صرف خلافت سمیت پورا اللہ کا دین ہے اسی لیے بات صرف خلافت کے تناظر میں ہوگی۔اس حوالے سے اہل الحل والعقد صرف وہی کہلا سکتے ہیں جو راسخ علم والے ہوں اور ان کی عملی زندگی سیرت رسول اللہ ﷺ کا مظہر ہو اس کے علاوہ کوئی بھی اہل الحل والعقد میں شمار نہیں ہوسکتا۔اس کو مزید آسانی سے سمجھنے کے لیے ہم وضاحت کر دیتے ہیں۔

بالغ، عاقل، علم میں راسخ، آزاد، تمکن شدہ زمین پر موجود ہو جس میں بھی یہ شرائط پائی جاتی ہوں صرف اور صرف اسی کا شمار اہل الحل والعقد میں ہوگا بصورت دیگر مثال کے طور پر انسان کسی ایسی سرزمین پر رہ رہا ہے جہاں طاغوت کا نظام ہے ایسا انسان خواہ علم میں کتنا راسخ ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ اہل الحل والعقد میں شمار نہیں ہوگا کیونکہ وہ آزاد نہیں ہے وہ طاغوت کے سائے میں رہتے ہوئے چاہتے خلافت کے معاملے میں ناقابل اعتماد ہوگا خواہ وہ کتنا ہی ایماندار ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ہوسکتا ہے وہ مجبور کیا ہوا ہو یا ایسی کوئی بھی صورت ہوسکتی ہے۔اس لیے ان شرائط میں سے اگر ایک بھی کم ہو تو ایسا شخص کسی بھی صورت اہل الحل والعقد میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

البتہ اگر مسلے کی نوعیت کوئی اور ہو نچی سطح پر تو اس حوالے سے بات نہیں ہو رہی۔

اہل الشوکۃ کا وجود خلافت کے وجود سے مشروط ہے۔یعنی پہلے خلافت ہوگی تو اس کی ولائیتوں کے گورنر ہوں گے جو اہل الشوکۃ والقدرت کہلائیں گے۔لیکن تب بھی اگر نئے خلیفہ کے انتخاب کا مرحلہ درپیش آئے تو اگر اہل الشوکۃ والقدرت کا شمار اہل الحل والعقد میں نہ ہو تو ان

کی بیعت بلکل بھی ضروری نہیں ہوگی۔

مثال کے طور پر اگر کوئی ایسا انسان خلیفہ بن جائے جو امانت کا اہل نہ ہو اور وہ تمام ولائیتوں یا کسی ایک پر بھی کسی ایسے شخص کو والی مقرر کرتا ہے جو راسخ العلم، بالغ، عاقل نہ ہو یا ان میں سے کوئی ایک بھی خوبی موجود نہ ہو تو ایسا انسان اس کا اہل نہیں تھا اور نہ ہی ایسے انسان کو نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے شوریٰ میں شامل کیا جائے گا۔ نیا آنے والا خلیفہ سب سے پہلے ایسے والیوں اور اہل القدرت شخصیات کو معزول کر کے ان عہدوں کے اہل اشخاص کو مقرر کرے گا۔

اگر تو ان عہدوں پر اہل شخصیات مقرر ہوں تو ایسی شخصیات شوریٰ میں شامل ہونے کی اہل ہوں گی۔ شوریٰ یعنی کسی بھی کام میں مشاورت کرنے والی شخصیات۔ کہ جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہو تو راسخ العلم شخصیات بیٹھ کر اس پر غور و خوض کریں اور وہ آخر میں ایک بہترین حل تک پہنچ جائیں گے۔

اہل القدرت وہ تمام شخصیات کہلائیں گی جن کے پاس کسی نہ کسی حکومتی ادارے کا اختیار ہو۔ مثلاً قاضی، پولیس وافواج وغیرہ کے سربراہان اور اس کے علاوہ تمام گورنر اور بذات خود خلیفہ کا بھی اس میں شمار ہو جاتا ہے۔

اب اس سارے علم کی روشنی میں جب آپ غور کریں گے تو آپ کے لیے یہ واضع ہو جائے گا کہ اہل الحل والعقد ہونے کے لیے خلافت کا قیام شرط نہیں ہے لیکن اس کے برعکس اہل الشوکۃ کے لیے خلافت کا قیام شرط ہے یعنی خلافت موجود ہوگی تو اہل الشوکۃ کا وجود ہوگا ورنہ اہل االقدرت کے وجود کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر کوئی انسان یہ نظریہ رکھتا ہے کہ حکومت نہیں بھی تو تمام وزراء ہو سکتے ہیں، تمام کیا اگر ایک کے حوالے سے بھی ایسا نظریہ ہو تو ایسا انسان کوئی پاگل ہی ہو سکتا ہے۔ یعنی کہ خلافت ابھی قائم ہی نہیں، عدم وجود سے وجود میں آنے کا مرحلہ ہے اور اہل الشوکۃ والقدرت موجود ہیں تو یہ دعویٰ بلکل ایسا ہی ہوگا کہ کوئی یہ کہے کہ وہ اپنے والد سے پہلے پیدا ہو گیا۔

اہل الحل والعقد کا تعین

ان کی یہ پہلی بات ہی غلط ہے، کم علمی اور جہالت پر مبنی ہیں ''اہل الحل والعقد یعنی اہل القدرت والشوکۃ''

''ان میں بھی دو طریقے ہیں۔

۱.۱۔ اہل الحل والعقد کا تعین سابقہ خلیفہ کرے۔

۱.۲۔ اہل الحل والعقد کا تعین سابقہ خلیفہ نے نہ کیا ہو جو پہلے سے مقرر کی گئی ہو''

''اہل الحل والعقد کا تعین سابقہ خلیفہ کرے'' پہلی بات تو یہ کہ یہ بات بلکل بے بنیاد ہے اور دوسرا یہاں پر یہ بات کرنا کسی بھی طرح سے مناسب نہیں تھا نہ ہی علمی و عقلی اعتبار سے اس کا کوئی وجوب بنتا تھا۔ کیونکہ جب خلافت قائم ہی نہیں اور جب خلافت ہی نہیں تو خلیفہ کا تو کوئی تصور بھی نہیں ہو سکتا پھر ایسے میں یہ نظریہ رکھنا کہ خلیفہ اہل الحل والعقد کا تعین کرے تو یہ بات انتہائی جاہلانہ ہے اس کا واضع مطلب یہ

ہے کہ خلیفہ کے بغیر اہل الحل والعقد کا وجود ہی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جب اہل الحل والعقد کا تعین خلیفہ نے کرنا ہے اور آج جب خلافت ایک صدی تک نہیں تھی تو پھر اہل الحل والعقد کا وجود بھی ناممکن ہو جاتا ہے ان کے اس نظریے سے یہ خود ہی غلط ثابت ہو جاتے ہیں جب اہل الحل والعقد کا وجود ہی نہیں تو پھر یہ عذر ہی بے بنیاد ہے کہ اہل الحل والعقد کی بیعت کے بغیر خلافت قائم نہیں ہوتی۔

آگے مزید یہ بیان کر کے ''اہل الحل والعقد کا تعین سابقہ خلیفہ نے نہ کیا ہو جو پہلے سے مقرر کی گئی ہو'' اپنی پہلی دلیل کو بے بنیاد بنا ڈالا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلے سے کس کی طرف سے مقرر ہو؟ کون مقرر کرے گا؟

اس طرح اور بھی درجنوں سوالات پیدا ہو جاتے ہیں جن میں کئی کے جوابات ناممکن اور جن کے ممکن ہوں ان جوابات سے پھر سوالات نکل پڑتے ہیں اور سوالات و جوابات کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کی اپنی کوئی بنیاد ہے ہی نہیں ایسے نظریات بلکل بے بنیاد اور کھوکھلے ہوتے ہیں بلکل ایسے جیسے چٹان کے اوپر اگے ہوئے درخت کی مانند جس کی جڑیں اوپر ہی اوپر ہوتی ہیں ہلکا سا طوفان اسے اکھاڑ پھینکتا ہے لیکن اس کے برعکس راسخ علم کا معاملہ اسے درخت کی مانند ہوتا جس کی جڑیں مضبوط اور زمین کی گہرائی میں ہوتی ہیں جو سخت سے سخت طوفان میں بھی قائم رہتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے پیچھے بھی ذکر کیا ان نظریات کا شائبہ تک بھی قرآن میں ملتا ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں پھر نہ ہی خلفائے راشدین کے دور اور ان کی سنت میں۔ بلکہ یہ اپنے اپنے ادوار کے مطابق وقت کے تقاضے کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروریات تھیں جن کو ہم نے دین بنا لیا جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی کتاب سے تعلق توڑ کر یہود و نصاریٰ کی روش اختیار کرتے ہوئے اپنے علماء سو کے پیچھے اندھوں کی طرح لگ جانا۔

اللہ کی کتاب اور رسول ﷺ کی سنت سے جو چیز ملے گی وہ شوریٰ ہے۔ لفظ شوریٰ کے فلسفے کو بھی بگاڑ دیا گیا اور اس کی جگہ ان الفاظ کو استعمال کیا جانے لگا ''اہل الحل والعقد'' وغیرہ۔ اور شوریٰ میں شامل وہی ہو سکتے ہیں جن میں اوپر بیان کردہ شرائط موجود ہوں۔ اور شوریٰ کے قطعی طور پر کوئی کمیٹی یا ادارہ نہیں ہوتا بلکہ یہ پیچھے بیان کردہ شراط پر پورا اترنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ جو دارالاسلام میں کہیں بھی ہو سکتے ہیں۔ کسی بھی معاملے یا فیصلے کے لیے اکٹھے ہو سکتے ہیں، ممکن نہ ہو تو خط و کتابت کے ذریعے بھی شامل ہو سکتے ہیں اسی طرح اگر کوئی فیصلہ ہوتا ہے اور اس میں واقعی ہی کوئی نقص ہو اور اصلاح درکار ہو جو آپ کے علم میں ہو اور آپ بھی بیان کردہ شرائط پر پورے اترتے ہوں تو آپ اپنی طرف سے اس پر بات پہنچا سکتے ہیں ذمہ داران آپ کی بات پر غور و فکر کرنے کے پابند ہوں گے۔ یہ وہ شوریٰ کا نظریہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں واضع کر دیا جس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ خلیفہ اس کا تعین کرے یا کوئی اور۔

قابل اور ناقابل اعتبار بیعت

اعتراض۔ ''اہل الحل والعقد کے علاوہ کسی اور کی بیعت کا کوئی اعتبار نہیں''

''اہل الحل والعقد کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو طاقت والے ہوں، علماء ہوں، لیڈر ہوں، معاشرے کے بڑے ہوں، امت کے رہبر ہوں ان کی بیعت کی وجہ سے خلافت کا مقصود حاصل ہوتا ہے''

جواب۔ آپ کی یہ بات بلکل ٹھیک ہے کہ ''اہل الحل والعقد کے علاوہ کسی اور کی بیعت کا کوئی اعتبار نہیں''، لیکن اعتراض اس پر ہے ''اہل الحل والعقد کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو طاقت والے ہوں، علماء ہوں، لیڈر ہوں، معاشرے کے بڑے ہوں، امت کے رہبر ہوں''

آپ نے ایک تو اہل الحل والعقد کا مطلب ہی بگاڑ دیا اور دوسرا ان کو اہل الشوکۃ یعنی حکومتی عہدیداروں کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ پیچھے بیان کردہ علم کی روشنی میں دیکھیئے ان شاء اللہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں رہے گا بشرطیکہ ایمان کی رائی بھی ہو۔

کیونکہ اہل الحل والعقد کے بغیر جب کوئی چھوٹے سے چھوٹا مسلہ حل نہیں ہوسکتا تو پھر خلافت کا قیام کیسے ممکن ہوسکتا ہے اور آج اگر یہ قائم ہوگئی ہے تو پھر بلکل واضح ہے کہ اس کے پیچھے اور قائم کرنے والے اہل الحل والعقد ہی ہیں۔ اگر کوئی نہ مانے گا تو اللہ کی قسم وہ صرف اور صرف اپنا ہی نقصان کرے گا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہ پہچا سکے گا۔ یہ خلافت جنہوں نے قائم کی کیا ان کا اپنا اس میں کوئی دنیاوی مفاد ہے اگر ایسا ہے تو خلافت کی خاطر اپنی جانیں کیوں قربان کررہے ہیں، پوری دنیا سے دشمنی مول لی ہے کیا وہ پاگل ہیں کہ حقیر دنیاوی مفادات کے لیے پوری دنیا سے دشمنی مول لیں۔ کیونکہ کوئی بھی مادہ پرست مشرک ایسا کرنا تو دور سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ وہ دنیاوی زندگی کو ہر شئے پر ترجیح دیتا ہے زندگی ہے تو باقی سب اور ایسے میں وہ کسی ایسے سے دشمنی کیوں مول لے گا تو طاقت ور ہو جو قدرت واختیار رکھتا ہو جو پوری دنیا میں تلوار بے نیام کے ساتھ گشت کررہا ہو اور اپنے خلاف ہر آواز کو خاموش کررہا ہو۔

اس لیے جان لیجیے ان بے خودہ دلائل سے آپ خود کو جھوٹی تسلی کے سوا کچھ نہیں دے سکتے

اور جن کو آپ بار بار اہل الحل والعقد اور اہل الشوکۃ بنا کر پیش کررہے ہیں ان کے بارے میں میں صرف یہی کہوں گا کہ تانبے پر سونے کا پانی چڑھا کر آپ کمہار کو تو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر سنار کو نہیں۔ اور پھر تانبہ بھی ایسا کہ جس کے ہر طرف سے سونے کا پانی اتر چکا اور تانبہ واضح ہو چکا پھر ایسی صورت میں کمہار کو تو دور کی بات آپ کسی بھی کم سے کم عقل کو بھی دھوکہ نہیں دے سکتے سوائے کسی پاگل و بے وقوف کے۔

یہ موضوع انتہائی اہم ہے اور ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس کا حل واضع نہ کیا ہو اور اس کے باوجود اگر ہمیں اللہ کی کتاب سے ایسی شرائط نہ ملیں اور ہم پھر بھی اسی پر بضدر ہیں تو اس کے یہی چند مطالب ہوسکتے ہیں۔

پہلا یہ کہ آپ کا اللہ کی کتاب پر ایمان ہی نہیں۔ کہ اس کتاب میں اللہ نے ہر معاملے کی راہنمائی کردی ہے۔

دوسرا یہ کہ یا پھر اللہ تعالیٰ اس معاملے پر ہماری راہنمائی کرنا بھول گئے۔ نعوذ باللہ۔

جو ہم نے خود اس حوالے سے طرح طرح کے نظریات قائم کر کے ان کو دین کا حصہ بنا کر اللہ کے خالص دین کو ہی بدل ڈالا۔

تیسرا۔ یا پھر یہ کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ نے خیانت کی انہوں نے ہم تک نہ پہنچایا یا وہ بھول گئے جس کی وجہ سے ہم تک مکمل دین ہی نہیں

پہنچا۔

اگر تو ہمارا اللہ پر اس کی کتابوں، رسولوں، ملائکہ اور یوم آخرۃ پر ایمان ہے تو ہمیں خود کو تبدیل کرنا پڑے گا۔ اللہ کی کتاب کو راہنمائی کا ذریعہ اور عمل رسول اللہ ﷺ کے عمل کے عین مطابق کرنا پڑے گا۔ ورنہ آسمانوں اور زمین میں اور کوئی ایسی ذات نہیں جو ہماری استعانت کر سکے گمراہی ہمارا مقدر ہوگی۔

بڑوں کے علاوہ کسی اور کی بیعت نا قابل اعتبار

صفحہ ۲۷

اعتراض۔ ''خلافت کی بیعت میں معتبر مسلمانوں کے بڑوں اور رہبروں کی بیعت ہے کسی اور کی بیعت کا اعتبار نہیں اور بغدادی صاحب اپنی خلافت کا اعلان کر رہا تھا تو مشہور رہبر اور بڑوں میں سے کسی کی بھی اس کے ساتھ بیعت نہیں تھی اور اب بھی ایسی صورت حال ہے تو اہل الحل والعقد کی موافقت کے بغیر کوئی کس طرح خلیفہ بن سکتا ہے''

''خلافت کی بیعت میں صرف بڑوں اور رہبروں کی بیعت معتبر ہے''

''عام شوریٰ اور اہل الحل والعقد کی شوریٰ میں فرق معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ عام شوریٰ میں امتیازی صفت علم ہے کہ عام شوریٰ میں علم ضرور ہوگا اور جو شوریٰ احل اور عقد کرتا ہے عزل اور نصب کرتا ہے تو اس میں امتیازی صفت طاقت اور شوکت ہے''

''یہ طرز عمل بلکل غلط ہے''

جواب۔ ''خلافت کی بیعت میں معتبر مسلمانوں کے بڑوں اور رہبروں کی بیعت ہے کسی اور کی بیعت کا اعتبار نہیں''

اگر اس کو ٹھیک مان لیا جائے تو پھر سب سے پہلے یہ واضع ہو جاتا ہے کہ تمام مسلمان معتبر نہیں ہوتے۔ یہاں مسلم کا مطلب واضع کرتے چلتے ہیں لفظی معنی کے اعتبار سے اس کے معنی سلامتی پانے والا ہے لیکن جب مزید اس کی گہرائی میں جائیں اور تفسیر کریں تو آسان ترین اور جامع ترین مطلب یہ ہے کہ ایسا انسان جو ہر عمل اللہ کی مرضی کے مطابق کرتا ہے۔ اب جو اپنا ہر عمل اللہ کی مرضی کے مطابق کرے یا کرنے کی کوشش کرے وہ کوئی بھی ہو معتبر ہوتا ہے اور ایسوں کو معتبر اور غیر معتبر میں تقسیم کرنا انتہائی جاہلانہ عمل ہے۔ البتہ اگر ہم اپنے عقائد و نظریات کو اللہ پر ترجیح دیں تو ہمارے نزدیک ارب سے زائد مسلمان موجود ہیں پھر ہمیں ان کی معتبر اور غیر معتبر کے علاوہ اور کئی لحاظ سے تقسیم کرنا پڑے گا اور ہمیں خود کا بھی علم نہیں ہوگا کہ ہم کس فرقے میں شمار ہو رہے ہوں گے۔

آپ نے یہاں یہ بات اس لیے کی کہ عام عوام کو دھوکہ میں رکھنے کے لیے تو آپ سب کو مسلمان تسلیم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور سب کو

امت محمدﷺ میں شمار کرتے ہیں لیکن حقیقت اس کے بلکل برعکس ہے وہ یہ کہ آپ صرف خود کو ہی مسلم سمجھتے ہیں دوسرے سب آپ کے نزدیک مشرک وخوارج وکافر ہیں۔اسی لیے آپ نے معتبر مسلمانوں کے بڑوں اور رہبروں کی بیعت کا ذکر کیا۔اور اگر ایسا نہیں ہے،ہم اپنے اس دعویٰ میں غلط ہیں تو پھر کیا آپ بریلویوں،صوفیوں،شیعوں وغیرہ سمیت باقی سب کے بڑوں کو بھی اس میں شامل کریں گے؟ ہاں البتہ آپ کریں گے اس صورت میں جب خلافت کا قیام اللہ آپ کے علاوہ اوروں سے کروائے لیکن اگر آپ کا اللہ نے انتخاب کیا ہوتا تو پھر ایسا ہرگز نہیں ہونا تھا پھر صرف آپ ہی مومن ومسلم ہوتے ہر لحاظ سے اور ہر سطح پر حالانکہ آپ کی حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے آپ لوگوں کی صفوں میں اب صرف منافقین ومشرکین ہی رہ چکے ہیں۔

''مشہور رہبر اور بڑوں میں سے کسی کی بھی اس کے ساتھ بیعت نہیں تھی اور اب بھی ایسی صورت حال ہے''

کوئی بھی اہل ایمان اس سطر کو بغور جائزہ لے اور پیچھے ان کے عقائد ونظریات جن کا انہوں نے اظہار کیا اس کی روشنی میں جائزہ لے تو اس پر حقیقت واضع ہو جائے گی کی یہ کون لوگ ہیں؟ ان کے عقائد کے مطابق شیعہ مسلمان ہیں جب شیعہ مسلمان ہیں تو باقی سب بھی امت میں شمار ہوں گے تو ایسی صورت میں پھر ان تمام شخصیات کے ناموں کو جمع کریں جو مشہور ہیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اگر یہ اہل الحل والعقد ہیں تو خلافت قیامت تک قائم نہیں ہو سکتی مگر اوبامہ مسلمانوں کا امام بن سکتا ہے۔کیونکہ مشہور شخصیات کا جو ہم نے پیچھے ذکر کر دیا اور آپ بھی غور وفکر کر سکتے ہیں کہ کون کون سے علماء سو ہیں مختلف فرقوں کے جو مشہور ہیں تو معاملہ بلکل واضع ہو جائے گا۔

''خلافت کی بیعت میں صرف بڑوں اور رہبروں کی بیعت معتبر ہے''

پیچھے اہل الحل والعقد کا رٹا لگاتے رہے لیکن یہاں وہ مقام اپنے بڑوں کو دے دیا اور ساتھ ان کی بیعت سے ہی خلافت کے قیام کو مشروط کر دیا۔ان کے نظریات اور سوچ انتہائی انتشار کا شکار ہیں کیونکہ اب تک یہ اہل احل والعقد کی وضاحت ہی نہیں کر سکے۔ جس کو چاہتے ہیں اس مسند پر بیٹھا دیتے ہیں یہ بھی نہیں دیکھتے کہ خواہ وہ آپس میں دشمن ہی کیوں نہ ہوں۔اس لیے پہلے آپ اہل الحل والعقد کا تعین کر لیں کہ وہ کون لوگ ہوتے ہیں پھر آگے بات کیجیے گا۔اللہ کی قسم مجھے اب تک کی آپ کی تحریر انتہائی غیر سنجیدہ اور جہالت سے بھرپور نظر آئی ہے۔ صرف اور صرف وقت کا ضیاع اور شیطان کی غلامی ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

قیام خلافت کا طرز عمل بلکل غلط

پھر کہتے ہیں ''یہ طرز عمل بلکل غلط ہے'' یعنی خلافت کا قیام اس طرح بلکل غلط ہے کیونکہ ان کے نزدیک خلافت کے قیام کا صرف اور صرف واحد ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے ایک طرف جہاد کے نام پر بغیر کسی پالیسی کے مخلص مومنوں کو دھوکہ دو اور ساتھ ابلیسی جمہوری نظام جو

کہ ان کے نزدیک اصل ہے اس کے ذریعے سے اقتدار حاصل کرو یہی خلافت ہے اور پارلیمنٹ شوریٰ۔ اس کی تصدیق مصر میں اخوان المسلمون سے ان کے مراسم اور ان کی مکمل سپورٹ سے کی جاسکتی ہے۔ اور ان کے امیروں میں سے بڑے امیر ایمن الظواہری بذات خود اخوانی ہیں۔ اور مصر کے جمہوری ابلیسی انتخابات میں اخوان المسلمون کو جتوانے کے لیے انتہائی سرگرم رہے۔ حتیٰ کہ مرسی کے جیل جانے کے بعد بھی اسے دعاوں اور اعلیٰ القاب سے نوازتے رہے۔ جس نے مصر میں مجاہدین پر وہ ظلم ڈھائے جس کی آج تک مصر کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ ان پر مصری فوج کو چڑھایا بلکل ایسے ہی جیسے آج پاکستانی فوج ضرب عضب کے نام پر کر رہی ہے۔

''یہ طرز عمل بلکل غلط ہے'' یعنی خلافت کا قیام اس طرح بلکل غلط ہے کیونکہ یہ اللہ کی کتاب کے احکامات کے عین مطابق ہے اور اس میں ہر لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت جھلکتی ہے۔ اس لیے یہ بلکل غلط ہے۔

سابقہ خلیفہ کا وصی خلیفہ ہوگا

صفحہ ۳۰، ۳۱

اعتراض۔ ''دوسرا شرعی طریقہ یہ ہے کہ سابقہ خلیفہ نے ایک ایسے آدمی کے بارے میں وصیت کی ہو جس میں خلافت کے شرائط موجود ہوں اور خلیفہ کی وفات کے بعد عام لوگ اس کے ساتھ بیعت کریں تب اس کی خلافت قائم ہوتی ہے تو بغدادی صاحب سے پہلے کوئی ایسا خلیفہ نہیں گزرا ہے جس نے اسکے بارے میں وصیت کی ہو''

جواب۔ اگر یہ طریقہ شرعی ہے تو زمین پر آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک خلافت کا سلسلہ ٹوٹنا نہیں چاہیئے تھا یا پھر رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے سے لیکر قیامت تک۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ایسا تو نہیں ہوا خلافت جو کہ حق والی خلافت تھی نبوت کے نقش قدم پر وہ تھی خلفائے راشدین کی خلافت جو مجموعی طور پر ۳۰ سال تھی اس کے علاوہ خلافت ملوکیت سمیت مختلف صورتوں میں رہی اور آخر کار وہ بھی نہ رہا اور پچھلی ایک صدی سے خلافت کا وجود ہی نہیں۔ وہ امت جس کو رسول اللہ ﷺ نے ایک جسم کی مانند کہا اسے کے تمام اعضاء کو کاٹ کر علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا اور اس پر بھوکے بھیڑیے چھوڑ دیئے گئے۔ جب خلافت ہی نہیں تو خلیفہ کا تصور کہا پھر آئندہ خلیفہ کے لیے وصیت کون کرے کرے گا؟

تو ایسی بات لکھنا کہ یہ ایک شرعی طریقہ ہے اور بغدادی صاحب سے پہلے کوئی خلیفہ نہیں گزرا جس نے ان کے خلیفہ ہونے کی وصیت کی ہو یہ انتہائی جاہلانہ اور گھٹیا ترین بات ہے ایسا لکھنے والا انتہائی جاہل انسان ہوسکتا ہے۔ یہ تو بلکل ایسا ہی ہے کہ کہ ابھی بنیاد رکھی ہی نہیں دیواریں تعمیر ہی نہیں کیں تو کوئی بضد ہو کہ پہلے چھت ڈالو، چھت ڈالو۔

اور اگر ایسا ممکن ہوتا بھی تو کوئی بھی خلیفہ بذات خود یہ فیصلہ نہیں کرسکتا کہ میرے بعد فلاں خلیفہ ہوگا البتہ اس صورت میں کہ وہ شوریٰ سے

اپنے پسندیدہ شخص کے بارے مشوریٰ کرے اور سب اس پر متفق ہوجائیں اسی صورت میں وہ وصیت کر سکتا ہے اس کے علاوہ اسے کوئی حق نہیں کہ وہ ایسا کرے اور نہ ہی اس کی ایسی وصیت پر عمل کیا جائے گا۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ وصیت میں اپنی خواہش اور رائے کا اظہار کر دے پھر بعد والوں پر منحصر ہے کہ وہ اس کی رائے کا احترام کرتے ہوئے وصی کے بارے مشاورت کریں یا پھر ترک کر دیں۔ کیونکہ اصل میعار اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ اللہ نے اپنی کتاب میں شورائیت کو واضع کر دیا اور تنازعہ کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کا حکم دیا۔

زور اور غلبے کے ساتھ خلیفہ بننا

صفحہ ۳۱

اعتراض۔ ''تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک آدمی زور اور غلبے کے ساتھ اہل الحل والعقد کے مشورے اور خلیفہ سابق کی وصیت کے بغیر اپنی خلافت کا اعلان کرے''

مسند ابی یعلی کی حدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''من تولیٰ قوماً بغیرِ اذنهم فعلیه لعنة الله''

جو بھی مسلمانوں کا حاکم، خلیفہ، بادشاہ مسلمانوں کی رضا کے بغیر بنا اس پر اللہ کی لعنت ہے

لیکن پھر بھی اگر کسی ایک کا غلبہ کامل ہوجائے تو مسلمانوں کی وحدت کی خاطر اور فتنے کے سدباب کی خاطر اس کی خلافت منعقد ہوجاتی ہے تو بغدادی صاحب کی خلافت پر تغلب کا اطلاق بھی نہیں ہوسکتا''

صفحہ ۳۲

''متغلب کی خلافت تب ثابت ہوتی ہے جب سب لوگ اس پر جمع ہوجائیں اور اگر سب لوگ اس پر جمع نہ ہوں اور اس کی اطاعت نہ کریں تو اسکے خلاف خروج کرنے والے باغی نہیں جیسا کہ حسینؓ نے یزید پر خروج کیا چونکہ یزید متغلب تھا اور سب لوگ اس پر جمع نہیں تھے''

جواب۔ ایک طرف متغلب بھی نہ کہنا اور دوسری طرف خلافت کے خلاف خروج کی دلیل بھی دے رہے ہیں۔

''یزید کا انتخاب معاویہؓ نے کیا تھا لیکن اسکی وفات کے بعد سب لوگوں نے اس انتخاب اور وصیت کی موافقت نہیں کی اور اہل حجاز نے بیعت سے انکار کیا اور کوفہ والے بھی حسینؓ کی طرف خطوط لکھ رہے تھے''

پیچھے انہوں نے اپنے دلائل سے یہ ثابت کیا کہ خلیفہ کے تعین کا ایک شرعی طریقہ یہ ہے کہ سابقہ خلیفہ کی طرف سے انتخاب یا وصیت سے بھی ممکن ہے لیکن یہاں یہ یزید کو متغلب خلیفہ کہہ رہے ہیں یعنی وہ طاقت کے بل پر زبردستی مسلط ہوا اور پھر تھوڑا آگے جا کر لکھتے ہیں کہ

''یزید کا انتخاب معاویہؓ نے کیا تھا'' معاویہؓ یزید کے والد تھے اور وہ خلیفہ تھے جب انہوں نے خلیفہ ہونے کے ناطے یزید کا انتخاب کیا تو پھر یزید متغلب تو نہ ہوا۔

آپ کے عقائد کے مطابق جو آپ نے پیچھے دلائل دیئے ان کے مطابق تو وہ شرعی خلیفہ تھا کیونکہ آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ اہل الشوکۃ والقدرۃ کی بیعت سے بنتا ہے، تو تمام اہل الشوکۃ والقدرۃ یعنی گورنروں نے یزید کی بیعت فوری کر لی تھی اہل حجاز کے اہل الشوکۃ سمیت۔

آپ کے عقیدے کے مطابق تو یزید شرعی خلیفہ ثابت ہو جاتا ہے تو پھر نعوذ باللہ حسین رضی اللہ عنہ خوارجی و باغی ٹھہرے؟؟؟

اور پھر دوسری جگہ پر آپ نے یزید کو متغلب خلیفہ کہا جب اہل الشوکۃ والقدرۃ کی بیعت سے یزید شرعی خلیفہ بن گیا تو پھر متغلب کیسے تھا؟؟؟ اور اس سے آپ کی پیچھے بیان کردہ دلیل کا آپ کے اپنے ہی دلائل سے رد ہو جاتا ہے۔

یا پھر یہ واضع کریں کہ آپ کی کس دلیل کو صحیح سمجھ کر لیا جائے اور کس کو رد کیا جائے۔ کیونکہ ایک جگہ آپ یزید کو شرعی خلیفہ ثابت کرتے ہیں لیکن دوسری جگہ متغلب۔ ایسا کیوں؟ یہ سوچوں میں انتشار کیوں؟

آپ کا عقیدہ نمبر ایک۔ سابقہ خلیفہ جس کا تعین کرے وہ شرعی خلیفہ بن جاتا ہے اور اس کی بیعت واجب ہو جاتی ہے

عقیدہ نمبر دو۔ اہل الشوکۃ والقدرۃ کی بیعت سے خلیفہ بن جاتا ہے اور خلافت قائم ہو جاتی ہے اور بیعت واجب ہو جاتی ہے

عقیدہ نمبر تین۔ متغلب کو جب غلبہ حاصل ہو جائے تو وہ خلیفہ بن جاتا ہے اور بیعت واجب ہو جاتی ہے

شاید اس لیے کہ آپ تاریخ سے ناواقف ہیں اور اگر تاریخ سے واقف ہیں بھی تو ان واقعات کو اللہ کی کتاب کی بجائے اپنے عقائد و نظریات کی روشنی میں دیکھ رہے ہیں جس وجہ سے آپ کو کئی مصلحتوں کا سہارا بھی لینا پڑھ رہا ہے اور آپ کسی ایک نقطے پر متفق نہیں ہو پا رہے ہے۔

اب آپ کے تحریر کردہ ان دلائل کا آپس میں موازنہ کیا جائے تو آپ کے ان دلائل کی جو شرعی حثیت ہے جو آپ نے پہنائی وہ بلکل واضع ہو جاتی ہے کہ ایسی کوئی شرعی شرط یا شئے سرے سے ہے ہی نہیں یہ صرف آپ کی لغویات ہیں۔

یزید اور واقعہ کربلا

مختصر مگر غیر جانبدارانہ اور حقائق کی روشنی میں

معاویہؓ نے اپنی حیات میں ہی یزید کا اپنے بعد خلیفہ کے طور پر انتخاب کر لیا نہ صرف انتخاب کیا بلکہ انہوں نے اپنی حیات میں ہی اہل الشوکۃ یعنی تقریباً تمام گورنروں سے بیعت لے لی تھی۔ جو کہ اگر اللہ کی کتاب کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایسا کسی صورت نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بلکہ اگر انتخاب کیا بھی تھا تو شوریٰ یعنی جو اس وقت علم میں راسخ مومن تھے ان سے مشاورت کرتے جو انہوں نے نہ کیا یہ ان کی غلطی کہا جائے یا جو بھی نام دیا جائے بہر حال غلط تھا یہ اللہ کی بہت بڑی نافرمانی تھی اگر اس کی اصلاح نہ کی جاتی تو اس کے نتائج ضرور نکلنے تھے خواہ جلد یا بادیر۔ جو نکلے اور پوری دنیا نے امت میں تفرقہ، انتشار اور آپس کی قتل و غارت گری کی صورت میں دیکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت

راسخ العلم جوشخصیات موجود تھیں ان میں حسین بن علی رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سر فہرست تھے ان شخصیات کو اعلیٰ مقام حاصل تھا جو براہ راست رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین سے دین کا فہم رکھنے والے تھے اور انہیں کی اولاد تھے۔ یہ وہ شخصیات تھیں جو کبھی بھی یزید پر متفق نہ ہوتیں۔ یہی وہ وجہ تھی جس وجہ سے معاویہؓ نے مشاورت کی بجائے اہل الشوکۃ یعنی جو گورنر وغیرہ تھے ان سے یزید کے لیے بیعت لے لی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جب اہل الشوکۃ یعنی تمام گورنر بیعت کر لیں گے تو پھر اگر کوئی بغاوت کرے بھی تو اس کے سامنے طاقت یعنی حکومت موجود ہوگی جس سے ٹکرانے کے خوف کی وجہ سے چپ ہو جائے گا یا پھر بیعت کر لے گا۔ اس کے علاوہ معاویہؓ نے کچھ ولایتوں کے لیے نئے والیوں یعنی گورنروں کے نام بھی وصیت میں لکھ دیئے کہ ضرورت پڑنے پر پہلے والی یعنی گورنر کو ہٹا کر اس نئے کو مقرر کر دیا جائے۔

معاویہؓ کی وفات کے فوراً بعد یزید کو خلیفہ بنا دیا گیا اور تقریباً تمام والیوں نے بیعت کر لی لیکن عام مسلمانوں کی اکثریت نے اور راسخ العلم شخصیات میں پیچھے ذکر کردہ شخصیات نے بیعت نہ کی۔ جن میں حسین بن علیؓ سر فہرست تھے ان سے بیعت لینے کے لیے گورنر کی طرف سے پیغام بھیجے گئے لیکن وہ ٹالتے رہے۔ حالات ایسے بن گئے کہ بیعت یا قید و موت کے علاوہ اور کوئی صورت باقی نہ رہی تو انہوں نے ایک رات کی مہلت مانگ لی یہ کہہ کر کہ وہ بھی سوچ و بچار کر لیں اور ہم بھی مزید سوچ بچار کر لیں اس کے بعد حسینؓ رات کو ہی مدینہ سے مکہ کو نکل گئے۔ مکہ پہنچے تو یہ خبر کوفہ پہنچ گئی کہ حسینؓ نے بیعت نہیں کی اور وہ مدینہ سے مکہ چلے گئے ہیں۔ کوفیوں نے موقع غنیمت جان کر حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھنا شروع کر دیے اور خطوط کے ذریعے بیعت کرنا شروع کر دی اور دوسری طرف وہ یزید کی بیعت بھی کر چکے ہوئے تھے کوفہ کے گورنر سلمان بن بشیرؓ کے ہاتھ پر۔

حسینؓ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو حالات کی خبر لینے کے لیے کوفہ روانہ کر دیا کہ وہ جا کر خبر لیں کہ واقع ہی کوفی ایسا ہی چاہتے ہیں یعنی کہ حسینؓ کو خلیفہ کے طور پر اور وہ ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔ مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو شروع میں ہی ۲۰ ہزار کے قریب کوفیوں یعنی کوفہ کے شیعوں نے حسینؓ کے لیے مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور قتل ہو جانے تک ساتھ دینے کے عزم کا اظہار کیا بیعت دینے والوں کی یہ تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی تو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے حسینؓ کو خط بھیجا ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ فصل پک کر تیار ہے آ کر کاٹ لیجئے۔

ادھر سلمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جو کہ کوفہ کے گورنر تھے ان کے مشیران پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ اس بغاوت کو روکیں لیکن وہ یہ کہہ کر انکار کر رہتے رہے کہ جب تک یہ لوگ لڑائی میں پہل نہیں کریں گے وہ ان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ جس پر انہیں ملامت کیا جانے لگا لیکن انہوں نے واضع کر دیا کہ وہ اللہ کی اطاعت پر اپنے امیر کی اطاعت کو ہرگز ترجیح نہ دیں گے یعنی اگر یزید بھی انہیں اس بغاقت کو کچلنے کا حکم دے تو وہ اس وقت تک طاقت استعمال نہیں کریں گے جب تک مسلم بن عقیلؓ ان کے خلاف مسلح لڑائی میں پہل نہ کر لیں۔ سلمان بن بشیرؓ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے وہ جانتے تھے کہ صرف گورنروں کے بیعت کر لینے سے کوئی خلیفہ نہیں بن جاتا۔ گورنر کے قلعے میں سے ہی کچھ لوگوں نے ان کی یہ باتیں کہ اور کوفے کہ حالات کی تفصیل لکھ کر یزید کو بھیج دی۔ کہ مسلم بن عقیل کوفے میں حسین بن علی کے لیے

بیعت لے رہا ہے اور حسین بن علی کوفہ آ رہے ہیں۔

دوسری طرف حسینؓ کوفہ جانے کے لیے تیار ہو گئے اور اپنے آنے کی خبر کوفہ بھیج دی۔

ادھر یزید کو جب خطوط ملے تو اس نے سلمان بن بشیر رضی اللہ کو معزول کر کے اپنے والد معاویہؓ کی وصیت کے مطابق عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کر کے بغاوت کو کچلنے اور حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف مورچے قائم کرنے کا حکم دیا۔

عبید اللہ بن زیاد جب حمص سے کوفے کے لیے نکلا تو اس کیساتھ تقریباً پانچ سو سپاہی تھے لیکن سب رستے میں بھوک، پیاس اور گرمی کی شدت سے مر گئے سوائے بیس سپاہیوں کے۔ وہ چاہتا تھا کہ حسین کے کوفہ پہنچنے سے پہلے پہلے کوفہ پہنچ کر انتظام سنبھال لے۔ جب کوفہ پہنچا تو اس کے ساتھ تقریباً بیس سپاہی تھے۔ جب کوفہ میں داخل ہوا تو اس کے سر پر کالے رنگ کا عمامہ اور اسی سے اپنا منہ ڈھانپا ہوا تھا، کوفہ والوں نے یہ سمجھا یہ حسینؓ آئے ہیں تو انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں نعرے لگانا شروع کر دیئے۔ السلام علیک یا حسین ابن علیؓ جب ابن زیاد گورنر کے قلعے کے دروازے پر پہنچا تو سلمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اسے حسین رضی اللہ عنہ سمجھ کر یہ کہا کہ میں اپنے امیر کی نافرمانی نہیں کروں گا نہ امانت میں خیانت نہیں کروں گا۔ انہیں یہ لگا کہ حسینؓ آئے ہیں اور ان سے گورنر کا قلع اور بیعت طلب کرنے کے لیے آئے ہیں۔

لیکن جب پتہ چلا کہ یہ ابن زیاد ہے جو کہ نیا گورنر بنا کر بھیجا گیا ہے تو کوفے کے شیعہ واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اس کے بعد مسلم بن عقیلؓ نے کوفے کے شیعوں جن کی تعداد اب ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہو چکی تھی جن میں کوفے کی پولیس، فوج اور حکومتی شیعہ اہلکار بھی تھے کے ساتھ گورنر کے قلعے کا گھیراؤ کر لیا۔ اور عبید اللہ بن زیاد کو کوفیوں نے گالیاں اور اس کے خلاف اور یزید کے خلاف نعرے بازی شروع کر دی ایسا لگنے لگا کہ عوام کا سمندر جمع ہے جو ابھی قلعے کی ایک ایک اینٹ اکھاڑ پھینکے گا۔ گورنر گھبرا گیا اور اس کے ساتھی بھی موت کے ڈر سے اسے چھوڑ کر جانے لگے۔ اس نے قاضیوں اور مختلف امراء کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ باری باری ان کوفیوں کے سامنے تقریر کرو اور انہیں ڈراؤ کہ شام سے خلیفہ کی افواج تم سے لڑنے کے لیے نکل چکی ہیں جو تم میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں تمہارے بچنے کی واحد صورت یہی ہے کہ بغاوت ترک کر دو۔

اس کے نتیجے میں دیکھتے ہی دیکھتے شیعہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر جانے لگے تمام کے تمام چھوڑ کر چلے گئے اپنے اپنے گھروں میں سوائے قریب پانچ سو کے جب قلعے کے دروازے کے پاس پہنچے اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو اکیلے رہ گئے تھے۔ اب اکیلے بھوک اور پیاس کی شدت سے ادھر ادھر گلیوں میں پھرنے لگے کسی نے پناہ نہ دی اور دروازے بند کر لیے۔ ایک گھر کے دروازے کے باہر بیٹھ گئے، بوڑھی عورت باہر نکلی اس سے پانی مانگا، پیا اور وہیں بیٹھے رہے کچھ دیر بعد وہ بڑھیا پھر باہر آئی دیکھا وہیں بیٹھے ہیں تو جانے کو کہا اسی طرح تیسری بار ہوا تو بڑھیا نے کوفہ میں پیش آنے والے واقعے کا ذکر کرتے ہوئے جانے کا کہا تو انہوں نے بتایا کہ میں ہی مسلم بن عقیل ہوں آج مجھے انہوں نے دھوکہ دیا کوفہ کے شیعوں نے۔ بڑھیا نے پناہ دے دی۔

ادھر سے حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے جب نکلنے کا ارادہ کر چکے تھے تو بہت سے لوگوں نے مشورہ دیا کہ کوفہ نہ جائیں کوفہ کے شیعوں نے آپ کے والد علیؓ کو دھوکہ دیا انہیں قتل کیا اب آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی کریں گے۔لیکن حسین رضی اللہ کا اصرار تھا کہ وہ ضرور جائیں گے۔

اسی طرح ان کے چچا عبداللہ بن عباسؓ نے روکنے کی بہت کوشش کی۔

عبداللہ بن عباسؓ نے حسین رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ اگر تو وہ لوگ اپنے حاکم کو قتل کر چکے ہیں،شہر کا انتظام ہاتھ میں لے چکے ہیں،اپنے دشمنوں کو نکال چکے ہیں تو بے شک چلے جایئے۔لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے تو وہ لوگ آپ کو دھوکہ دیں گے آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور آپ قتل کر دیئے جائیں گے۔اس پر بھی جب حسین رضی اللہ عنہ راضی نہ ہوئے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جانے کا مشورہ دیا۔لیکن حسین رضی اللہ راضی نہ ہوئے انہوں نے جواب دیا کہ وہ مسمم ارادہ کر چکے ہیں۔

اسی طرح عبداللہ بن جعفرؓ کو جب حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ سے کوفہ روانگی کا علم ہوا تو انہوں نے خط بھیجا کہ آپ فوراً واپس آ جایئے جلدہ نہ کیجیے اور حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے حدشات کا ذکر کیا۔اور ساتھ ہی وہ مکہ کے گورنر عمرو بن سعیدؓ کے پاس گئے اور انہیں حسین رضی اللہ عنہ کو امان دینے کا لکھنے کا کہا تو انہوں نے جواباً کہا کہ آپ جو بھی لکھنا چاہیں لکھ لیں میں اس پر مہر لگا دوں گا۔ عبداللہ بن جعفرؓ جب خط لکھ کر لے آئے اور والی مکہ عمرو بن سعیدؓ جب اپنی مہر لگا دی تو عبداللہ بن جعفرؓ نے والی مکہ سے کہا کہ وہ اپنے بھائی یحیٰی بن سعیدؓ کے ہاتھ یہ خط روانہ کریں اس طرح ہوسکتا ہے کہ شاید حسین رضی اللہ عنہ واپس چلے آئیں۔

عبداللہ بن جعفرؓ اور والی مکہ کے بھائی یحیٰی بن سعید دونوں حسین رضی اللہ کے پاس پہنچے انہیں خط دیا لیکن حسین رضی اللہ عنہ نے واپس فیصلہ بدلنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ انہوں نے اپنے نانا رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کا حکم دیا لہذا میں ہر حال میں رسول اللہ ﷺ کا حکم بجالاؤں گا۔

حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال کیساتھ جب قادسیہ شہر سے تین میل کی دوری پر رہ گئے تو اس وقت انہیں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر ملی اور باقی حالات کی بھی خبر ملی جو کوفیوں نے کیا جس پر حسین رضی اللہ عنہ نے واپس جانے کا ارادہ کیا لیکن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے تمام بھائی حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے کہا کہ وہ قصاص لیے بغیر واپس نہیں جائیں گے یا پھر یہاں تک کہ قتل نہ کر دیئے جائیں۔جس پر حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا۔اس وقت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے انصار کی مجموعی تعداد پینتالیس سوار اور ایک سو پیادے تھی۔

لیکن جب حسین رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت اور کوفے کے حالات کی خبر سب کو سنائی کہ کوفہ والوں نے ساتھ چھوڑ دیا اس لیے جو جانا چاہے چلا جائے رات کی تاریکی تھی تو وہ لوگ جو رستے میں ساتھ شامل ہوئے تھے سب چلے گئے باقی صرف وہی رہ گئے جو مدینہ سے ساتھ چلے تھے۔جن کی تعداد تعداد پینتالیس سوار اور ایک سو پیادے تھی جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔

ادھر سے کوفے کے والی عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد بن ابی وقاص کی امارت میں ۴۰۰۰ فوجیوں کا لشکر بھیجا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر۔اور خطوط کے ذریعے ہدایات بھی دیتا رہا۔پھر اس نے حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے انصار کا پانی بند کرنے کا حکم دیا۔

پانی بند کر دیا گیا اور اس کے علاوہ بھی مسائل پیدا کیے جانے لگے۔

کوفے سے آنے والے لشکر میں اکثریت انہیں لوگوں کی تھی جنہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ کر بلوایا تھا۔ حسین رضی اللہ عنہ ان کے نام لے لے کر کہتے کہ تم فلاں بن فلاں نے خط نہیں لکھا تھا؟ بہرحال جب گرمی کی شدت سے عورتوں اور بچوں کا برا حال ہونے لگا اور کوئی چارہ باقی نہ بچا تو حسین رضی اللہ عنہ نے تین شرائط رکھیں۔

جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں، یزید کے پاس بھیج دیا جائے یا سرحد پر بھیج دیا جائے وہاں کفار سے لڑتا رہوں گا جب تک کے وفات نہ ہو جائے۔

ابن سعد نے یہ شرائط لکھ کر والی کوفہ ابن زیاد کو خط بھیج دیا۔ ابن زیاد نے خط پڑھ کر اپنے مشیروں کو سنایا تو ان میں سے ایک شمر بن الجوشن نے کہا کہ ابن سعد اور حسین رات رات بھر اکٹھے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ حسین تیری زمین پر ہے اور تیری قدرت میں ہے اگر وہ تیری بیعت کیے بغیر واپس چلا جائے تو تیری عزت نہیں رہتی۔ جس پر ابن زیاد نے اس کی رائے کو سراہا۔ اور شمر کے ہاتھ خط بھیجا جس میں ابن سعد کو لکھا کہ ان سے میری بیعت لے کر انہیں میرے پاس بھیج اگر ایسا نہیں کرتے تو ان سے قتال کر۔ اور شمر کو کہا کہ اگر ابن سعد ایسا کرے تو اس کی اطاعت کرنا ورنہ تُو لشکر کا امیر ہے اور ابن سعد کا سر اتار کر مجھے بھیج دینا۔

قتال کیا گیا جس کے نتیجے میں اہل بیت کے ۷۲ لوگ شہید ہوئے اور کوفیوں کے ۸۸ مارے گئے اس کے علاوہ زخمیوں کی تعداد الگ تھی۔

حسین رضی اللہ عنہ کے انصار کو شہید کرنے کے بعد حسین رضی اللہ کو شہید کیا گیا، ان کے جسموں سے سر اتار لیے گئے، لوٹ مار کی گئی، عوتوں کے خیموں میں جا کر بھی لوٹ مار کی گئی عورتوں کی چادریں تک چھین لیں اور جو کچھ بھی خیموں میں تھا سب لوٹ لیا گیا۔ لاشوں سے کپڑے اتار لیے گئے۔ حسین رضی اللہ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

مردوں میں سے صرف ایک بچا جو حسین رضی اللہ کو چھوٹے بیٹے تھے زین العابدین۔ جو اس وقت بیمار تھے۔ شمر نے انہیں بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا اور آگے بڑھا لیکن اس کے ساتھ والون نے کہا کہ بچوں کو قتل نہیں کرنا چاہیے یہ ابھی بچہ ہے۔

سروں کو اور قیدی عورتوں اور بچوں کو ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا۔ جب اس نے علی اصغر بن حسین رضی اللہ عنہ (زین العابدین) کو دیکھا تو اسے لگا کہ یہ بالغ ہو چکے ہیں جس پر انہیں برہنا کر کے دیکھا گیا اور جب اس کے قتل کا حکم دیا تو زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آہ و بکا کی اور ابن زیاد کو کہا کہ اگر اسے قتل کرنا ہے تو ساتھ مجھے بھی قتل کرے۔ جس پر ان کی جان بچ گئی۔

ابن زیاد نے حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو کوفے میں نصب کیا اور اعلان کر کے سروں کی نمائش کی۔ ان کے ہونٹوں پر چھڑی سے مارتا جاتا تھا۔ جامع مسجد کے ممبر پر چڑھ کر کہا کہ اللہ نے امیر المومنین یزید بن معاویہ اور اس کے گروہ کی نصرت کی اور کذاب بن کذاب (حسین بن علی) کو قتل کیا۔

اس کے بعد ابن زیاد نے سب کو دمشق میں یزید کے پاس بھیج دیا۔ یزید کا سلوک اہل بیت کیساتھ قدرے اچھا تھا لیکن ساتھ ساتھ وہ اقتدار کے غرور میں بھی نظر آتا تھا۔ وہاں بھی اسی طرح کے کئی واقعات پیش آئے جن میں سے ایک یزید چھڑی سے حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں کو

چھیڑ رہا تھا کہ وہاں موجود صحابی رسول ﷺ ابو برزہ اسلمیؓ نے یہ دیکھ کر یزید سے کہا کہ اپنی چھڑی کو ہٹا یہاں سے میں خود رسول اللہ ﷺ کو یہاں بوسے کرتے دیکھا ہے تیرا حشر ابن زیاد کے ساتھ ہو، حسین رضی اللہ عنہ روز محشر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔

واقعہ کی تفاصیل تو بہت زیادہ ہیں لیکن یہاں درج کرنا ممکن نہیں۔ بہر حال جو بیان کیا یہ وہ اہم باتیں تھیں جن کی روشنی میں حق کو سمجھا جا سکتا ہے۔

اس واقعے کی اور اس کے علاوہ جتنا بھی دین کا اور امت کا نقصان ہوا ان سب کی جو بنیادی وجہ تھی وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ غلطیاں تھیں جو انہوں نے کیں۔ خواہ اس کا پس منظر کچھ بھی ہو۔ بہر حال سب سے بڑی وجہ معاویہؓ نے اپنے دور حکومت میں زیادہ تر ان لوگوں کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا جو اللہ سے پہلے اپنے امیر کے زیادہ فرماں بردار ہوتے۔ صرف اور صرف اس لیے کہ حکومت مضبوط ہو اور بنو امیہ میں رہے۔ ان امراء نے اپنی اپنی ولائتوں میں دین کی بجائے انتقام کی آگ میں جو کچھ کیا اس کی بہت لمبی چوڑی داستانیں ہیں۔ دین کی بجائے خواہشات کا جادو سر چڑھ کر بولا، انتقام کی آگ نے دین کو کوسوں پیچھے چھوڑ دیا۔ ایسے ایسے کام کیے گئے کہ نا قابل بیان ہیں۔

اس کے علاوہ جو سب سے بڑی غلطی اور اللہ کے حکم سے اعراض تھا وہ یہ کہ شوریٰ کے نظام کو معطل کر دینا۔ جو بھی فیصلے کیے گئے وہ شوریٰ کی بجائے آمرانہ ہوتے۔ اسی طرح یزید کا انتخاب بھی ہوا۔ معاویہؓ نے اپنی حیات میں ہی یزید کی بیعت لے لی تمام گورنروں سے۔ اسے بدعت کہیں یا جو بھی نام دیں میرے نزدیک یہ اللہ کی بڑی نافرمانی تھی۔ یزید کے بعد بھی اسی طرح انتخاب ہوتا رہا۔ یوں شوریٰ کی بجائے آمرانہ فیصلوں کا دروازہ کھولنے کا معاویہ رضی اللہ عنہ ذریعہ بنے

اب اگر کوئی یہ کہے کہ یزید خلیفہ تھا تو ایسے انسان کے علم کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ خلیفہ وہی کہلائے گا جس کا انتخاب اللہ کی کتاب کی روشنی میں کیا جائے گا۔ یا پھر اگر حالات ایسے ہوں کہ ایسا ممکن نہ ہو تو پھر جو بھی حاکم بنے گا اگر تو وہ اس ذمہ داری کو ایسے ادا کرے جیسے اللہ کا حکم ہے تو وہ خلیفہ کہلائے گا ورنہ وہ خلیفہ کی بجائے بادشاہ کہلائے گا۔ وہ خلافت نہیں ملاکیت ہو گی۔

اس کے علاوہ یزید کے جو کارنامے تھے ان میں مدینہ پر حملہ جس میں مدینہ کو فتح کرنے کے بعد تین دن تک یزید کی فوجوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی۔ انہوں نے خوب لوٹ مار کی۔ مدینہ کی مسلمان عورتوں کی عزتیں پامال کی گئیں۔ ۱۰۰۰ سے زائد مومن عورتیں حاملہ ہوئیں۔ ۱۰۰۰۰ سے زائد مسلمانوں کا مدینہ میں قتل عام کیا۔ مدینہ جو کہ رسول اللہ ﷺ کا حرم ہے اسے حلال کیا گیا۔

پھر اس کے بعد حج کے دوران کعبہ پر حملہ۔ منجنیقوں سے سنگ باری کی گئی اور کعبے کو آگ بھی لگی اسی دوران۔ حج بھی مکمل نہ ہو سکا۔ مسجد الحرام جس کی حرمت اللہ نے قرآن میں بیان کر دی لیکن یزید نے اپنی حکمرانی کی خاطر اسے بھی حلال کر لیا۔ اس کے علاوہ سینکڑوں نہیں ہزاروں واقعات ہیں جو دہلا دینے والے ہیں۔ زبان سے بیان کرنا مشکل ہے۔ دین کی کوئی اہمیت تھی ہی نہیں صرف حکومت کی پرواہ ہوتی۔ حکومت کی خاطر کسی کو بھی قتل کر دیا گیا اور اذیت ناک موت دی گئی۔

یزدی کی جب موت ہوئی تو اس وقت بھی اس کی فوج خانہ کعبہ کو میدان جنگ بنائے ہوئے تھی۔ اس کی موت کے وقت حالات پہلے سے کئی گناہ زیادہ بگڑ چکے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی اکثریت اس کے خلاف تھی لیکن ڈر اور خوف کی فضاء ایسی تھی کہ کوئی بات نہ کرتا۔ اس لیے

اسے خلافت کسی بھی صورت نہیں کہا جاسکتا۔اس کے علاوہ رسول اللہﷺ کی احادیث مبارکہ ہیں جن میں رسول اللہﷺ کے واضع الفاظ موجود ہیں۔خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ۳۰ سال تک رہے گی اس کے بعد ملوکیت آجائے گی۔

پھر رسول اللہﷺ نے کہا کہ اس امت کی تباہی قریش کے چند نوجوان لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔وہ نوجوان کون تھے؟ وہ یہی تھے جن کی ابتداء یزید سے ہوئی۔

پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات موجود ہیں جن میں وہ اللہ سے دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ مجھے ۶۰ ہجری سے پہلے پہلے وفات دے دینا۔وہ ایسی دعائیں کیوں مانگتے تھے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس یہ سب علم تھا۔انہوں نے رسول اللہﷺ سے سیکھا ہوا تھا۔

ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم روافض کے ساتھ دشمنی میں اس حد تک بڑھ جاتے ہیں کہ اس کو اللہ کی حدود سے نکال کر اپنی خواہشات تک لے آتے ہیں۔اب چونکہ رافضی یزید کو برا کہتے ہیں تو ہم ان کی دشمنی میں اسے اچھا کہیں گے۔

رافضی علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں تو ہم بغض کا اظہار کریں۔

رافضی حسین رضی اللہ کی تعریفیں کرتے ہیں انہیں مظلوم کہتے ہیں تو ہم ان کے مقابلے پر حسینؓ کو برا تو نہیں لیکن اچھا بھی نہ کہیں یا پھر خاموش رہیں۔اسی طرح اور بہت سے معاملات ایسے ہیں جن میں ہمارا یہ رویہ ہے جس سے ہم نقصان اپنا ہی کرتے ہیں۔دین جذبات و خواہشات کا تابع نہیں بلکہ جذبات وخواہشات دین کی تابع ہیں۔ ہمیں اللہ کی کتاب نے سیکھایا اور نہ ہی رسول اللہﷺ نے کہ ایک دوسرے کی دشمنی میں اس حد تک چلے جائیں۔اللہ نے جو حدود مقرر کی ہیں ہمیں ان کو پار نہیں کرنا چاہیے۔

یزید خلیفہ تھا اور نہ ہی وہ نظام خلافت تھا۔یزید ایک جابر حاکم تھا اور وہ ملوکیت تھی۔حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف خروج بلکل حق پر تھا یہ اس وقت کے ہر مومن پر فرض تھا اگر اس وقت امت نے اس کا ادراک کیا ہوتا جس کا ادراک حسین رضی اللہ عنہ کو تھا تو ایسے واقعات پیش نہ آتے اور نہ ہی امت مسلمہ کا زاول شروع ہوتا اور نہ ہی ایک دوسرے کی گردنیں ماری جاتیں اور پھر نہ مختلف فرقوں کو پروان چڑھنے کا موقع ملا۔

نوٹ۔کسی کو بھی مجھ سے اختلاف رائے رکھنے کا حق ہے لیکن اختلاف وہیں رحمت ثابت ہوتا ہے جہاں اختلاف کی بنیاد علم ہو ورنہ علم کے بغیر اختلاف جس کی بنیاد محض حس،بغض اور عداوت ہوتی ہے سوائے گمراہی،تباہی و بربادی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔میں نے کوشش کی مختصراً بیان کروں۔دل تھا کہ ہر لحاظ سے مفصل بات کی جائے لیکن یہاں ایسا ممکن نہیں اس کے لیے ایک الگ کتاب ہی کی صورت میں ممکن ہے۔اس لیے اس معاملے میں اگر کوانسان کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو وہ تاریخ کی مستند اور صحیح احادیث کی روشنی میں سمجھ سکتا ہے۔

روافض کی دشمنی میں ان کی طرف سے کی گئی حق بات کے برعکس رائے قائم کرنا اور اس کی ترویج کرنا یہ انہیں کو فائدہ اور تقویت دیتا ہے۔

جب وہ یہ باتیں بیان کرتے ہیں تو دوسرے طرف سے ان کی مخالفت میں ان باتوں کا انکار کیا جاتا ہے اس کے برعکس بیان کیا جاتا ہے تو وہ پھر ہمارے ہی اسلاف کی کتب سے حوالے دے کر لوگوں کو بتاتے ہیں۔جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے ایک عام ایمان والا ان کے اور زیادہ قریب

کے جال میں پھنس جاتا ہے اوران کے مخالفین کے بارے میں منفی رائے قائم کرلیتا ہے۔اب اس کا اصل ذمہ دارکون ہوا؟
کیونکہ جس بات کا آپ انکار کرتے ہیں یا اسے غلط ثابت کرنے کے لیے دلائل دیتے ہیں تو روافض آپ ہی کی کتب سے لوگوں کو دیکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھوان کے اسلاف نے کیا کہا،ان کی کتابوں میں اور تاریخ میں کیا ہے اور یہ خود کیا کہہ رہے ہیں۔
یہی روافض کے دین کی اصل بنیاد ہے۔اگرہم اس دشمنی میں اللہ کی حدود کو مدنظر رکھیں تو ان کے باطل،کفریہ ومشرکانہ عقائدونظریات کی کوئی بنیاد ہے ہی نہیں۔ان کے دین کی پوری کی پوری عمارت زمین بوس ہوجاتی ہے۔
انہوں نے کہا کہ خلیفہ بننے کی ایک صورت یہ ہے کہ سابقہ خلیفہ جس کی وصیت کرجائے۔یہ دلیل انہوں نے بنوامیہ کی حکومت سے اخذ لیکن انہوں نے اس کے نتائج کونظرانداز کردیا۔حالانکہ اگرایسی کوئی شرعی دلیل ہوتی اوردین میں اس کا کوئی مقام ہوتا توسب سے پہلے خودرسول اللہ ﷺ اپنے بعد خلیفہ کی وصیت کرجاتے۔رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے کا ارادہ بھی کرلیا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اصحاب کو بلا کرانہیں وصیت کرلیں کہ میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنالینا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہ کیا۔اور یہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں موجود ہے اس کا اظہار رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔اوراس کے علاوہ بھی روایات مین موجود ہے۔
آئندہ خلیفہ کون ہوگا اس کی بنیاد معاویہؓ نے رکھی جو بعد میں بھی برقراررہی اور دین اسلام پستی کی حالت میں چلا گیا۔
پھرانہوں نے یہ کہا کہ ایک شرعی دلیل متغلب خلیفہ ہے جب اس کا غلبہ مکمل ہوجائے تو یہ بھی بنوامیہ،بنوعباس اوراس کے بعد والے ادوار سے اخذ کی گئی۔اس کے نتائج بھی بہت بھیانک نکلے۔ پانچویں خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جو کہ بنوامیہ کے خاندان سے ہی تھے ان کے قتل کی وجوہات بھی یہی تھیں۔جب ان سے مناظرہ کرنے والوں نے آئندہ خلیفہ کے بارے میں کہا کہ کیا آپ سے پہلے خلیفہ نے اس کی وصیت نہیں کی؟انہوں نے کہاہاں۔توانہوں نے پھرپوچھا کہ کیا اللہ کے دین میں اس کی اجازت ہے تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ لاجواب ہوگئے۔ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا اورانہوں نے اس روایت کو بھی ختم کرنا کا ارادہ کرلیا کہ اس معاملے کو بھی اللہ کی کتاب کے مطابق شوریٰ کے ذریعے حل کیا جائے گا تو بنوامیہ نے ہی انہیں زہر دے کرقتل کردیا کہ یہ اب حکومت کو ہمارے خاندان سے نکال دے گا۔کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے وہ تمام بدعات ختم کردیں جو بنوامیہ کے حکمرانوں نے اللہ کے دین میں متعارف کروئیں تھی۔

بغدادی خلیفہ نہیں کیونکہ عالم اسلام کے ہزارویں حصہ پر بھی غلبہ نہیں

اعتراض۔''بغدادی صاحب پر عام مسلمان کیا مجاہدین کا دسواں حصہ بھی جمع نہیں ہے اورغلبہ بھی کامل نہیں ہے بلکہ عالم اسلام کے ہزارویں حصہ پر بھی غلبہ نہیں ہے جس جگہ پر اپنی خلافت کے قیام کا اعلان کیا ہے وہ علاقہ بھی حالت جنگ میں ہے اور جنگ کے حقیقی نتائج اب تک سامنے نہیں آئے اسلئے بغدادی صاحب اوراس کے ساتھی مسلسل فضائی بمباری کی زدمیں ہیں زمینی حملے بھی شروع ہیں اورعلاقہ میدان جنگ ہے''

جواب۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ آج اسلام کی کیا حالت ہو چکی ہے اور امت مسلمہ کی بھی اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے بھی بلکل واضع ہے اس سے بہتر اور راہنمائی کیا ہو سکتی ہے۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے بارے فرمایا!

ضرور ان لوگوں کے طریقے پر چلیں گے جو تم سے پہلے تھے بلکل ویسا کریں گے جیسا وہ کریں گے حتیٰ کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تو انہیں کی اتباع میں اس میں داخل ہوں گے۔ صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ (پہلے لوگوں سے مراد) یہود و نصاریٰ کہا اور کون۔ بخاری، مسلم

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے!

انہوں نے کہا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا نہیں باقی رہے گا اسلام سے مگر صرف اور کا نام اور نہ ہی قرآن سے مگر اس کے لکھے ہوئے الفاظ۔ وہ لوگ مساجد آباد کریں گے حالانکہ اللہ کے ذکر سے خالی ہوں گی۔ اس زمانے میں سب سے بدتر ان کے علماء ہوں گے انہی سے فتنے نکلے گے اور انہی کی طرف واپس لوٹیں گے۔ تفسیر قرطبی

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

ظاہر ہوا اسلام کہ وہ چھپا دیا گیا اور عنقریب واپس اسی حالت میں لوٹ جائے گا جیسے ظاہر ہونے سے پہلے ایسا بنا دیا گیا تھا کہ پہچانا نہیں جا سکتا تھا، پس مبارک باد ہے غربا کے لیے۔ صحیح مسلم

ان احادیث کی روشنی میں حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے غور کریں تو واضع ہو جائے گا کہ اس وقت تک امت مسلمہ مجموعی طور کسی بھی معاملے پر متفق نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ہو گی تو ایسی صورت میں کیا دین کے دوسرے بنیادی رکن کو قائم نہیں کیا جائے گا اس وقت تک جب تک ساری امت اتفاق نہ کرے چونکہ ایسا ہونا نہ ممکن ہے تو پھر صلاۃ جس کا ایک جزو خلافت ہے اس کا قیام بھی ناممکن ہو جائے گا پھر باقی تین ارکان زکوٰۃ، صوم اور حج وہ تو صلاۃ کے بعد آتے ہیں ان کا کیا بنے گا یعنی مطلب صاف ہے کہ دین سے مرتد ہو جائیں یہی آپ کی خواہش ہے۔ ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے اس صورت حال میں ایسے مومن جو راسخ العلم ہیں ان پر فرض ہے کہ وہ امت کو اس حال سے نکالیں جس کے لیے انہیں سب سے پہلے قدم اٹھانا پڑھے گا نظام خلافت قائم کرنا پڑھے گا اور اس حقیقت کو سامنے رکھنا ہو گا کہ اکثریت مخالف کرے گی لیکن کسی کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھنا ہو گا جیسے جیسے زمین پر تمکن ملتا جائے گا اللہ کی طرف سے ویسے ویسے لوگ دجالی پروپیگنڈے سے باہر نکلتے جائیں گے اور حق کو پہچان کر اللہ کے ناصرین میں سے ہو جائیں گے اور جو پھر بھی حق کو جھٹلائیں گے تو اللہ ان کو دنیا و آخرت میں عذاب سے دوچار کرے گا اور دنیا میں عذاب یہی اہل ایمان بن کر برسیں گے۔ پھر جب ایسے خلافت وسیع ہو جائے دشمن ختم یا حد درجہ کمزور ہو جائے کہ دشمنی سے عاجز آ جائے، فتنوں کا سد باب ہو چکا ہو پھر اگر خلیفہ کی وفات، قتل یا معزول ہو جائے تو اس وقت

امت کے متفق ہونے کو دیکھا جائے گا دوسرے خلیفہ کے انتخاب کے وقت۔اور اس کا طریقہ بھی اللہ نے قرآن میں واضع کردیا ہر ایک سے انفرادی رائے نہیں لی جائے گی بلکہ اہل علم،راسخ العلم کی مشاورت ہی امت کی رضا و اتفاق کہلائے گی یعنی شوریٰ کے ذریعے جو فیصلہ کیا جائے گا وہی امت کی رائے کہلائے گی۔ورنہ اگر پوری امت سے ہر ایک کی انفرادی خواہش کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا تو ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسی اجازت نہ ہی اللہ نے دی اور نہ ہی علم کی روشنی میں فائدہ مند ہوسکتا ہے بلکہ الٹا گمراہیوں اور فتنوں کا دروازہ کھلے گا اور پھر بھی اگر اسے تسلیم کرلیا جائے تو پھر جمہوری دجالی ابلیسی نظام اور اسلام میں کیا فرق رہ جائے گا۔اس لیے اسلام میں سروں کی گنتی کی بجائے علم کو فضیلت حاصل ہے۔

قرآن میں بار بار اللہ نے کہہ دیا

ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْن. یوسف ۴۰

وہ دین قائم کرنے والا ہے اور لیکن لوگوں کی اکثریت علم نہیں رکھتی کیونکہ وہ غور و فکر ہی نہیں کرتے

اس لیے ایسے دعوے کرنا کہ ”بغدادی صاحب پر عام مسلمان کیا مجاہدین کا دسواں حصہ بھی جمع نہیں ہے اور غلبہ بھی کامل نہیں ہے بلکہ عالم اسلام کے ہزارویں حصہ پر بھی غلبہ نہیں ہے“ تو یہ انتہائی جاہلانہ اور مشرکانہ فعل ہے ایسا انسان صرف اور صرف خواہشات کا ہی غلام ہوسکتا ہے جو علم کے بغیر عقل سے اپنے فیصلوں کو کل سمجھے۔

اعتراض۔ ”جس جگہ پر اپنی خلافت کے قیام کا اعلان کیا ہے وہ علاقہ بھی حالت جنگ میں ہے اور جنگ کے حقیقی نتائج اب تک سامنے نہیں آئے اسلیئے بغدادی صاحب اور اس کے ساتھی مسلسل فضائی بمباری کی زد میں ہیں زمینی حملے بھی شروع ہیں اور علاقہ میدان جنگ ہے“

جواب۔ کوئی بھی اہل ایمان جس کا اللہ پر توکل ہو جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے تو اس کے لیے یہ باتیں معنیٰ نہیں رکھتیں اور نہ ہی اس کے لیے یہ کوئی عذر ہوسکتا ہے جو انہوں نے بیان کیا۔اس دلیل کو اگر حجت تسلیم کر کے خلافت کی نصرت سے منہ موڑ لیا جائے تو کئی سوال پیدا ہوتے ہیں جو انسان کے محاسبے کے لیے کافی ہیں۔سب سے پہلے یہ کہ اللہ نے شیطان کے بارے میں ہمیں کیا بتایا؟ کہ وہ ہمارا کیسا دشمن ہے؟ اگر ہم اپنے دشمن کو پہچان لیں تو ہم پر واضع ہو جائے گا کہ اگر پوری زمین پر اللہ کا نظام قائم ہو جائے اور تمام کے تمام انسان جو زمین پر آباد ہیں وہ اللہ کی خالص غلامی اختیار کرلیں تو ہمارا دشمن پھر بھی مایوس ہو کر اپنی کوشش ترک نہیں کرے گا بلکہ وہ روز قیامت تک ہر لمحے اپنی طرف سے بھرپور کوشش کرے گا اس لیے اگر ہمارا اللہ پر توکل ہے تو ہمیں اس کے حواریوں کے پاس جدید ترین اسلحہ اور جہاز دیکھ کر مایوس نہیں ہونا چاہیے بشرطیکہ اللہ پر توکل ہو۔لیکن اگر اللہ پر توکل نہ ہوا تو پھر ان مادی وسائل پر توکل ہوگا جس کا نتیجہ پھر یہی نکلے گا کہ انسان اپنی عقل کو ہر جگہ استعمال کرے گا اور نتائج سے گھبرا کر گھر میں بیٹھ جائے گا یا مصلحتوں کا سہارا لے گا یا پھر اللہ کے دین کو اپنی خواہشات کا تابع کرلے گا جو کہ اس کا متحمل نہیں ایسی صورت میں وہ دین اللہ نہیں بلکہ دین الشیطان بن جائے گا اور انسان نہ چاہتے ہوئے بھی شیطان کا

غلام بن جائے گا اور اسے خبر تک نہ ہوگی وہ اسی خوش فہمی میں مبتلا ہوگا کہ وہ تو اللہ کی غلامی کررہا ہے۔

ہم پر یہ واضح ہونا چاہیئے کہ ہم پر اللہ نے کیا فرض کیا ہے ہمیں وہ کرنا ہے اور اسی پر توکل کرنا ہے خواہ ہم میں سے ایک ایک کو چن کر قتل ہی کیوں نہ کردیا جائے۔ اور یہ بھی واضح ہونا چاہیے کہ جب اللہ کہ دشمنوں کے پاس جدید ترین اسلحہ اور جدید ترین جنگی جہاز ہیں تو وہ اس نے عجائب گھروں یا میلوں میں سجانے کے لیے نہیں بنائے۔ یقیناً جب ان کے ساتھ دشمنی مول لی جائے گی تو وہ ان کا استعمال کریں گے ہمیں اس کی ہرگز پرواہ نہیں کرنا چاہیے اور وہ ان کا استعمال آخری دم تک کریں گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اہل ایمان ان سے دشمنی مول لیں ان سے اختیار چھینیں اور وہ خاموش ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔ ایسا بلکل ناممکن ہے بلکہ ہم تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے اللہ کو پکارنا چاہیئے۔ اسی طرح تو اللہ اہل ایمان کی آزمائش کرتے ہیں تاکہ ہم انسان جان لیں کہ ہم میں سے کون واقع ہی اللہ کی غلامی کرتا ہے اور کون اس کے شریک مقرر کرتا ہے۔ یہی تو امتحان ہے۔ ہمیں اللہ پر توکل کرتے ہوئے اللہ کو پکارنا چاہیئے

’’کہ اے اللہ تو ہی ہمارا رب ہے ہم کو جو تو نے عطا کیا اور جتنی طاقت عطا کی ہم نے اس کا استعمال کرکے جو ہم سے ہوسکا ہم نے کیا وہ بھی صرف اور صرف تیری ہی نصرت سے لیکن اب اے اللہ اس کے آگے ہمارے بس کی بات نہیں اس لیے اے اللہ جو ہمارے اختیار میں نہیں وہ تیرے اختیار سے باہر نہیں۔ تو اے اللہ تو ہی اس سے ہماری حفاظت فرما اور دشمن کو تباہ و برباد کر۔ اور پھر بھی اے اللہ اگر تو ان کو ہم سے دور نہیں کرتا وہ ہمارے اوپر منڈلاتے ہیں تو ہم جلد باز نہیں بنیں گے بلکہ ہمیں تو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا کیونکہ یہ تیری چال ہے جو احسن چال ہے ہم تو ہر حال میں تیرا شکر کرنے والے ہوں گے‘‘

لیکن اگر ہمارا اللہ پر توکل نہیں ہوگا تو ہم یہی کہیں گے کہ ’’جس جگہ پر اپنی خلافت کے قیام کا اعلان کیا ہے وہ علاقہ بھی حالت جنگ میں ہے اور جنگ کے حقیقی نتائج اب تک سامنے نہیں آئے اسلیئے بغدادی صاحب اور اس کے ساتھی مسلسل فضائی بمباری کی زد میں ہیں زمینی حملے بھی شروع ہیں اور علاقہ میدان جنگ ہے‘‘ پھر جب ہمارا اسی پر ایمان ہوگا تو وہ وقت کبھی بھی نہیں آئے گا کہ جب ہم اللہ کے دشمنوں پر وار کریں اور وہ آگے سے جواب نہ دیں یعنی ہم اللہ کا نظام قائم کریں اور وہ اپنی ان دجالی ہتھیاروں کا استعمال نہ کریں۔

اور اگر ہم پھر بھی اسی پر بضدر ہیں اور کہیں کہ جب تک دشمن حملے کررہا ہے وہ علاقہ آزاد اور اہل ایمان کا، خلافت کا حصہ تصور نہیں کیا جائے گا جس کے نتیجے میں پورخلافت ہی کالعدم ہوجائے گی تو پھر اس وقت دنیا کا وہ کون ساخطہ ہے جس پر اللہ کے غلام کاری ضربیں نہیں لگارہے۔ یعنی جب فرانس میں حملے ہورہے ہیں تو کیا ہم یہ مان لیں کہ فرانس پر صلیبیوں کی حکومت ختم ہوگئی اسی طرح پوری دنیا کے ممالک کو ہی لی لیجئے۔ غور کیجئے۔

پھر بھی جو اپنی باطل عقائد پر بضدر ہے تو ایسا انسان اللہ کے دین سے بلکل دور ہے وہ ملت ابراہیمؑ کے بارے علم حاصل کرے۔ ملت ابراہیمؑ ہی وہ واحد طریقہ ہے جس پر عمل کرکے فلاح پائی جاسکتی ہے

رہا معاملہ جنگ کہ حقیقی نتائج کا تو اللہ قرآن میں جو وعدہ کیا وہ پورا کردیکھا اس نے زمین پر تمکن دیا۔ اب مومنوں کی جماعت پر ہے اگر تو وہ اللہ کے دین کا قیام کرتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں شکست نہیں دے سکتی کیونکہ اس صورت میں ان کی حفاظت کا ذمہ اللہ کے ہاتھ میں

ہے۔ہاں البتہ اگروہ ملامت کرنے والوں کی پرواہ کر کے اللہ کے دین سے اعراض کریں گے تو اس شرک کی سزا اللہ ضرور دے گا جو کفار، مشرکین ومرتدین کے غلبے کی صورت میں ہوگی۔

اور پھر بھی ہمارا اس پر ایمان نہ ہو جو قرآن میں بار بار اللہ نے اہل ایمان کی نصرت کا وعدہ کیا ہے بشرطیکہ ایمان ہو تو پھر اللہ کا وعدہ کہاں جائے گا کیا نعوذ باللہ، اللہ اپنے وعدے کے خلاف کرتا ہے۔سبحان اللہ، اللہ پاک ہے اس سے۔وہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔اور کیا اللہ علیم خبیر نہیں ہے؟ بے شک اللہ علیم خبیر ہے اسے علم، اسے خبر ہے۔وہ جانتا ہے کہ کون ہیں جو مومن ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کا اسکے ساتھ سودا کرلیا، بیچ دیں اس تجارت سے جو اللہ کا نظام قائم ہوا کیا اللہ اس کو قائم نہیں رکھیں گے کیا مومنوں کی قربانیوں کو ضائع کردیں گے؟ ہرگز نہیں لاریب وہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔اسے علم ہے کہ جو طاقت وقدرت اس نے اپنے غلاموں کو دی انہوں نے اس کا استعمال کیا حق کے ساتھ، اور اپنی ذمہ داری پوری کردی اور جس کی طاقت وقدرت انہیں نہیں دی وہ کیسے اس کام کو کرسکتے ہیں سو اللہ ہی کے وہ ذمے ہے وہی کرے گا۔بشرطیکہ اللہ پر توکل ہو

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ.

ابراهیم ۴۶

اور چلیں چالیں جوان کی چالیں تھیں اور اللہ کے پاس ان کی چالیں، اور ان کی چالیں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں آپ کے اس اعتراض کا جواب اللہ کی کتاب سے اس ایک آیت سے ہی کافی ہے۔یہ اللہ کے دشمنوں کی چالیں ہیں جو مومنوں کے خلاف وہ چلتے ہیں۔اللہ نے قرآن میں اس سے آگاہ کردیا نہ صرف آگاہ کردیا بلکہ ساتھ بشارت بھی دے دی کہ ان کی چالیں اللہ کے پاس ہیں۔یہ تو صرف آزمائش ہے اللہ کی طرف سے ایمان کا دعویٰ کرنے والوں پر۔باقی یہ اہل ایمان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔مومنوں کی تو ہر لحاظ سے اس میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔باقی اگر کوئی اس اعتراض کو لے کر مومنوں کی جماعت سے دور رہنے کے لیے عذر بناتا ہے تو ایسا انسان صرف اور صرف اپنی لیے گمراہی وخسارے کا سودا کرے گا۔

یہ بمباری اور حملے تو کچھ بھی نہیں جیسے جیسے وقت گزرتا جائے گا اللہ کے دشمن اپنی آخری حد تک جائیں گے۔گھبرائیں گے وہی جن کو موت سے کراہت اور دنیا سے محبت ہو۔مومنوں کے لیے تو اس میں ان کے رب کی طرف سے راحت ہوتی ہے۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ. الانبياء ۶۸

کہا انہوں نے جلادو اور نصرت کرو تمہارے الہٰوں کی اگر تم تھے کرنے والے

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ . الانبياء ۶۹

کہا ہم نے اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر

ان آیات سے واضح سمجھا جا سکتا ہے کہ اس وقت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی قدرت و طاقت حاصل نہیں تھی مشرکین قوت میں اتنے بڑھ کر تھے کہ زمین پر اپنے الٰہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے اور کسی کو ان کے خلاف کرنے کی جرأت نہ تھی اگر کوئی ایسا کرنے کی جرأت کرے تو اسے زندہ جلا دیا جاتا۔ اس کے باوجود ابراہیم علیہ السلام نے کسی مصلحت کا سہارا نہیں لیا۔ یہ نہیں کہا کہ پہلے میں طاقت حاصل لوں پھر اللہ کے دین کے قیام کے بارے میں سوچوں گا مشرکوں کے خلاف ہاتھ نہیں اٹھاوں گا۔ ایسا کچھ نہیں ملتا۔ جو ملتا ہے وہ سامنے ہے یہی ملت ابراہیم ہے اور اسی میں داخل ہونے کا حکم اللہ نے دیا۔ یہی اللہ پر توکل ہے جیسا توکل کرنے کا حق ہے اسی کے نتیجے میں پھر اللہ اپنا وعدہ بھی پورا کرتا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا۔ مشرکین کی طرف سے آگ جلائی گئی جو بہت ہی شدید تھی انہیں آگ میں ڈالا گیا لیکن نتیجہ کیا نکلا کیا آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو جلا دیا؟

لوگو ہمارا رب اللہ ہے اور تمام عالمین کا بھی، آگ کا بھی رب اللہ ہے سو آگ ہو یا اس کائنات کی کوئی بھی شئے اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ . البقرة ٢٠

اس میں کچھ شک نہیں اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔

سو آج اگر تم ہمیں دجالی قوتوں سے ڈرانا چاہتے ہو کہ ان کے ڈر سے ہم پیچھے ہٹ جائیں اور ملت ابراھیم علیہ السلام میں داخل نہ ہوں تو ان شاء اللہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور سے ڈرنے والے نہیں اور نہ ہی اپنے رب کے عائد کردہ فرائض کو پورا کرنے سے پیچھے ہٹنے والے ہیں خواہ کتنی ہی شدید آگ کیوں نہ ہم پر برسائی جائے۔

ہمیں تو اللہ کی طرف سے بس یہی حکم ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا. النساء ١٢٥

اور اس سے احسن دین کس کا جس نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا اس کا چہرہ اللہ کے لیے اور وہی ہے احسان کرنے والا، اور اتباع کرو ملت ابراہیم کی ہر طرف سے کٹ کر یک رخ ہو کر، اور اخذ کر لیا اللہ نے ابراہیم کو خلیل

سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ. الصافات ١٠٩

سلامتی ہے ابراھیم علیہ السلام پر۔

یعنی کہ ابراھیم علیہ السلام کی حفاظت کا ذمہ اللہ کہ پاس ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، دنیا میں بھی ان کی حفاظت اور آخرت میں بھی،

تو پھر کیاان پر سلام نہیں جو ابراھیم علیہ السلام کی ملت میں ایسے داخل ہوئے جیسا کہ داخل ہونے کا حق ہے؟

کیوں نہیں یہ تو اللہ کا وعدہ ہے تو پھر جب دنیا و آخرت میں حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ خود لے لیں تو پھر ڈر کس کا؟ خوف کس کا؟ کیا ہم اللہ سے مایوس ہو جائیں؟ نعوذ باللہ

اللہ نے اگلی آیت میں ایسے غلاموں کو بشارت بھی سنا دی۔

كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ . الصافات ۱۱۰

بلکل اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو

یہ فضائی و زمینی حملے مومنوں پر آزمائش ہیں، یہ انبیاء کی سنت ہیں۔

اور کیا نعوذ باللہ، اللہ کفار سے عاجز آ گیا جو ان کو روک نہیں سکتا؟ نہیں بلکہ اسی طرح تو اللہ طیب کو خبیث سے الگ کرتا ہے اور عنقریب کافروں کے لیے ذلت و رسوائی ہے۔ اور ان کے لیے بھی جو ان وجوہات کو عذر بنا کر اللہ کی نصرت کرنے والوں سے دور ہو جائیں۔

صفحہ ۳۳

ملا عمر کی امارت

”ملا عمر صاحب بھی ان کا امیر تھا جو افغانستان میں اسکے سلطے کے نیچے تھے“

یہاں خود ہی لکھتے ہیں کہ ملا عمر صرف افغانستان میں ان کا امیر تھا جو اس کے سلطے کہ نیچے تھے اور یہ بات تب کی ہے جب ملا عمر کی امارت قائم تھی۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب امارت قائم تھی تو ملا عمر اپنے سلطے والوں کا افغانستان کی حد تک امیر تھا تو آج جب اس امارت کا وجود ہی نہیں تو آپ کا اور آپ کے شیخ ایمن الظواہری سمیت باقی شیوخ کا امیر کیسے بن گیا؟۔ یہ دعوے آپ پچھلی ایک دہائی سے زیادہ عرصے سے کرتے چلے آ رہے ہیں لیکن جب آپ کو خلافت کے رد کے لیے کوئی دلیل نہ ملی تو خلافت کے رد کے لیے اس دلیل کو پیش کرتے وقت آپ نے اپنی پچھلی ساری جدو جہد کو باطل قرار دے دیا خود ہی۔ اور مزید یہ کہ آپ جھوٹ بولتے آئے امت کو دھوکہ دیتے رہے کہ ملا عمر ہمارا امیر ہے۔ حالانکہ ملا عمر رحمہ اللہ آپ کے امیر نہیں تھے جو آج آپ نے اپنی ہی زبان سے تسلیم کر لیا

چھٹی وجہ بیان کرتے ہیں

اعتراض۔ ”کسی کی خلافت اور قیام کے لیے چند لوگوں کی بیعت کافی نہیں ہے جب تک اس پر اکثر امت کا اتفاق اور رضا نہ ہو اور بغدادی صاحب کے ساتھ اپنے مجموعے کی بیعت تھی کافۃ الامۃ یا اس کا سواد اعظم اور مجاہدین کا سواد اعظم اس کے ساتھ متفق نہیں اور کافۃ الامۃ یا کم از کم سواد اعظم کا اتفاق اور رضا خلافت کے قیام اور صحت کے لیے شرط ہے“

جواب۔ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ. الانعام ۱۱۶

اور اگر بات مانی اکثریت کی جو زمین میں ہیں تو گمراہ کر دیں گے تجھے اللہ کی راہ سے۔ نہیں اتباع کرتے مگر ظن کی اور نہیں ہیں یہ مگر قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔

وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ. آل عمران ۱۱۰

اور اکثریت ان کی دین میں تبدیلی کر دینے والی ہے

وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ. المائدہ ۱۰۳، العنکبوت ۶۳، الحجرات ۴

اور اکثریت ان کی نہیں عقل رکھنے والی

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ. الانعام ۳۷، الاعراف ۱۳۱، الانفال ۳۴، یونس ۵۵، النحل ۷۵، النحل ۱۰۱، الدخان ۳۹، الطور ۴۷، لقمان ۲۵

اکثریت ان کی نہیں علم رکھتی

اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ. الروم ۴۲

اکثریت ان کی تھی مشرک

اَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُوْنَ. الانعام ۱۱۱

اکثریت ان کی جاہل ہے

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ . الاعراف ۱۷

اور نہیں پاؤ گے ان کی اکثریت کو شکر کرنے والی

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا. یونس ۳۶

اور نہیں اتباع کرتی اکثریت ان کی مگر ظن کی

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْن. هود ١٧، الرعد ١، غافر ٥٩

اکثریت لوگوں کی نہیں ایمان لانے کے بعد مومن

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْن. يوسف ٤٠

نہیں ہے فیصلہ مگر اللہ کا۔حکم دیا اس نے کیا کہ نہیں غلامی کروائی جائے تم سے مگر صرف اور صرف اسی کی۔وہ دین قائم کرنے والا ہے اور لیکن لوگوں کی اکثریت نہیں علم رکھتی کیونکہ غور وفکر ہی نہیں کرتے۔

جہاں تک اکثریت کی بیعت سے خلافت کو مشروط کرنے کا تعلق ہے تو اللہ نے قرآن اکثریت کے بارے میں اپنا فیصلہ سنا دیا۔ہم ان آیات اور ان کے علاوہ درجنوں آیات کی روشنی میں دیکھیں تو نہ صرف حق واضع ہو جاتا ہے بلکہ یہ بھی واضع ہو جاتا ہے کہ ایسے عقائد رکھنے والے انسان کا اللہ کی کتاب سے کس نوعیت کا تعلق ہے۔جن کی ہر بات اللہ کی کتاب سے متصادم ہے۔

واللہ ایسے عقائد ونظریات کا دین میں کوئی وجود نہیں یہ تو جہالت ہے اور اللہ کی کتاب سے دوری اس کا سبب ہے۔

اس پیرے میں باقی باتوں کا جواب تو الحمدللہ پیچھے تفصیل سے ہو چکا رہی بات سواد اعظم کی تو اس کی وضاحت ان شاء اللہ یہاں کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔سواد اعظم کہتے ہیں مومنو کی اس جماعت کو جس کا امام یعنی خلیفہ ہوتا ہے اس سے الگ ہونے والا جماعت سے خارج ہو جاتا ہے اور فتنے اور انتشار کو ہوا دینے کے زمرے میں آجاتا ہے۔اس لیے سواد اعظم کی کسی تنظیم گروہ یا ایک سے زائد گروہوں کی طرف منسوب کرنا بلکل غلط اور جاہلانہ فعل ہوگا۔

ابوبکرؓ کی بیعت

''جب عمرؓ نے ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کی تو اس کی امامت منعقد ہوگئی لیکن خلافت کا قیام صرف عمرؓ کی بیعت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ بے در بے بیعت اور اس کی کثرت کی وجہ سے''

سب سے پہلی بات یہ کہ امامت اور خلافت ایک ہی شئے ہے امامت کا الگ تصور قائم کرنا یہ مشرک روافض کے عقائد کا حصہ ہے۔یہاں آپ بیان کر رہے ہیں کہ عمرؓ کی بیعت سے امامت منعقد ہوگئی لیکن خلافت کا قیام صرف عمرؓ کی بیعت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ پے در پے بیعت اور اس کی کثرت کی وجہ سے تھا تو ایسی بات کرنا ایک تو حقائق کے منافی ہے اور دوسرا آپ نے امامت اور خلافت کو دو الگ الگ

حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایسا کہیں نہیں ہوا کہ صرف عمرؓ نے بیعت کی تو ان کی بیعت کی وجہ سے باقی صحابہؓ نے بیعت کی جیسا کہ آپ کے ان الفاظ سے تاثر ملتا ہے یہ صرف اور صرف لفاظیاں اور شکوک شبہات پیدا کر کے لوگوں کو حق سے دور کرنے کی بھونڈی کوشش تو ہو سکتی ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے فوراً بعد جب انصار مدینہ خلیفہ کے انتخاب کے لیے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تو اس دوران سعد بن عبادہؓ جو کہ بیمار تھے بیماری کی حالت میں تقریر کی جس میں انصار مدینہ کے فضائل بیان کیے اور اس تقریر میں جو بھی باتیں کیں بیان کردہ تمام باتیں جامع تھیں جس پر انصار مدینہ کا سعد بن عبادہؓ کو خلیفہ بنانے پر اتفاق ہو گیا لیکن بعض انصاری صحابہ نے حدشہ ظاہر کیا کہ مہاجرین اس پر اعتراض کر سکتے ہیں جس پر بحث کی صورت میں ایک حل پیش کیا گیا کہ اگر ایسا ہوا تو ہم یہ تجویز پیش کریں گے کہ ایک امیر تم میں سے یعنی مہاجرین میں سے اور ایک ہم یعنی انصار میں سے۔ دو امیر ہوں گے۔ اس کی اطلاع عمرؓ کو ملی تو وہ فوراً ابو بکر صدیقؓ کو ساتھ لیکر سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف چل پڑے۔ رستے میں ابو عبیدہؓ مل گئے وہ بھی ساتھ چل پڑے۔

وہاں جا کر عمرؓ نے تقریر کرنا چاہی لیکن ابو بکرؓ نے انہیں روک کر خود تقریر کی جس میں مہاجرین کے فضائل کے ساتھ ساتھ ان پہلوؤں کو اجاگر کیا جن پر انصار نے غور و غوض نہیں کیا تھا۔ ابو بکرؓ کی تقریر کے بعد تقریباً تمام انصار صحابہؓ مہاجرین میں سے کسی کی بیعت پر دل سے راضی ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود انصار میں سے ایک شخص حباب بن المنذر رجو کہ دل میں اقتدار کا لالچ پیدا کیے ہوئے تھا نے مخالفت کرتے ہوئے انصار کو ابھارنا شروع کر دیا کہ خلافت تمہارا یعنی انصار کا حق ہے اس لیے آگے بڑھو کوئی بھی تمہاری مخالفت کی جرأت نہیں کرے گا اور ساتھ دو امیروں والی تجویز بھی دی جس کو عمرؓ نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ ایک نیام میں دو تلواریں اکٹھی نہیں رہ سکتیں اور واضع کر دیا کہ عرب قریش کے علاوہ کسی اور میں سے خلیفہ ہونے پر ہرگز راضی نہ ہوں گے جس پر حباب بن المنذر رنے دھمکی دے ڈالی کہ اگر مہاجرین نہ تسلیم کریں یعنی کہ خلیفہ انصار میں سے نہ ہو تو مہاجرین کو ان کے علاقوں میں بدر کر دو یہاں سے انہیں نکال دو اور خلافت اپنے ہاتھ میں لے لو اور میں یعنی حباب بن المنذر رتم سب میں سے اس کا اہل ہوں اور مجھے اس کا تجربہ بھی ہے اور اگر تم چاہو تو میں ابھی کانٹ چھانٹ کر فیصلہ کر لیتا ہوں یعنی اگر تم میری بیعت کر لو تو میں ان مہاجریں کو مدینے سے نکال دوں گا جس پر عمرؓ نے مخالفت کرتے ہوئے کہا اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تمہیں ہلاک کر دے گا، حباب بن المنذر رنے جواباً کہا نہیں بلکہ تم لوگ مارے جاؤ گے۔

اس کے بعد ابو عبیدہؓ نے تقریر کی جس میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ قریش میں سے تھے اور خلیفہ بھی قریش میں سے ہی ہونا چاہیے اور وہی اس کے اہل ہیں ساتھ ہی خود قسم کھاتے ہوئے کہا کہ میں اس معاملے میں کبھی بھی ان سے تنازعہ نہیں کروں گا۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کر وان کی مخالفت نہ کرو اور نہ ہی اس معاملے میں ان سے تنازعہ کرو جس پر ابو بکر صدیقؓ نے عمرؓ اور ابو عبیدہؓ کے بارے میں کہا کہ ان دونوں میں سے جسے چاہو اپنا امام بنا لو۔ مگر انہوں نے جواباً کہا کہ اے ابو بکر صدیقؓ آپ کی موجودگی میں ہم ہرگز اس منصب کو قبول نہ کریں گے آپ مہاجرین میں سے سب سے زیادہ بزرگ ہو رسول اللہ ﷺ کے غار میں ساتھی ہو، امامت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے جانشین بن چکے ہو اس لیے آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں جس پر انصار مدینہ میں سے بشیرؓ بن سعد نے سب سے پہلے بیعت

کی ان کے بعد عمرؓ اور ابو عبیدہؓ نے جس پر حباب بن المنذر نے بشیرؓ بن سعد کو للکار کر کہا کہ تمہیں سعد کی امارت پر حسد ہوا جو تو نے انصار سے مخالفت کی انہوں نے جواب میں کہا کہ اللہ کی قسم ہرگز یہ بات نہیں بلکہ میں ہرگز اس بات کو گوارہ نہیں کرتا کہ میں ان سے اس معاملے میں تنازعہ کروں جس کا اللہ نے انہیں ہر طرح سے حق دار بنایا ہے۔ اس کے بعد وہاں موجود تمام لوگوں نے جوک در جوک بیعت کی سوائے سعد بن عبادہ اور چند ایک کے۔

اس لیے یہ کہنا کہ صرف عمرؓ کی بیعت سے امامت منعقد ہوگئی تھی اور خلافت نہیں تو یہ جاہلانہ بات ہے اور ساتھ تاریخ کو بھی توڑ مروڑ کر پیش کرنا۔ کیونکہ سب سے پہلے بیعت مہاجرین میں سے عمرؓ کی بجائے انصار میں سے بشیرؓ بن سعد نے کی تھی انصار میں سے ان کی پہل نے باقیوں کے لیے راہ ہموار اور آسان کردی۔ کیونکہ پہل کرنا ہی مشکل ہوتی ہے۔ اور اگر پہلے اور صرف عمرؓ نے بیعت کی ہوتی اور انصار میں سے کسی نے نہ کی ہوتی تو جو ماحول حباب بن المنذر نے پیدا کیا ہوا تھا اور جیسے وہ انصار مدینہ کو ابھار رہا تھا اس سے مزید اور موقع اس کے ہاتھ آجاتا انصار کو مہاجرین کے خلاف ابھارنے میں لیکن اس کی ساری جدوجہد خاک میں مل گئی بشیرؓ بن سعد کی بیعت میں پہل کرنے سے۔ پھر اس کے کچھ ہی لمحوں بعد انصار میں سے لوگوں کا ہجوم ٹوٹ پڑا ابوبکرؓ کی بیعت کے لیے۔

صفحہ ۳۴

کچھ لوگوں کی مخالفت سے خلافت قائم نہیں ہوتی

اعتراض۔ ''صرف ایک آدمی کے انتخاب اور بیعت پر آدمی خلیفہ نہیں بن سکتا''

''جب ایک آدمی کے بارے میں لوگ تقسیم ہو جائیں یعنی کچھ لوگ موافق اور کچھ مخالف ہوں اور پتہ نہیں لگتا کہ کس طرف لوگ زیادہ ہیں تو پھر اسکی خلافت منعقد نہیں ہوتی''

جواب۔ کس نے کہا اور کہاں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے ابوبکر البغدادی حفظہ اللہ کی بیعت کی اور ایک ہی آدمی کی بیعت سے خلیفہ بن گئے۔ عراق میں خلافت اسلامیہ عراق کی حد تک ۲۰۰۶ میں قائم ہوئی اسکے ۷ سال بعد شام میں خلافت قائم ہوئی اس کی باقاعدہ مجلس شوریٰ تھی جس میں عراق و شام سمیت پوری دنیا کے مختلف خطوں سے ہجرت کر کے مبارک سرزمین پر آئے ہوئے راسخ العلم مہاجرین علماء تھے خلافت کے اعلان کے وقت انہوں نے خلیفہ کا انتخاب کیا ان کے ہاتھ پر بیعت کی اس کے بعد لاکھوں اللہ کے غلام مجاہدین سمیت پوری دنیا سے عام اہل ایمان کی کثرت نے بیعت کی۔ جن میں سے جو ہجرت کی استطاعت رکھتے ہیں وہ ہجرت کر رہے ہیں جن میں استطاعت نہیں وہ جہاں ہیں وہیں اللہ کے دشمنوں پر عذاب بن کر ٹوٹ رہے ہیں۔ اس لیے اگر کوئی لاکھ عذر تلاش کرنا چاہے اللہ کی نصرت سے دور رہنے کا تو اس کے لیے کوئی بھی عذر نہیں ہوگا البتہ بغض، عداوت، شرک، نفاق کی بنیاد پر اختلاف کی تمام راہیں کھلی ہیں۔

رہی بات یہ کہ کس طرف لوگ زیادہ ہیں اور کس طرف کم جو آپ کو جاننے کے لیے مشکل پیش آرہی ہے تو اس کے لیے بہترین رستہ جمہوری

ابلیسی نظام بہت زبردست ہے الیکشن کروالیجیے۔پھر الگ سے اپنی ایک امارت قائم کر لیجئے کیونکہ اللہ کی قسم اللہ اپنے وعدے کے ہرگز خلاف نہیں کرتا۔اپنے اذھان سے یہ نکال دیجئے کہ صلیبی اس کو ختم کر پائیں گے اور پھر آپ خوشیاں منائیں گے۔

''جب یہ واضع ہو جائے کہ مخالفت میں افراد زیادہ ہیں تو بطریق اولیٰ اس کی خلافت منعقد نہیں ہوتی''

سبحان اللہ یہ کون سا دین ہے جس میں لوگوں کی اکثریت کو دیکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے؟ اللہ کی قسم یہ ابلیس کا دین تو ہو سکتا ہے اللہ کا نہیں۔کیونکہ ابلیس کے دین میں اکثریت کو فضیلت حاصل ہے لیکن اللہ کے دین میں علم اور اللہ کے تقویٰ کو فضیلت حاصل ہے۔سو تمہیں تمہارا دین مبارک۔لیکن ہم اللہ کے دین میں ایک انچ کیا ایک ملی میٹر بھی تغیر و تبدل نہیں کریں گے اگر ایسا کریں تو اللہ نے ہمیں آگاہ کر دیا ہے کہ اللہ ہمیں اوروں سے بدل دے گا تو ہم اللہ کا شکر کیوں نہ کریں اس فضیلیت پر جو اس نے ہمیں عطا کی اور اس کو برقرار رکھنے اور اس کی رضا کی خاطر کیوں نہ قربان ہو جائیں۔واللہ ہمیں تو اپنے رب اللہ سے محبت ہے ہم تو اس کے ساتھ تجارت کر رہے ہیں اپنے جان و مال کا سودا کر بیٹھے ہیں سوائے ملامت کرنے والو تمہاری ملامت کی ہمیں کیا پرواہ۔

صفحہ ۳۵

اہل الشوکۃ اور خلافت

اعتراض۔ ''وہ اجماع جس پر کسی کی خلافت منعقد ہوتی ہے تو وہ اہل الشوکۃ کی موافقت ہے اگرچہ کم لوگ کیوں نہ ہوں لیکن اگر وہ کم لوگ ایسے حضرات ہوں کہ انکی موافقت پر امت اور لوگ موافق ہوتے ہیں تو ایسے لوگوں کی بیعت سے امامت اور خلافت قائم ہو سکتی ہے''

''امت اور لوگ''

جواب۔ خلافت کوئی کھیل یا کسی کی ذاتی جاگیر نہیں ہے جو کسی کی بھی ہو سب سے پہلے تو یہ ذھن میں ہونا چاہیے خلافت ایک نظام ہے وہ نظام جو اس کائنات میں قائم ہے جو اللہ نے براہ راست قائم کیا ہوا ہے اور وہی ذات سبحان اسے چلا رہی ہے لیکن اس زمین کا اختیار انسان کو دے دیا جو نظام کائنات میں قائم ہے زمین پر اس کے قیام اور چلانے کی ذمہ داری انسان کے ہاتھ میں دے دی اس کی وجہ کیا ہے وہ ایک الگ موضوع ہے بہر حال جیسے اس کائنات کی تمام مخلوقات کو اللہ نے کسی نہ کسی لائن پر لگایا ہوا ہے جس سے ان کا اپنا بھی فائدہ اور باقی تمام مخلوقات کا فائدہ حتیٰ کہ بقا ہی اسی میں ہے اسی طرح زمین پر ایمان لانے کے بعد مومن پر جو سب سے پہلی ذمہ داری عائد ہوتی ہے صلاۃ یعنی علم اور تقویٰ میں جس کو فضیلت حاصل ہو اس کو اپنا امام بنایا جائے پھر وہ امام ہر ایک کو اس کی جنس، عمر اور علم و تجربے کے لحاظ سے اس کی لائن پر لگائے بلکہ وہی نظام جو اس کائنات میں قائم ہے زمین پر انسانوں میں قائم کرے پھر اس کو چلائے۔

اب ایک بات تو واضع ہو گئی یہ کسی کی ذاتی جاگیر نہیں اور دوسری بات جو کہ انہوں نے کہا کہ اہل الشوکۃ کی موافقت سے منعقد ہوتی ہے اس کے لیے بھی پہلے تو یہ علم ہونا چاہیئے کہ یہ کوئی میلا نہیں جو منعقد ہو گا یا کیا جائے گا، خلافت منعقد نہیں قائم کی جاتی ہے۔جہاں تک اہل الشوکۃ

کی بات ہے تو پیچھے الحمدللہ مفصل طور پر ہم نے الشوکۃ کی تعریف بیان کر دی تھی۔اہل الشوکۃ حکومتی عہدیداروں کو کہا جاتا ہے، گورنرز، پولیس وافواج کے سربراہان، اور قاضی وغیرہ۔ جب خلافت موجود ہی نہیں تھی تو اہل الشوکۃ کا تو کوئی تصور ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر انسان پھر بھی اسی پر بضدر ہے تو اس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ نہ اہل الشوکۃ ہوں گے اور نہ ہی خلافت قائم ہوگی۔ کیونکہ جب خلافت نہیں تو پھر اہل الشوکۃ کہاں۔ یہ شرط تو ہماری خواہشات پر مبنی ہے اللہ نے ہماری راہنمائی کے لیے جو کتاب نازل کی اس میں ایسی کوئی شرط عائد نہیں کی۔اس میں اللہ نے ہر جگہ علم کو فضیلت دی ہے۔اور یہ ضروری نہیں کہ جو اہل الشوکۃ ہوں ان کے پاس علم بھی ہو۔کیونکہ جیسا امام ہوگا وہ اسی طرح کے اپنے نیچے کے عملے کو تعینات کرے گا اور آج ہم اپنی آنکھوں سے حکمرانوں کو دیکھ سکتے ہیں جس سے ہمیں وسیع تجربہ حاصل ہو جائے گا۔

اس کے باوجود پھر بھی اہل الشوکۃ کی شرط کو آپ عائد کرنا چاہتے ہیں جو کہ دین میں کسی بھی قسم کی گنجائش نہیں پھر بھی ایسا ہی چاہتے ہیں تو موجودہ حکمران اہل الشوکۃ کہلائیں گے اور یہ حکمران بحوشی اوبامہ یا بش وغیرہ پر تو متفق ہو سکتے ہیں لیکن ایک تقویٰ والے مومن پر ہرگز نہیں۔

پھر اسی پہرے میں ذکر کرتے ہیں ''امت اور لوگ''

یعنی امت الگ شئے ہے اور لوگ الگ، امت تو امت مسلمہ ہوگئی اور لوگ تو پھر دنیا کی باقی اقوام ہوئے۔ کہ باقی اقوام بھی جن پر متفق ہوں وہی خلیفہ بن سکتا ہے۔سبحان اللہ

صفحہ ۳۶

بغدادی تکفیری، مسلمانوں کا قاتل

اعتراض۔ بغدادی خلافت کے ''اعلان سے پہلے بھی متنازع تھا اور صرف ذات تک نہیں بلکہ اس میدان کے معتبر علماء کرام اسکے فکری منہج پر اعتراضات کر رہے تھے جیسا کہ امام الجہاد ابو محمد المقدسی اور ابو قتادہ الفلسطینی اور دیگر جہادی سلفی علماء کے ویڈیوز اور تحریرات موجود ہیں جنھوں نے اسکے منہج پر تنقید کی ہے اور اسکی فکر میں افراط ہے تکفیر اور قتل مسلم میں احتیاط نہیں کرتا، اور یہ مزکورہ حضرات جہادی امت میں ایسا مقام رکھتے ہیں کہ ان کی بیعت اور تاکید پر کم از کم جہادی امت جمع ہو جاتی ہے تو جب یہی اعلام الامت ان کی تائید نہیں کرتے تو اس اعلان کردہ خلافت کا اعتبار بلکل ختم ہو جاتا ہے''

جواب۔ اس میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں ان کے بقول جب بغدادی پہلے ہی متنازع تھا اور آپ کے دعووں کے مطابق ایمن ظواہری ان کا امیر تھا یہ القاعدہ کی شاخ تھے تو پھر ایمن ظواہری نے اس کو ہٹایا کیوں نہیں؟؟؟

ایک تکفیری اور مسلمانوں کے قاتل کو ہی امیر کیوں رہنے دیا؟؟؟

ضرور جواب دیجئے گا۔ جن سے ایک تنظیم نہ سنبھالی گئی وہ پوری امت کی بھاگ دوڑ خاک سنبھالیں گے؟؟؟

آپ کی کس بات پر یقین کیا جائے۔ ایک طرف آپ ابوبکر البغدادی حفظہ اللہ لکھتے ہیں اور دوسری طرف اس کے عقائد ومنہج کو باطل قرار دیتے ہیں وہیں تیسری طرف اسے تکفیری اور مسلمانوں کا قاتل بھی ثابت کیے جا رہے ہیں۔ اس سے بڑی منافقت اور کیا ہو سکتی ہے؟؟؟

آپ کی سوچوں، نظریات وعقائد میں اتنا انتشار کیوں؟

پہلے آپ نے خلافت کو باطل ثابت کرنے کے لیے کن کن بے حودہ دلائل کا سہارا لیا اور ابھی آپ نے ان سے ہٹ کر ایک نیا رخ اختیار کر رہے ہیں۔ اگر یہی سچ ہے تو پھر آپ کو پیچھے اتنی جاہلانہ باتین لکھنے کی تکلیف کیوں کرنا پڑی؟

یہی ایک بات لکھ کر قصہ تمام کر دیتے یا پھر یہ سمجھا جائے کہ جو کچھ ثابت کرنے کے لیے پوری دنیا کے صلیبی اور کفار ایڑی چوٹی کا زور لگانے اور ہر طرح کے وسائل استعمال کرنے کے باوجود ناکام رہے اس کا ٹھیکہ اب آپ جیسوں کو دیا گیا ہے؟

خوارجی اور تکفیری ثابت کرنے کے لیے پوری دنیائے کفر نے کیا کچھ نہیں کیا اس کے باوجود ناکام رہے اور انجام سے دوچار ہو رہے ہیں سو ان شاءاللہ آپ بھی ناکام رہیں گے۔

اگر روافض جو عثمانؓ کے حقیقی قاتل تھے، علیؓ اور حسینؓ کو شہید کیا، اسلام کی جڑیں کھودتے رہے، اسلام کے خلاف یہود ونصاریٰ سمیت تمام کفار کا ساتھ دینے کا ادنی سے ادنی موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا، جو خلفائے راشدین کر کافر قرار دیتے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کی ازواج اور ہماری ماؤں پر لعن تعن کرتے ہیں، جھوٹ جن کے دین کا اہم بنیادی رکن ہے۔ جو موجودہ قرآن کو تحریف شدہ تسلیم کرتے ہوئے اس پر ایمان لانے کی بجائے کفر کرتے ہیں ان کو آپ مسلمان تسلیم کرتے ہیں؟

ان کا قتل، قتل مسلم قرار دیتے ہیں تو اللہ کی قسم ایسا دین اور ایسے مسلمان تم لوگوں کو مبارک، وہ تمہارے بھائی اور تم ان کے، رہی بات ہماری تو ان شاءاللہ ہم دنیا کے بدترین مشرک روافض سے اللہ کی زمین پاک کر دیں گے ہم کسی کو اسلام کے نام پر شرک کی ہرگز اجازت نہ دیں گے۔ جو اسلام کو بدلیں گے ہم انہیں بدل ڈالیں گے ان شاءاللہ۔ خواہ وہ کوئی بھی ہوں ہمارے خون کے رشتے میں ہمارے سگے بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔

اللہ نے اپنی کتاب میں ایمان لانے والوں کی نشانی یہ بیان کی کہ ایمان لانے والے تو وہ ہوتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد اللہ کی راہ میں ہجرت وجہاد کرتے ہیں اپنے جان واموال کیساتھ اور ان کے علاوہ وہ جو مہاجرین کے انصار بنیں اور جہاد کریں اپنے مال وجان کے ساتھ ۔ یہی مومن ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

لیکن اگر ایمان لے آئیں اور اللہ کی راہ میں ہجرت وجہاد نہ کریں یا انصار کا کردار ادا نہ کریں تو اللہ نے ایسے لوگوں کو کافر قرار دیتے ہوئے ان کو کافروں کا ولی قرار دیا ہے۔ جب ایسے لوگوں کا معملہ یہ ہے تو پھر روافض تو اللہ کے بدترین دشمن ہیں جو ہر وقت اللہ کی دشمنی میں مگن ہیں۔

صفحہ ۳۷

خلیفہ پر رعایا کے دس حقوق

اعتراض۔ ''وہ دس حقوق جو خلیفہ پر لازم ہوتے ہیں کہ امت کو دیدے اور اگر نہیں دے سکتا تو خلیفہ نہیں بن سکتا

۱۔اطاعت اور بیعت

۲۔نصرت اور مدد کرنا

۳۔لوگوں کے دین کی حفاظت

پھر سے دوسرا حق۔اسلامی احکام کی تنفیذ

پھر سے تیسرا حق۔مسلمانوں کے وطن کا دفاع

۴۔شرعی سزاوں کا نفاذ

۵۔پانچواں حق بیان ہی نہیں کیا

۶۔معاندین اسلام کو پہلے دعوت دیگا ورنہ تو جزیہ کے لیے تیار کریگا

۷۔خلیفہ پر واجب ہے کہ مالدار مسلمانوں سے زکوۃ بھی جمع کریگا مال فئی بھی جمع کرے گا

۸۔لوگوں کی تنخوایں اور حقوق تقسیم کرے گا

۹۔مناصب کے لیے خیر خواہ اور امین لوگوں کا تقرر کریگا

۱۰۔خود امور کی نگرانی اور احوال کا معلومات کرے گا''

صفحہ ۴۲

جب خلیفہ امت کے دس حقوق پورے کرے تب امت پر اسکے دو حقوق واجب ہوتے ہیں

۱۔اطاعت اور بیعت

۲۔نصرت اور مدد کرنا

پھر سے دس حقوق بیان کرتے ہیں

''شہروں اور اطراف سے آنے والے حاجیوں کی سہولت کا انتظام کریگا اور حاجیوں کے راستوں کی اصلاح اور امنیت کا اھتمام کرے گا اور ایسا منتظم شخص مقرر کرے گا جو حاجیوں کے مشکلات کو حل کرے جب خلیفہ یہ حقوق ادا کر سکتے ہو اور ادا کرے تو امت اس کی اطاعت اور نصرت کریگی''

جواب۔ اس بیان کردہ شرط پر سعودی آل سلول بلکل پورے اترتے ہیں تو ان کی بیعت کیوں نہیں کر لی جاتی اور ویسے باقی بیان کردہ بھی

تمام شرائط ان میں موجود ہیں اس طرح تو آل سلول خلافت کے سب سے زیادہ اہل بن جاتے ہیں اور امت کی اکثریت ان پر متفق بھی ہو جائے گی نہ صرف امت بلکہ باقی دنیا کے لوگ بھی جو ان کی عائد کردہ شرائط میں سے پیچھے گزرنے والی ایک شرط ہے۔

پھر نئے سرے سے دس حقوق بیان کرتے ہیں

صفحہ ۴۳

اعتراض۔ ا۔ایسے حالات پیدا کرنا جس سے وہ اپنے گھروں میں رہ سکتے ہوں

۲۔رعیت کو انکے گھر بار اور جانوں کے بارے میں امن حاصل ہو

۳۔رعیت سے ضرر اور ظالم کا ہاتھ روکنا

۴۔رعیت کے ساتھ حق اور انصاف کا معاملہ کرے گا

۵۔حق رعیت کے درمیان جھگڑے ختم کرے گا

۶۔حاکم رعیت کو اپنے عبادات ومعاملات میں شریعت کا پابند بنائے گا

۷۔حقوق اللہ اور حدود اللہ کا نفاذ کرے گا

۸۔رعیت کے لیے گلی کوچوں کو امن کا گہوارہ بنائے گا

۹۔ان کے پانی اور پل وغیرہ کی حفاظت کرنا

۱۰۔لوگوں کے درمیان دین،عمل،کسب اور حفاظت کے حوالے سے جو ان کے حقوق ہوتے ہیں ان کا اندازہ لگائے گا اور پھر ان کے رتبے اور حثیت کے موافق معاملہ کرے گا''

پھر سے حقوق بیان کرتے ہیں

صفحہ ۴۵

عام راستوں کے امن کا پورا اہتمام کرے گا

دشت و بیاباں کو صاف کرے گا تاکہ رعیت امن سکون کے ساتھ چل پھر سکے اور اپنی جان و مال پر مطمئن ہو

جواب۔ ان شرائط کو بغور پڑھئے ان کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں مثال کے طور پر آپ کا گاڑیوں کا کاروبار ہو آپ گاڑیاں بیچتے ہوں اور کوئی گاڑی خریدنے کے لیے آپ کے پاس آئے اور آکر کہے کہ میں گاڑی خریدنا چاہتا ہوں لیکن میری کچھ شرائط ہیں اگر شرائط موجود ہوئیں تو وہ گاڑی ہوگی وگرنا نہیں۔ا،اس کے ٹائر ہونے چاہیں،۔۲،سٹیرنگ ویل ہونا چاہیے۔۳،ڈرائیور کی سیٹ ہونی چاہیے۔۴،گیئر ہونا چاہیے۔۵،پیٹرول ٹینک ہونا چاہیے۔۶،پیچھے دیکھنے والا شیشہ ہونا چاہیے۔۷،لائٹیں ہونی چاہئیں۔۸،اس میں انجن ہونا چاہیئے۔۹،جنریٹر ہونا چاہیے۔۱۰،بریک ہونی چاہیے۔

تو ایسے انسان کی ذہنی حالت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہوگی؟

پہلی بات تو یہ کہ کیا صرف ان دس اشیاء کا مجوعہ گاڑی کہلاتا ہے اس کے علاوہ گاڑی میں اور کچھ نہیں ہوتا؟

دوسری بات اگر یہ سب گاڑی میں نہیں ہوگا تو اور کس میں ہوگا۔ آپ نے گاڑی خریدنی ہے تو گاڑی اسی کا نام ہے جس میں مذکورہ شرائط کے ساتھ باقی تمام لوازمات بھی موجود ہوں جن کے مجموعے سے گاڑی وجود میں آتی ہے۔

اسی طرح کیا خلافت صرف ان دس شرائط کا نام ہے؟ اگر یہی ہے تو پھر اور بہت سی ایسی باتیں ہیں جو دین کا حصہ یا خلافت کے زمرے میں نہیں آئیں گی اور خلافت کے قیام کا رائی برابر بھی فائدہ نہ ہوگا۔ مثال کے طور پر آپ پانی بھرنے کے لیے برتن تو لے لیں اور پانی بھرنا شروع کر دیں لیکن اس برتن میں سوراخ ہو اور آپ اسے بند نہ کریں تو ایسی صورت میں اس برتن میں پانی بھرنے کا کچھ فائدہ ہوگا؟

پھر اہم بات یہ کہ خلافت ہوتی اور کیا ہے؟ خلافت صرف ان دس شرائط نہیں بلکل پورے ایک نظام کا نام ہے۔

اب آتے ہیں ایک اور پہلو کی طرف جو دس شرائط یہ بیان کرتے ہیں سب سے پہلے تو یہ کہ ان کے بیان کرنے کا نہ تو کوئی مقصد اور نہ ہی کوئی جواز بنتا ہے دوسری بات یہ کہ دس شرائط کی بجائے بار بار بیان کرنے سے دس سے زیادہ بن جاتی ہیں۔ تیسری بات یہ کہ پہلی جو دس بیان کرتے ہیں ان میں اطاعت اور بیعت کو پہلی شرط قرار دیتے ہیں جو خلیفہ نے پوری کرنی ہے اس کے بعد عوام پر دو شرائط عائد ہوں گی اطاعت اور بیعت دوسری نصرت اور مدد، اس میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خلیفہ کی پہلی شرط جو اس نے پوری کرنی ہے وہ کس کی اطاعت اور بیعت کرنی ہے؟ کیا وہ عوام کی اطاعت اور بیعت کرے گا یا کس کی؟ اس کا کیا جواب ہے یہ تو لا جواب سوال ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ جب آپ کی پہلی ہی عائد کردہ شرط جہالت کی بنیاد پر کھڑی ہے تو باقی کا کیا حال ہوگا۔ یقیناً باقی اس سے بھی بڑھ کر جاہلانہ اور کھوکھلی بنیاد کی حامل ہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ کوئی بنیاد ہے ہی نہیں ہوا میں معلق ہیں تو بے جانہ ہوگا۔

صفحہ ۴۲

خلافت کا قیام حیران کن بدعت

اعتراض۔ ''بغدادی صاحب اور اس کے ترجمان عدنانی صاحب خراسان، یمن، قفقاز، لیبیا وغیرہ کو اپنی اعلان کردہ اسلامی ریاست کے ولایات اور صوبے سمجھتے ہیں اور اس کے رسمی والی بھی مقرر کیے ہیں اور ان والیوں کے ساتھ بیعت اور انکی اطاعت کو بھی واجب کہتے ہیں اور دیگر جہادی جماعتوں میں کام کرنے کو بغاوت اور ناجائز سمجھتے ہیں اس لیے عدنانی صاحب نے دیگر جہادی جماعتوں کو لغو کرنے کا اعلان کیا ہے تو بغدادی صاحب اور اسکے اعلان کردہ والی حضرات مستقبل بعید میں بھی یہ حقوق رعیت کو نہیں دے سکتے بلکہ خود بھی محفوظ ٹھکانہ نہیں ہے شہروں اور آبادیوں کی بجائے جنگلات میں جینے پر مجبور ہیں تو یہ اسلامی تاریخ میں ایک نیا کام اور حیران کردینے والی بدعت ہے''

جواب۔ سب سے پہلی بات ان کو جو اعتراض ہے وہ یہ کہ ان ولایات کا اعلان نہیں کرنا چاہیے تھا کیوں کہ اس سے ان کے مفادات کو نقصان پہنچا۔ اس کو یہ غیر شرعی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرر ہے ہیں۔ ایک بات ذہن میں رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء نے زمین کے جس جس خطے میں اسلام کا پرچم لہرایا وہ تمام علاقے مقبوضہ کہلائے جائیں گے نہ کہ کفار کے خطے، ہاں البتہ کفار کے قبضے میں ضرور ہیں اسی وجہ سے مقبوضہ کہلائیں گے اور ان تمام مقبوضہ علاقوں پر اپنے حق کا اعلان کرنے کے لیے ان کے اصل وارثوں کا سامنے ہونا لازمی ہے۔ جیسے مثال کے طور پر آپ کے گھر پر کوئی قبضہ کر لے تو جب آپ مقدمہ دائر کریں تو کیا اس کے اصل مالک کا نام مقدمے میں درج نہیں کروائیں گے؟

اسی طرح یہ لازم امر ہے۔ ان علاقوں کے بعد کفار کے علاقوں کی طرف پیش قدمی کی جائے گی اور پوری اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کیا جائے گا اور جیسے جیسے باقی علاقے فتح ہوتے جائیں گے ویسے ویسے ان کے والیوں کے ناموں کا اعلان ہوتا جائے گا۔

دوسرا انہوں نے کہا کہ خود جنگلات میں رہ رہے ہیں ان سے سوال یہ بنتا ہے کہ آیا آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا؟ یا پھر خود کو پیمانہ بنا کر دوسروں کو بھی اسی پیمانے میں تول رہے ہیں؟ کہ جیسے آپ خود ہیں جو حالات آپ کے اپنے ہیں وہی باقی سب کے بھی ہیں؟ اور جن علاقوں پر اللہ کی واحدانیت کا جھنڈا لہرا رہا ہے ان میں کتنے اور کہاں کہاں جنگلات ہیں کیا آپ کو اس کا بھی علم ہے؟ سو فیصد نہیں کیوں کہ اگر علم ہوتا تو آپ حسد اور بغض سے کام نہ لیتے اور ایسی مضحکہ خیز باتیں نہ کرتے۔

رہا سوال بدعت کا تو آپ کا علم تو چیخ چیخ کر بتا رہا ہے کہ آپ دین کی سمجھ سے کوسوں دور ہیں تو آپ کیا جانیں بدعت کیا ہوتی ہے کیوں کہ بدعت کو جاننے کے لیے پہلے دین جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ ہر وہ شئے بدعت ہے جو بھی دین میں داخل کی جائے اور دین میں کمی ظلم۔

اگر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا اور مختلف فرقوں، گروہوں اور تنظیموں میں تقسیم ہونے سے منع کرنا بدعت ہے تو اس کا مطلب ہے یہ دین کا حصہ ہے رسول اللہ ﷺ نے خود تنظیموں اور گروہوں کی بنیاد رکھی اور کہا کہ مختلف گروہوں کی بنیاد رکھوں اپنی اپنی مرضی کے گروہ کے ساتھ مل کر کام کرو اگر کوئی گروہ پسند نہ آئے تو الگ سے اپنا قائم کر لو۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا یا ایسا کرنے کا حکم دیا؟ کیا اللہ نے اپنی کتاب میں ایسا کوئی حکم دیا؟

لیکن آپ نے اس کو دین کا حصہ بنا دیا اور اس کے برعکس صرف اور صرف اللہ کی طرف دعوت، اتفاق واتحاد کو بدعت بنا دیا۔ آپ کی عقل اور آپ کے علم کی کوئی حد نہیں اسی لیے وہ بدکی ہوئی گائے کی طرح کبھی ادھر چلا جاتا ہے کبھی ادھر، جس طرف چاہتا ہے رخ کر لیتا ہے۔

جہاں تک بات ہے کہ مستقبل بعید میں بھی یہ اپنی رعیت کو حقوق نہیں دے سکتے تو اس پر ہم یہی کہیں گے کہ اندھے کو کچھ دکھانے کی کوشش صرف اور صرف اپنے وقت کا ضیاع اور پاگل پن ہے۔ دوسرا یہ کہ جب خلافت کا اعلان ہوا جو منافقین و مشرکین اور کفار پر اتنا بھاری تھا کہ ان کی کمر ٹوٹ گئی اس وقت ان کے یہ دعوے تھے کہ یہ تو ایک ہفتہ بھی قائم نہیں رہے گی، پھر بات مہینے پر گئی پھر مزید مہلت پر لیکن الحمد للہ اللہ کے دشمنوں کی ناک خاک آلود ہوگئی۔ آج یہ خلافت صرف اور صرف اللہ کی نصرت سے نہ صرف کئی گنا بڑھ چکی ہے بلکہ مضبوط بھی ہو چکی ہے۔ اور اس میں آپ نے جو دعویٰ کیا یہ غیب کا علم رکھنے کا دعویٰ ہے البتہ اگر آپ علم کی بنیاد پر کوئی بات کرتے کہ ایسا ممکن یا ناممکن ہو سکتا

ہے تو وہ اور بات ہوتی لیکن مستقبل یا مخفی کے بارے میں بغیر علم کے دعویٰ کرنا غیب کا دعویٰ کرنے کے برابر ہے۔ کاش کہ آپ ماضی سے سیکھتے اور علم کی بنیاد پر مستقبل کے حوالے سے اپنا ظن قائم کرتے لیکن یہاں بھی آپ نے تکبر، حسد، اور بغض سے ہی کام لیا۔ ان شاء اللہ آپ میں سے جو اندھے نہیں ہیں اللہ ان کو حق پہچاننے کی توفیق دے بشرطیکہ وہ اس کے لیے اس میعار پر پورا اتریں جو ہدایت کے لیے اللہ کے ہاں مشروط ہے اور جو اندھے ہیں ان کا معاملہ تو براہ راست اللہ کے ساتھ ہے ہم انہیں کیسے دکھا سکتے ہیں۔

صفحہ ۵۲

خلافت کا قیام امت میں اختلافات کا باعث

اعتراض۔ ''خلافت کے مقاصد میں اہم ترین مقصد امت کی وحدت ہے اور بغدادی صاحب نے امت کی رضا کے بغیر اور اہل الحل والعقد کی موافقت کے بغیر جو اعلان خلافت کیا تو امت وحدت کی بجائے اختلافات میں پڑھ گئی اور بعض علاقوں میں مسلح تصادم تک بات پہنچ گئی''

''بغدادی صاحب کا اعلان خلافت ایک ایسا قدم ہے کہ ہر جہادی محاذ میں فکری و نظریاتی اعتبار سے دراڑیں پڑ گئیں اور مجاہدین تقسیم ہونے لگے۔ بغدادی صاحب کے ساتھ بیعت کے وجوب کا نظریہ اور اس پر شرعی خلافت کے احادیث چسپاں کرنا ایک نظریاتی اور فکری موضوع ہے۔ اور ہماری فکر اور نظریہ یہ ہے کہ شرعی خلافت کے احادیث اس طرح بدعی خلافت پر چسپاں کرنا احادیث خلافت کی معنوی تحریف ہے''

اس طرح خلافت کا قیام ''ایک بدعی طریقہ و منہج ہے (نہ کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ) اس کی اسلامی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی البتہ اسلامی خلافت کے لیے کوشاں عظیم جہادی جماعات کو توڑنا اور مجاہدین کے سواد اعظم سے خارج ہونا ہے''

سواد اعظم

جواب۔ یہ کئی تنظیموں اور گروہوں کے مجموعے کو سواد اعظم کہتے ہیں اور اس پر بضد ہیں۔ اب اگر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین

کے دور میں نگاہ دوڑائیں اور سواد اعظم کے بارے میں جاننے کی کوشش کریں تو ایک بات بلکل واضع ہو جاتی ہے کہ جس کو یہ لوگ اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر سواد اعظم بنانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں اس کی کوئی بھی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور خلفائے راشدین سمیت بعد کے کئی ادوار میں نہیں ملتی۔ ایک ہی جماعت تھی جس کا احاطہ نظام خلافت نے کیا ہوتا وہی سواد اعظم تھا جو اس سے علیحدہ

ہوا اسی نے خود کو ہلاکت میں ڈالا لیکن یہاں معاملہ بلکل اس کے برعکس ہے، یہاں سواد اعظم کو ہلاکت والوں میں شمار کیا جا رہا ہے اور ہلاکت والوں، گمراہی اختیار کرنے والوں کو سواد اعظم ثابت کیا جا رہا ہے۔ اگر اس کو ٹھیک مان لیا جائے تو نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین سواد اعظم سے خارج تھے کیوں کہ ان کا تو ایک ہی گروہ سے تعلق تھا لیکن ان کے بقول سواد اعظم تو مختلف گروہوں اور تنظیموں کے مجموعے کا نام ہے۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین معیار ہیں تو ہمیں ماننا پڑھے گا کہ یہ سواد اعظم نہیں بلکہ جہالت اور گمراہی کی گھاٹیوں میں دھنسے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹنا چاہتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ حقیقت میں سواد اعظم قائم کرتے اللہ نے ان کو تین دہایوں کا وقت دیا لیکن یہ ایک ہی خطے شمالی وزیرستان میں ایک ہی مقام پر اللہ کا نظام قائم کرنے کی بجائے عوامی رائے کو اللہ پر ترجیح دے کر مختلف گروہوں اور فرقوں کی صورت میں بیٹھے رہے۔ اور آخر کار وہ خطہ بھی بدترین مرتدین کے حوالے کر دیا۔ دنیا کی سپر پاور کہلانے والی قوتیں اس خطے کو حاصل نہ کر پائیں جو امریکہ کے دو ٹکے کے غلام آسانی سے اس پر قبضہ جما بیٹھے۔ کیا یہ اللہ کی طرف سے ان کے لیے کھلا پیغام نہیں ہے کہ اللہ نے ان کو بدل دیا دوسروں سے لیکن یہ بھی یہود کی طرح اپنی نفسانی خواہشات پر بضد ہیں کہ نہیں ہم ہی صرف اللہ کے چہیتے ہیں؟؟؟

کیا ایسا نہیں ہے؟؟؟

اللہ کی قسم میں اللہ کو گواہ بنا کر اپنے علم کی بنیاد پر یہ گواہی دیتا ہوں کہ ایسا ہی ہے اللہ نے تم لوگوں کو موقع دیا وہ بھی ان لوگون کی وجہ سے جو تم میں بہتر تھے جو گزر چکے لیکن ان کے بعد تم لوگوں نے اللہ کے مقام پر اوروں کو بٹھا لیا تو اللہ تو غنی ہے وہ محتاج تو نہیں۔ محتاج تو مخلوق ہے۔

اس طرح خلافت کا قیام بدعت ہے

”اس طرح خلافت کا قیام“ ایک بدعی طریقہ ومنہج ہے (نہ کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ) اس کی اسلامی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی البتہ اسلامی خلافت کے لیے کوشاں عظیم جہادی جماعات کو توڑنا اور مجاہدین کے سواد اعظم سے خارج ہونا ہے“

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب وعجم کے بہت سارے یہودی ونصرانی علماء ایسے تھے جو آخری نبی کی بعثت کی نشانیاں بیان کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ وقت قریب ہے لیکن جب رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے مبعوث کیا تو سب سے پہلے انہی کی اکثریت نے انہیں جھٹلا دیا بجائے اس کے کہ ایمان لاتے جس کی وجہ سے ان کے پیروکار بھی حق سے محروم ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے ان علماء کی اکثریت نے اپنے اپنے گروہ قائم کیے ہوئے تھے اور دعویٰ یہی تھا کہ جیسے ہی وہ آخری نبی ورسول مبعوث کیا جائے گا تو یہی سب سے پہلے ان پر ایمان لانے والے ہوں گے اس لیے اس جہالت کے دور میں ہم ہی صرف حق پر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد جب

یہ ایمان نہ لائے تو انہی نے رسول اللہ ﷺ پر الزامات لگائے کہ اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے ہمارے اندر انتشار وتفرقہ پیدا کر دیا ہے اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ جس دعویٰ کی بنیاد پر انہوں نے گروہ بندی کی ہوئی تھی اس کی بنیادیں ہی ہل گئیں تھیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ اگر مصلحت پسند ہوتے تو کیا ایسا نہ کرتے کہ تم صرف یہ تسلیم کر لو کہ میں آخری نبی ہوں باقی تم اپنے اپنے فرقوں، گروہوں اور تنظیموں کو قائم رکھو اسی طرح چلتے رہو۔رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہرگز نہ کیا۔کسی مصلحت کا سہارا لیا نہ ہی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروہ، حالانکہ اتنے دشمن پیدا ہو گئے کہ جائے پناہ کی کوئی جگہ تک نہ رہی۔ان علماء سوء نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف محاذ کھڑے کیے بلکہ مکہ وعرب کے قبائل نے یہاں تک ملامت کی کہ اس نے باپ کو بیٹے، بھائی کو بہن، خاوند کو بیوی حتیٰ کہ تقریباً ہر گھر میں انتشار وتفرقہ پیدا کر دیا ہے بھائی بھائی کا دشمن بن گیا ہے باپ بیٹے کا اور یہ سب اسی کی وجہ سے ہوا ہے کہ نہ یہ نبوت کا دعویٰ کرتا، نہ نیا دین لاتا اور نہ ہی ایسا ہوتا۔

لیکن رسول اللہ ﷺ نے کسی ملامت کرنے والے کہ ملامت کی پراوہ نہ کی اگر پرواہ تھی تو صرف راور صرف اپنے رب اللہ کی۔کوئی رائے عامہ کا خیال نہیں کیا۔

اب اگر آج کے حالات وواقعات اور قائم ہونے والی خلافت کو سامنے رکھیں تو آج بھی وہی حالات تھے جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے مسلم امہ کے تھے بلکل یہی اسلام کی حالت بنادی گئی تھی۔

خلافت کے قیام سے پہلے دنیا کے کونے کونے تو کیا ایک ہی مقام پر ایک ہی شہر اور ایک ہی گلے ومحلے کی حد تک تنظیمیں، گروہ اور فرقوں کی مختلف شکلوں کی بھرمار تھی اور تقریباً سب ہی نہیں تو اکثریت کا دعویٰ یہی تھا کہ ہمارا مقصد خلافت کا قیام ہے ہماری جدوجہد اسی کے لیے ہے لیکن جب اللہ نے خلافت کو قائم کر دیا تو ان کی اکثریت بدک گئی، مشرکین مکہ ویہود ونصاریٰ کی روش کو اختیار کر لیا اور وہی الزامات و ملامتوں کا بازار گرم کیا جو رسول اللہ ﷺ کے وقت کیا گیا یا ان سے پہلے نبیوں کے وقت۔

مشرکین مکہ ویہود ونصاریٰ نے بھی ایسے ہی الزامات عائد کیے کہ تم اللہ کے نبی نہیں ہو کیوں کہ جو طرز طریقہ تمہارا ہے جو منہج تمہارا ہے ہم نے اپنے آباواجداد سے جو دین حاصل کیا اس کی روشنی میں اس سے پہلے کسی نبی کا ایسا منہج وطریقہ نہیں رہا۔حالانکہ وہ انبیاء کی بجائے انبیاء کے نام پر اپنے اباواجداد کے دین پر تھے جیسے مشرکین مکہ کا دعویٰ تھا کہ وہ دین ابراہیم کے پیروکار ہیں اسی طرح یہود ونصاریٰ کا بھی یہی دعویٰ تھا۔

آج بھی ان منافقین ومشرکین نے اپنے اپنے مفادات ومقاصد کو پروان چڑھانے کے لیے وہی طریقے استعمال کیے اور اللہ کے دین کے قیام کے دعویٰ کی آڑ میں اپنی دوکانداریاں چلاتے رہے لیکن جب ان کے نیچے سے اللہ نے زمین کھینچ لی، اللہ نے اپنی چال کے ذریعے ان کے مکروفریب، نفاق وشرک کو کھول دیا تو انہوں نے واویلے مچانے شروع کر دیے۔

اس لیے اللہ کی قسم اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ خلافت کا قیام علیٰ منہاج النبوۃ نہیں ہے اور اپنی مکارانہ چالوں اور فرقہ پرستیوں کو علیٰ منہاج النبوۃ قرار دینے پر بضد ہے تو وہ براہ راست اللہ کے نبی کی نہ صرف توہین کر رہا ہے بلکہ لاتعداد جھوٹ اللہ کے نبی کی طرف منسوب کر رہا ہے۔وہ اللہ کے دین کو اپنی خواہشات کا تابع کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ اگر صرف اور صرف اللہ کی طرف دعوت دینا اور لوگوں کو رسول

اللہ ﷺ کی سیرت کے عین مطابق ایک نقطے پر جمع کرنا بدعت ہے تو ہاں اللہ کی قسم یہ بدعت ہوگی لیکن کس کے دین میں؟؟؟
ابلیس کے دین میں جو اس کے دین کی بنیادیں اکھاڑ دینے والی ہے۔اور لوگوں کو مختلف گروہوں، تنظیموں اور فرقہ پرستی کی مختلف شکلوں میں تقسیم کرنا سنت ہے۔تو ہاں اللہ کی قسم یہ سنت ہے لیکن کس کی سنت؟؟؟
ابلیس کی سنت جو لوگوں کو اللہ سے دور کر کے اللہ کے دین کی جڑیں کھودنا ہے۔

خلافت کا قیام مجاہدین میں تقسیم کی وجہ

''بغدادی صاحب کا اعلان خلافت ایک ایسا قدم ہے کہ ہر جہادی محاذ میں فکری ونظریاتی اعتبار سے دراڑیں پڑ گئیں اور مجاہدین تقسیم ہونے لگے''

اللہ کی کتاب شاہد ہے، تاریخ شاہد ہے اور اسی طرح تمام انبیاء ورسل کی جدوجہد اس بات کو ثابت کر دیتی ہے کہ باطل کی بنیاد کوئی نہیں ہوتی لیکن باطل کی بلند وبالا عمارت دیکھنے میں بہت مضبوط اور دل کو لبا دینے والی لگتی ہے لیکن حقیقت کا ادراک اس وقت ہوتا ہے جب آندھی کے چلنے سے باطل کی بے بنیاد عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے۔اور اس کے برعکس حق کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ حق کی عمارت مضبوط اور لازوال بنیاد پر قائم ہوتی ہے دیکھنے میں خواہ ناگوار ہی کیوں نہ لگے کیوں کہ وہ کسی کے بھی تابع ہونے کی بجائے دوسرے کو اپنا تابع ہونے پر مجبور کرتی ہے جس سے انسان کے مفادات اور خواہشات کا جنازہ نکلتا ہے اسی لیے وہ دیکھنے میں ناگوار لگتی ہے۔لیکن بڑھے سے بڑھی آندھی ہو یا طوفان اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے وہ تو گزر جاتے ہیں لیکن حق کی عمارت شان وشوکت سے وہیں قائم رہتی ہے۔
اس لیے آپ نے جو الزام عائد کیا کہ ''ہر جہادی محاذ میں فکری ونظریاتی اعتبار سے دراڑیں پڑ گئیں'' تو یہ الزام خلیفۃ المسلمین پر عائد کرنے کی بجائے کاش آپ نے اپنے گریبان میں جھانک کر اپنی اصلاح کی ہوتی۔اگر آپ کے فکر ونظریات کی کوئی بنیاد ہوتی تو دنیا کی کوئی طاقت دراڑ پیدا نہ کر سکتی تھی لیکن حقیقت تو روز روشن کی طرح عیاں ہے آپ کے فکر، نظریات وعقائد کی تو سرے سے کوئی بنیاد ہی نہیں کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر آپ کئی جماعتوں میں کی بجائے ایک ہی جماعت کی شکل اختیار کر کے اللہ کی غلامی میں اخلاص کے ساتھ کھڑے ہوتے۔آپ کا مختلف گروہوں میں تقسیم ہونا ہی اس بات کی دلیل کافی ہے کہ آپ کے فکر، نظریات وعقائد بلکل کھوکھلے اور بے بنیاد ہیں۔
اللہ کی کائنات میں غور وفکر کیجئے تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ نے ہر مخلوق کو کسی دوسری مخلوق پر فضیلت دی ہے یہی معاملہ اوپر اور بتدریج نیچے جاتا ہے۔اور یہ بھی اللہ کا قانون ہے کہ جس کو اللہ نے دوسرے پر فضیلت دی وہ اپنی تابع مخلوق کے تابع نہیں ہو سکتی اگر ایسا ہو جائے تو اس کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے۔اور آپ قانون فطرت کے خلاف اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتے ہیں جو کہ ناممکن ہے۔
اسی طرح رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب ہی کی مثال لے لیجئے۔اس وقت کن کے فکر ونظریات وعقائد میں دراڑیں پڑیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ اور ان کے چند اصحاب کے؟ یا پھر خود کو طاقت ور اور مضبوط سمجھنے والوں کے فکر، نظریات وعقائد میں؟

فیصلہ کرنا بہت ہی آسان ہے۔اگر آپ کی بات کو سچ مان لیا جائے تو اس وقت مشرکین کی بجائے رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کے نظریات میں دراڑیں پڑتیں جو کہ نہیں ہوا کیوں کہ یہ قانون فطرت ہے۔بنیاد والی اور بے بنیاد دونوں برابر نہیں ہوسکتیں۔بنیاد والی کو بے بنیاد پر فوقیت حاصل ہے۔اس لیے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے جب ہم اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامیں گے اور عمل ہمارا رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے عین مطابق اصحاب رسول ؐ کی مثل ہوگا تو دنیا کی کوئی طاقت کسی بھی محاذ پر ہمیں شکست نہیں دے سکتی خواہ وہ مال وطاقت میں کتنی ہی زیادہ ومضبوط نہ نظر آئے۔یہ تو چھوٹی چھوٹی آندھیاں ہیں جو گزر جائیں گی جن کا اپنا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں اور اللہ کے غلاموں کی جماعت اور حق، قائم ہونے والی ساعت تک قائم رہے گا۔ان شاء اللہ

اہل الحل والعقد کی بیعت سے بھی خلیفہ نہیں بن سکتا

”اگر بغدادی صاحب کا تقرر اہل الحل والعقد نے کیوں نہ کیا ہو لیکن باقی ملکوں اور شہروں کے لوگ جب ان سے موافق نہ ہوں تب بھی بغدادی کی خلافت قائم نہیں ہوسکتی اور بغدادی صاحب خلیفہ نہیں بن سکتے“

جب ہمارے لیے معیار اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت نہیں ہوگی تو ہم اسی طرح در در کی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔پیچھے انہوں نے بے بنیاد اور فضول دلائل، جن کو دلائل کہنا بھی صرف الفاظ اور وقت کا ضیاع ہے ان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اہل الحل والعقد کی بیعت سے ہی خلافت قائم ہوتی ہے حالانکہ کہ ان کو خود اہل الحل والعقد کا ہی علم نہیں اور یہاں انہوں نے اس سے پیچھے جو اتنی محنت کی اس پر پانی پھیر دیا۔اب کہہ رہے ہیں کہ ”اگر بغدادی صاحب کا تقرر اہل الحل والعقد نے کیوں نہ کیا ہو لیکن باقی ملکوں اور شہروں کے لوگ جب ان سے موافق نہ ہوں تب بھی بغدادی کی خلافت قائم نہیں ہوسکتی اور بغدادی صاحب خلیفہ نہیں بن سکتے“

وہی بات کہ ان کی کس بات کو سنجیدہ لیا جائے اور کس کو فضول سمجھ کر کچرے میں پھینک دیا جائے حالانکہ حقیقت میں سارا ہی کچرا ہے۔ان کے فکر ونظریات کا اندازہ لگا لیجئے کہ بنیاد تو دور کی بات کوئی سر پاوں ہی نہیں ہے۔ان کی سوچیں انتہائی انتشار کا شکار ہیں انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ اپنے مفادات کی تباہی کو کیسے بچایا جائے۔ان کی اس وقت حالت بلکل ڈوبتے ہوئے شخص کی سی ہے جب وہ ڈوب رہا ہوتا ہے تو بے بسی کی حالت میں ہاتھ پاوں مار رہا ہوتا ہے حالانکہ اس پر واضع ہو چکا ہوتا ہے کہ اس کا کچھ فائدہ نہیں لیکن بیچارہ کیا کرے مجبور ہوتا ہے۔بلکل یہی حالت ان کی بھی ہے۔

دوسری بات یہ کہ انہوں نے اس میں ملکوں کا ذکر کیا اسلام میں ممالک کا کوئی تصور یا وجود نہیں ہے البتہ ممالک کا تصور اسلام میں ایسا ہی ہے کہ جیسے جسم کے تمام اعضاء کو کاٹ کاٹ کر الگ الگ ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جائے۔یہاں ان کی طرف سے ملکوں کے حوالے سے بات کرنا ان کے دین ومنہج کو بلکل واضع کر دیتا ہے۔جیسے آج مغرب کے لوگوں کی اکثریت عیسائیت کی دعویدار ہونے کے باوجود عیسائیت سے ایسی دور ہے کہ عیسائیت کا کوئی شائبہ تک نہیں ملتا اور دجال کی غلامی کو مکمل طور پر اختیار کیا ہوا ہے۔بلکل ویسے ہی ان لوگوں کا بھی دعوی یہی

ہے کہ یہ اللہ کے دین اسلام کے دعویدار ہیں اوراسی کی سعی کررہے ہیں لیکن حقیقت میں دجالی تہذیب وتمدن کے کسی حد تک دلدادہ ہو چکے ہوئے ہیں۔

صفحہ ۵۳

سولھویں وجہ میں لکھتے ہیں

''اگر بالفرض ان کا انتخاب اہل الحل والعقد نے کیا ہو لیکن باقی امت نے اس کی تابعداری نہیں کی اور جس کا حال اس طرح ہو وہ خلیفہ نہیں بن سکتا''

سترھویں وجہ میں لکھتے ہیں

''اگر بالفرض یہ ثابت ہو جائے کہ ان کا انتخاب اہل الحل والعقد نے کیا اور بعد میں باقی امت نے ان سے اختلاف کیا، اور جس کی یہ حالت ہو کہ انتخاب واعلان کے بعد اغلب امت اس کی مخالف ہو جائے تو ایسا آدمی خلیفہ نہین بن سکتا''

صفحہ ۵۴

اٹھارہویں وجہ میں لکھتے ہیں

''اگر بالفرض یہ ثابت ہو جائے کہ ان کا انتخاب اہل الحل والعقد نے کیا ہے لیکن باقی امت نے ان کی موافقت نہ کی اور جس کے ساتھ باقی امت کی موافقت نہ ہو وہ خلیفہ نہیں بن سکتا''

انیسویں وجہ میں لکھتے ہیں

''بغدادی صاحب کے ساتھ اہل الشوکۃ کی موافقت نہیں ہے اور جس کے ساتھ اہل الشوکۃ کی موافقت نہیں ہو وہ خلیفہ مقرر نہیں ہو سکتا''

صفحہ ۵۵

بیسویں وجہ میں لکھتے ہیں

''بغدادی صاحب اس لیے خلیفہ نہیں کہ ان کے ساتھ اکثر معتبر لوگوں کی موافقت نہیں اور جس کے ساتھ معتبر لوگوں کی موافقت نہیں وہ خلیفہ نہیں بن سکتا''

ان کی بیان کردہ ان وجوہات کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ کو گواہ بنا کر یہ فیصلہ کیجئے کہ ان وجوہات کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پیچھے جو انہوں نے اتنی محنت کی وہ فضول ہو جائے گی۔ اور اگر پیچھے جو انہوں نے عقائد ونظریات بیان کیے ان میں سے کسی ایک کو صحیح مان لیا جائے تو اس کے علاوہ باقی سب کارد کرنا پڑے گا اس لیے مزید کسی بات کو کرنا کوئی فائدہ مند نہیں۔ سمجھنے والوں کے یہی ایک نقطہ بھی کافی ہے البتہ جو سمجھنا نہ چاہیں اور خود کو عقل قل تصور کرنے پر بضد ہوں تو ہم اللہ کی طرف سے ان کے وکیل مقرر نہیں کیے گئے۔

ان کا معاملہ بلکل ایسا ہی ہے کہ کوئی سوال کرنے والا سوال کرے کہ ۲ جمع ۲ کتنے۔

اور جواب دینے والا کہے کہ۔۳،۵،۶،۷،۹،۲۱،۵۱،۲۲،۰

یعنی جو صحیح جواب ہے اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ جواب ہے۔اور سب ہی ٹھیک ہیں۔

اکیسویں وجہ میں لکھتے ہیں

بغدادی اور عدنانی خوارجی

اعتراض۔ ''اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ خلیفہ کے لیے عادل ہونا ضروری ہے اور ان کی عدالت پر مقامی صحیح المنھج اور صحیح العقیدہ نے بھی ان کی منھج پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کی منھج میں نہایت غلو، افراط اور خارجیت ہے اور یہ افراط، غلو اور خارجیت عدنانی صاحب کے بیانات سے واضح ہوتا ہے، القاعدہ کے اکابر قائدین دولۃ اسلامیہ کے اعلان سے پہلے ان کے امراء تھے، بغدادی صاحب خود ایمن الظواہری صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے الیٰ امیر نا'

جواب۔ صحیح المنھج اور صحیح العقیدہ اگر وہی ہیں جن کو آپ لوگ سرٹیفکیٹ جاری کریں گے تو ہم ایسے لوگوں سے برأت کا اعلان کرتے ہیں۔ آپ کے مناھج اور عقائدہ کا محور شخصیات ہیں لیکن ہمارا معاملہ ایسا نہیں ہمارے منھج وعقائد کا محور اللہ کی کتاب اور پیمانہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔آپ کے لیے معیار شخصیات اور گروہ ہیں لیکن ہمارے لیے میعار اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔

ابو محمد العدنانی کے بیانات سے اگر غلو، افراط اور خارجیت جیسا منھج واضع ہوتا ہے تو اسے اللہ کی کتاب سے ثابت کیجئے رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے دلائل لائیے۔اگر زیادہ سے زیادہ شخصیات اور اپنی خواہشات کو دلائل ثابت کرنا اور مخالفت کرنا ہی دلائل ہیں تو اللہ کی قسم اگر پوری دنیا بھی آپ کے ساتھ کھڑی ہو جائے تب بھی ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ہم صرف اور صرف اپنے رب اللہ کی پرواہ کریں گے۔

یہی تہمتیں اور ملامتیں رسول اللہ ﷺ پر بھی کی گئیں کہ مشرکین مکہ بضدر ہے کہ اے محمد جس دین کی طرف تم دعوت دیتے ہو وہ دین ابراہیم نہیں ہوسکتا۔اور خود کو دین ابراہیم کے سچے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔وہ بھی یہی کہتے تھے کہ تمہارے دین میں خارجیت ہے تم نے ہر گھر میں تفرقہ پیدا کر دیا ہے۔سبحان اللہ

جب ہمارے نبی نے ان مشرکین کی پرواہ نہیں کی تو ہم ایسوں کی پرواہ کیسے کریں جو اللہ کی کتاب کی بجائے شخصیات کو میعار اور پیمانہ بنائے ہوئے ہیں۔جو اللہ کی بجائے فرقوں اور شخصیات کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔جو کتاب کے بعض حصے پر تو ایمان لاتے ہیں لیکن بعض کو چھوڑ دیتے ہیں صرف اس لیے کہ ان کے باطل عقائد اس سے متصادم ہیں۔

آپ نے خود کو بدلنے کی بجائے اللہ کی کتاب کو بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے خلیفۃ المسلمین کو خائن، خوارجی اور کیا کیا ثابت کرنے کی کوشش کی جس کے لیے دلائل آپ کے پاس سرے سے ہیں ہی نہیں۔صرف اپنی خواہشات کو الٰہ بنایا ہوا ہے۔آپ نے یہ بھی ثابت کرنے

کی ناکام کوشش کی کہ خلیفۃ المسلمین عادل نہیں ہیں۔جبکہ آپ ان سے کبھی ملے نہ ان کو جانتے ہیں۔کیا یہی آپ کا منہج ہے؟

یہی آپ کا دین ہے؟

تو اللہ کی قسم آپ کا دین آپ کو مبارک۔کیونکہ آپ نے اللہ کی کتاب میں غور وفکر نہیں کیا کیونکہ اگر آپ اگر کم از کم ایک بار اللہ کی کتاب میں غور وفکر کر لیں تو آپ کے ان عقائد ومنہج کی روشنی میں اللہ کی کتاب بھی خارجیت،افراط،غلو وغیرہ کی زد میں آجائے گی،اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو جانیں کیونکہ آپ کے عقائد ومنہج کے نظر میں یہ تمام فتاویٰ رسول اللہ ﷺ کی ذات کو نشانہ بناتے ہیں۔میرے ماں ،باپ،حتیٰ کہ میری اپنی جان قربان ہو میرے نبی ورسول اللہ محمد ﷺ پر۔

ایک طرف آپ کے عقائد ونظریات میں شیعہ مسلمانوں میں شمار ہے اس کے امام باڑے جنہیں وہ خود مساجد تسلیم نہیں کرتے وہ آپ کے نزدیک مساجد ہیں اور دوسری طرف ناپاکستان میں انہیں کے امام باڑوں کے اندر آپ نے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو بارود کا نشانہ بنایا۔

کیا یہ منافقت کی انتہا نہیں ہے؟؟؟ یہ کیسا منہج ہے کہیں یہ تقیہ تو نہیں؟؟؟

جہاں تک تعلق ہے ایمن الظواہری کو ہمارے امیر کہہ کر پکارنا۔جس سے آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ایمن الظواہری الدولۃ الاسلامیہ کے امیر تھے اگر یہ دلیل اس کے لیے کافی ہے تو آپ یہ کیوں بھول گئے کہ نہ صرف ایمن الظواہری بلکہ شیخ اسامہ ابن لادن رحمہ اللہ نے ایک نہیں بلکہ کئی بار الدولۃ الاسلامیۃ کے امیر کو اپنا امیر کہہ کر پکارا۔خود ایمن الظواہری کی ویڈیو آج بھی انٹرنیٹ پر موجود ہے جس میں ایمن الظواہری نے کہا کہ عراق میں القاعدہ کا کوئی وجود نہیں،الدولۃ الاسلامیۃ کے آزاد ہونے اور اس کے مقصد کو سب سے اعلیٰ وارفع قرار دیا۔

شیخ انور العلوقی رحمہ اللہ نے جو تعریفی کلمات الدولۃ الاسلامیۃ کے بارے ادا کیے اور الدولۃ الاسلامیۃ کو ہی عالمی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا پیش خیمہ قرار دیا کہ الدولۃ الاسلامیۃ ہی بڑھ کر عالمی خلافت کا روپ دھارے گی۔

خود شیخ اسامہ ابن لادن رحمہ اللہ نے تمام اہل عراق پر زور دیا کہ وہ صرف اور صرف الدولۃ الاسلامیۃ کی بیعت کریں کیوں کہ وہ کوئی تنظیم یا گروہ وغیرہ نہیں بلکہ ایک اسلامی ریاست ہیں۔اس طرح اور بے شمار مواد موجود ہے تو اس کا آپ کیا کریں گے۔کیا یہ سب کسی ردی کی ٹوکری میں پھینکیں گے کیونکہ یہ آپ کی خواہشات کی عکاسی کے بجائے اس سے متصادم ہے۔

صفحہ ۵٦،

تیئسویں وجہ میں لکھتے ہیں

بغدادی کی بیعت گمراہی اور بدعت ہے

اعتراض۔ ’’بغدادی صاحب کا سلطہ وتمکین نہیں ہے اور جس کے ساتھ تمکین وسلطہ نہ ہو اور خلافت کا دعویٰ کرے اور امت پر اپنے

بیعت کو واجب سمجھے تو یہ گمراہی اور بدعت ہے۔ یہ دین کو خلط ملط کرتا ہے‘‘

جواب۔ جب اللہ تعالیٰ زمین کے ایک انچ ٹکڑے پر تمکن عطا کریں اسی وقت خلافت کا قیام فرض ہو جاتا ہے یہاں تو الحمدللہ لاکھوں مربع کلومیٹر کے رقبے پر اللہ نے مکمل طور پر سلطہ وتمکن عطا کیا تو پھر کیسے ہم اللہ کے باغی ہو سکتے ہیں کہ جس مقصد کے لیے اللہ نے تمکن عطا کیا اور اور اسی مقصد کو پورا نہ کریں یعنی اللہ کے دین کا ہی قیام نہ کریں اور آپ کی خواہشات کی اتباع کرنا شروع کر دیں۔ گمراہی اور بدعت کی نشاندہی وہی کرسکتا ہے جسے دین کا علم ہو۔ اور وہ انسان یہ جان سکتا ہے کہ دین کو خلط ملط کون اور کیسے کر رہا ہے۔

آپ کو اگر بدعت کے لفظی معنی کا علم ہوتا تو آپ کبھی بھی ایسی بات نہ کرتے۔ جو بدعات کو ایجاد کر رہے ہیں انہیں آپ مسلم کا سرٹیفیکٹ جاری کر رہے ہیں اور جو دین کے قیام کی خاطر اپنے مال وجان کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہے ہیں انہیں آپ نے بدعتی قرار دیا۔ سبحان اللہ صرف اور صرف اللہ کی طرف دعوت، فرقہ پرستی وانتشار سے برأت اور اتفاق واتحاد کی دعوت، اللہ کے دین پر عمل کرنا آسان بنانا، اہل ایمان کو دین پر عمل کر کے آخرۃ میں فلاح پانے کا سامان مہیا کرنا اور اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کا قیام، انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لانا، تمام انسانیت پر دنیا میں آنے کے مقصد اور اسے پورا کرنا آسان بنانا بدعت۔

اور فرقہ پرستی، انتشار، دین کی من پسند تاویلات، فتنہ وفساد پھیلانا دین بن گیا۔ سبحان اللہ

بدعت کہتے ہیں دین میں اضافے کو۔ اس لیے پہلے دین کو جان لیجئے پھر آپ کو بدعت کا بھی ادراک ہو جائے گا۔ اور آپ نے بیعت کے واجب ہونے کا ذکر کیا تو یہ واجب نہیں بلکہ فرض ہے۔ آپ کی نظروں پر جہالت، تعصب، بغض اور حسد کی پٹی بندی ہے اس لیے آپ کو سلطہ وتمکن ہرگز نظر نہیں آئے گا۔ ویسے بھی اندھا اور بینا برابر نہیں ہوسکتا۔ مومن کی آنکھیں اللہ کا عطا کردہ علم ہوتا ہے اور وہ علم کی بصیرت میں دیکھتا اور فیصلے کرتا ہے ویسے تو آنکھیں اللہ نے کفار کو بھی دیں لیکن اس کے باوجود اللہ نے انہیں اندھا قرار دیا۔

وَاِذِ ابۡتَلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِى الظّٰلِمِيۡنَ . البقرۃ ۲۴

اور جب آزمایا ابراھیم علیہ السلام کو اسے کے رب نے کلمات کے ساتھ پس انہوں نے پورا کر دکھایا، کہا (اللہ) نے اس مین کچھ شک نہیں میں بنانے جارہا ہوں تجھے لوگوں کا امام (لیڈر) انہوں نے جواب دیا اور میری اولاد میں سے؟ اللہ نے کہا میرا یہ عہد ان کہ لیے نہیں جو کمی کرنے والے ہوں گے۔

قرآن کی اس آیت میں غور وفکر کرنے سے بہت سی باتوں میں راہنمائی ہو جاتی ہے۔

ایک تو یہ کہ اللہ کی سنت ہے کہ وہ پہلے آزماتے ہیں ہمیں ہی دکھانے کے لیے، اللہ تو علیم ہے بغیر آزمائش میں ڈالے ہی فیصلہ کرسکتا ہے لیکن

اللہ ہرگز ایسا نہیں کرتا کیوں کہ یہ اللہ کی سنت نہیں ہے اس لیے کہ اگر اللہ بغیر آزمائے ہی فیصلہ کر دے تو بہت سارے اعتراضات لیکر اٹھ کھڑے ہوں گے ان تمام پر حجت پوری کرنے کے لیے یا کہ ان کے پاس کوئی عذر اور بہانہ نہ رہے یہ اللہ کی سنت ہیں کہ وہ آزمائش میں ڈالتا ہے تاکہ لوگ خود دیکھ لیں۔ نہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے جاننے کے لیے آزمائش میں ڈالتا ہے ایسا ہرگز نہیں کیونکہ اللہ سبحان ہے۔

پھر جو آزمائش پر پورا اترے تو اللہ اس کو وہ عطا کر دیتے ہیں جس کے لیے اسے آزمائش میں ڈالا گیا، اس کا اس آزمائش میں پورا اترنا اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ وہی اس کا اہل ہے سو اللہ عطا کر دیتا ہے۔

اللہ نے ابراھیم علیہ السلام کو آزمایا مختلف طریقوں سے وہ ہر ایک میں پورے اترے، کمزور ہوتے ہوئے بھی کسی طاقت ور کی پرواہ نہ کی، بت توڑ دیئے خواہ سامنے شدید آگ ہی کیوں نہ تھی، اللہ کے حکم پر اپنے سب سے عزیز بیٹے کو قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کیا، باپ کی کمائی کھا رہے تھے اسی کے گھر میں رہ رہے تھے اپنا کوئی ٹھکانہ نہیں اس سب کے باوجود باپ کو اللہ کی طرف دعوت دی یہ جانتے ہوئے بھی کہ بھوک وافلاس کا شکار ہونا پڑے گا سر سے چھت چھن جائے گی اور پورا معاشرہ دشمن ہو جائے گا بہرحال ہر آزمائش میں جب صرف اور صرف اللہ پر توکل کیا کسی اور کی کوئی پرواہ کی نہ کسی اور کی مدد کا دل میں کوئی خیال تک بھی تھا تو بدلے میں اللہ نے وہ عطا کیا جس کے لیے انہیں ان آزمائشوں سے گزارا گیا۔ تاکہ آنے والوں کے لیے نشانی بنا دیا جائے کہ اگر اللہ امام بناتے ہیں تو انہیں کو جن میں یہ حصوصیات ہوں اور وہ ان پر پورے اتریں۔ اور اللہ انہیں ہر طرح سے آزمائش میں ڈالتے ہیں موجودہ لوگوں کو دکھانے کے لیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے اپنی نشانی بنانے کے لیے یہی تاریخ کہلاتی ہے۔

پھر جب ابراھیم علیہ السلام نے اللہ سے جواباً سوال کیا اپنی آل کے بارے میں کہ کیا یہ وعدہ ان کے لیے بھی ہے تو اللہ نے واضع کر دیا کہ نہیں صرف وہی اس کے اہل ہوں گے جو ظالم نہیں ہوں گے یعنی کمی کرنے والے نہیں ہوں گے۔ آزمایا جائے گا جو خود کو بلکل تیری ملت پر ثابت کریں گیں انہیں یہ فضیلت ملے گی باقی جو بھی ان آزمائشوں پر پورا نہ اترے گا تیری ملت کو اختیار نہ کرے گا ان کے لیے یہ وعدہ نہیں ہے۔

تو اسے سامنے رکھتے ہوئے ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ کن کن کو اللہ نے آزمایا کتنا کتنا وقت دیا اور کون ہیں جنہوں نے صرف اور صرف اللہ پر توکل کیا اور ابراھیم علیہ السلام کی ملت پر رہے؟ اور کون ہیں وہ جب اللہ نے آزمائش میں ڈالا تو کفر کی طاقت یا کسی بھی خاطر ایجنسیوں کی گودوں میں جا بیٹھے بجائے یہ کہ اللہ پر توکل کرتے؟ یا مختلف مصلحتوں کا سہارا لیا۔

پھر اس آیت میں ایک اور بات جو واضع ہے وہ یہ کہ یہ امامت قیامت تک ابراھیم علیہ اسلام کی نسل میں رہے گی اور نسل میں ان کے درمیان جو ابراھیم علیہ السلام کی ملت پر رہیں گے جس کو سمجھنے کے لیے ہمیں رسول اللہ ﷺ کو سامنے رکھان ہو گیا، ابراھیم علیہ السلام کی اولا مختلف کثیر قبائل میں پھیلی ہوئی تھی لیکن اللہ نے انتخاب بنی ہاشم میں سے قریش اور قریش میں سے عبداللہ کے گھرانے کا کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو امام منتخب کیا،

پھر رسول اللہ ﷺ کو کیسی کیسی آزمائشوں میں ڈالا گیا اسی طرح جیسے ان کے دادا ابراھیم علیہ السلام کو ڈالا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی

طرح اللہ پر توکل کیا جیسے ابراھیم علیہ السلام نے کیا تھا۔

یہی ہم سے بھی درکار ہے جو خود کو ملت ابراھیم پر خود کو ثابت کرے گا اللہ اسی کو امامت دیں گے۔

الحمدللہ جب اللہ کی کتاب ہم پر حق واضع کر رہی ہیے تو ہم حق کو کیوں نہ پہچانیں۔

کیا ہم اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر آپ لوگوں کی خواہشات کی اتباع شروع کر دیں؟ اللہ کی قسم ہم ہرگز ملت ابراھیم سے روگردانی نہیں کریں گے اگر ایسا کیا تو اللہ ہماری جگہ اوروں کو لے آئے گا جو ہم پر اللہ کے عذاب کی صورت مسلط کر دیئے جائیں گے اور ہم ایسا ہرگس نہ کریں گے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یثرب میں اللہ کا نظام قائم کیا جس کے چاروں اطراف اس وقت کی دنیاوی سپر پاوریں کہلانے والی ریاستیں قائم تھیں تو کیا اس وقت صحابہ نے یہ کہہ کر ساتھ دینے سے انکار کر دیا کہ پہلے ان دشمنوں کو مٹالیں پھر ہم آپ کا ساتھ دیں؟ آپ ان سے ہمارے مال واولاد اور ہماری جانوں کی حفاظت نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ آئے روز آپ سے جنگیں کر رہے ہیں اس لیے ہم اس وقت تک آپ کو امام تسلیم نہ کریں گے جب تک کہ آپ ان کی طاقت کچل کر ان کو جنگ کے قابل ہی نہ چھوڑیں؟

کیا ایسا ہوا؟؟؟

اللہ کی قسم یہ انتخاب اللہ کا اور اللہ ہی نصرت کرے گا جو خود کو اس لشکر سے جوڑے گا کامیاب رہے گا اور جو دشمنی کرے گا وہی ظالم ہے یعنی اللہ کے دین میں کمی (ظلم) کرنے والا ظالم۔

یہی اللہ کا فیصلہ ہے کیونکہ قرآن مین اللہ نے واضع کر دیا۔

اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ . الشوریٰ ۵۳

جان لو تمام امر اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْر . البقرۃ ۲۱۰، آل عمران ۱۰۹، الانفال ۴۴، الحج ۷۶، فاطر ۴، الحدید ۵

اور اللہ کی طرف تمام امر (کام) پلٹائے جاتے ہیں

وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ. لقمان ۲۲

اور اللہ کی طرف تمام امور (کاموں) کا انجام ہے

وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ . الحج ۴۱

اور اللہ ہی کے لیے ہے تمام امور کا انجام

جب ہر کام کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو پھر ہم اللہ کے اس فیصلے کو تسلیم کرنے سے عاجز کیوں ہیں؟ کیا ہم ایسا کرنے سے اللہ کا شریک نہیں ٹھہرا رہے؟ اللہ کا حکم ماننے کی بجائے اللہ کے فیصلے پر سر تسلیم خم کرنے کی بجائے اوروں کو یہ مقام دے رہے ہیں؟

صفحہ ۵۷

خلافت کا قیام ضروری کیوں؟

اعتراض۔ ''خلافت اللہ تعالیٰ کے دین کو نافذ کرنے کے لیے قائم کی جاتی ہے''

جواب۔ خلافت دین کو نافذ کرنے کے لیے قائم نہیں کی جاتی بلکہ خلافت دین کا دوسرے بنیادی رکن صلاۃ کا حصہ ہے۔نظام خلافت اور رکوع وسجود کا مجموعہ صلاۃ کہلاتا ہے۔اور خلافت کا قیام فرض ہے۔

صفحہ ۵۸

معیار قرآن نہیں بلکہ اہل السنۃ والجماعت

اعتراض۔ ''سوال۔بعض ساتھی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس بغدادی صاحب کی بیعت پر بہت سی احادیث موجود ہیں اور جو لوگ بیعت نہیں کر رہے ان کے پاس صرف علماء کے اقوال ہیں۔

جواب میں لکھتے ہیں۔دنیا میں جتنے بھی گمراہ فرقے گزرے ہیں یا اب بھی موجود ہیں یہ سب کے سب قرآن وسنت سے استدلال کرتے آئے ہیں اور ان میں بڑے بڑے علماء گزرے ہیں''

کچھ کے نام اور کچھ مثالیں بیان کر کے آگے لکھتے ہیں

''یہ تو چند مثالیں ہیں اس طرح کی اور کئی مثالیں موجود ہیں جن کا استدلال قرآن وسنت سے کیا گیا ہے لیکن یہ استدلالات اس لیے باطل ہیں کہ یہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے اور سلف صالحین کے فہم کے خلاف ہیں اصل معیار تو اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ اور سلف صالحین کا فہم ہے''

جواب۔ سبحان اللہ،اگر ان فرقوں نے قرآن وسنت سے استدلال کیا اور یہ تمام فرقے گمراہ ہیں تو کیا اس سے یہ دلیل اخذ کی جائے گی کہ قرآن وسنت کو ہی چھوڑ دیا جائے؟

ایسا ہرگز نہیں ہوگا اگر ان فرقوں نے قرآن وسنت سے ایسے عقائد اخذ کیے تو ہم پر فرض ہے کہ ہم ان پر واضع کریں کہ جو آپ نے سمجھا وہ قطعی غلط ہے اصل بات یہ ہے لیکن ایسا تب ہوگا جب ہمارا تعلق اللہ کے ساتھ قائم ہوگا پھر اللہ ہمارے صدور پر اپنی کتاب کھولے گا ورنہ ہم بھی

ان فرقوں میں سے ایک فرقہ بن جائیں گے۔

قرآن کو سمجھنے کی جو بنیادی شرائط ہیں ان میں سب سے پہلی ہے تقویٰ۔

الٓمّٓ

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. البقرة ۱،۲

الف لام میم. یعنی الف لام لم وہ کتاب ہے اُس کتاب میں شک کا جو سب سے کم تر درجہ ہے وہ بھی نہیں اُس میں راہنمائی ہے تقویٰ والوں کے لیے۔

ریب. ریب کہتے ہیں شک کے کم ترین درجے کو.

تقویٰ۔ اسے ہم ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک وادی ہے جس کے گرد ایسی باڑ لگائی گئی ہے جس کی آر پار جانا ناممکن ہے اسے کے اندر داخل ہونے کے کئی رستے ہیں لیکن باہر نکلنے کا ایک ہی رستہ جو کہ پوشیدہ ہے۔ اس وادی کے مالک اس وادی میں داخل ہونے والوں کو لائن میں کھڑا کر کے ایک ایک کو سب کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ اب تصور کریں آپ بھی اس لائن میں کھڑے ہیں جب آپ کی باری آتی ہے تو آپ کو کہا جاتا ہے کہ آپ کو دس منٹ دیے جاتے ہیں آپ دس منٹ کے اندر رستہ تلاش کر کے اس وادی سے باہر نکل جائیں ورنہ آپ کے جسم کے بھی اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں گے۔ اب تصور کریں آپ کی کیا کیفیت ہوگی اور آپ کیا کریں گے؟

یقیناً خوف سے آپ کی کیفیت نا قابل بیان ہوگی آپ وہاں سے بھاگیں گے اس رستے کی تلاش کی لیے آخری حد تک جائیں گے اور اس دوران اگر آپ کو پوری دنیا کے برابر سونے کی پیش کش کی جائے کہ آپ وہیں ٹھر جائیں تو آپ اس کی طرف دیکھنا تک بھی گوارہ نہیں کریں گے۔ ایسی کیفیت اور پھر بچنے کے لیے اس طرح بھاگنے کو عربی میں تقویٰ کہا جاتا ہے۔

اللہ نے اس کتاب میں واضع کر دیا کہ یہ کتاب صرف ان کی راہنمائی کرے گی یعنی انہیں کو بچنے کا وہ پوشیدہ رستہ دیکھائے گی کہ جس سے بچنے کے لیے اللہ نے جو آگ بھڑکائی ہوئی ہے جو پتھروں سے پگلائی گئی جسے ہم اس زمین کے اندموجود لاوے کے نام سے جانتے ہیں اس سے بچنے کے لیے راہنمائی کرے گی۔ صرف ان کی جن کی ایسی کیفیت ہوگی اور پھر بچنے کے لیے بھاگ دوڑ کر رہے ہوں گے۔ تقویٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی وہ ہے جو اوپر مثال میں گزر گئی۔ جن میں تقویٰ ہوتا ہے ان کے لیے اس دنیا کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی وہ اس دنیا کے مال ومتاع سے ایسے ہی نفرت اور بچنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے کوئی بھی آگ سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

دوسری قرآن کو سمجھنے کی بنیادی شرط جو اللہ تعالیٰ خود بخود دسیکھا دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ کو ان کے لفظی معنی کے ساتھ سمجھا جائے۔ مطلب یہ کہ بلکل ایسے ہی جیسے ہم نے لفظ تقویٰ کو سمجھا۔ پھر ہم پر یہ بھی واضع ہو جائے گا کہ قرآن کیسے ایسا معجزہ ہے جو اپنی وضاحت خود کرتا ہے جو کہ یہ بھی قرآن کو سمجھنے کی بنیادی شرائط میں سے ہے۔ کہ قرآن کو قرآن ہی سے سمجھنا۔

جب ایسے اللہ کی کتاب کو سمجھا جائے گا تو پھر عمل اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کے عین مطابق ہوگا۔

دنیا کا کوئی بھی انسان ہو اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے قرآن سمجھنے کی کوشش کرے گا تو وہ اپنی عقل کے مطابق من پسند تاویلات کر کے فتنہ وفرقہ بندی کا باعث بنے گا اور سوائے گمراہی کے اور کچھ حاصل نہ کر پائے گا۔ جو کہ آج ہم اپنے اردگرد کثرت سے دیکھ رہے ہیں۔

جب ہم میں تقویٰ ہوگا تو پھر اللہ کا وعدہ ہے کہ یہ کتاب ضرور راہنمائی کرے گی جس کے مطابق پھر انسان کے عقائد ونظریات قائم ہوں گے جو ایسی بنیادوں پر قائم ہوں گے جن پر کوئی آندھی اور طوفان اثر نہ کرے گا۔ بڑے سے بڑا فتنہ ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا لیکن ایسے انسان کے دین پر آنچ نہ آئے گی۔ بڑے سے بڑا طوفان گزر جائے گا لیکن ایسے انسان کے دین کی عمارت شان وشوکت سے اپنی جگہ پر قائم رہے گی۔ دنیا کا کوئی چرب زبان، عالم سوء، قضاء، یا فتنہ اس پر کوئی اثر انداز نہ ہوگا۔ حق اور باطل میں فیصلہ کرنا اس کے لیے بلکل بھی مشکل نہ ہوگا۔ کسی تردد کا شکار نہ ہوگا۔ ہر کسی کے کسی بھی سوال کا جواب بانگ دہل ڈنکے کی چوٹ پر دینے کی صلاحیت رکھتا ہوگا اور جواب بھی ایسا کہ لاجواب نہ کہ ایسا کہ نہ ختم ہونے والے سوالات کو جنم دینے والا۔

یہ ہے اصل میعار۔ نہ کہ جو آپ نے بیان کیا کہ اصل میعار قرآن وسنت نہیں بلکہ اہل السنہ والجماعت کا فہم۔

کیا یہ اللہ کی کتاب پر ایمان ہے؟

اللہ کی قسم اگر کوئی ایسا عقیدہ رکھتا ہے تو اس کا اللہ کی کتاب پر ایمان نہیں ہے وہ مشرک تو ہوسکتا ہے لیکن مومن نہیں۔

آپ نے کہا کہ اصل میعار تو اہل سنت والجماعت ہے تو آپ سے سوال ہے۔ کہ کہاں اللہ نے اس کا ذکر کیا؟ کب اللہ کے نبی ورسول محمد ﷺ نے اس کا ذکر کیا؟

اصل میعار ہے اللہ کی کتاب اور سنت۔ جو اس میعار پر پورے اتریں گے تو خود بخود ایک جماعت وجود میں آئے گی جو اہل السنۃ رسول اللہ ﷺ اور جماعت ہوگی۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کتاب پر عمل کیا اس سے راہنمائی لی تو ایک ناقابل تسخیر جماعت وجود میں آئی۔ نہ کہ پہلے کوئی جماعت موجود تھی کہ جس کو میعار بنایا گیا۔

کیسی جماعت وجود میں آئی ہم اس سے جماعت کو بھی سمجھ سکتے ہیں۔ ایمان لانے والوں کی تربیت اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ کی کتاب کے عین مطابق کی۔ رائی برابر بھی آمیزش نہ کی جس سے ان پر اس دنیا میں آنے کا مقصد واضع ہوا اور یہ بھی کہ وہ مقصد کیسے پورا کیا جاسکتا ہے۔ اس شئے نے ان کو ایک نقطے پر جمع کر دیا۔ ان میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے امام بنایا۔ اس کے بعد جدوجہد کر کے ایک بستی کو حاصل کیا گیا اس میں اللہ کا نظام قائم کیا گیا۔ وہاں سے وہ نظام ہر طرف پھیلایا گیا۔ جو بھی رکاوٹ بنا اگر دعوت قبول کی تو بچ گیا ورنہ باقیوں کے لیے عبرت بنا دیا گیا۔ یہ تھی جماعت۔ یہ ہے جماعت کی وضاحت۔

اہل السنہ والجماعت کا تعارف

جماعت کا مادہ ج م جم ہے جس کے معنی ہیں ایک نقطے پر ایسے منجمد ہونا کہ کئی وجود ایک وجود کی صورت اختیار کر جائیں۔ اسی سے لفظ جمع اور اسی سے جماعت بنا ہے۔ وہ کون سا نقطہ ہے جس پر جمع یعنی منجمد ہونا ہے اور کیسے ہونا ہے اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعے ہمیں عملی طور پر کر کے دکھا دیا۔ اور یہ صرف اور صرف تب ہی ممکن ہے کہ انسان قرآن سے راہنمائی لے۔

اور قرآن کب راہنمائی کرے گا جب اس کی عائد کردہ شرائط پر پورا اترا جائے گا۔ اس کے نتیجے میں جو عمل ہوگا وہ بلکل ویسا ہوگا جیسا اللہ کے نبی محمد ﷺ نے کیا۔ تو پھر وہ سنت رسول اللہ ﷺ کہلائے گا۔ جس کا نتیجہ بلکل وہی نکلے گا جو رسول اللہ ﷺ کی ۲۳ نبوت کی زندگی میں نکلا۔

اب اگر آپ کی بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ اصل میعار اللہ کی کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ کی بجائے اہل السنہ والجماعت کا فہم ہے تو آپ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ وہ جماعت ہے کون سی؟

مالکی؟ پھر مالکی میں کئی فرقے، ان میں سے کون سا فرقہ ہے؟ پھر ہر فرقہ مسلک کے نام پر کئی فرقوں میں تقسیم ہے، ان میں سے کون سا مسلک یعنی مسلک کے نام پر قائم فرقہ ہے؟

حنفی؟ حنفیوں میں بھی کئی فرقے، قادیانی؟ بریلوی؟ بریلویوں میں بھی ایک درجن سے زائد فرقے، ان میں سے کون سا ہے؟ دیوبندی؟ دیوبندیوں میں حیاتی؟ یا مماتی؟ دیوبندی حیاتی اور مماتی مزید کئی فرقوں میں تقسیم ہیں ان مین سے کون سا فرقہ؟ صوفی؟ صوفیوں میں بھی کئی فرقے ہیں ان میں سے کون سا فرقہ؟

حنبلی؟ حنبلیوں میں بھی کئی فرقے ہیں ان میں سے کون سا فرقہ؟

شافعی؟ شافعیوں میں بھی کئی فرقے ہیں ان میں سے کون سا فرقہ؟

اہلحدیث؟ محمدی؟ اثری؟ سلفی؟ جمیعت اہل حدیث؟ اصلی جمیعت اہل حدیث؟ جماعت الدعوۃ؟ اس کے علاوہ درجن سے زائد فرقے ہیں اہل حدیثوں میں بھی، ان میں سے کون سا فرقہ؟؟؟؟؟؟؟؟

پھر جن کا آپ نے بھی ذکر کیا، معتزلہ، جھمیہ، امامیہ، قدریہ، جبریہ، شدریہ، مدریہ اور اللہ اعلم کیا کیا۔ ان میں سے کون سا؟ سب ہی کا دعویٰ ہے کہ صرف اور صرف وہی اہل السنہ والجماعت ہیں؟ لیکن کیا آپ تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک ہی ہوسکتا ہے اور باقی سب گمراہ ہیں؟ یقیناً اس میں تو کوئی شک نہیں آپ خود جب کچھ کو گمراہی کا سرٹیفیکیٹ دے چکے ہیں تو آپ یہ تسلیم تو کرتے ہوں گے۔

تو پھر ایسا کریں یا تو قرعہ اندازی کر کے فیصلہ کر لیں کہ ان میں سے کون سا اہل السنہ والجماعت ہے اور باقی سب گمراہ۔ یا پھر ان تمام فرقوں کے نمائندوں پر مشتمل کوئی گول میز کانفرنس کر کے فیصلہ کر لیجئے اگر یہ بھی ممکن نہیں تو پھر الیکشن ہی کروا لیجئے جس کو اکثریت مل گئی وہی حق پر ہو گا کیونکہ بہر حال آپ کا یہ عقیدہ تو ہے نہ کہ جس کو اکثریت حاصل ہو وہی خلیفہ بن سکتا ہے تو پھر آپ کی شریعت کے مطاق یہاں بھی اکثریت دیکھی جائے گی۔

دیکھیں جلدی فیصلہ کیجئے ورنہ جو لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں آپ کے مسلمان بھائی ان فرقوں کی نظر ہو کر مر رہے ہیں دنیا سے جا رہے ہیں کیا وہ اللہ کے سامنے آپ کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرائیں گے؟؟؟

یقیناً آپ ہی اس کے ذمہ دار ہوں کہ کہ آپ نے فیصلہ کر کہ ان کو آگاہ جو نہ کیا جس وجہ سے وہ گمراہ فرقے کے جال میں پھنس کر اپنی آخرت تباہ کر بیٹھے۔

ان شاء اللہ ہم آپ کو بتاتے ہیں اور یہ گواہی بھی دیتے ہیں کہ واقعی ہی یہ سب ہی اہل سنت والجماعت ہیں۔

سنت کا مطلب ہوتا ہے طریقہ اور جماعت کا مطلب ایک نقطے پر منجمد لوگ وہ نقطہ سنت ہوگا جس پر منجمد ہو کر کئی اجسام ایک جسم کی شکل اختیار کر جائیں گے۔

سنت یعنی طریقہ، وہ تو کسی کا بھی ہو سکتا ہے لیکن ہم ان شاء اللہ، اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر پرکھیں گے کہ یہ سب کون سی سنت پر ہیں، والجماعت۔ اس طریقے پر جمع لوگ، جب سنت واضع ہو جائے گی کسی کی ہے تو الحمد للہ پھر جماعت تو خود بخود واضع ہو جائے گی۔

اب ایک طرف اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو رکھتے ہیں اور دوسری طرف ان سب کو۔

ان کا کھانا دیکھئے۔ کیا اللہ کی کتاب کے مطابق ہے۔ اللہ نے قرآن میں حلال طیب کھانے کا حکم دیا، حلال یعنی ایسی اشیاء جن کو کھانے کی اللہ نے اجازت دی۔ طیب یعنی سو فیصد قدرتی اس میں کسی قسم کی کوئی مصنوعی ملاوٹ نہ ہو اور نہ ہی اس کو ایسے مراحل سے گزارہ جائے کہ اس کی ہیت یعنی فطرت تبدیل ہو جائے۔ جو بھی کھایا جائے وہ حلال ہو یعنی ایسا کہ اس کے کھانے کی اللہ نے اجازت دی ہو اور وہ طیب ہو۔

جیسے اللہ نے مرغی حلال کی ہمارے لیے لیکن ہم نے اسے طیب کی بجائے خبیث بنا دیا۔ بلکل ایسے ہی جیسے آپ کے سامنے حلال طیب کھانا پڑا ہو اور آپ کی آنکھوں کے سامنے اس میں تھوڑا یا چند قطرے پیشاب ملا دیا جائے تو کیا آپ کھائیں گے؟ یقیناً نہیں۔ کیوں؟

اس لیے کہ اب وہ طیب نہیں رہا خبیث ہو گیا۔ اور جو شئے طیب نہ ہو اس کے کھانے کی اجازت اللہ نے ہمیں نہیں دی یعنی حلال نہیں ہے اب وہ حرام ہو گئی۔ ہمارے لیے اب وہ خبیث ہو گیا تو مطلب یہ کہ ہمارے استعمال کا نہیں یعنی حرام ہو گیا۔ حرام کہتے جس کے استعمال کی اللہ نے اجازت نہ دی ہو۔

جیسے اللہ نے مرغی کھانے کی ہمیں اجازت دی یعنی مرغی ہمارے لیے حلال کی لیکن اس وقت جب وہ طیب ہو۔ اگر وہ طیب نہیں ہوگی تو اس کے کھانے کی اجازت نہیں ہوگی یعنی حرام ہو جائے گی۔

اب ہم دیکھیں آج جو مرغی اتنے شوق سے کھائی جا رہی ہے کیا وہ طیب ہوتی ہے؟ اس کی خوراک دیکھیں اور اس کا طریقہ پیدائش اور نشو نما دیکھیں۔ کیا اللہ نے ایسے ہی مرغیاں پالنے اور انہیں ایسی ہی غذا دینے کا حکم دیا؟ غور کریں آپ پر ان شاء اللہ حق واضع جائے گا۔

ان تمام فرقوں کی غذا دیکھ لیجئے تقریباً سب ہی کی پسندیدہ غذا یہی ہوگی۔

کیا اللہ کے نبی ﷺ نے ایسی غذا استعمال کی؟

بلکل نہیں۔اللہ کے نبی نے صرف طیب کھایا اور طیب کھانے کا حکم دیا کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔

اللہ کے نبی نے فرمایا! اللہ خود طیب ہے اور طیب شئے سے حب کرتا ہے۔

دوسری طرف یہود و نصاریٰ کو دیکھ لیں۔صلیبی دنیا اور اس وقت یہود و نصاریٰ کی یہ من پسند اور سب سے زیادہ کھائی جانے والی خوراک ہے۔تو کیا صلیبی مشرک و کافر اللہ کے رسول محمد ﷺ کے طریقے پر یہ کھا رہے ہیں؟

اس سے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ طریقہ یعنی سنت اللہ کے نبی ﷺ کی نہیں بلکہ مشرکین کی ہے اور مشرکین اتباع کرتے ہیں شیاطین کی۔تو یہ شیاطین کی سنت ہوئی۔

پھر ان کا پینا دیکھ لیں۔اللہ کے نبی نے کیا پیا؟

اور ان کا پینا دیکھ لیجیے۔کوک، پیپسی، مرنڈا، شیزان، روح افزا، ریڈ بول، فلاں فلاں فلاں مشروب۔کیا اللہ کے نبی ﷺ نے ان کے پینے کی اجازت دی؟ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اس وقت نہیں تھے اس لیے ایسا سوال فضول ہے تو پھر اس کا مطلب ہے اللہ کے نبی مکمل دین تو ہم تک نہ پہنچا سکے نا۔اور نہ ہی اللہ کی کتاب ہماری اس سلسلے میں راہنمائی کر سکتی ہے۔

ایسا بلکل نہیں بلکہ اس کے برعکس اللہ کی کتاب بھی ہماری راہنمائی کرتی ہے اور اللہ کے نبی ﷺ نے بھی واضع ہماری راہنمائی کر دی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حلال بھی واضع ہے اور حرام بھی ان کے درمیان کی اشیاء متشابہات ہیں اور متشابہات کو حرام میں شمار کر کے انہیں ترک کرنے کا حکم دیا کیونکہ متشابہات کے بارے میں علم کم لوگوں کی پہنچ میں ہوتا ہے۔

تو یہ مشروبات کیا واضع حلال ہیں؟ اگر واضع حلال ہیں تو کہاں ان کے بارے میں واضع حکم ہے؟

کیا واضع حرام ہیں؟ اگر واضع حرام ہیں تو کہاں واضع حکم موجود ہے؟

نہیں بلکہ یہ درمیان کی اشیاء ہیں ان کے حلال اور حرام کے بارے جاننا ہے تو ان کے بارے علم حاصل کرنا ہوگا۔پھر علم کی روشنی میں فیصلہ ہوگا کہ آیا حلال ہیں یا حرام۔لیکن ہم جانتے ہیں کہ ان کے بارے علم حاصل کرنے کے لیے جو وسائل درکار ہیں وہ عام تو کیا خاص لوگوں کی رسائی میں بھی نہیں، پھر قابلیت چاہیے تو یہ تقریباً ناممکنات میں سے ہے۔اس لیے بہتر ہے اتنا وقت اور سرمایا ضائع کیے بغیر ہی انہیں ترک کر دیا جائے۔ورنہ کس کس پر تحقیق کی جائے گی اور کس کے لیے ایسا ممکن ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ کھانے پر پھونک نہ مارو، کسی کے چہرے پر پھونک نہ مارو۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں؟؟؟

اس لیے کہ جو ہوا ن انسان کے جسم سے اخراج کرتی ہے اس میں ایسی مخلوقات (بیکٹیریا وغیرہ) موجود ہوتی ہیں اگر وہ انسان کی جسم میں دوبارہ داخل ہو جائیں تو نقصان دہ ہوں گی اس سے بیماریاں پیدا ہوں گی۔دنیا میں بھیجے گئے تزکیے کے لیے اور یہ الٹا مزید خراب کر دیں گی۔اس لیے اللہ کے نبی نے منع فرمایا۔کھانے پر پھونک مارنے سے وہ بیکٹیریا کھانے میں جذب ہو کر جسم میں داخل ہو جاتے ہیں اسی طرح چہرے پر بھی پھونک مارنے سے یہ سانس کے ذریعے جسم میں داخل ہو کر ظلم کا باعث بنتے ہیں۔

پھر یہ مشروبات جن کیمیکلز کے مرکب سے بنائے جاتے ہیں ان پر تحقیق کرنے سے پتا چلتا ہے کہ وہ انسانی صحت کے لیے انتہائی نقصان دہ ہوتے ہیں۔ پھر اسی طرح ان میں جو مصنوعی رنگ استعمال کیا جاتا ہے وہ بھی کینسر سمیت مختلف بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

اب اس علم کی روشنی میں ان تمام تنظیموں، گروہوں اور فرقوں وغیرہ کے پینے کو دیکھئے اور اس کا رسول اللہ ﷺ کی سنت یعنی طریقے سے موازنہ کیجئے تو بلکل واضع ہو جائے گا کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ جس سے اللہ کے نبی اپنی امت کو منع کر رہے ہوں وہ خود ہی وہ شئے استعمال کر رہے ہوں؟

تو یہ کس کی سنت ہوئی؟

سو فیصد یہود و نصاریٰ کی، شیطان کی۔

اسی طرح صبح اٹھ کر دانت صاف کرنے سے لے کر جس بستر پر سوتے ہیں،

صبح سے لے کر رات تک جو جو عمل کر رہے ہیں، جس معاشرے میں رہ رہے ہیں، جو لباس پہن رہے ہیں، جس نظام میں رہ رہے ہیں، دوستی، دشمنی ہر عمل کا موازنہ کیجئے ایک طرف اللہ کے نبی سے اور دوسری طرف مشرکین سے، تو حق بلکل واضع ہو جائے گا۔

ہاں یہ اہل سنت ہیں لیکن اہل سنت رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ اہل سنت رسول دجال لعنت اللہ، اہل سنت شیطان، جب سنت کا پتا چل گیا تو اسی سنت پر یہ جمع ہیں جس سے ان کی جماعتیں بھی وضع ہو جاتی ہیں۔

یہ اہل سنت رسول دجال لعنت اللہ والجماعت ہیں۔

اہل سنت رسول اللہ ﷺ والجماعت کو پہچاننا ہے تو زبانی دعوے نہیں بلکہ اعمال دیکھو۔ دیکھو کون ہیں جو اللہ کی کتاب سے راہنمائی لیتے ہیں اور اس پر ان کا عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت کے عین مطابق ہے، جو کسی کی پرواہ نہیں کرتے سوائے اللہ کے، جو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے، سوائے اللہ کے۔ جو دنیاوی مادی وسائل پر توکل نہیں کرتے بلکہ جن کا توکل صرف اور صرف اللہ پر ہے جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے۔

اس لیے زبانی دعوے کر کے خود کو دھوکے میں رکھنا چھوڑ دو۔ پھر بھی اگر تم لوگ اس پر بضد رہو گے تو نعوذ باللہ تمہارا یہ بہت بڑا بہتان ہو گا اللہ کے نبی ﷺ پر۔ کہ تم جو کر رہے ہو یہ ان کی سنت ہے

صفحہ ۵۹

کیا الدولۃ الاسلامیۃ خوارج ہیں؟

اعتراض۔ ایک عبارت جس کو حدیث کا درجہ دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث ہم ان پر (خلافت اسلامیۃ) پر چسپاں نہیں کرتے۔

''جب تم کالے جھنڈے دیکھو گے تو زمین کو لازم پکڑ و اور ہاتھ پاوں نہ ہلا و پھر ایک کمزور قوم ظاہر ہو جائے گی جس کی کوئی حثیت نہیں ہو گی ان لوگوں کے دل لوہے کی طرح سخت ہوں گے یہ دولہ والے ہوں گے اور عہد و پیماں کی کوئی پابندی نہیں کریں گے لوگوں کو حق کی طرف بلائیں گے لیکن خود اہل حق نہیں ہوں گے ان کے نام کنیت والے ہوں گے (ابوفلاں) نسبت شہروں والے ہوں گے (البغدادی، المصری وغیرہ) عورتوں کی طرح لمبے بال والے ہوں گے یہاں تک کہ ان کی آپس میں اختلاف آجائے گا پھر اللہ حق دے گا جس کو چاہے۔

جواب۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم سے الولید اور رشدین نے بیان کیا ان سے ابن لھیعۃ نے، ان سے ابو قبیل نے، ان سے ابو رومان نے، ان سے علیؓ ابن ابی طالب نے کہا!

جب دیکھو تم کالے جھنڈے پس زمین سے چمٹ جاو پس نہ حرکت کریں تمہارے ہاتھ اور نہ تمہارے پاوں، پھر ظاہر ہو گی ایک کمزور قوم جس کی کوئی حثیت نہ ہو گی ان کے دل لوہے کی طرح سخت ہونگے۔ وہ ریاست کے لوگ ہوں گے نہیں پورا کریں گے عہد اور نہ ہی کوئی معاہدہ۔ دعوت دیں گے حق کی طرف اور خود ان میں سے نہیں ہوں گے۔ نام ان کے کنیت ہوں گے اور نسبت نافرمان بستیوں کی۔ بال ان کے عورتوں کی طرح ہوں گے یہاں تک کہ ان کے درمیان اختلاف ہو جائے گا پھر دے گا اللہ حق جسے چاہے۔

سب سے پہلی بات حدیث رسول ﷺ اسے کہا جائے گا جس کے راویوں کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہو اس عبارت میں بلکل واضع ہے کہ اس میں علیؓ نے کہا لکھا ہے نہ کہ علیؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کہا۔ اس لیے اس کو علیؓ سے منسوب تو کیا جاسکتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ سے ہر گز نہیں۔ تو اسے حدیث رسول اللہ ﷺ کا درجہ دیا ہی نہیں جاسکتا۔ البتہ پوری تحقیق کر کے جب رائی برابر شبہ تک نہ رہے تب رسول اللہ ﷺ سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ علیؓ نے یہ بات کب کہی، کس موقع پر کہی اس کا پس منظر کیا تھا وغیرہ سب باتوں کو مدنظر رکھنا پڑے گا تب ہی ہم کسی نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔

تیسری بات اس کے راویوں میں ابو رومان ایک ایسا راوی ہے کہ احادیث کے ذخیرے میں ایسی کوئی حدیث نہیں ملتی جو اس نام کے راوی سے روایت کی گئی ہو۔ جو اس عبارت کی صحت پر بہت بڑا سوال کھڑا کرتی ہے۔

چوتھی بات اس میں ولید اور رشدین دونوں کے باپوں کے نام نہیں ہیں۔ اور یہ بہت بڑا نقص سامنے آجاتا ہے کیونکہ ایک ہی نام کے کئی لوگ جو کہ مختلف فکر وسوچ اور کردار کے حامل موجود تھے ان کی پہچان کے لیے ساتھ والد کا نام ضرور لگایا جاتا تھا۔ صرف ناموں سے یہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ ولید بن فلاں یا بن فلاں ہیں۔ ایسا معاملہ عبارت کو انتہائی مشکوک بنا دیتا ہے۔ اور فقہاء نے اس اصول کو احادیث کی صحت معلوم کرنے کے لیے درجہ اول کے اصولوں پر رکھا ہے۔

پانچویں وجہ۔ اس میں ابی لھیعہ بھی ضعیف ہیں۔

چھٹی وجہ۔ حدیث میں جو کالے جھنڈوں کے ظاہر ہونے کا ذکر کیا گیا تو تاریخ میں کئی بار کالے جھنڈے ظاہر ہوئے، بذات خود رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول کا جھنڈا بھی کالا تھا۔ اگر صرف اتنی ہی بات کو مان لیا جائے تو یہ حدیث القاعدہ سمیت ان تمام گروہوں پر صادق آ جائے گی جنہوں نے یہ جھنڈا پہلے استعمال کیا۔ کوفے کے شیعوں نے جو جھنڈا استعمال کیا وہ بھی کالا تھا ابن سباء کے پیروکاروں، عثمانؓ کو شہید کرنے والوں کا بھی جھنڈا کالا تھا۔

چھٹی وجہ۔ اگرچہ کمزور ہے بہرحال اگر واقعی ہی یہ حدیث پہلے موجود تھی تو یہ آج سے چند سال پہلے کہاں تھی۔ اور یہ باقی کتابوں میں کیوں نہ پائی گئی۔

ساتویں وجہ۔ نعیم بن حماد کی کتاب الفتن کے آج کے اشاعت شدہ شمارے، ماضی قریب کے اور انٹرنیٹ پر موجود احادیث کا موازنہ کریں تو پتہ چلے گا کہ بہت سی احادیث جو نعیم بن حماد کی کتاب الفتن سے منسوب کی جاتی ہیں ان کا کوئی وجود ہے ہی نہیں اگر ہے تو انٹرنیٹ کی ورچول دنیا میں، پھر بھی اگر آج کے نئے اشاعت شدہ ایڈیشن میں مل بھی جائیں تو ماضی کے ایڈیشنز میں وہ احادیث نہیں ملتیں۔ یہ بہت ہی حساس معاملہ ہے۔ بلکل یہی معاملہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مسند احمد کے ساتھ کیا گیا۔ آج سے ایک صدی پہلے کی مسند احمد اٹھائیں اور موجودہ سعودی عرب کا چھپا ہوا ایڈیشن تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ کہ کیسی کیسی تبدیلیاں کی گئیں جو کسر رہ گئی وہ من گھڑت ترجمے کر کے پوری کی گئی۔ پھر اسی طرح مختلف ممالک سے اشاعت شدہ احادیث کی کتب کا آپس میں موازنہ کریں آپ کو بہت سی تبدیلیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کئی کتب میں تو پورے کے پورے باب ہی غائب ہیں۔

آٹھویں وجہ۔ تاریخ گواہ ہے کہ علیؓ کی حیات میں ہی ایسی ایسی احادیث علیؓ سے منسوب کی گئیں جب خود علیؓ سنتے تو کہتے کہ یہ تو انہوں نے کبھی کہا نہ اللہ کے نبی ﷺ سے ایسا کبھی سنا۔ پھر علیؓ کے بعد علیؓ سے منسوب من گھڑت احادیث کی بھرمار کی گئی۔ جس وجہ سے فقہا نے اپنی پوری پوری زندگیاں صرف اس کام پر صرف کیں اور صحیح احادیث کو الگ الگ کیا۔ یہ عبارت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

نویں وجہ۔ اس میں اصحاب دولہ کا ذکر ہے یعنی ریاست کے لوگ ہوں گے۔ نہ کہ دولہ یعنی ریاست کو قائم کریں گے یا قائم کرنے والے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کیا یہی نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ دولہ یعنی ریاست قائم کریں گے پھر وہ ایسا کریں گے؟

دسویں وجہ۔ اس میں لفظ دولہ ہے نہ کہ الدولۃ الاسلامیۃ العراق، الدولۃ الاسلامیۃ عراق والشام اور نہ ہی الدولۃ الاسلامیۃ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ۔ اگر اس عبارت کی کوئی حقیقت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ضرور یہ بھی کہتے کہ وہ خود کو الدولۃ الاسلامیۃ اور خلافت علی منہاج النبوۃ کا دعویٰ کرنے والے ہوں گے۔ لیکن ایسا کیوں نہ کہا؟

صرف لفظ دولۃ کا استعمال ہوا جس کے معنی ہیں ریاست۔ اب اگر آپ پوری تحریر کے متن کا ترجمہ کریں باقی تو پورے کا ترجمہ کر دیں لیکن ایک لفظ کا ترجمہ کیے بغیر اسے استعمال کر دیں تو کیا یہ حق ہوگا؟

ایسا کرنا جائز ہوگا؟

اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اس کا ترجمہ نہیں کرنا اسی طرح لینا ہے تو پھر ان تمام احادیث کا مطلب بگڑ جائے گا جن میں دولۃ کا لفظ استعمال

ہوا۔یعنی جواحادیث طاغوتی ریاستوں کے بارے میں ہیں ان سب کا ان ریاستوں پر انتباق نہیں ہوگا اور وہ سب احادیث ردی میں پھینکنا پڑیں گی۔

اور یہ تمام طاغوتی ریاستیں مستثنیٰ ہوجائیں گی۔یعنی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے ان کے بارے میں راہنمائی ہی نہ کی۔

اس لیے یہ واضح ہونا چاہیے اس میں جولفظ استعمال ہوا ہے وہ دولۃ ہے جس کے معنی ریاست کے ہیں۔

اور اگر حقیقتاً ایسا ہی ہوتا کہ دولۃ سے مراد الدولۃ الخلافۃ الاسلامیۃ عالی منہاج النبوۃ ہوتی۔جو کہ آپ لوگوں کہ نزدیک ایک تنظیم ہے تو کیا رسول اللہ ﷺ یہ بتانا بھول گئے کہ دولۃ نام سے ایک تنظیم، جماعت یا گروہ ہوگا؟

اگر ایسا ہوتا تو ضرور رسول اللہ ﷺ یہ کہتے کہ دولۃ کے نام سے ایک گروہ ہوگا جو خلافت کے قیام کا دعویٰ اور اعلان کرے گا۔

گیارہویں وجہ۔وہ کمزور ہوں گے اتنے کمزور کہ ان کی کوئی حثیت نہیں ہوگی۔لیکن خلافت اسلامیہ کا معاملہ تو اس کے بلکل برعکس ہے۔

ایک طرف اکیلے یہ اللہ کے شیر ہیں اور دوسری طرف پوری دنیا کا کفر تمام تر دجالی ساز وسامان کے ساتھ اور ان کے ساتھ پوری دنیا کا نفاق بھی کھڑا ہے اس کے باوجود سب بے بس ہیں۔کیا اس کو کمزور کہا جائے گا؟

یا پھر علم میں کمزور ہوں گے؟اگر علم میں کمزور ہوں گے تو ایک طرف خلافت اسلامیہ کو رکھیئے اور دوسری طرف ان کے دشمنوں کو اور اللہ کی کتاب کے ساتھ دونوں فریقین کا موازنہ کیجیئے حق بلکل واضح ہوجائے گا۔اللہ نے قتال فرض کیا کون قتال کررہے ہیں؟

اللہ نے قصاص فرض کیا۔کون قصاص لے رہے ہیں؟

اللہ نے اپنی زمین پر صلاۃ کے قیام کا حکم دیا۔کون ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنہ کے مطابق صلاۃ قائم کی،

اللہ نے زکوٰۃ کو فرض کیا۔کون ہیں جنہوں نے صلاۃ یعنی وہ نظام قائم کیا جس کو چلانے کے لیے امام یعنی خلیفہ مالدار مومنوں سے زکوٰۃ لیتا ہے؟

اللہ نے دین پر ڈٹ جانے والوں، دین سے نہ پھرنے والوں کو زمین کا وارث بنانے کا وعدہ کیا۔کون ہیں جن کو اللہ نے وعدے کے مطابق زمین کا وارث بنایا؟

اس عبارت کو اگر صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے جو کہ نا قابل تسلیم ہے جھوٹ ہے۔پھر بھی ہم اس میں غور کرتے ہیں۔

جب دیکھو تم کالے جھنڈے پس زمین سے چمٹ جاو پس نہ حرکت کریں تمہارے ہاتھ اور نہ تمہارے پاوں، پھر ظاہر ہوگی ایک کمزور قوم جس کی کوئی حثیت نہ ہوگی ان کے دل لوہے کی طرح سخت ہونگے۔وہ ریاست کے لوگ ہوں گے نہیں پورا کریں گے عہد اور نہ ہی کوئی معاہدہ۔دعوت دیں گے حق کی طرف اور خود ان میں سے نہیں ہوں گے۔نام ان کے کنیت ہوں گے اور نسبت نافرمان بستیوں کی۔بال ان کے عورتوں کی طرح ہوں گے یہاں تک کہ ان کے درمیان اختلاف ہوجائے گا پھر دے گا اللہ حق جسے چاہے۔

قرآن اور احادیث کو ان کے لفظی مطالب کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے بلخصوص دور فتن کی احادیث کو تو اس کے علاوہ سمجھا جاسکتا ہی نہیں اور اگر کوئی اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو ان کے لفظی مطالب کے بغیر سمجھنے کی کوشش کرے گا تو ایسا انسان من پسند تاویلات کر

کے گمراہی ہی خریدے گا۔اور ساتھ اوروں کے لیے فتنے کا باعث بنے گا۔اس لیے ہم پہلے اس عبارت میں جس کو حدیث رسول اللہ ﷺ کا درجہ دیا جارہا ہے اس میں کچھ الفاظ کی لفظی مطالب کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔اس کے بعد ان شاء اللہ مزید غور وفکر کر کے اس عبارت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

نسبت،نسبت کہتے ہیں تعلق کو

القریٰ۔اس کا مادہ ق ر(قَرَ) ہے جس کے لفظی معنی ہیں ایک شئے پر دوسری شئے کا گرنا جس کے ردعمل میں پیدا ہونے والی آواز کو قرَ کہتے ہیں اسی طرح دروازے پر دستک دینے کو بھی قرَ کہتے ہیں۔دروازے کے اوپر کسی شئے کا پٹخنا جس کے ردعمل میں آواز کا پیدا ہونا۔اسی سے قریٰ بنا ہے اور اسی سے ہی القارعہ بھی بنا ہے۔قریٰ کہتے ہیں ایسی بستی کو جس کے رہنے والوں پر اللہ کی غلامی فرض ہے لیکن اللہ کے حکم کے برعکس اور اپنی آواز بلند کرتے ہیں۔یعنی اوپر سے اللہ کا حکم آتا ہے جب ان کے نفوس سے ٹکراتا ہے تو وہ اس سے بدک کر الٹا اپنی خواہشات پر عمل کرتے ہیں اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔جس بستی میں اللہ کے دین کی بجائے کوئی اور دین قائم ہو وہ قریٰ کہلاتی ہے اور اس کے برعکس ایسی بستی جہاں اللہ کا دین قائم ہو وہ مدینہ کہلاتی ہے۔مدینہ اس کا مادہ وہی ہے جس سے لفظ دین بنا۔نہ صرف مادہ وہی ہے بلکہ اس میں پورا لفظ دین موجود ہے اس کے شروع میں م کے لگ جانے سے اس کا مطلب بن جاتا ہے ایسی جگہ،بستی یا زمین جہاں دین قائم ہو۔

اس کو ہم قرآن سے بھی سمجھ سکتے ہیں۔اللہ نے قرآن میں کسی بھی جگہ پر مدینہ والوں کو عذاب دینے کا ذکر نہیں کیا نہ ہی عذاب دیا لیکن جن بھی بستیوں کو اللہ نے عذاب دیا اور قرآن میں ذکر کیا سب کو قریٰ کہہ کر پکارا۔

اسی طرح صحیح مسلم میں حدیث مبارکہ ہے۔حدیث ۳۳۵۳۔اس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔اس حدیث سے بھی ہمیں یہ سمجھ آجائے گی کہ لفظی مطالب کے بغیر ہم احادیث کو نہیں سمجھ پائیں گے۔

امرت بقرية تاكل القرى يقولون يثرب وهى المدينه تنفى الناس كما ينفى الكير خبث الحديد. مسلم

حکم دیا گیا مجھے قریہ کی طرف (یعنی رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا اللہ کی طرف سے ایک قریہ کی طرف) جو کھا جائے گی تمام قریہ کو، اسے یثرب کہا جاتا ہے اور وہ مدینہ ہے مدینہ لوگوں کو ایسے چھانٹتا ہے جیسے بھٹی لوہے سے اس کا گند یعنی زنگ وغیرہ چھانٹتی ہے۔

اس میں رسول اللہ ﷺ یہ بتا رہے ہیں کہ مجھے ہجرت کا حکم دیا گیا ہے ایک قریہ کی طرف ، جو سب قریہ کو کھا جائے گی ، اسے یثرب کہا جاتا ہے اور وہ مدینہ ہے۔ یعنی کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے وہ مدینہ نہیں ،اس وقت وہ قریہ تھی یعنی ایسی بستی جو اللہ کی نافرمان تھی ،اس کا نام یثرب ہے ،لیکن جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے وہاں جاتے ہیں اللہ کا دین قائم کرتے ہیں تو وہ قریہ سے مدینہ بن جاتی ہے یعنی ایسی بستی جس میں اللہ کا دین قائم ہے ، پھر وہی بستی جس کا نام یثرب تھا لیکن بعد میں جب مدینہ بنتی ہے تو اردگرد کی تمام قریہ یعنی نافرمان بستیوں کو کھا جاتی ہے یعنی ان کو مٹا دیتی ہے یا مدینہ میں بدل دیتی ہے۔اس حدیث میں بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ پر واضع کر دیا تھا کہ ہجرت کے بعد یثرب ایسی بستی ہو گی جہاں سے اللہ کا دین پھیلے گا۔اور اس میں ہمارے لیے ایک بشارت بھی ہے وہ یہ کہ

تمام قریہ کو کھانے والی مطلب یہ کہ وہ دن ضرور آئے گا اس میں رائی برابر بھی شک نہیں جب اللہ کا دین پوری دنیا میں قائم ہوگا۔
پھر اس حدیث میں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعے یہ بھی بتا دیا کہ مدینہ لوگون کو چھانٹ کر گند کو نکال باہر کرتا ہے۔یعنی جہاں اللہ کا دین قائم ہو وہاں دجال کی جنت کے مزے لوٹنے والے خبیث نام نہاد مومن و مسلم نہیں رہ سکتے۔کیونکہ اس دور میں اللہ کے دین پر ڈٹ جانا تو ایسے ہی ہے جیسے جلتا ہوا انگارہ مٹھی میں جکڑنا۔ایسی جگہ پر رہائش اختیار کرنا جہاں اللہ کا دین قائم ہو بھلا کوئی نفاق کے مرض میں مبتلا کیسے رہ سکتا ہے۔اس کی زندگی تو عذاب بن جائے گی اس لیے اسے وہاں سے بھاگنا ہی پڑے گا۔

بہر حال واپس اسی عبارت کی طرف پلٹتے ہیں۔اس میں میں جونشانیاں ذکر کی گئی ہیں ان لوگوں کی وہ مندرجہ ذیل ہیں

قوم ضعفاء. کمزور قوم ہوگی

لا یو به لهم. ان کی کوئی وقعت یعنی حثیت نہیں ہوگی

قلوبهم کزبر الحدید. دل لوہے کی طرح سخت ہوں گے

هم اصحاب الدولة. وہ ریاست کے لوگ ہوں گے نہ کہ اسلامی ریاست خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے۔

لا یوفون بعهد ولا میثاق. نہ وعدہ پورا کریں گے نہ ہی معاہدہ

یدعون الی الحق ولیسوا من اهله. دعوت دیں گے حق کی طرف اور خود اس کے اہل نہیں ہوں گے

سبحان اللہ ذرا غور تو کیجئے۔خلافت اسلامیہ نے تو پہلے کئی سال میدانوں میں قربانیاں دیں۔اپنے اہل وعیال کو قربان کیا اس کے امراء کی شہادتوں کی طویل فہرست ہے پہلے خود ایسے عمل کیا جیسے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے اس کے بعد جا کر اس نے پوری دنیا کے اہل ایمان کو دعوت دی۔پھر یہ کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا کہ بہت حق کو تھام لیا اب ہمارا کام نہیں ہماری ذمہ داری نہیں اس لیے بس اب صرف دعوت سے کام چلاو۔ہرگز نہیں بلکہ خود سب سے آگے میدان میں موجود ہیں۔خلیفۃ المسلمین باقاعدہ خود معرکوں میں شریک ہوتے ہیں حلیہ تبدیل کر کے عام عوام کے درمیان رہتے ہیں ان میں گھومتے پھرتے ہیں حالات اور سختیوں کا سامنا کرتے ہیں۔خلافت اسلامیہ کے امراء آگے ہوتے ہیں اور جو دعوت پر لبیک کہتے ہیں وہ پیچھے۔اور یہ سب پوری دنیا پر واضع ہے۔

حق کی طرف دعوت دینا اور خود اس سے کوسوں دور رہنا یہ موجودہ دور میں دین کے نام پر قائم پارٹیاں وفرقے ہیں جو دعوت تو حق کی طرف دینے کے دعوے کرتے ہیں لیکن ان کے اپنے اعمال اسی دعوت سے متصادم ہیں۔دنیا میں ڈھنڈورے پیٹتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ ہمارے دشمن ہیں ان سے دوستی نہیں کرنی ورنہ انہیں میں سے ہوں گے لیکن آئے دن خود وہیں موجود ہوتے ہیں۔ان کی اپنی اولادیں وہیں دجالی تعلیم وتربیت حاصل کر رہی ہے۔

اسماء هم الکنیٰ. نام ان کے کنیت ہوگی

کنیت کہتے ہیں اصل نام کے علاوہ نام جو اختیار کیا جائے اس کے لیے لازمی نہیں ہے کہ ساتھ ابو یا ابن وغیرہ لگایا جائے۔ہر وہ نام کنیت کہلاتا ہے جو آپ کا اصل نام نہ ہو۔لیکن عرب میں جو کنیت کا رواج تھا وہ اپنے بچوں سے منسوب کرتے تھے یا علاقے سے،مثلاً اگر آپ کا

بیٹا جس کا نام احمد ہو تو آپ اس کے والد ہوئے، عربی میں والد کو ابا یا ابی میرا والد کہا جاتا ہے اس طرح ابی احمد یا ابا احمد آپ کی کنیت بن جاتی ۔ یہ تو تھا عرب معاشرے میں رواج لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ عرب کا کلچر پوری دنیا میں قائم تو نہیں ہی اس لیے اگر کوئی ہندی یعنی ہند کا رہنے والا کنیت اختیار کرے گا تو وہ اپنے علاقے کے کلچر و زبان کے مطابق کرے گا۔

کنیت کا اصل مقصد ہی یہی ہے کہ دشمنی کی نظر سے اپنی اصل شناخت کو چھپانا اگر اس کے علم میں آجائے تو کنیت تبدیل کر لی جائے۔اور اگر آپ ہند میں عرب کی روایات کیا بق کنیت اختیار کریں گے تو آپ خود کو چھپانے کی بجائے زیادہ واضع ہو جائیں گے یعنی ایک منفرد حثیت حاصل ہو جائے گی جس کی وجہ سے معاشرے میں نمایاں ہو جائیں گے تو پھر کنیت کا فائدہ کیا ہوگا۔اس کے لیے لازمی نہیں کہ وہ ابی احمد، ابو احمد وغیرہ کنیت اختیار کرے۔ ہند میں جو کنیت اختیار کرنے کا نام ہے وہ یا تو نام کو بگاڑ دیا جاتا ہے یا پھر کوئی اور نام کنیت کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے، مثلاً اگر آپ کا اصل نام احمد ہے اور آپ عمران کہلوائیں خود کو، نام تو آپ کا احمد ہوگا لیکن عمران آپ کی کنیت ہوگی۔اسی طرح باقی پوری دنیا کا معاملہ بھی۔اگر آپ غور کریں تو خفیہ ایجنسیوں کو لوگ جو کہ ریاست کے لوگ ہوتے ہیں وہ اپنا اصل نام استعمال نہیں کرتے۔ ان کا جعلی نام جو وہ استعمال کرتے ہیں عربی میں وہ کنیت کہلائے گا۔

انہوں نے جو کنیت ترجمے میں لکھی کیا ان کو اللہ کے ہاں اس کی جواب دہی نہیں کرنا ہوگی؟ ضرور جواب دینا ہوگا کہ ایسا کیوں کیا یہی تو یہودی علماء سو کیا کرتے تھے آیات کے مطالب بدل دیا کرتے تھے۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ کنیت ابو کے لفظ سے ہی شروع ہوتی ہے؟؟؟

''و'' نسبتهم القرىٰ ان کا تعلق نافرمان بستیوں سے ہوگا۔

''وٗ'' کے گرد ہم نے کومے اس لیے لگائے کہ و نمایاں ہو جائے۔اسماء هم الكنى اور نسبتهم القرىٰ کے درمیان ''وٗ'' کا استعمال ہوا ہے اور و دو اشیاء کو الگ الگ کرتا ہے یعنی جن دو الفاظ کے درمیان و استعمال ہو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ نام ان کے کنیت ہوں گے اور تعلق اللہ کی باغی بستیوں سے۔دونون کے درمیان ''وٗ'' ہے جو دونوں کو الگ کر دیتا ہے لیکن انہوں نے ترجمے میں ایک تو دونون کو اکٹھا کر دیا اور دوسرا ترجمہ بھی بلکل غلط کیا جو ان کے نفاق کا اظہار کر رہا ہے

وشعور هم مرخاة ''مرخة'' كشعور النساء. بال ان کے مرخاۃ عورتوں کی طرح بال ہوں گے۔

مرخاه جو کہ اصل لفظ مرخة ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں یمن میں ایک بستی کا نام تھا

انہوں نے ترجمہ کرتے وقت اس لفظ کو خذف کر دیا

شعور کا ترجمہ بال کیا جاتا ہے لیکن اگر عربی لغت اور رسول اللہ ﷺ کے دور یا ان سے پہلے عربی میں نگاہ دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ شعور کے معنی بال نہیں بلکہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو کہا جاتا تھا اور بالوں کو شعر یا الشعر کہا جاتا تھا۔

اور شعور کا ترجمہ بال یعنی سر کے بال کر دیا جو کہ بلکل غلط لگتا ہے۔عربی میں بالوں کو شعر یا الشعر کہا جاتا ہے نہ کہ شعور۔ اب غالب امکان یہی ہے اس میں اس بستی کی عورتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ان لوگون کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اس مرخة نامی بستی کی عورتوں کی سی ہوگی۔

میں بذات خود اس ترجمے کو بالوں والے ترجمے پر ترجیح دینا پسند کروں گا۔ جوکہ میں نے بہت ہی غور وفکر اور ریسرچ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے۔ بہرحال جب ہم الفاظ کے مطالب ان کے لفظی معنی کی بجائے اپنی خواہشات کے مطابق کریں گے تو بہت کچھ بدلیں گے یہی تو یہود ونصاریٰ نے بھی کیا۔

اور رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ بھی ہیں اپنی امت کے بارے میں کہ تم ضرور یہود ونصاریٰ کو جو کرتا دیکھو گے بلکل وہی کروگی حتیٰ کہ اگر وہ کسی گوہ کے دل میں داخل ہوئے تو تم بھی ان کے پیچھے اسی میں داخل ہوگے۔ مطلب یہ کہ یہود ونصاریٰ کی مکمل اتباع کی جائے گی۔

اس میں کالے جھنڈوں کے بعد ثم کا لفظ یہ واضع کر دیتا ہے کہ ایسے لوگ اس وقت ظاہر ہوں گے جب کالے جھنڈے سامنے آئیں گے نہ کہ وہ خود کالے جھنڈے والے ہوں گے ہمیں اس فرق کو سامنے رکھنا ہے۔ پھر ان لوگون کی صفات بیان کی گئی ہیں اور ساتھ یہ بھی واضع کیا گیا ہے کہ ان کا تعلق ریاست سے یعنی ریاست کے لوگ ہوں گے۔ جیسے کسی بھی ریاست کی فوج، پولیس وغیرہ ہوتی ہے۔

ریاست کے لوگ ہوں گے اگر اس میں غور کیا جائے تو یہ عبارت خفیہ ایجنسیوں کے اہلکاروں پر مکمل طور پر صادق آتی ہے۔ یہ لوگ بذات خود کمزور ہوتے ہیں ہر لحاظ سے ان کی طاقت صرف ان کا ادارہ وریاست ہوتی ہے۔ پیسے کے غلام ہوتے ہیں عقل سے عاری ہوتے ہیں دل ان کے لوہے کی طرح ہوتے ہیں عوتوں، بچوں، مردوں سمیت جس کسی کو بھی اٹھاتے ہیں ذرا برابر بھی یہ خیال نہیں کرتے کے اس کے اہل وعیال کا کیا ہوگا ان پر کیا گزرے گی صرف اپنی ریاست کے احکامات کے پابند ہوتے ہیں جیسے عورت ذھنی طور پر مرد سے کمزور ہوتی ہے۔ عورت اگر کسی بارے میں بھی کوئی رائے قائم کرلے خواہ وہ غلط ہو اس کو سمجھنا بہت مشکل ہوتا ہے اور یہ بھی کہ فوری بات کا سمجھ میں آنا بھی ممکن نہیں ہوتا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عورت سمجھ جاتی ہے۔ اللہ نے مرد کے مقابلے میں عورت کی تخلیق ہی ایسی کی ہے۔ یہ تفصیل طلب موضوع ہے اس لیے اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ ان کا معاملہ بھی بلکل یہی ہوتا ہے فوری طور پر یہ کوئی بھی بات سمجھنا چاہتے ہی نہیں لیکن جب وقت گزرجاتا ہے جب نوکری چھوڑ کر فارغ ہوتے ہیں تب ان میں سے کچھ کو احساس ہوتا ہے۔

یہ اپنے اصلی نام استعمال نہیں کرتے جو نام استعمال کرتے ہیں ان کو کوڈ نام کہتے ہیں جوکہ عربی میں کنیت کہلاتا ہے

پیچھے جو اس عبارت کی وضاحت کی گئی اس کی روشنی میں اگر سمجھا جائے تو بہت کچھ واضع ہو جاتا ہے۔ لیکن جو ترجمہ انہوں نے بیان کیا اگر اس کی روشنی میں دیکھا جائے تو سوائے پروپیگنڈے اور گمراہی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس عبارت پر تحقیق کرنے کے بعد لکھنے کو اور بھی بہت کچھ ہے لیکن اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں اس کی روشنی میں اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر بلکل غیر جانبدار ہو کر فیصلہ کیجئے ان شاء اللہ حق واضع ہو جائے گا۔

آخر میں میں اس عبارت کے بارے میں اپنا نظریہ واضع کرنا چاہتا ہوں۔

اگر اس عبارت کو حدیث کا درجہ دے دیا جائے تو پھر ان تمام احادیث کو ترک کرنا پڑے گا جن میں رسول اللہ ﷺ نے کالے جھنڈوں میں شامل ہونے کا حکم دیا۔ جو مہدی علیہ السلام کا لشکر ہوگا۔ ان کا باقاعدہ پورا حلیہ بتادیا۔ ان کی کنیت کیسی ہوگی وغیرہ سب کچھ۔

اس لیے انتہائی غور وفکر کرنے کے بعد میں جس نتیجے پر پہنچا وہ یہ ہے کہ یہ بلکل من گھڑت اور بے بنیاد ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔اس لیے اگر کوئی انسان اس کے باوجود اسے رسول اللہ ﷺ سے منسوب کرے گا جو کہ اپنے آپ میں بھی صرف علیؓ سے منسوب ہے تو یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک ایسا جھوٹ منسوب کیا جائے گا جو ان سے ثابت ہی نہیں۔اس لیے اسے جھوٹ میں شمار کرتے ہوئے اسے ترک کر دینا چاہیے۔

اس کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو معیار بنا لیجئے

نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا سنا ہم نے رسول اللہ ﷺ نے کہا!

اس میں کچھ شک نہیں کہ حلال ہر لحاظ سے واضع ،کھلا ہوا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حرام بھی ہر لحاظ سے واضع ،کھلا ہوا ہے۔اور ان کے درمیان کا سب شبے والا ہے جس کا علم لوگوں کی اکثریت کو نہیں۔پس جو بچا شبہات سے اس نے بچا لیا اپنا دین اور عزت۔اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا۔جس طرح وہ چرواہا جو چراگاہ کے ارد گرد جانور چراتا ہے قریب ہے اس کا جانور اس میں چرے۔

جان لو اس میں کچھ شک نہیں ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے، جان لو اور اس میں کچھ شک نہیں اللہ کی چراگاہ وہ سب جو اس کا حرام کردہ ہے۔جان لو اس میں کچھ شک نہیں جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب تک وہ ٹھیک ہو اس میں کوئی خرابی نہ ہو پورا جسم ٹھیک ہوتا ہے اس میں خرابی نہیں ہوتی اور جب اس میں خرابی ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔جان لو وہ دل ہے۔ بخاری ومسلم

آگ کا عذاب دینا

ایک ایسا اعتراض جو پوری دنیا سے خلافت اسلامیہ کے خلاف اس وقت اٹھایا گیا اور اٹھایا جاتا رہے گا جب تک کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کا امر نہ آجائے۔جب الدولۃ الخلافۃ الاسلامیۃ نے اردنی مشرک پائلٹ کو قصاص میں جیسا اس نے کیا بلکل اسی طرح جلا کر عمارت کا ملبہ گرا دیا۔ وہ بخاری، ترمذی، ابوداود اور مسند احمد سمیت دیگر کتب میں مذکور ایک حدیث مبارکہ کو بنیاد بنا کر اعتراض کیا جاتا ہے جس کی بنیاد پر الدولۃ الخلافۃ الاسلامیۃ پر کفر وارتداد کے فتاویٰ بھی جاری کیے جاتے ہیں۔

ان النبی ﷺ بعث سریة وقال لهم " ان وجدتم فلانا فاحرقو هما بالنار" ثم قال بعد ذلک " انی امرتکما باحراق فلان وفلان، والنار لا یعذب بها الا رب النار، فان وجد تموها فاقتلوهما"

نبی ﷺ نے کھڑا کیا ایک دستہ اور کہا ان کو اگر تم پاؤ فلاں کو پس اسے جلا دینا آگ کیساتھ، پھر کہا اس کے بعد میں نے تمہیں حکم دیا تھا فلاح اور فلاں کو جلانے کا۔اور نہیں آگ کے ساتھ سزا مگر آگ کا رب۔

یعنی کہ آگ کیساتھ انہیں سزا مت دینا آگ کا رب آگ کی سزا دے گا۔

سب سے پہلی بات وہ یہ کہ حدیث میں جو لفظ ذکر ہوا ہے وہ ہے عذاب، عربی میں عذا سزا کو کہتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ پہلے رسول اللہ ﷺ نے ایسا حکم ہی کیوں دیا جس کی بعد میں نفی کر دی۔ اس سے جو ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ آگ میں جلایا جاسکتا ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے پہلے ایسا حکم دیا لیکن بعد میں منع کیوں کر دیا اس کی وضاحت ہمیں نہیں ملتی اسے جاننے کے لیے اس حدیث کا پس منظر جاننا بہت ضروری ہے کب یہ حکم دیا گیا اس کا پس منظر کیا ہے۔ جو کہ کہیں بھی نہیں ملتا لیکن حدیث میں جو لفظ استعمال کیا رسول اللہ ﷺ نے وہ ایسا ہرگز نہیں کہ ان کی زبان سے ایسے ہی نکل گیا۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کا نبوت کے بعد ایک ایک لفظ اللہ سبحان وتعالیٰ کی مرضی کیمطابق ہوتا تھا۔ الفاظ کی ترتیب اور ان کا استعمال، کون سا لفظ کہاں استعمال کرنا ہے یہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ ان چھوٹے چھوٹے نقطوں میں پوری پوری کہانی سما جاتی ہے کئی کئی واقعات کا احاطہ ہو جاتا ہے اور یہ عربی زبان کا کمال ہے۔

بہر حال موضوع کی طرف آتے ہیں اس میں جو لفظ رسول اللہ ﷺ نے استعمال کیا وہ ہے عذاب، کہ آگ سے عذاب نہیں دینا۔

عذاب عربی میں سزا کو کہتے ہیں۔ اس سے یہ بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ جن کو بطور سزا آگ سے جلانے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا انہوں نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا تھا جو قصاص کے زمرے میں آتا ہے۔ ان کے جرائم معمولی نہیں تھے لیکن قصاص کے زمرے میں نہیں آتے تھے۔ اس لیے اگر رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ کو بنیاد بنا کر عقیدہ اخذ کیا جائے تو وہ یہ ہوگا کہ کسی کو بھی آگ سے سزا نہیں دی جائے گی۔ جیسے غیر شادی شدہ زانی کی سزا کوڑے اور شادی شدہ کی رجم۔ یہ نہیں کہ اگر کسی نے دس عورتوں سے زنا کیا تو اسے مزید سخت سزا دینے کے لیے آگ کا استعمال کیا جائے۔ اسی طرح اور بھی جو جرائم ہیں۔

لیکن دین میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے جرائم کو ایک ترتیب دی ہے جن کی وضاحت ان کے بارے استعمال کیے جانے والے الفاظ میں موجود ہے۔ جیسے رجز، عذاب، جزا، قصاص۔

ان الفاظ کو سمجھنے سے اندازہ ہو جائے گا کہ ان کے پیچھے کیا کچھ چھپا ہے یعنی جیسے مثال کے طور پر آپ نے کسی سے سنا کہ فلاں کو ہاتھ کاٹنے کی سزا سنائی گئی تو اس وقت آپ کے ذہن میں یہ نہیں آئے گا کہ اس نے زنا کیا اس لیے یہ سزا سنائی گئی بلکہ اس کے پیچھے جو عمل چھپا ہے وہ چوری ہے جو اس نے کی جس کی سزا اسے سنائی گئی، کیونکہ چوری ہی کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ بلکل اسی طرح ان الفاظ کے پیچھے الگ الگ ایک فہرست ہیں۔

جن کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے قصاص کہا ہم انہیں صرف عذاب نہیں کہہ سکتے اگر کہنا بھی ہے تو قصاص کا ساتھ ذکر ضرور ہوگا۔ اس لیے اگر تو رسول اللہ ﷺ نے یہ کہا ہوتا کہ قصاص میں ان کو جلانا نہیں تو پھر واضع ہو جاتا کہ جن کو نہ جلانے کا حکم دیا گیا انہوں نے بھی کسی کو جلایا۔ لیکن لفظ عذاب یہ واضع کر دیتا ہے کہ ان کا جرم یا جرائم جو بھی تھے وہ قصاص کے زمرے میں نہیں آتے تھے۔ ہوسکتا ہے انہوں نے دین اسلام کو نقصان پہنچانے کی غرض سے مشرکین کا ساتھ دیا ہو۔ یا اور کوئی بھی جرم۔

اب آتے ہیں ای اور پہلو کی طرف وہ یہ کہ پہلے رسول اللہ ﷺ نے جلانے کا حکم دیا اور بعد میں اس سے منع کر دیا تو کیا اس حوالے سے اس

وقت وحی کا نزول ہوا جس کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ نے منع کیا اگر ایسا ہوا تو یہ قرآن میں ضرور ہونی چاہیے تھی کیونکہ جسے آج دین کا حصہ بنایا جا رہا ہے اگر واقع ہی یہ دین کا حصہ تھا تو یہ آیت کہاں گئی؟۔اب اگر اسے دین کا حصہ بنانا ہے تو تو رسول اللہ ﷺ کو اس وقت کہ تمام صحابہؓ کو اس سے آگاہ کرنا چاہیے تھا یا خطبہ جمع، خطبہ عید، خطبہ حج یا کسی ایسے موقعہ پر اس کا ذکر کرنا چاہیے تھا جس سے صحابہؓ کی اکثریت آگاہ ہو جاتی۔اور ایسا بھی ہمیں کسی موقعہ پر نہیں ملتا۔حدیث میں لفظ **سرية** ہے جسے اردو میں ایک مجاہدین کا ایک چھوٹا دستہ کہتے ہیں جسے شب خون مارنے کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ اس سے ایک اور بات بھی واضع ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے آگ سے عذاب دینے کا حکم دیا اور بعد میں منع کر دیا۔اس سے جو اشارہ ملتا ہے وہ ہوسکتا ہے منافقین ہوں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا اور واپس اس لیے لے لیا کہ دنیا میں آگ کے عذاب سے کیا بنے گا ان کے لیے اصل عذاب تو رب کا عذاب ہے وہی انہیں آگ کا عذاب دے گا جو ان کے جرم کے مطابق ہوگا۔

بہر حال پہلے حکم دینا اور بعد میں منع کر دینا وہ بھی عام حکم نہیں تھا بلکہ چند لوگوں کو تھا اور صرف دو لوگوں کے۔اگر یہ دین کا حصہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے عام حکم قرار دیتے۔جو کہ نہیں ہوا اس سے قوی دلیل یہی بنتی ہے کہ ان دو کو آگ میں جلانے کا حکم دے کا واپس لینے اور عام حکم نہ دینے کا مطلب اس حکم کے واپس لینے کے پیچھے کوئی ایسا پس منظر تھا جو اسی واقعہ تک محدود تھا۔

اب آتے ہیں اللہ سبحان وتعالی کی کتاب کی طرف

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِصَاصُ فِى الۡقَتۡلٰى ؕ اَلۡحُرُّ بِالۡحُرِّ وَ الۡعَبۡدُ بِالۡعَبۡدِ وَالۡاُنۡثٰى بِالۡاُنۡثٰى ؕ فَمَنۡ عُفِىَ لَهٗ مِنۡ اَخِيۡهِ شَىۡءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَاَدَآءٌ اِلَيۡهِ بِاِحۡسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخۡفِيۡفٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَرَحۡمَةٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰى بَعۡدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ . البقرة ١٧٨

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو کتب کر دیا تم پر قصاص مقتولوں میں، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت، پس معاف کیا جائے کچھ اس کے بھائی کی طرف سے پس اتباع کرو معروف کیساتھ یعنی جو قانون اللہ نے وضع کر دیا اس کے مطابق اور ادا کرنا چاہیے اس کی طرف سے احسان کیساتھ۔وہ ہلکا کیا گیا تمہارے رب کی طرف سے اور رحمہ۔پس جو اس کے بعد حد سے بڑے پس اس کے لیے ہے عذاب الیم

وَلَـكُمۡ فِى الۡقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِى الۡاَلۡبَابِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ . البقرة ١٧٩

اورتمہارے لیے قصاص میں حیات ہے اے دماغ کے دروازے کھلے رکھ کرغور وفکر کرنے والا تاکہ تم بچ جاو

اَلشَّھۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّھۡرِ الۡحَرَامِ وَالۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَیۡہِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ ۔ البقرة ۱۹۴

حرمت والے مہینے کابدلہ حرمت والامہینہ اورتمام حرمات کا قصاص ہے، پس جو حد سے تجاوز کرے تم پر پس تم بھی حد سے تجاوز کرو اس پر بلکل اسی طرح جیسے اس نے حد سے تجاوز کیا تم پر۔ اور بچو اللہ سے اور علم رکھو کہ بے شک اللہ بچنے والون کے ساتھ ہے۔

وَ کَتَبۡنَا عَلَیۡھِمۡ فِیۡھَاۤ اَنَّ النَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ ۙ وَالۡعَیۡنَ بِالۡعَیۡنِ وَالۡاَنۡفَ بِالۡاَنۡفِ وَالۡاُذُنَ بِالۡاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالۡجُرُوۡحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِہٖ فَھُوَ کَفَّارَۃٌ لَّہٗ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۔ المائدہ ۴۵

اور کتب کیا ان پر اس میں کہ بے شک نفس کا بدلہ نفس، اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا قصاص ہے۔ پس جس نے بخش دیا اس کے ساتھ پس وہ کفارہ ہوا اس کے لیے۔ اور جو نہ فیصلہ کرے اس کیساتھ جو اللہ نے نازل کیا پس وہی لوگ ظالم ہے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے قصاص ہم پر کتب کر دیا بلکل ایسے ہی جیسے صوم، جیسے قتال یعنی مطلب یہ کہ اگر ہم اس پر عمل کریں گے تو ہم جس مقصد کے لیے بھیجے گئے وہ پورا ہو سکے گا۔ اسی میں ہماری بچت ہے ورنہ ہمارا انجام دنیا و آخرت میں بدتر ہوگا۔ اس لیے چاہے کچھ بھی ہو جائے قصاص کے احکامات پر عمل ہر صورت کرنا ہی کرنا ہے۔

پھر یہ کہ قصاص ہے کیا؟ اس کی بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے وضاحت کر دی، قصاص اصل اللہ سبحان وتعالیٰ کی حرمت والی کا اسی طرح کا بدلہ ہے جو ان کے ساتھ کیا جائے۔ پھر اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس کی مزید کھول کر وضاحت کر دی، قتل کا بدلہ قتل، آنکھ کا بدلہ آنکھ، اسی طرح ہر اعضاء کا بدلہ اور پھر اسی طرح جتنا کوئی کسی کو زخم لگائے بلکل اتنا اور اتنی ہی نوعیت کا زخم اس کو بدلے میں لگایا جائے۔ پھر ان کے علاوہ جو بھی حرمت والی ہیں۔ جیسے حرمت والے مہینے یعنی اگر مشرکین وکفار، اللہ کے دشمن حرمت والے مہینے کا لحاظ نہ کریں اس کی حرمت پامال کریں، اس میں جنگ وجدل کریں تو حرمت والے مہینے میں ہی اس کا اسی طرح بدلا لیا جائے گا۔ پھر اس کے علاوہ اگر کوئی زیادتی کرے تو جتنی کرے جس نوعیت کی کرے بلکل اسی نوعیت کی زیادتی اس کے ساتھ کی جائے گا۔ کوئی پتھر سے مارے تو اسے بھی بلکل اسی طرح ویسے ہی پتھر سے مارا جائے یہ قصاص ہے۔ گلا گھونٹا جائے تو بلکل اسے طرح بدلا دیا جائے۔ اگر جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرے تب بھی بلکل اسی طرح۔ کوئی پانی میں ڈبوئے یا ڈبو کر قتل کرے تو اس کے ساتھ بھی بلکل اسی طرح کیا جائے۔ کوئی آگ میں جلائے تو بلکل اسی طرح

اسے بھی جلایا جائے۔مطلب یہ کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے حکم دے دیا کہ جیسے زیادتی کرے بلکل اتنی ہی اور بلکل اسی طرح کی زیادتی اس کے ساتھ بھی کی جائے۔یہ اللہ سبحان وتعالیٰ کا قانون ہے۔لیکن ساتھ ہی اللہ نے تقویٰ یعنی بچنے کا بھی حکم دے دیا کہ اسی کے مثل ہونا چاہیے اس سے زیادہ یا اس سے کم بھی نہیں ہونا چاہیے البتہ جن کے پاس قصاص کا حق ہوتا ہے اگر وہ اس میں سے کچھ کم کر دیں معاف کر دیں تو اس کیمطابق کیا جائے گا۔پھر آگے اللہ سبحان وتعالیٰ نے کہا کہ اس علم کے آجانے کے بوجود اگر کوئی اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا تو ایسوں کے لیے عذاب الیم ہے اور جو اس کیمطابق فیصلہ نہیں کریں گے تو وہی لوگ ظالم ہوں گے۔

قرآن میں عذاب الیم کو تلاش کریں تو ہمیں کئی مقامات پر اس عذاب کا ذکر ملے گا اس عذاب سمیت باقی جو عذاب ہیں ان میں سے کچھ جن کا ذکر قرآن میں آیا درج ذیل ہیں

عذاب عظیم، عذاب الیم، عذاب مهین، عذاب النار، عذاب شدید، عذاب الحریق، عذاب مقیم، عذاب بئیس، عذاب الخزی، عذاب غلیظ، عذاب قریب، عذاب غیر مردود، عذاب قبلا، عذاب نکرا، عذاب مدا، عذاب کبیرا، عذاب السعیر، عذاب الخلد، عذاب الجحیم، عذاب الحمیم، عذاب الهون، عذاب السموم، عذاب مستقر، عذاب الواقع، عذاب الاکبر.

یہ تمام عذاب یعنی تمام سزائیں ان اعمال کی ہیں جن کو جاننے کے لیے قرآن میں ان مقامات کا جائزہ لیا جائے جہاں جہان اس سزاوں کا ذکر آیا تو ہمیں پتہ چل جائے گا کہ ان کے پیچھے کون سے عوامل اور یہ سزائیں کس نوعیت کی ہیں۔اللہ سبحان وتعالیٰ کے عذابوں میں عذاب الیم بڑے اور اذیت ناک عذابوں میں دوسرے نمبر آپ آتا ہے۔اسے قرآن میں تلاش کریں تو دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ عذاب الیم کے مستحق کون لوگ ہیں جن میں فرعون اور آل فرعون کا بھی ذکر ہے۔یعنی اگر قصاصکے بارے میں آگاہ ہونے کے باوجود اس پر عمل نہ کیا گیا تو انجام وہی ہوگا جو فرعون کا ہوا۔کیونکہ قصاص پر عمل نہ کرنے کے جو نقصانات ہیں وہ بہت ہی بھیانک ہیں۔اللہ سبحان وتعالیٰ فیصلہ صرف ظاہری عمل کی بنیاد پر نہیں کرتے بلکہ نقطہ آغاز سے نقطہ انتہا تک کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔کہ جس کام کا حکم دیا نظر آنے میں تو وہ بہت معمولی ہے لیکن اس کے نہ کرنے سے جو نقصانات ہوں گے ان سب کی ذمہ اس پر عائد ہوگی۔

پھر جو اللہ سبحان وتعالیٰ کے بتائے ہوئے کیمطابق فیصلہ نہیں کریں گے وہ ظالمون ہوں گے ظالمون اور ظالمین کو قرآن میں تلاش کیجئے تو اس بارے میں بھی آگاہی حاصل ہو جائے گی۔اللہ سبحان وتعالیٰ نے ظالمین کو کیا کیا بشارتیں سنائی ہیں۔جن مین سے ایک یہ کہ ظالمون فلاح نہیں پائیں گے۔

ایک طرف اللہ سبحان وتعالیٰ کا کلام ہے جس میں اللہ سبحان وتعالیٰ سے اس حوالے سے بلکل کھول کھول کر واضع کر دیا اور اس کے مطابق عمل نہ کرنے والوں کا انجام بھی واضع کر دیا اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو بنیاد بنا کر اللہ کی کتاب کو اللہ کی آیات کو جھٹلایا جاتا ہے ان کی تکذیب کی جاتی ہے کی رسول اللہ ﷺ ایسا کوئی حکم دے سکتے ہیں؟

میرا ایمان اور میری غیرت تو ہرگز گوارہ نہیں کرتی کہ میں کوئی بھی ایسا جھوٹ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کروں اور اس کی بنیاد پر ایسے

عقائد اخذ کروں جن سے اعلاناً اللہ کی آیات سے کفر اور اللہ سبحان وتعالیٰ پر افتراء ہو۔ نہ ہی میں ظالمون میں سے ہونا چاہتا ہوں اور نہ ہی میں اللہ سبحان وتعالیٰ کے عذاب الیم کا مستحق ہونا چاہتا ہوں۔ اور نہ ہی میں یہ کہوں گا کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی ایسا عقیدہ تھا اور ہمیں اس کا حکم دیا۔

حدیث بلکل موجود ہے وہ صحیح ہے لیکن اس کا پس منظر کیا ہے وہ کن کے لیے حکم تھا جو واپس لیا گیا وہ عام نہیں تھا وہ محدود تھا محصوص تھا۔ وہ قصاص کے زمرے میں نہیں آتا تھا بلکہ اس کے پیچھے کوئی اور جرائم تھے خواہ وہ جو بھی تھے لیکن قصاص کے زمرے میں نہیں آتے تھے۔ ہاں اگر ایسا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسوں کو جلانے سے منع کیا ہوتا جنہوں نے مومنوں کو جلایا ہوتا تو پھر معاملہ اور تھا اور تب قصاص والی آیات ہی نہ ہوتیں۔ مگر جب یہ آیات موجود ہیں تو رسول اللہ ﷺ کیسے ایسا کوئی حکم دے سکتے ہیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے تو خود قصاص پر عمل کیا۔ احادیث کی مختلف کتب میں مذکور ہے کہ کسی کو دو پتھروں کے درمیان کچل کر قتل کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے بھی بلکل اسی طرح انہیں پتھروں کے درمیان اسی جگہ پر کچلنے کا حکم دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے کلام کے عین مطابق عمل کیا۔

جو لوگ اس حدیث کو سیاق سباق سے ہٹا کر دلیل کے طور پر استعمال کر کے الدولۃ الخلافۃ الاسلامیۃ پر کفر و ارتداد کے فتوے لگا رہے ہیں ان کے ان فتوں کا شکار الدولۃ الخلافۃ الاسلامیۃ سے پہلے بذات خود رسول اللہ ﷺ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ بھی ہوتے ہیں۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایمان لانے کے بعد مومنوں کو لوٹ کر ان کا قتل کرنے والوں کے ساتھ کیا کیا؟ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی بعض مواقع پر جلایا۔ پھر اسی طرح علی رضی اللہ عنہ نے بھی جلایا حالانکہ علی رضی اللہ عنہ نے قصاص مین بھی نہیں جلایا۔ لیکن الدولۃ الخلافۃ الاسلامیۃ نے تو قصاص میں جلایا اس طرح تو علی رضی اللہ عنہ بغیر کسی دوسری رائے کہ ان کے فتوؤں کی زد میں آ جاتے ہیں۔

فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۔ الانفال ۵۷

پس اگر پکڑ لو انہیں جنگ میں تو ان کو ایسا عبرت کا نشان بنا دو تا کہ یاد کریں جو ان کے پیچھے ہیں۔

اب اگر صرف اس ایک آیت کو ہی لے لیا جائے تو اللہ سبحان وتعالی نے جو اس آیت میں حکم دیا۔ دوران لڑائی پکڑے جانے والوں کے بارے میں کھلی چھٹی دے دی کہ جیسا جی چاہے ان کے ساتھ کر و اور وہ بھی ایسا کہ ان کے پچھلوں کہ جب بھی وہ ذہن میں آئیں تو ان کے لیے عبرت کا مقام ہو۔ اگر ایسا ہوتا کہ آگ کا عذاب دینا حرام ہوتا تو کیا اللہ سبحان وتعالیٰ کو علم نہیں تھا کہ انسان ایسا بھی کر سکتا ہے۔ یا پھر ذکر کرنا بھول گئے نعوذ باللہ۔ نہیں ایسا ہر گز نہیں اگر ایسا کرنے کی ممانت ہوتی تو اللہ سبحان وتعالیٰ ضرور قرآن میں ذکر کر دیتے اور اللہ سبحان و تعالیٰ تو سبحان ہیں ایک طرف وہ قصاص کا حکم دیں اور دوسرے طرف اسی سے روک دیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

حق بلکل واضع ہے جس کا جی چاہے رجوع کرے اور جس کا نہ چاہے اس کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے کسی کو یا ہمیں اس کا وکیل مقرر نہیں

کیا۔اس کا معاملہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے ذمے ہے۔

قیام خلافت سے قبل الدولۃ الاسلامیۃ کا تمام جہادی گروہوں کو خطوط ارسال کرنا

خلافت کے قیام سے قبل خلیفۃ المسلمین ابوبکر البغدادی حفظہ اللہ جو کہ اس وقت الدولۃ الاسلامیۃ العراق والشام کے امیر تھے ان کی جانب سے اور الدولۃ الاسلامیۃ العراق والشام کی طرف سے متفقہ طور پر تمام جہادی جماعتوں کے امرا کو خطوط ارسال کیے گئے جس میں عراق اور شام کی صورتحال سے مکمل طور پر آگاہ کیا گیا اور اس بات پر زور دیا گیا کہ اب ہمیں ایک امام کا انتخاب کر کے اس کی قیادت میں جمع ہو جانا چاہیے اس فرض سے پیچھے ہٹنے یا مزید اس میں دیر کرنے کا کوئی بھی عذر ہمارے پاس نہیں ہے جو اللہ کے ہاں قابل قبول ہو۔ورنہ اللہ اس کے لیے اوروں کو ہم پر مسلط کر دے گا اور ہماری تمام تر جدوجہد رائیگاں جائے گی اس لیے ہمیں اللہ کی ناراضی مول لینے کی بجائے اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر اس فرض کو پورا کرنا چاہیے۔

ان خطوط میں افغانستان میں روس کے خلاف جہاد وقتال کی مثالیں بھی دی گئیں۔

الدولۃ الاسلامیۃ کا ملا عمر کے نام افغان طالبان کو خط

اسی طرح ایک خط افغان طالبان کے امیر ملا عمر رحمہ اللہ کے نام امارت اسلامیہ افغانستان کو بھیجا گیا جس میں تمام تر حالات وواقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے واضع طور پر ملا عمر کو خلیفہ کے طور پر ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت وپیشکش کی گئی۔

میں الحمدللہ پوری ذمہ داری سے یہ بات یہاں بیان کر رہا ہوں کہ قیام خلافت کے اعلان سے قبل الدولۃ الاسلامیۃ العراق والشام کی طرف سے رسمی طور پر ایک خط امارت اسلامیہ افغانستان کو ارسال کیا گیا جس میں الدولۃ الاسلامیۃ العراق والشام نے متفقہ طور پر پیشکش کی کہ ملا عمر مجاہد کو خلیفہ تسلیم کرنے کے لیے نہ صرف تیار ہیں بلکہ ان کے ہاتھ پر سب سے پہلے بیعت کرنے کو بھی تیار ہیں۔کیونکہ ملا عمر مجاہد کے انتخاب پر پوری امت میں سے کسی کو اعتراض نہ ہوگا۔

لیکن آج تک اس خط کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔یہ سطور لکھے جانے تک امارت اسلامیہ افغانستان کی جانب سے کسی قسم کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دین کے سب سے اہم معاملے پر کوئی جوب کیوں نہ دیا گیا اور خاموشی کیوں اختیار کی گئی؟

اس کی جو وجوہات ہو سکتی ہیں وہ یہ ہیں کہ

ملا عمر رحمہ اللہ اس دنیا میں ہی نہیں وہ وفات پا چکے ہوئے ہیں۔اگر یہ حقیقت ہے تو ملا عمر رحمہ اللہ کی وفات کا اعلان کیوں نہ کیا گیا اور کم از کم

خط کا جواب اس صورت میں ہی دے دیا جاتا کہ ملا عمر رحمہ اللہ جو کہ اب حیات نہیں ہیں تو ایسی صورت میں کسی اور شخصیت کے انتخاب کی تجویز دے دی جاتی۔ جو کہ نہیں کیا گیا۔ کیا یہ سمجھا جائے کہ خلافت کی دین میں کوئی اہمیت ہی نہیں؟

حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء نے اسی کی جدوجہد کی۔ رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر اللہ کے نظام کا قیام کیا تب قرآن کی آخری آیت نازل ہوئی۔ اللہ نے بتادیا کہ یہ دین ہے جسے تم نے قائم کرنا ہے جو تمہارے درمیان میرے رسول ﷺ نے کیا۔ اللہ کے نبی نے اللہ کو گواہ بنا کر سامنے موجود تمام اصحاب سے پوچھا کہ کیا میں نے تم تک پہنچا دیا یعنی جو دین دے کر میں بھیجا گیا کہ تم تک پہنچا دوں، پہنچا دیا تم تک تو سامنے سے جواب ہاں میں آیا۔

اللہ کے نبی نے نبوت کی ۲۳ سال کی زندگی جیسے گزاری جو اس میں کیا وہ ہم پر فرض ہے کہ ہم بھی ویسے ہی کریں۔ یہی اللہ کو ہم سے مطلوب ہے اور اسی سے ہم وہ مقصد پورا کر پائیں گے جس کے لیے ہمیں اس دنیا میں بھیجا گیا۔ زمین پر اللہ کے نظام کا قیام ہی تو صلاۃ کا بنیادی جزوی رکن ہے جو دین کا دوسرا بنیادی رکن ہے۔ رکوع و سجود اور اللہ کے نظام کا اس زمین پر قیام ہی تو دین اسلام کا دوسرا بنیادی رکن ہے جسے صلاۃ کہا گیا۔

تو پھر ایسی کیا وجہ تھی کہ کوئی جواب نہ دیا گیا؟

اگر ملا عمر رحمہ اللہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیا جاتا۔ اور ان کے ہاتھ پر خلیفہ کے طور پر بیعت کی جاتی۔ ملا عمر کے حیات ہونے کے باوجود اگر امارت اسلامیہ افغانستان ملا عمر کی خلافت پر راضی نہیں ہوئی اور بیعت نہیں کی تو اس کا مطلب ہے کہ امارت اسلامیہ افغانستان ملا عمر کو اس قابل ہی نہیں سمجھتی۔

ملا عمر کی بیعت کرنے والوں سے سوال

جب ایسا ہے تو پھر تحریک طالبان پاکستان، القاعدہ اور امارت اسلامیہ افغانستان سمیت کثیر جہادی گروہوں اور تنظیموں نے ملا عمر کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی تھی اور اسی کا دم بھرتے آئے ہیں وہ تو پھر باطل ٹھہری یا پھر صرف امت کو دھوکے میں رکھنے کے لیے ایسا کیا گیا؟

اور اگر ایسا نہیں تھا تو پھر آخر ایسی وہ کون سی وجہ تھی کہ ملا عمر پر متفق ہونے اور انہیں بیعت دینے والے خاموش رہے؟

دین اسلام میں بیعت اقرار و قبول سے منعقد ہوتی ہے مثال کے طور پر اگر کوئی کسی کی بیعت کرتا ہے تو جس کی بیعت کی گئی جب تک وہ اسے قبول نہ کرے تب تک وہ بیعت منعقد نہیں ہوتی۔ قبول کے بغیر بیعت باطل ہوتی ہے اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔

اگر قبول کے بغیر بیعت ہو جائے تو کفار ایمان کا لبادہ اوڑھ کر بیعت کا اعلان کرتے اور دین کی جڑیں کھوکھلی کر دیتے۔ جس کا سارا بوجھ و ذمہ داری امام پر عائد ہوتی۔

اب ہم آپ سے سوال کرتے ہیں جنہوں نے ملا عمر کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے کہ آپکی بیعت کو ملا عمر نے کب قبول کیا؟

اگر آپ امارت اسلامیہ افغانستان کے دور حکومت کے وقت بیعت کے قبول کا حوالہ دیں گے تو ہم آپ سے پھر سوال کرتے ہیں کہ امارت اسلامیہ افغانستان ۲۰۰۱ میں ختم ہوگئی جس سے آپ کی وہ بیعت بھی زائل ہوگئی اس کے بعد آپ نے کب بیعت کی اور کب اس کی قبولیت کا اعلان ہوا؟

اگر آپ کوئی ہاتھ سے لکھا ہوا یا کمپیوٹر پرنٹڈ خط سامنے لائیں گے تو ہم آپ سے یہ مطالبہ کریں گی کہ آیا یہ مصدقہ ہے اس کی تصدیق کیسے ہو گی؟ تصدیق کی صورت صرف ایک ہی ہے کہ ملاعمر خود اس کا اعلان کریں سامنے آ کر۔

لیکن پھر بھی آپ بضدر ہیں گے تو ہم آپ سے مطالبہ کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین میں امیر کے تقرر کی ضرورت کیا ہے؟ وجوہات کیا ہیں؟ ان کی روشنی میں جواب دیجئے کہ ایک غائب شخص امیر مقرر ہوسکتا ہے؟

قطعاً نہیں۔ایک غائب شخص کسی بھی صورت امیر مقرر نہیں ہوسکتا۔

امیر وہی ہوسکتا ہے جو آپ کے درمیان موجود ہو۔ جو آپ کی قدم قدم پر مشاورت کے ساتھ راہنمائی کرے۔ جو معاملات میں فیصلے کرے اور ایک ہی دن میں کئی معاملات بھی پیش آسکتے ہیں۔

آپ سے پھر سوال ہے اور مطالبہ بھی ہے کہ آپ ملاعمر کو امیر ثابت کر دیں یا اپنی بیعت ملاعمر رحمہ اللہ کے ساتھ ثابت کر دیں۔

جیسے شبے والی شئے حرمت والی ہو جاتی ہے اسی طرح غائب شخص جو لوگوں کے درمیان موجود نہ ہو کو اس وقت تک مردہ تصور کیا جاتا ہے جب تک کہ وہ سامنے نہ آجائے اور آپ کے درمیان موجود ہو۔اگر ایسا نہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد نئے امام کی ضرورت کیوں پیش آئے؟

اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ سب ان کی حفاظت کی خاطر ہے۔اسی لیے وہ سامنے نہیں آرہے کہ ان کو نقصان نہ پہنچے یا کفار ان تک نہ پہنچ پائیں تو کیا دجالی اشیاء کیمرے وغیرہ کا سہارا نہیں لیا جاسکتا۔جنگ ہے اور جنگ میں چال ہی تو چلنی ہے کفار کے خلاف۔

وڈیو پیغام بنانے سے کون سا ایسا راز ہے جو افشاء ہو جائے گا یا کیسے کفار ان کے مقام کا تعین کر پائیں گے؟

الحمدللہ آپ کے تمام اہل علم ومفتیان کو میرا علی اعلان کھلا چیلنج ہے کہ آپ ملاعمر کی بیعت کو ثابت کر کے دکھائیں۔اور خلافت کا باطل ثابت کر کے دکھائیں؟

سب کو میری طرف سے بانگ دہل اور ڈنکے کی چوٹ پر یہ چیلنج ہے۔اللہ کی قسم آپ خلافت اسلامیہ کے اس ایک طالب علم کا علم کے میدان میں مقابلہ کرلیں اس کے بعد خلافت کی مخالفت میں شور مچایئے گا۔آپ کو پھر کھلم کھلا چیلنج ہے اگر آپ میں سے کسی میں بھی دینی غیرت ہے تو میدان میں آیئے۔اور مجھے اللہ پر پورا بھروسہ ہے کہ اگر کسی میں رائی برابر بھی ایمان ہے تو وہ خلافت کی نصرت کے لیے میدان میں نکلے گا نہ کی دشمنی میں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کی طرف سے خط کا جواب نہ دیا جانا جو اصل وجہ ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت افغان طالبان کی قیادت تقریباً مکمل طور پر مرتد مشرک ناپاکستانی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی کے ہاتھ میں ہے۔نہ صرف ہاتھ میں ہے بلکہ ان میں اکثریت پاکستان میں اپنے اہل و

عیال کے ساتھ رہائش پذیر ہے اسی طرح افغان طالبان کی ویب سائٹ بھی باقاعدہ ناپاکستان سے آپریٹ ہورہی ہے۔ناپاکستان کے اپنے مفادات ومقاصد ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے اس نے افغان طالبان کو باقائدہ حکمت عملی سے اپنے تابع کیا۔

امارت اسلامیہ کے سقوط میں صف اول کا کردار ادا کرنے والی ناپاکستانی افواج،خفیہ ایجنسیاں جو کہ ناپاکستان کی اصل قوت تھیں اور ہیں کو علم تھا کہ اس نے صلیبیوں کا ساتھ دے کر عوام کے ساتھ دھوکہ کیا اور دین سے ارتداد اختیار کیا اس کا انجام خولناک ہوگا۔کیونکہ صلیبیوں کو ایک نہ ایک دن یہاں سے نکلنا ہے اور افغان عوام اور افغانستان کے حالات اس کے بس میں نہیں رہیں گے اور جو کچھ اس نے امت کے نوجوانوں اور افغانوں کے ساتھ کیا اس کا حساب قصاص دینا پڑے گا۔ایک ہی صورت ہے جس سے بچا جا سکتا ہے جو اس نے اختیار کی۔امارت اسلامیہ کی قیادت اور ہر اس انسان کو ختم کر دیا جائے جس میں رائی برابر بھی غیرت ہے پیچھے جو رہ جائیں ان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے ان کی مدد کی جائے۔ان کو اسلحہ وٹھکانے مہیا کیے جائیں جو اس نے کیا اور آج تک کر رہا ہے۔

جب اس نے اپنی اس حکمت عملی کا اغاز کیا اور اس جال کو پھیلانا شروع کر دیا تو اس وقت افغان طالبان کی قیادت جن میں ملا منصور داداللہ رحمہ اللہ سرفہرست تھے نے پاکستان طالبان کی بنیاد رکھی۔لیکن جلد ہی ناپاکستان کی مشرک اپنی حکمت عملی میں کامیاب رہے۔دوسری طرف امریکہ کا جو اصل حدف تھا افغانستان میں وہ یہ تھا کہ افغانستان کی مٹی میں جو دینی غیرت موجود ہے وہ کسی بھی وقت اس کے نیو ورلڈ آرڈر کے لیے خطرہ بن سکتی ہے اس لیے اس مٹی سے دین غیرت کو نکالا جائے۔یا یہاں ایک ایسی نسل تیار کر دی جائے جو مغربی کلچر کی دلدادہ ہو۔ اس سے ہر صورت فائدہ ہی فائدہ ہوگا۔یہ لوگ آپس میں ہی لڑتے رہیں گے اور دجالی نیو ولڈ آرڈر کے لیے یہ زمین خطرہ نہیں رہے گی۔کیونکہ جغرافیائی لحاظ سے یہ ایک بہتری ٹھکانہ ہے جو سر پھرے مسلم نوجوان استعمال کر سکتے ہیں۔جس کے لیے اسے یہاں ایک نئی نسل تیار کرنا درکار تھی۔جس کے لیے کم از کم ۱۵ سال درکار تھے۔جو اس نے کامیابی سے اپنا سفر جاری رکھا۔اس کے بعد امریکہ کو یہاں سے نکلنا تھا۔ناپاکستان پر یہ سب واضع تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ افغانستان میں دونوں فریقوں میں سے کسی ایک فریق کو اپنا دشمن بنائے۔اس لیے اس نے ایک طرف امریکہ واس کے اتحادیوں اور دوسری طرف افغان طالبان کا ساتھ دیتا رہا۔اس سے ایک تو عالمی دباو کا شکار نہ ہوگا اور پابندیوں سے بچا رہے گا یعنی دجال کو رب تسلیم کر کے اس کی جنت کے مزے لوٹتا رہے گا اور دوسری طرف امریکہ کے نکلنے کے بعد اگر دونوں میں سے ایک فریق افغانستان پر غالب آتا ہے تو اس کے ساتھ بھی اس کا یارانہ رہے۔لیکن جو اصل خواہش ہے ناپاکستانی مشرکین کی وہ یہی ہے کہ افغانستان میں دونوں کی مخلوط حکومت قائم کروائی جائے جس میں ناپاکستان کے لیے فائدہ ہوگا۔یہ آپس میں الجھنوں اور اختلافات کا شکار رہیں گے اور ناپاکستان ان میں ثالثی کا کردار ادا کرتا رہے گا اس سے یہ دونوں میں ایک چوہدری کی سی حثیت سے رہے گا۔ دونوں گروہ اسی کے محتاج رہیں گے۔

جب الدولۃ الاسلامیہ العراق والشام کی جانب سے خط لکھا گیا تو اس کا جواب نہ دینا بلکہ خاموشی اختیار کرنا ناپاکستانی مشرکین کی مجبوری تھی کیونکہ اگر ملا عمر زندہ ہوتے تو کوئی بھی ایسا نہ تھا جو ملا عمر کے خلیفہ کے طور پر انتخاب سے اختلاف کرتا اور متفقہ طور پر ان کے ہاتھ پر بیعت نہ ہو جاتی جس کے بعد خلیفہ کا دارالخلافۃ میں ہونا لازمی ہو جاتا ہے یعنی ملا عمر کو عراق یا شام منتقل ہونا پڑتا۔اور سارے معاملات ان منافقین و

مرتدین کے ہاتھ سے نکل جاتے کیونکہ افغان طالبان بھی خلافت کے سائے میں آجاتے اور تمام تر اثر رسوخ سے پاک ہوجاتے۔ان کو براہ راست شام وعراق سے احکامات ملتے لیکن ایسا نہ ہونا صرف یہی وجہ ہے کہ ملاعمر کافی پہلے سال ہی شہید ہو چکے تھے۔

دوسری بات جو خاموشی اختیار کرنے کی وجہ ہے وہ یہ کہ اگر کوئی جواب دیا جاتا تو خلافت کی مشاورت میں شامل ہونا پڑتا اور بعد میں بیعت سے پیچھے رہنے کا کوئی جواز نہ رہتا۔اس لیے خاموشی اختیار کی گئی کہ بعد میں اختلاف کرنے کا بہترین بہانہ ہاتھ میں ہوگا۔

چونکہ خلافت کے قیام کے اعلان کے بعد یہاں پر خلافت کے قیام کا اعلان ناگزیر ہوجائے گا کیونکہ جو ناراض لوگ ہیں اور اختلافات کا شکار ہیں ان کا جھکاو خلافت کی طرف ہوجائے گا جس کی صورت میں ولایت کا قیام ناگزیر بن جائے گا۔اور پھر طالبان کو ہی ان کے خلاف لڑایا جائے گا۔

اب جیسے جیسے وقت گزرتا جائے گا ماضی قریب میں افغان طالبان اور افغان حکومت کے درمیان مذاکرات کامیاب ہوجائیں گے۔لیکن بظاہر دونوں دشمنی کا لبادہ اوڑھے رکھیں گے۔کیونکہ اگر مذاکرات کی کامیابی کا اعلان کیا جاتا ہے تو افغان طالبان کی اکثریت ناراض ہوکر خلافت کی صفوں میں چلی جائے گی۔اس لیے بہت احتیاط سے کام لیا جائے گا اور اکا دکا حملے بھی ایک دوسرے کے خلاف کرتے رہیں گے لیکن ہدف کا تعین دونوں خود ہی کیا کریں گے۔مثلاً افغان طالبان کو اپنی صفوں میں جس سے خطرہ محسوس ہوگا اس کو ٹارگٹ کے طور پر افغان حکومت کو دیا جائے گا۔اور دوسری طرف افغان حکومت بھی خود ہی ٹارگٹ دیا کرے گی کہ فلاں جگہ ٹھاہ ٹھو کرلو۔اس طرح یہ سلسلہ جاری رکھا جائیگا جو کہ ناپاکستان اور صلیبیوں کی بھی مجبوری اور خواہش ہے۔اور دونوں یعنی طالبان اور افغان حکومت کو خلافت کے خلاف لڑایا جائے گا۔یہ تو ان کی چالیں ہیں لیکن بہرحال اللہ احسن چال چلنے والا ہے دنیا کی بدلتی صورت حال واضع بتارہی ہے کہ حالات ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔

ملاعمر کے حوالے سے جیسے ہی واضع ہوگیا کہ وہ اب موجود نہیں ہیں تو لوگوں کے لیے ایک ہی رستہ رہ جائے گا کہ وہ خلیفہ کی بیعت کرلیں اس لیے ان کی کوشش یہ ہوگی کہ ملاعمر کے قتل کا ڈرامہ رچا کر کسی کو امیر نامزد کردیا جائے۔جو کہ ان کے لیے بہت ہی مشکل ہو چکا ہے۔خلافت کے قیام سے پہلے یہ ہونے ہی والا تھا لیکن خلافت کے قیام نے ان کا یہ کھیل چوپٹ کردیا۔اب موجودہ اور مستقبل قریب کی صورت حال میں ان کے لیے ایسا کرنا جواء کھیلنے کہ مترادف ہوگا۔کیونکہ افغان طالبان کی صفوں میں ایسا کوئی اور نام نہیں ہے جس پر سب اتفاق کرلیں بلخصوص عام افغان طالبان۔اس لیے جیسے ہی انہوں نے ایسا کوئی اعلان کیا تو وہ بھی ان کی اپنی موت ثابت ہوگا طالبان کی اکثریت ان کے جال سے نکل جائے گی۔

حق بہرحال ہرصورت غالب آنا ہے چاہے یہ جتنی بھی چالیں چل لیں۔

میں اللہ کو گواہ بنا کر تمام اہل ایمان پر یہ واضع کردینا چاہتا ہوں کہ تمام گروہوں خواہ وہ کسی بھی نام پر قائم ہوں، کسی بھی سطح پر ہوں کوئی بھی نوعیت ہو جو خود کو دین اسلام سے جوڑتے ہیں یا دین اسلام کی جدوجہد کے دعوے کرتے ہیں تمام کے تمام کا وجود اللہ کے دین میں باطل ہو چکا ہے خلافت کے قیام سے۔خلافت اسلامیہ ہی سواد اعظم ہے یہی مسلمانوں کی جماعت ہے ہرمومن پر فرض ہے کہ وہ اس جماعت میں

داخل ہو جائے، امام یعنی خلیفہ کی بیعت کر لے بصورت دیگر آنے والی موت جہالت کی موت ہو گی اور اللہ تعالیٰ سوال کریں گے۔
سوالات تو بہت سے اٹھ رہے ہیں لیکن ہمارا مقصد صفحات پر صفحات لکھنا نہیں اس لیے یہ جو چند بنیادی سوالات کا ذکر کیا جا رہا ہے کم از کم ان کے ہی جوابات عنایت کر دیجئے امت کو۔

افغان طالبان کی موجودہ قیادت کا ارتداد

افغان طالبان یعنی امارت اسلامیہ افغانستان کی موجودہ قیادت دین سے انحراف کر چکی ہے اور وہ ناپاکستانی مرتد مشرک خفیہ ایجنسی کی زیر سرپرستی میں اپنی پالیسیاں تشکیل دے رہی ہے۔

خلافت اسلامیہ، تمام جہادی گروہ اور اللہ کے دشمن

کچھ حقائق سے ہم اہل ایمان کو آگاہ کرتے ہیں۔ کوئی بھی گروہ، جماعت، تنظیم یا ریاست وغیرہ ایک بلند و بالا عمارت کی طرح ہوتی ہے عمارت کی ایک بنیاد ہوتی ہے اگر وہ بنیاد مضبوط ہو تو پوری عمارت مضبوط اور اگر بنیاد کمزور اور کھوکھلی ہو تو پوری عمارت کا وجود ہر وقت خطرے سے دوچار ہو گا جو کسی بھی وقت گر سکتی ہے اسی طرح گروہ، جماعت، تنظیم یا ریاست وغیرہ کی بنیاد نظریہ ہوتی ہے۔ اس لیے اس گروہ، تنظیم یا جماعت وغیرہ کو ختم کرنے کے لیے جو سب سے موثر اور آسان طریقہ ہوتا ہے وہ یہ کہ نظریہ کو اس میں سے نکال دیا جائے۔ نظریہ جو کہ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اس کے نکلنے سے بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے جس سے اس بنیاد پر کھڑی عمارت یعنی وہ تنظیم، گروہ، جماعت یا ریاست وغیرہ خود بخود آسانی سے گر جاتی ہے

دین اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اور ان کے بعد یہود و نصاریٰ نے جدوجہد شروع کر دی مختلف حربے استعمال کیے، مال کو پانی کی طرح بہایا، اپنی جانوں کو بھی اللہ کے دین کے خلاف ضائع کرتے رہے لیکن وہ اس میں رسول اللہ ﷺ اور ان کے پہلے دو خلفائے راشدین کے دور تک کامیاب نہ ہوئے اس کی کچھ وجوہات تھیں۔

نمبر ایک رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین اس امت میں بنیادی حیثیت رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے براہ راست اللہ سے دین سیکھا اور خلفائے راشدین نے رسول اللہ ﷺ سے۔ یہ شخصیات اس امت میں بنیادی حیثیت رکھتی تھیں جو اللہ کی مہدی تھیں۔

جب یہود و نصاریٰ کو ہر طرح سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے دین اسلام کی بنیاد کو کھوکھلا کرنا شروع کر دیا۔ دین اسلام کی بنیاد یعنی جس وجہ سے اللہ نے اس دین کی بنیاد رکھی۔ اسلام سے اسے نکالنے کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔ جب انہوں نے دین اسلام کی بنیاد کو کھوکھلا کر دیا تو اس امت کا زوال شروع ہو گیا۔ اور آہستہ آہستہ سمندر کی جاگ کی سی حیثیت اختیار کر گئی یعنی جیسے سمندر کی لہریں جاگ کو ادھر

ادھر اچھالتی پھرتی ہیں جاگ بلکل بے بس و بے اختیار ہوتا ہے بلکل ویسی ہی حالت اس امت کی بھی ہوگئی۔

امت محمد ﷺ اس مقصد سے ہی غافل ہوگئی جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اللہ نے اس دنیا میں بھیجا ہے۔

جب امت کے کچھ غیور اہل ایمان کو اس کا احساس ہوا تو انہوں نے جدوجہد شروع کر دی اس جدوجہد میں سب سے پہلے تو ضروری یہ تھا کہ دین کا بنیادی علم حاصل کیا جاتا اور اسی علم کی بنیاد پر ایک گروہ وجود میں آتا لیکن علم کی جگہ جذبات نے لے لی۔ کہ امت کے نوجوانوں کو غیرت دلانے کے لیے دین کی بنیاد کو ظاہر کرنے کی بجائے امت مسلمہ کی مظلومیت کو ظاہر کر کے نوجوانوں کو غیرت دلائی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نوجوانوں نے جذبات میں آکر میدان جہاد کو رخ کرنا شروع کر دیا۔

بہر حال ایسا ہر گز نہیں کہ امت کی مظلومیت کو ظاہر نہ کیا جائے بلکہ اسے ثانوی حثیت دینی چاہیے تھی نہ کہ پہلی۔ پہلی حثیت علم کو دینی چاہیے تھی اور اسے ثانوی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ میدان میں نکلنے والے اہل ایمان علم میں راسخ ہوتے اور جب کفار سے سامنا ہوتا تب جذبات کا غلبہ ہوتا۔ ایسی صورتحال میں نا قابل تسخیر گروہ وجود میں آتا جو جلد ہی پوری دنیا کے کفر کے سر کاٹ کر اللہ کی زمین کو خبث سے پاک کر دیتا۔

جب دین کے بنیادی علم کو ثانوی اور مظلومیت کے اظہار سے جذبات کو اول حثیت حاصل ہوئی تو اس سے جو گروہ وجود میں آیا یہ کیسے ممکن تھا کہ اللہ کی سنت کے برعکس وہ پوری دنیا کے کفر کا خاتمہ کر پاتا۔ اللہ کی سنت تو وہ ہے جو اللہ نے اپنے رسول کے ذریعے سے ہمیں آگاہ کر دیا۔

جیسے رسول اللہ ﷺ نے پہلے اپنے اصحاب کا تزکیہ و تربیت کی اس کے بعد میدان قتال میں اتارا اور نتیجہ پوری دنیا کے سامنے ہے۔

اس لیے جہاد و قتال کے ساتھ ساتھ دین کے علم پر بھی جدوجہد ہونے لگی وقت گزرتا گیا اور جب کچھ اہل ایمان نے خالص اللہ کے دین کو پہچانا تو اس کی بنیاد پر جدوجہد شروع کی لیکن ان کی تعداد ابھی کم تھی۔

اب کفار کے لیے یہ اللہ کے غلام اللہ کا عذاب ثابت ہونے لگے تو کفار نے ان کو ختم کرنے کے لیے چالیں شروع کر دیں۔ جس کے لیے کفار نے ہر حربہ استعمال کیا۔ ایک ایک کو چن کر بھی قتل کیا گیا، دوسری طرف دین کی بنیاد جو کچھ واضع ہوئی اس پر مٹی ڈالنے کے لیے علماء سو کو میدان میں اتارا گیا اور اس گروہ (قاعدۃ الجہاد) کو جس نظریے پر قائم کیا گیا اس کو کھوکھلا کرنے کی تگ و دو کی جانے لگی اور اس گروہ کی بنیادی شخصیات کو بھی قتل کیا جانے لگا۔ اس دوران کفار کو بہت حد تک کامیابی حاصل ہوئی لیکن یہ ظاہری کامیابی تو ہو سکتی تھی لیکن اصل کامیابی نہیں اصل میں یہ اللہ ہی کی ایک چال تھی۔ اس سے اللہ کو جو مقصود تھا وہ یہ کہ صرف قیادت نہیں بلکہ پورا گروہ ہی علم میں راسخ اور پختہ ایمان والا ہو۔ جو تیار ہوتا گیا۔ کفار نے قاعدۃ الجہاد کی قیادت کو ختم کیا وہی لوگ علم میں راسخ تھے جو خالص اللہ کے غلام تھے جو ہر طرح کی مصلحت سے آزاد تھے لیکن ان کے بعد ایسے لوگوں کو اس گروہ کا وارث بنا دیا جو کم علم اور نا پختہ تھے۔ جو اللہ کی بجائے دنیا والوں کی ملامتوں کی پرواہ کرنے والے مصلحت پسند تھے۔ اللہ نے جو اس گروہ کو فضیلت دی تھی وہ چھین لی۔

یہ ایک تو اللہ کی چال تھی اور دوسرا اہل ایمان کے لیے اللہ کی طرف سے سیکھنے کے لیے بہترین نصیحت۔ ان سارے مراحل سے گزار کر اللہ نے ایک ایسا گروہ (الدولۃ الاسلامیۃ) بنایا اور انہیں زمین کا وارث بنا دیا جن میں علم کو پہلی حثیت حاصل ہوگئی۔ ان کے فیصلے و تمام تر معاملات اللہ کی کتاب کی روشنی میں ہونے لگے۔ جو صرف اور صرف اللہ ہی کی پرواہ کرتے اس کے علاوہ اور کسی کی پرواہ نہ کرنے والے

ہیں۔اللہ نے ان لوگوں کوفضیلت عطا کر دی

اب پوری دنیا کے کفر پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس گروہ کو ختم کیے بغیر ان کی بقا نہیں ہے۔دوسرا ان پر یہ بھی واضح تھا کہ جوصورت انہوں نے اختیار کر لی ہے ان کو قتل کر کے ختم نہیں کیا جا سکتا ان کی اکثریت اور پوشیدگی کی وجہ سے۔جس کے لیے انہوں نے اس عمارت کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے کا فیصلہ کیا۔

ایک تو دین کی بنیاد جواب واضح ہوتی جا رہی ہے اس پر پھر دھول ڈالی جائے اور دوسرا ان کی قیادت کو نشانہ بنایا جائے تا کہ ایک تو یہ فتنے کا شکار ہوں اور دوسرا ایسے لوگوں کے ہاتھ میں قیادت آجائے جو کم علم و ناپختہ ہوں۔لیکن دوسری طرف اللہ کے غلاموں پر اللہ نے اپنی کتاب کے ذریعے پہلے ہی واضح کر دیا ہے کہ اللہ پہلے آزمائش میں ڈالتا ہے جو پورا اترتا ہے اس کو فضیلت عطا کرتا ہے اور پھر جو فضیلت ملنے کے بعد ان فرائض کو ترک کر دیتا ہے جن کو پورا کرنے کے لیے آزمائش میں ڈالا گیا اور فضیلت دی گئی تو اللہ ان کو اوروں سے بدل دیتا ہے یہی اللہ کی سنت ہے۔کہ اگر ہم نے مصلحت کا سہارا لیا، ہم نے اللہ کے غلاموں کے ساتھ نرمی کی، اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہ کیے ثابت قدم نہ رہے تو یہ فضیلت ہماری وراثت نہیں۔اللہ ہماری جگہ اوروں کو لے آئے گا۔اور کوئی عذر اللہ کے ہاں قابل قبول نہ ہوگا کیونکہ ۱۴۰۰ اسو سال سے زائد عرصہ کی تاریخ ہمارے سامنے ہے نہ صرف یہ بلکہ اللہ کی کتاب نے تو پوری انسانی تاریخ کو کھول کر بیان کر دیا اس لیے اگر ہم نے کسی بھی مصلحت کا لبادہ اوڑھا تو ہمارے لیے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔

اپنے دین سے مرتد ہونے والے

ہم ان دو آیات میں غور وفکر کرتے ہیں ویسے تو ان آیات کی وضاحت بہت وسیع ہے لیکن مختصراً بیان کرتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. المائدہ ۵۴

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جو پھر جائے گا تم میں سے اپنے دین سے پس لے آئے گا ایسی قوم جن سے وہ حب کرے گا اور وہ اس سے حب کریں گے، مومنوں پر نرم کافروں پر سخت ہوں گے، جہاد کرنے والے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور نہیں خوف کریں گے کسی ملامت کرنے والے کی۔وہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے اسے جسے قانون میں لکھ دیا اس نے اور اللہ وسیع علم رکھنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ نے ان لوگوں کو مرتد ہونے سے منع کیا ہے جو ایمان لانے والے ہیں۔یعنی صرف اتنا کافی نہیں ہے کہ بس ایمان لے آئے۔ایمان لانے سے کوئی مومن نہیں ہوتا بلکہ ایمان لانا تو مومن بننے کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے۔اس لیے جہاں بھی امنو کا ذکر ہے اس کا

مطلب ہوتا ہے ایمان لانے والا نہ کہ مومن۔ مومن وہ تب ہوگا جب ایمان لانے کے بعد جو ذمہ داری عائد کی گئی اس پر پورا اترے گا۔ اب وہ ذمہ داری کون سی ہے اس کا آگے اللہ نے ذکر کر دیا جو اس ذمہ داری سے پھر جائے گا تو اللہ ان مرتدین کی جگہ ایسی قوم کو لے آئے گا جن سے وہ حب کرتا ہے اور وہ اس سے حب کرتے ہیں۔ وہ کیسے ہوں گے وہ مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے۔ جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں اور کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔

یہ ہے وہ ذمہ داری جو اس سے پھرے گا وہ دین سے پھر گیا۔ وہ ہے مومنوں پر نرم ہونا اور کافروں پر سخت، جہاد کرنا اللہ کی راہ میں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ جو ایسا نہیں کریں گے وہ اللہ کے قانون میں اپنے دین سے مرتد ہو جانے والے ہیں۔ ہم اس آیت کی روشنی میں فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کون کون ہیں جو آج ایمان کے تو دعوے کرتے ہیں لیکن اپنے دین سے مرتد ہو چکے ہوئے ہیں۔ نتائج نا قابل تسلیم ہیں لیکن یہ حقیقت ہے اگر ہم تسلیم نہیں کریں گے تو ہمارا بھی انہیں میں شمار ہوگا۔ ایسا نہیں کہ ہم یہ سوچیں اس طرح تو اکثریت ہی مرتد ہے اور ایسا سوچنا ٹھیک نہیں یا آیت کا یہ مطلب نہیں۔ اللہ نے تو اپنی کتاب میں فیصلہ کر دیا ہم تسلیم کریں یا نہ کریں اس سے اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا وہ غنی ہے۔ نقصان ہمارا اپنا ہی ہوگا اور اس کا ادراک ہمیں روز محشر ہی ہوگا۔ لیکن تب سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ ہوگا۔

پھر اللہ سبحان وتعالٰی کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا فضل ہے اور دیتا ہے اپنے قانون کیمطابق۔ آیت میں لفظ یشاء ہے جس کا ترجمہ چاہتا کیا جاتا ہے۔ کہ اللہ چاہتا ہے۔ ہمیں اس لفظ کو جاننا بہت ضروری ہے۔

ایک لفظ ہے "یشاء" اور ایک لفظ "یرید"

پہلے ہم یرید کو سمجھ لیتے ہیں۔ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ جیسے مثال کے طور پر آپ کے سامنے کئی اقسام کے کھانے پڑے ہوں اور ان میں سے جو جو کھانے کا آپ کا دل کرے وہ وہ آپ کھائیں یہ چاہنا عربی میں یرید کہلاتا ہے۔

اب یشاء کو سمجھ لیں۔ گاڑی کی ہی مثال لے لیں کہ گاڑی کے انجن میں مختلف پرزے ہوتے ہیں ہر پرزے کا ہر لحاظ سے ایک سائز اور ڈیزائن ہوتا ہے۔ اب انجن کے تمام پرزے آپ کے سامنے پڑے ہوں اور آپ نے انجن جوڑنا ہے تو آپ ہر پرزے کو اس کی جگہ پر لگاتے جائیں گے لیکن تصور کریں اگر کوئی پرزہ ایسا ہو جو ٹھیک نہ ہو یعنی بڑا ہو یا چھوٹا یا کسی بھی لحاظ سے ناقص ہو تو کیا وہ پرزہ لگ پائے گا؟ بلکل نہیں۔ وہاں وہی پرزہ لگے گا جو اس کے مطابق ہے۔ بلکل اسی طرح آسمانوں اور زمینوں کا نظام ہے اللہ اپنے قانون کیمطابق چلا رہا ہے۔ اللہ کے قانون پر جو پورا اترے گا اسے یہ ذمہ داری ملے گی جو اس قانون پر پورا نہیں اترے گا تو اللہ کے قانون کے مطابق وہ اس کے نظام میں اس مقام پر نہیں رہ سکتا نظام اسے نکال باہر کرے گا۔ یہ یشاء کہلاتا ہے۔

قرآن میں اللہ نے ایسے مواقع پر کہیں بھی یرید کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ کیونکہ اللہ سبحان ہیں اللہ تعالی ایسا نہیں کرتے کہ میں چاہتا ہوں یہ کر دوں۔ ہاں وہ کر سکتا ہے لیکن وہ کرتا نہیں کیونکہ وہ سبحان ہے وہ اپنی سنت کے خلاف نہیں کرتا۔ اس لیے وہ اپنے قانون کے خلاف نہیں کرتا اگر اللہ ایسا کرے تو روز محشر انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ اے اللہ تو نے چاہا تھا تیری چاہت کے آگے میں کیا کر سکتا تھا۔ اس لیے اس فرق کو

سامنے رکھنا بہت ہی ضروری ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ. المائدہ ۵۵

اس میں کچھ شک نہیں ولی ہے تمہارا اللہ اور بھیجے ہے اس کے اور ایمان والے وہ جو صلاۃ قائم کرتے ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں اور وہ ہیں رکوع کرنے والے۔

ولی کہتے ہیں مثال کے طور پر آپ کوئی کام کرتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو کسی مشورے، مال، مدد یا ایسی کوئی بھی ضرور پیش آئے تو ان کے لیے یا ان میں سے کسی کے لیے بھی جس سے رجوع کریں یا کسی کو اپنے راز دار بنان یا اس طرح کا کوئی بھی کسی سے تعلق قائم کرنا۔ وہ آپ کا ولی کہلائے گا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے واضع کر دیا کہ تمہارے ولی کون لوگ ہیں۔ یعنی تمہیں جو ذمہ داری دے دی گئی اسے پورا کرنے کے لیے جس مقصد کے لیے دنیا میں بھیجا گیا اسے پورا کرنے کے لیے تمہیں جو بھی ضرورت پیش آئے تم نے ان تین ذرائع کی طرف رجوع کرنا ہے۔ یا مزید آسانی سے سمجھنے کے لیے کسی بھی سطح پر جس سے تعاون حاصل کرنا یا کسی دوسرے سے تعاون کرنا۔ اس میں بہت ہی غور کرنے والا مقام یہ ہے کہ اللہ کا ذکر پہلے آیا اس کے بعد رسولوں کا اور آخر میں ایمان والوں کا اور ایمان والے کون ہوتے ہیں ان کی بھی وضاحت کر دی۔

اللہ کا پہلے ذکر اس لیے ہیں کہ وہ غنی ہے خالق ہے، مالک ہے اسی لیے وہی الہ ہے۔ اس لیے جب اللہ کا پہلے ذکر ہے تو اللہ کے بارے میں ذہن میں ہونا چاہیے۔ یعنی سب سے پہلے اللہ ولی ہے جو حدود اس نے مقرر کر دیں ان سے باہر نہیں جایا جائے گا ان حدود کے اندر رہا جائے گا۔ اس کے بعد رسول کا ذکر ہے تو اس کا مقام اور اس کے بارے میں بھی ہر لحاظ سے واضع ہونا چاہیے یعنی ایک تو یہ کہ وہ بھی انسان ہے تو اس سے جو بھی حاصل ہو سکتا ہے وہ محدود ہے نہ کہ لامحدود۔ اس لیے وہ تو وہی نصرت کر سکتا ہے جو اللہ نے اس کے اختیار میں رکھ دی یعنی جو ہدایت وہ لیکر آئے ہمیں اس سے استفادہ کرنا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں لفظ رسول ہے نہ کہ نبی، رسول کے معنی صرف بھیجا ہوا کے ہوتے ہیں اس سے مراد یہ نہیں کہ اس سے مراد صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو ہی لیا جائے نہیں۔ اگر اس سے مراد صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو لیا جائے گا تو وہ تو اب حیات نہیں ہیں تو کیا قرآن کی وہ آیات جن میں رسول کا لفظ آیا ہے وہ منسوخ ہو جائیں گی یا پھر محدود ہو جائیں گی اور پھر ہمیں ان سب کو بھی نبی و رسول تسلیم کرنا پڑے گا جن جن کو اللہ نے قرآن میں رسول کہا۔ نہیں بلکہ جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے وہاں اللہ نے ان کا نام لے کر ذکر کر دیا۔ آج جہاں جہاں یہ لفظ آئے گا تو آیت کے پس منظر کے لحاظ سے اس سے مراد وہ بھی ہو گا جو آپ کی طرف وہ دعوت لے کر آئے جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ نبی بھی کہلائے گا۔ نہیں بلکہ نبی صرف وہی ہوتا ہے جس کو نبوت دی جائے۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا۔ اس لیے اس نقطے کو بھی ذہن میں رکھنا ہے ہم قرآن کو محدود نہیں کر سکتے۔ نزول کے اعتبار سے تو بلاشبہ اس سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ تھے لیکن آج اس سے مراد اللہ کے رسول کے رسول ہیں۔ جو رسول اللہ ﷺ نے حکم دے دیا کہ پہنچاؤ میری طرف سے خواہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

پھران ایمان لانے والوں کا ذکر ہے جوصلاۃ قائم کریں اورزکاۃ دیں اوررکوع کرنے والے ہوں۔اگرکوئی ایمان لانے کا دعویٰ کرے لیکن اس میں یہ خصوصیات نہ پائی جاتی ہوں تواس کوہمرازنہیں بنایاجائے گا،اس سے مشاورت نہیں لی جائے گا،اس سے نصرت طلب نہیں کی جائے گا کیونکہ ایسےلوگ اللہ کے قانون میں مرتدہیں دین سے پھرجانے والے یامنافق جوہماری نظرمیں توفائدہ مندہوسکتے ہیں لیکن حقیقت ایسی نہیں ہے۔ اس لیے ہم ظاہری اعمال دیکھ کرفیصلہ کریں گے۔

پھراس میں صلاۃ کا پہلے ذکرہے اس کے بعدزکاۃ کااورآخرمیں رکوع کا۔ جیسے ایک درخت ہوتاہے اس کی جڑ ہوتی ہے اس کے بعدتنا پھر اس کے بعدپتے یاپھل ہوتاہے۔اگرجڑنہ ہوتوتنےاورپتوں کاکوئی وجودنہیں ہوگا۔یاآپ کاوجودآپ کے والدسے مشروط ہے پہلے آپ کا والدہوگاتوآپ ہوں گے ایسانہیں کہ آپ بغیروالدکے دنیامیں آجائیں۔بلکل اسی طرح قرآن میں پہلے صلاۃ کاذکرہے اس کے بعد زکاۃ کاپھرآخرمیں رکوع کا۔اس سے ایک بات توبلکل واضع ہوجاتی ہے کہ صلاۃ کے بعدزکاۃ اوررکوع کاذکرہے تواس کامطلب ہے کہ زکاۃ اوررکوع کاذکرصلاۃ سے مشروط ہے اوردونوں صلاۃ کے بعدہیں۔اوردوسراجب صلاۃ اوررکوع کاالگ الگ ذکرہے توپھراس سے بھی واضع ہوجاتاہے کہ صلاۃ اوررکوع دونوں الگ الگ ہیں لیکن رکوع صلاۃ کاحصہ ہے اس لیےصلاۃ کے بعدآرہاہے۔صلاۃ کیاہے کتاب کے باب سوم میں مفصل ذکرکردیاگیا۔وہ بھی جان لیں پھرہمیں پتہ چلے گا کہ ایمان لانے کے بعدصرف رکوع سجودکرنے والابھی مومن نہیں ہوگا۔اوررکوع سجودتب ہی فائدہ مندہوں گے جب صلاۃ اورزکاۃ ہوگی۔اس کیمطابق ہمارے ولی ہاں گے۔

تنظیموں اورگروہوں کی حقیقت

موجودہ تنظیموں اورگروہوں کی حقیقت جوکہ تلخ حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ جیسے ریپرمیں ٹافی بندہوتی ہے وہ ریپراس کی پہچان اوراس کانام ہوتا ہے لیکن جب ٹافی ریپرسے نکال لی جائے توپھرپیچھےصرف نام اورپلاسٹک کاخالی ٹکڑارہ جاتاہے۔

آج کی ان تنظیموں اورگروہوں میں جواللہ کے بندے تھے وہ ان سے نکل کراللہ کے غلاموں کی جماعت مین شامل ہوگئےاورجورہ گئےحق واضع ہوتے ہی جارہے ہیں اب پیچھےصرف ان کے نام اوروہ نفاق رہ گیاہے جوان گروہوں کوتباہ وبربادکرنے کے لیےاللہ کے دشمنوں نے ان میں داخل کیا۔

☆☆☆باب سوم۔ دین اسلام

انسان کی تخلیق کا مقصد

اب ہم ان شاءاللہ دین اسلام پر مختصراور جامع انداز میں روشنی ڈالتے ہیں تا کہ دین اسلام کی روشنی میں تمام معاملات کا جائزہ لے کر حق کو تھام کر دنیاوآخرت میں فلاح پائی جائے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. الذاریات ۵۶

اورنہیں خلق کیا ہم نے جنوں اورانسانوں کومگراپنی غلامی کے لیے

قرآن کی اس آیت میں اللہ نے واضع کردیا کہ اللہ نے جنوں اورانسانوں کواپنی غلامی کے لیے خلق کیا۔لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔کہ کون سی وجہ ہے یا مقصد ہے جس کے لیے اللہ کی غلامی کرنی ہے۔کیونکہ اللہ نے قرآن میں خود ہی کہہ دیا

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ . الحجر ۸۵

اورنہیں خلق کیا ہم نے آسمانوں اورزمینوں اورجوبھی ان کے درمیان ہے مگرحق کیساتھ

حق کے ساتھ خلق کرنے کا مطلب ہے کہ کسی کوبھی فضول خلق نہیں کیا۔ہرمخلوق کوخلق کرنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ہےاوروہ مقصد تب ہی پورا ہوگا جب وہ مخلوق اپنی اس لائن پرقائم نہ ہوجائے جس پرقائم ہوکروہ مقصد پورا کیا جاسکے۔جب خلق اللہ نے کیا تو اللہ ہی کوعلم ہے کہ کس مقصد کے لیے خلق کیااور پھراس مقصدکوپورا کیسے کیا جاسکتا ہے۔کون سی لائن ہے جس پرقائم ہوکروہ مقصد پورا کیا جاسکتا ہےاس لیے صرف اورصرف اللہ ہی کی غلامی کرنا پڑے گی۔ورنہ وہ جس مقصد کے لیے خلق کیا گیاوہ مقصد پورانہیں ہوپائے گایا ذرابرابر بھی لاپرواہی ہی کیوں نہ کی تواس سےاس کا اپنا بھی نقصان ہوگااورباقی تمام مخلوقات کا بھی اوراللہ سبحان وتعالیٰ ایسا ہرگزنہیں چاہتا۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ . الروم ۸

کیوں نہیں غوروفکر کرتے تم اپنی ذاتوں میں،نہیں خلق کیا اللہ نے آسمانوں اورزمینوں کواورجوبھی ان کے درمیان ہے مگرحق کیساتھ اورمقرر مدت تک،اوراکثریت لوگوں ان کے رب کے سامنے کیے جانے سے کفرکرتی ہے

اس آیت میں واضع ہوجاتا ہے کہ ہمیں جس مقصد کے لیے خلق کیااس کوہم تب تک نہیں جان سکتے جب تک کہ ہم اپنی ذات میں غوروفکرنہ کریں اورباقی کائنات میں بھی۔

اس آیت میں اللہ نے اصل مقصد کو جاننے کے لیے انسان کو اپنی ہی ذات میں اور زمین و آسمان اور ان میں جو کچھ بھی ہیں میں غور وفکر کرنے سے مشروط کر دیا۔ جب تک ہم اپنی ذات میں غور وفکر نہیں کریں گے تب تک ہم یہ نہیں جان پائیں گے کہ اللہ کی غلامی کرنے کے پیچھے مقصد کیا ہے۔ اس لیے ہم غور وفکر کرتے ہیں سب سے پہلے اپنی ذات میں اور اس کائنات میں۔ تا کہ ہم پر حقیقت عیاں ہو سکے اور ہم اس پر پورا اتر کر کامیابی حاصل کر لیں۔ اس کے لیے ہمیں انسان کی بنیاد میں جانا پڑے گا۔

اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ ۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ . ص ۷۱

جب کہا تیرے رب نے ملائکہ کے لیے اس میں کچھ شک نہیں کہ میں خلق کرنے لگا ہوں بشر کو طین سے

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ ۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ. الحجر ۲۸

اور جب کہا تیرے رب نے ملائکہ کے لیے اس میں کچھ شک نہیں کہ میں خلق کرنے لگا ہوں بشر صلصال سے حما مسنون سے

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ . ص ۷۲

پس جب میں اسے مکمل کر لوں اور پھونک دوں اس میں اپنی روح پس ہو جانا تم بھی اس کے لیے سجدہ کرنے والے

ان تین آیات کو اگر بغور دیکھا جائے تو بلکل واضع سمجھ آجاتا ہے کہ اللہ نے کس مقصد کے لیے خلق کیا۔

جب کہا تیرے رب نے ملائکہ کے لیے اس میں کچھ شک نہیں کہ میں طین سے خلق کرنے والا ہوں بشر کو۔ بشر یعنی ایک ایسی مخلوق جس میں مٹی کے تمام تقاضے پائے جاتے ہوں اور اس کی بقا اور حیا مٹی کے ساتھ ہی مشروط ہو یعنی وہ مٹی پر ہی رہ سکے گی۔

ملائکہ جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد ملک ہے اور اس کا مادہ لاک ہے۔ جس کے معنی ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے والا، پیغام رساں اور لہر کے ہیں۔

سب سے پہلے ہم ملائکہ کے بارے میں جان لیں۔ اس کائنات میں تین طرح کی مخلوقات ہیں جو پوری کائنات میں ہر جگہ بیک وقت موجود ہیں۔

ان میں ایک مخلوقات کی وہ اقسام ہیں جو نور سے خلق کی گئی، دوسری مادے سے اور اور تیسری آگ سے۔

نور سے ملائکہ کی تخلیق ہوئی۔ یا یہ کہہ لیں کہ نور ملائکہ ہیں۔ اور ملائکہ کی بے شمار اقسام ہیں اور تمام اقسام تدبیر کائنات اور کائنات کو چلانے پر معمور ہیں۔ ان میں کچھ ملائکہ ایسے ہیں جن کا براہ راست اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ ہے ان ہی میں سے ایسے بھی ہیں جو ساتوں آسمانوں کا سفر کرتے رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ ہر آسمان کے ملائکہ علیحدہ علیحدہ ہیں جو ایک سے دوسرے آسمان کا سفر نہیں کرتے پھر اسی طرح بتدریج ہر کام کے علیحدہ علیحدہ ملائکہ ہیں۔ اب ان ملائکہ کی اقسام میں کچھ ایسی اقسام میں ہیں جو حالت سجدہ میں ہیں۔ سجدہ کا مطلب ہے کہ خود کو کسی دوسرے کے اختیار میں دے دینا جو وہ حکم دے اور جیسا بھی حکم دے بلکل اسی طرح کرنا۔

حالت سجدہ والے مطلب وہ ملائکہ ہیں جو علیحدہ علیحدہ کاموں پر معمور ہیں اور جو جو ان کو حکم دے دیا گیا وہ قیامت تک وہی کرتے رہیں

گے۔مثال کے طور پر جب آپ بولتے ہیں تو آپ کی آواز ایک جگہ سے دوسری جگی کیسے منتقل ہوتی ہے؟

اگر اس میں غور کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ جب آپ بولتے ہیں تو آپ کے منہ سے جو پیغام نکلتا ہے وہ لہروں کی شکل میں سفر کرتا ہیں ان لہروں میں وہ پیغام چھپا ہوتا ہے جو آپ نے بولا اب وہ لہریں کسی دوسرے کے کان میں داخل ہوکر پردہ سماعت سے ٹکراتی ہیں تو وہ ان کو بجلی کے سگنلز میں تبدیل کر کے دماغ میں مطلقہ حصے کو پہنچا دیتا ہے تو دماغ کا متعلقہ حصہ ان لہروں کا آواز کی صورت میں ادراک کرتا ہے۔

بنیادی طور پر سفر آواز نے نہیں کیا آواز تو آپ کے دماغ میں پیدا ہوئی۔آپکی آواز نے لہروں کی شکل میں سفر کیا ان لہروں میں وہ پیغام موجود تھا جو آپ نے زبان سے بولا۔اب آپ کی آواز یعنی پیغام کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کس نے منتقل کیا؟

وہ ملائکہ کی ایک قسم ہے اور آپ جو بھی بولیں گے ان کا کام ہے اس پیغام کو آگے منتقل کرنا کیوں کہ ان کو اللہ نے بس یہی حکم دیا ہے کہ تم نے قیامت تک یہی کرنا ہے۔اسی طرح اگر دجالی ذرائع کی مثال لی جائے تو آپ جو موبائل استعمال کرتے ہیں جب دور کسی سے باتے کرتے ہیں اس کے ذریعے تو وہ کون سی مخلوق ہے جس نے آپ کی آواز کو دوسرے تک منتقل کیا؟

آپ نے تو اسے سگنلز کا نام دے لیا لیکن کیا یہ نام دینے سے حقیقت بدل جائے گی؟۔

پھر اسی طرح آپ کا ٹی وی جو تصویریں آپ کو دیکھا رہا ہے وہ کہاں سے حاصل کر رہا ہے؟

فضاء سے اس کا انٹینا ان کو پکڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور آپ کے ٹی وی میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ ان لہروں میں موجود پیغام یعنی تصاویر اور آواز وغیرہ ان کی اصلی حالت میں لانے کی قدرت رکھتا ہے۔آپ کے کان انٹینے کا کام کر رہے ہیں اور آپ کے دماغ میں اللہ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ جب کوئی بولے تو اس سے جو لہریں دجود میں آئیں گی ان میں موجود آپ کے الفاظ کو پہچان کر ان کی اصل حالت میں لاسکیں۔بہر حال اسی طرح موت کے ملائکہ ہیں، جو انسانی روح کو اس جہاں سے اُس جہاں منتقل کرتے ہیں۔

آپ جس جگہ بھی موجود ہوتے ہیں وہاں نور موجود ہوتا ہے یعنی ملائکہ کی مختلف اقسام۔مثلا آپ ایک کمرے میں ہیں اور وہ کمرہ خالی ہے۔حقیقت اس کے بلکل برعکس ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں جو جگہ آپ کو خالی نظر آرہی ہے حقیقت میں وہ جگہ خالی نہیں ملائکہ سے بھری پڑی ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کی آنکھ کو اتنی صلاحیت ہی عطا نہیں کی کہ انسان انہیں دیکھ سکیں یا پھر چھوا اور محسوس کرسکیں۔کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا غیب ہیں جس پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔غیب اور ایمان کو سمجھنے کے لیے سورۃ البقرۃ کے بیان کی آیت ۳ سے رجوع کریں جس کے لیے ہمارا بیان ھذا صراط المستقیم علیٰ منہاج النبوۃ دیکھیں۔

بہر حال بتدریج اسی طرح پوری کائنات میں ہر کام پر ملائکہ کی مختلف اقسام معمور ہیں۔اس طرح اگر ہم تمام ملائکہ کو دو گروہوں میں تقسیم کریں تو ایک گروہ تو ساتوں آسمان کہ ہر کام پر معمور ملائکہ پر مشتمل ہوگا اور دوسرا وہ جوان سب کے اوپر ہے جن کے ہاتھ میں اس کائنات کا نظام حکومت ہے۔جو اس کائنات کو چلا رہے ہیں۔جن کا رابطہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو العالین کہا ہے۔

ملائکہ کا پہلا گروہ ایسا ہے کہ جن میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کا مادہ ہی موجود نہیں ان کو جس جس کام پر لگا دیا گیا ہے وہ اسی پر لگے

ہوئے ہیں۔

لیکن دوسرا گروہ جو عالین کا گروہ ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہوا ہے اور اس کا بھی اختیار دیا ہوا ہے کہ وہ کسی کی سفارش وغیرہ یا کسی کے حق میں اللہ سے دعا کریں۔ وہ سوچنے اور اپنی رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب بھی کچھ کرنے کی منشاء کرتے ہیں یا کسی بھی کام میں ان کو اختیار دیا ہوا ہے کہ وہ اس میں اپنی رائے دے سکتے ہیں اور اپنا اختیار بھی استعمال کر سکتے ہیں لیکن کرتے نہیں حکم وہ صرف اور صرف اللہ ہی کا مانتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں اس کا بہت ہی آسان سوال ہے کہ ''اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر شئے پر قادر ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا۔

ہم ان آیات کی زیادہ گہرائی میں جانے کی بجائے صرف اپنے موضوع کا احاطہ کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔ ان میں طین، صلصال اور حماء مسنون کی وضاحت ہم یہاں نہیں کریں گے حالانکہ ان کا سمجھنا بہت ہی ضروری ہے۔

ان میں لفظ سجدہ مرکزی اور بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ سجدہ کا مطلب ہے کہ خود کو دوسرے کے حوالے کر دینا، مسخر کر دینا، یعنی جس کو سجدہ کیا جا رہا ہے اب اس کا ہر حکم ہر بات مانی جائے گی خوشی سے یا ناخوشی سے خواہ اس کے نتائج کچھ بھی ہوں۔ مختصر یہ کہ اس کائنات کا نظام مسجود کے حوالے کیا جانا ہے۔

جنوں اور انسانوں کی تخلیق سے پہلے آسمانوں اور زمینوں کا نظام براہ راست اللہ تعالیٰ ملائکہ کے ذریعے چلا رہے تھے لیکن جنوں کو اپنا نائب بنانے کے لیے خلق کیا اور جس سے جنوں کو خلق کیا یعنی آگ سے تو اس میں شر موجود تھا اور یہ ممکن تھا کہ جن اپنے اختیار سے تجاوز کرتے ہوئے اللہ کی غلامی کو ترک کر کے آسمانوں اور زمینوں کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کریں گے جس کے لیے اللہ نے آزمانے کے لیے پہلے صرف اس زمین پر اپنا نائب بنایا اور جنوں نے اس دنیا میں فساد برپا کر کے اس آزمائش میں خود کو ناکام ثابت کر دیا اور اللہ نے ان سے اختیار واپس لے کر انہیں عذاب دیا۔

جنوں کو انسان سے پہلے اس ارض پر نائب ہونے کا علم اس آیت میں صراحت کیساتھ موجود ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا. الاعراف ۵۶

اور نہ خرابی کرو ارض میں اس کے بعد کے اس کی اصلاح کر دی گئی

اصلاح کہتے ہیں ایک شئے میں بگاڑ یعنی نقص یا خرابی پیدا ہو جانے کے بعد اس نقص، خرابی وغیرہ دور کر کے اس شئے کو دوبارہ ٹھیک کر دیا جائے۔ جب اللہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ارض کی اصلاح کر دینے کے بعد اس میں نقص، خرابیاں پیدا نہ کرو تو اس سے بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ انسانوں سے پہلے ارض میں خرابیاں تھیں یعنی ارض عیب دار تھی۔ اب ایسا تو بلکل نہیں ہو سکتا کہ اللہ نے ارض کو عیب دار خلق کیا ہو کیونکہ اللہ سبحان ہیں۔ پاک ہیں اس سے کہ وہ عیب دار خلق کریں۔ قرآن کے شروع ہی میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بیان کر دیا،

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡن. الفاتحه ۱

تمام حمد اللہ کے لیے رب ہے تمام عالمین کا۔

اللہ کے لیے صرف حمد ہے اس لیے جس شئے میں بھی حمد نہ ہو اللہ اس کا ذمہ دار نہیں۔

اس لیے پھر صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ انسان سے پہلے کسی مخلوق نے اس ارض میں فساد کیا۔تو وہ کون سی مخلوق ہو سکتی ہے اس کا بھی قرآن سے واضع علم مل جاتا ہے۔جو اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡن. الذاريات ٥٦

اور نہیں خلق کیا ہم نے جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی غلامی کے لیے

صرف دو مخلوات سے غلامی کا تقاضہ کیا جا رہا ہے۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا اس کائنات میں صرف یہ دو ہی مخلوقات ہیں؟نہیں ان کے علاوہ بھی ان گنت مخلوقات ہیں۔تو پھر صرف ان دو مخلوقات سے ہی غلامی کا تقاضہ کیوں؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب آسمانوں اور زمینوں میں غور و فکر کریں تو پتا چلتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی باقی تمام مخلوقات پہلے ہی اللہ کی غلامی میں ہیں۔انہوں نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں ضم کیا ہوا ہے وہ صرف وہی کرتی ہیں جس کا اللہ نے انہیں حکم دے دیا۔سوائے ان دو مخلوقات جن اور انس کے۔

تو پھر واضع ہو جاتا ہے کہ انسان سے پہلے جنوں کو جب اللہ نے زمین پر اپنا نائب بنایا تو انہوں سے اس میں فساد کیا۔

اس کے بعد اللہ نے ایک نئی مخلوق بشر کو خلق کرنے کی منشا کی اور جس سے خلق کرنا تھا اس سب سے ملائکہ کو آگاہ کرتے ہوئے بشر کی تکمیل پر اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا یعنی پہلے اللہ تعالیٰ براہ راست آسمانوں اور زمینوں کا نظام چلانے کے لیے ملائکہ کو احکامات دیتے تھے لیکن اللہ اپنے اور ملائکہ کے درمیان بشر کو اپنے نائب کے طور پر سامنے لانے والے تھے اور ملائکہ کو بشر کے اختیار میں دینے کا حکم دے دیا۔

ملائکہ کو چونکہ پہلے جنوں کے حوالے سے تجربہ تھا اور دوسرا یہ کہ جس مادے سے بشر کو خلق کیا جا رہا تھا اس میں خیر کی نسبت شر جنوں سے کئی گناہ زیادہ تھا جس علم کی بنیاد پر ملائکہ نے اللہ کے ساتھ بحث کی کہ انہیں بشر کے اختیار میں نہ دیا جائے

جس کا ذکر سورۃ ص میں ہے۔قرآن میں غور و فکر کرنے سے بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد آسمانوں اور زمینوں پر اللہ کا نائب بنایا جانا تھا۔لیکن اس سے پہلے صرف اس زمین پر نائب بنا کر امتحان میں ڈالا گیا۔

پھر یہ آیت تو ہر لحاظ سے واضع کر دیتی ہے اور کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں رہتا۔

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا . الاحزاب ۷۲

اس میں کچھ شک نہیں ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑ پر پیش کی تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا وہ ڈر گئے اس سے اور انسان سے اٹھالیا۔ اس میں کچھ شک نہیں وہ تھا بڑا کمی کرنے والا اور بڑا جاہل۔

انسان کا دنیا میں بھیجا جانے کا مقصد

قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق اور اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ وہ واقعہ چھ جگہوں پر بیان کیا ہے اور اس واقعہ کو پورے قرآن میں سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ اور پوری قرآن میں سمجھنے کے اعتبار سے یہ مقام قرآن کا مشکل ترین مقام ہے۔ اس کو انسان تب ہی سمجھ سکتا ہے جب انسان اس شرط پر پورا اترے جو اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن کے شروع میں ہی عائد کر دی ہے۔ وہ ہے تقویٰ۔ اس کے بعد اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنے اس کلام جو ہمارے پاس قرآن حکیم کی صورت میں موجود ہے میں اس واقع کو اس طرح ذکر کیا کہ جیسے مختلف مقامات پر ایک سے لیکر دس تک گنتی اس انداز میں لکھی ہو۔

پہلے مقام پر ۱،۳،۴،۱۰۔ دوسرے مقام پر ۲،۳،۵۔ تیسرے مقام پر ۵،۶،۸۔ چوتھے مقام پر ۷،۸،۱۰۔ پانچویں مقام پر ۸،۹،۱۰۔ اس کو صرف اور صرف اس وقت تک مکمل سمجھا جا سکتا ہے جب ان دس مقامات کو سامنے رکھ کر غور وفکر نہ کیا جائے۔ پھر ایک سے دس تک گنتی پوری ہو جائے گی۔

پہلے مقام پر ایک اور تین ہے لیکن دوسرے مقام پر تین سے پہلے دو ہے اس طرح پتہ چلا کہ پہلے مقام پر تین سے پہلے ایک آتا ہے جو وہاں نہیں ہے اسی طرح جب سب کو سامنے رکھیں گے تو دس تک گنتی مکمل ہو جائے گی۔ بلکل اسی طرح قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے مختلف واقعات کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک جو سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے جسے سمجھے بغیر انسان دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد ہرگز نہیں جان سکتا اسے بیان کیا ہے۔ الحمد للہ ہم نے اپنے رب اللہ سبحان وتعالیٰ کی نصرت واستعانت سے اس واقعہ کو سب مقامات سے یکجا کر کے ترتیب دی اور اسے سمجھنے کی بھرپور کوشش کی ہے جو اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے آپ کی امانت ہے اور میں اللہ کو گواہ بنا کر آپ کو پیش کر رہا ہوں۔

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ . ص ٦٧

کہو وہ خبر بہت بڑی اور سخت ہے۔ نزول کے اعتبار سے تو یہاں قل کے لیے مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں لیکن چونکہ ہم نے جان لیا ہوا ہے کہ قرآن کو اس کے لفظی مطالب سے ہی سمجھا جا سکتا ہے اس لیے قل کا لفظی مطلب ہے کہو۔ اس لیے نزول کے وقت کے بعد اور اب یہاں قل کے لیے مخاطب وہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی سمجھ عطا کر دی یا پھر ایسا کہہ لیں کہ ہر اہل ایمان کیونکہ ہر اہل ایمان پر فرض ہے کہ وہ قرآن کے حقوق کو پورا کرے۔ ویسے تو ہر انسان پر قرآن کے پانچ حقوق ہیں لیکن یہ فرض اس وقت عائد ہوتا ہے جب قرآن پر ایمان لایا جائے گا تو اس طرح جو اہل ایمان ہیں یہاں قل کے لیے مخاطب وہ ہیں۔

ھوا۔ ھوااس کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ذاتی طور پر دور کے فاصلے پر ہو۔ وہ فاصلہ خواہ وقت کی مناسبت سے ہو۔
نبا۔نبا کا مطلب ہے خبر اور خبر کہتے ہیں ایسے واقعے، حادثے یا کسی بھی بات یا کام وغیرہ کے علم کو جو آپ کی غیر موجودگی میں پیش آیا ہو اور اس کا علم کسی کے ذریعے آپ تک پہنچا ہو۔
عظیم، ع ظ م عظم سے ہے عظم ہڈی کو کہتے ہیں ہڈی میں سختی، مظبوطی، شدت، قوت اور خولنا کی وغیرہ پائی جاتی ہے۔قوت، شدت اور سختی کی وجہ سے ہڈی کو موڑا نہیں جاسکتا اور مزید یہ کہ ہڈی جسم میں پائی جاتی ہے ہڈی کی جسم میں کیا اہمیت ہوتی ہے اس کا بھی ذہن میں تصور کرلیں۔مثلاً اگر جسم سے ہڈی کو نکال لیا جائے یا کسی بھی عضوء سے ہڈی کو نکال لیا جائے تو اس عضوء کی کیا حثیت رہ جائے گی؟
یقیناً جسم یا جسم کا وہ حصہ بلکل بیکار ہو جائے گا۔ ہڈی کے بغیر اس کے وجود کا تصور ختم ہو جائے گا۔جس کو عظیم کہا جائے اس میں یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

اَنۡتُمۡ عَنۡهُ مُعۡرِضُوۡنَ . ص ٦٨

کہ تم اس سے اعراض کرتے ہو یعنی اس طرح اس سے منہ موڑا ہوا ہے یا پھر موڑ لیتے ہو کہ ذرا برابر بھی اہمیت نہیں دیتے۔
کہ وہ ایک ایسی خبر ہے جیسے جسم میں ہڈی کی اہمیت ہوتی ہے لیکن تم لوگ اس سے منہ موڑ لیتے ہو یا موڑے ہوئے ہو تم بے شک اس سے منہ موڑ لو لیکن وہ مڑنے والی نہیں۔ کہ جو اس خبر میں موجود ہے اس میں اتنی قوت، شدت اور سختی ہے کہ تم چاہے جو بھی کرلو جس مقصد کے لیے وہ خبر دی جاری ہے وہ ٹلنے والا نہیں، مڑنے والا نہیں، اور اس کی اہمیت بلکل ایسے ہی ہے جیسے تمہارے جسموں میں ہڈی کی اہمیت وحثیت ہے کہ تھوڑا غور تو کرو کہ اگر تمہاری جسم میں سے ہڈیاں نکال لی جائیں تو پیچھے کچھ باقی بچے گا۔بلکل اسی طرح جس چیز کی اور جس مقصد کے لیے تمہیں یہ خبر دی جاری ہے اس کی تمہاری زندگیوں میں اہمیت ہے۔اس مقصد کے بغیر تمہاری زندگیاں بلکل ایسے ہیں جیسے جسم سے ہڈیاں نکال لی جائیں۔اس وجہ سے وہ مڑنے والی نہیں۔

الملاء العلیٰ کا اللہ سے جھگڑا اور اس کی وجہ

مَا كَانَ لِيَ مِنۡ عِلۡمٍۭ بِالۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰٓى اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ. ص ٦٩

نہیں تھا میرے لیے اس میں سے علم کہ جب کائنات کا نظام چلانے والوں میں سے جو سب سے اوپر ہیں بحث ومباحثہ کررہے تھے
الملاء۔ الملاء کو سمجھنے کے لیے ہم ایک مثال کا سہارا لیتے ہیں۔مثال کے طور پر کسی سلطنت کا ایک بادشاہ ہے اور اس کی سلطنت کافی وسیع رقبے پر محیط ہے اس کا نظام حکومت چلانے کے لیے اس کے پاس اوپر سے نیچے ہر سطح پر ہر قسم کے لوگ ہیں۔لیکن وہ براہ راست ہر کسی سے

ملاقات نہیں کرتا اور نہ کسی کسی کو براہراست کوئی حکم دیتا ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہ وہ ایسا کر نہیں سکتا وہ ایسا کر سکتا ہے لیکن یہ اس کی شایان شان نہیں اور نہ ہی اس کے نظام حکومت سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس نظام حکومت میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اس کے سب سے زیادہ قریب ہیں، ہر وقت اس کے ساتھ براہ راست رابطے میں رہتے ہیں، اس کے انتہائی وفادار کی اس کا رائی برابر بھی نہ نقصان کرتے ہیں اور نہ ہی ایسا کسی کو کرنے دیتے ہیں اور نہ ہی ایسا چاہتے ہیں۔ ایسے چند لوگوں کے ہاتھ میں اس سے اپنی سلطنت کا نظام دیا ہوا ہے جو چلا رہے ہیں۔ اور ان کو یہ بھی اختیار دیا ہوا ہے کہ وہ کسی بھی کام میں جہاں ان کو لگے کے ان کے علم کے مطابق وہ کوئی رائے رکھتے ہیں تو اپنی رائے دے سکتے ہیں۔ کسی کے لیے کوئی سفارش وغیرہ بھی کرنے کا اختیار دیا ہوا ہے۔ اب آپ اندازہ کریں کہ ان کی کیا اہمیت ہوگی باقی لوگوں کے مقابلے میں بادشاہ کے نزدیک۔ پوری سلطنت میں سے ایسے چند گنتی کے لوگوں کو الملاء کہا جاتا ہے۔

الاعلیٰ۔ سب سے اوپر والے۔ الملاء الاعلیٰ۔ یعنی الملاء بھی وہ جو سب سے اوپر والے ہیں۔

اس کو بھی ایک مثال سے سمجھ لیتے ہیں، جیسے کسی انسان کی چار بیویاں ہوں اور ان میں سے وہ کسی ایک سے زیادہ محبت کرتا ہو۔ اب بیویاں تو اس کی چاروں ہیں لیکن وہ ایک سب سے اوپر والی کہلائے گی کیوں کہ قربت میں وہ سب سے آگے ہے۔

یا پھر کسی انسان کے ۸، ۱۰ بچے ہوں تو یقیناً سب برابر نہیں ہوں گے۔ سب ہوں گے تو اسی کی اولاد لیکن کچھ یا ایک ایسے ہوں گے جو اس سے باقیوں سے زیادہ عزیز ہوں گے۔ خواہ وہ کسی قابلیت کی بنیاد پر ہوں یا پھر محبت کی بنیاد پر یہ فیصلہ اس کے اختیار میں ہے۔ تو جو زیادہ عزیز ہوگا یا ہوں گے وہ درجے میں باقیوں کے اوپر ہوں گے۔ یعنی الاعلیٰ کہلانے والے۔

یختصمون

ایسے جھگڑے کو کہتے ہیں کہ ایک فریق کے پاس کوئی رائے آئے یا کچھ کرنے کا کہا جائے تو جس کو کچھ کرنے کا حکم دیا جائے یا جس رائے سے آگاہ کیا جائے تو اس کے پاس جو علم ہو اس علم کی بنیاد پر اس کی رائے مختلف ہو یا جس کام کا کہا جا رہا ہو اس کے علم کی بنیاد پر وہ کام نہ کرنا چاہیے تو وہ اپنی رائے کا اظہار کرے کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ یا ایسا جھگڑا جو باتوں کا تبادلہ ہو اور اس کی بنیاد علم و حکمت پر مبنی ہو۔

الملاء العلیٰ یعنی ملائکہ میں سے جو سب سے اوپر ہیں جن کو یا تھ میں اللہ نے اس کائنات کا نظام دیا ہوا ہے وہ کیوں اور کب اللہ سے جھگڑ رہے تھے۔ اس وقت انہوں نے جھگڑا کیا جب اللہ نے انہیں یہ کہا تھا

اِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِیۡنٍ. ص ۷۱

جب کہا تیرے رب نے ملائکہ کے لیے اس میں کچھ شک نہیں میں خلق کرنے لگا ہوں بشر طین سے

وَاِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ . الحجر ۲۸

جب کہا تیرے رب نے ملائکہ کے لیے اس میں کچھ شک نہیں کہ میں خلق کرنے لگا ہوں بشر صلصال سے حما مسنون سے

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ. الحجر ۲۹

پس جب میں اسے مکمل کرلوں اور پھونک دوں اس میں اپنی روح پس ہو جانا تم بھی اس کے لیے سجدہ کرنے والے۔

کہ ملائکہ کو ایسی مخلوق کے ماتحت ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے جو طین، صلصال اور حماء مسنون سے خلق کی جا رہی ہے۔

طین کہتے ہیں تراب یعنی مٹی کی تاثیر جس میں موجود خامیوں وخوبیوں کے مجموعے کو۔ یعنی جس سے آدم کو خلق کیا گیا اس میں موجود تمام خامیوں وخوبیوں کو بیان کرنا شروع کر دیا اور اس کو سمجھنے کا سب سے آسان ترین ذریعہ یہ ہے کہ اس ارض پر موجود تمام جانوروں میں جو خصلتیں پائی جاتی ہیں وہ تمام آدم کے اندر موجود ہیں۔ جیسے سانپ میں جو خصلتیں ہیں، شیر، کتے سمیت تمام طرح کے دھاڑنے، نوچنے، چیرنے پھاڑنے والے چھپ کا وار کرنے والے، دھوکہ دینے والے، احسان کی قدر کرنے کی بجائے الٹا نقصان پہنچانے والے، اسی طرح تمام ایسے جانداروں کو سامنے رکھیں تو ان سب کی خصلتوں کا جو مجموعہ ہوگا وہ سب اس آدم میں موجود ہیں۔ کیوں کہ یہ خلق جو اسی سے کیا گیا ہے اور ہاں اس میں صرف شر ہی نہیں بلکہ خیر بھی ہے یعنی اب ان تمام جانداروں میں موجود خوبیاں بھی اس میں موجود ہیں جو شریف ہیں، فرمانبردار ہیں۔ یعنی گائے، بکری، اونٹ اور اس طرح کے باقی تمام جاندار جن میں ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اب حقیقت کیا ہے کہ جیسے تمام طرح کے شریف جانور ایک طرف ہوں اور دوسری طرف صرف چند دھاڑنے، چیرنے پھاڑنے والے تو یہ چند ان تمام پر غالب آ جائیں گے۔ بلکل آدم پر خیر کے مقابلے شر غالب رہے گا۔

صلصال اور حماء مسنون سے۔ یعنی طین بھی وہ جو صلصال ہے یعنی کھنکنے والی۔

صلصال کو سمجھنے کے لیے ہم مثال کا سہارا لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر برسات کے موسم میں جب بارشیں ہوتی ہیں تو وہ بارشیں ایک خاص قسم کی مٹی کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتی ہیں اور اور وہ بارشوں کا پانی اس مٹی سمیت دریاوں میں جا گرتا ہے۔ پھر جب دریاوں کا پانی خشک ہو جاتا ہے تو دریاوں میں موجود ریت کے اوپر مٹی کی ایک تہہ چڑھ جاتی ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ سورج کی حرارت سے خشک ہونے پر ایک تو پھٹ جاتی ہے اور دوسرا خود کو ریت سے الگ کر لیتی ہے ایسے گویا جیسے وہ شروع سے ایک الگ وجود تھا اس کا ریت سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ ایسی حالت میں کوئی اس کے اوپر چلے تو اس سے ایک آواز پیدا ہوگی جس پر قابو پانا اس کے اوپر چلنے والے کے بس سے باہر ہو گا۔ یعنی اوپر چلنے والے کو اس پر یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ اس آواز کو روک سکے۔

حماء مسنون۔ حماء کہتے ہیں گرم کیا ہوا یعنی حرارت پر تپایا ہوا اور مسنون۔ مس سے ہے اور مس کے لفظی مطالب ہیں جیسے آپ آٹا گوندھیں تو آٹا گوندھنے کی ابتدا سے لے کر آخر تک آپ کے ہاتھوں کے آٹے کے ساتھ تعلق کو۔ شروع میں آٹا صرف پاوڈر کی صورت میں ہوتا ہے لیکن جب اس مرحلے سے گزرتا ہے تو اس میں لیس پیدا ہو جاتی ہے۔

اب پیچھے صلصال کو سمجھنے کے لیے جو مثال بیان کی گئی اس میں جو مٹی کی تہہ کا وجود میں آنا اور حرارت کی شدت سے خشک ہو کر پاپڑ کی طرح ہو جانا ہے یہ حماء مسنون کہلاتا ہے۔

بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْن

ایک بشر طین سے، صلصال سے، حماء مسنون سے

سب سے پہلے مٹی میں موجود اس کی اصلیت یعنی جو اس میں پایا جاتا ہے اس کے مجموعے کو اکٹھا کیا۔ پھر اس کو آٹے کی طرح خوب گوندھا کہ اس میں ایسی لیس پیدا ہوگئی کہ آپس میں جڑنے لگی پھر اس کو حرارت میں رکھا جس سے وہ پک کر وہ شکل اختیار کر لی جو مٹی کا برتن آگ میں پکنے کے بعد اختیار کر لیتا ہے جب ایسی شکل اختیار کی تو اس میں بجنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی۔

یہ تو دراصل مثال بیان کی گئی ہے تاکہ انسانی عقل اس کا ادراک کر کے حقیقت کو سمجھ سکے۔ حالانکہ حقیقت کا اس کی اصل صورت میں سمجھنا انسان کی اس دنیاوی زندگی میں ناممکن ہے۔ لیکن اللہ نے اس کو بیان اس لیے کیا کہ اس میں موجود اصل مقصد کو سمجھا جائے نہ کہ ان مراحل کو جاننے کے پیچھے پڑا جائے جیسے آدمؑ کی تخلیق کی گئی۔

یہ وہ وجہ تھی جس کی بنیاد پر الملاء العلیٰ اللہ سے جھگڑ رہے تھے۔

کیونکہ ملائکہ صرف اور صرف اللہ کی حمد چاہتے ہیں وہ اس کائنات کی کسی بھی مخلوق میں عیب نہیں چاہتے جس سے اللہ کی حمد نہ ہو اور جب ایک ایسی مخلوق کا انہیں ماتحت بنا دیا جائے گا جو ایک تو بلکل نئی ہے اور دوسرا یہ کہ اس میں خیر کی نسبت شر بہت زیادہ ہے اور اس کائنات کے بارے میں علم بھی نہیں تو وہ مخلوق جو حکم دے گی اس سے اس کائنات میں فساد ہوگا۔ ملائکہ کہ اس عذر کے باوجود اللہ نے جواب دیا کہ

قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ . البقرة ۳۰

(اللہ نے) کہا مجھے وہ علم ہے جو تمہیں نہیں سیکھایا

یعنی یہ کہ اللہ کو سب علم ہے لیکن اس کہ باوجود اللہ اگر ایسا کر رہے ہیں تو اس کے پیچھے بھی علم اور حکمۃ ہے جس سے ملائکہ کو آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ سب سے پہلی بات ملائکہ کو اللہ نے اس سے پہلے یہ علم نہیں دیا ہوا تھا کہ پہلے انسان کو امتحان میں ڈالا جائے گا پوری کائنات کا نائب بنانے کی بجائے صرف اس ارض پر نائب بنا کر امتحان لیا جائے گا اس کے بعد پوری کائنات کی نائبیت کا مرحلہ آئے گا اگر انسان اس امتحان میں کامیاب ہوا تو۔ لیکن اگر جنوں کی طرح وہ بھی ناکام ہو گیا تو پھر اس کا انجام بھی جنوں کے ساتھ ہوگا۔ اللہ کو علم تھا کہ یہ صرف اس ارض کیا پوری کائنات میں فساد بپا کریں گے جس کی وجہ سے اس کائنات کو ختم کر کے اللہ دوبارہ خلق کریں گے

جو اس امتحان میں کامیاب ہوگا وہ اس منصب کے لائق ہوگا اس کے علاوہ جتنے بھی ہوں گے ان کو عذاب دیا جائے گا یعنی سزا دی جائے گی جس کے لیے اللہ نے جہنم کو بھی بھڑ کایا ہوا ہے۔ اور جہنم کو کس مقصد کے لیے بھڑکایا ہوا ہے یہ بھی علم اللہ نے اس وقت تک ملائکہ کو نہیں دیا ہوا تھا۔

اب اللہ نے انسان کو امتحان میں ڈالنے کے لیے ایک چال چلی، ملائکہ کو تو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا سجدہ کرنے کے لیے لیکن ابلیس کو آگاہ نہیں کیا تھا کیوں کہ ابلیس اصل میں کافر تھا لیکن اس نے منافقت کے لبادے میں اپنا کفر چھپایا ہوا تھا۔ اللہ نے بشر یعنی بنی آدم کے باپ آدم کو

مکمل کر کے جب اس میں اپنی روح پھونکی اور سجدے کا حکم دیا اس کائنات کی تمام مخلوقات کو، صرف یہی کہا کہ سجدہ کرو اور تمام مخلوقات نے سجدہ کیا یعنی اپنے آپ کو بشر کی ماتحتی میں دے دیا لیکن ابلیس نے اللہ کی بات ماننے کی بجائے اپنی بات ماننے کو ترجیح دی جس کی بنیاد وہی عذر بنی اس کے لیے جس علم کی بنیاد پر ملائکہ نے اللہ نے جھگڑا کیا تھا۔

آدم کو سجدے کا حکم اور ابلیس کا انکار

وَاِذْقُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ . البقرة ۳۴

اور جب کہا ہم نے ملائکہ کے لیے سجدہ کرو آدم کے لیے پس سجدکیا تمام مخلوقات نے سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کر دیا اور وہ انکار تکبر تھا اور وہ تھا ہی کافروں میں سے۔

اس آیت کو سمجھنے کے لیے ہم ایک مثال کا سہارا لیتے ہیں پھر انشاء اللہ آگے بڑھیں گے۔ مثال کے طور پر آپ شادی شدہ ہیں اور آپ کے کچھ بچے ہیں ان میں سے ایک تو آپ کا حد سے بڑھ کر نافرمان ہے اور باقی سب فرمانبردار، جو نافرمان ہے اس نے شرافت کا ایسا لبادہ اوڑھا ہوا ہے جس کی وجہ سے باہر کے لوگ اسے اپنے والدین کا بہت فرمانبردار سمجھتے ہیں۔ اب جو بچے آپ کے فرمانبردار ہیں ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر لیجیے۔ ایک گروتو ایسا ہے کہ جن کو جو بھی آپ کہتے ہیں، جب اور جیسے بھی کہتے ہیں وہ فوری آپ کی بات پر عمل کرے ہیں کبھی بھی اف تک بھی نہیں کرتے اور دوسرا گروہ ان بچوں پر مشتمل ہے جو عمر اور قابلیت میں باقیوں سے منفرد ہیں اور آپ ان کو گھر کے ہر کام کے لیے مشاورت میں شریک کرتے ہیں۔ آپ جب بھی کچھ کرتے ہیں تو وہ بھی آپ کو اس میں اپنی رائے دیتے ہیں اور اس کے علاوہ اگر کوئی ایسا کام ہو جو ان کے علم کے مطابق نفع بخش نہیں یا اس میں نقصان ہے تو وہ اپنی رائے کا فوراً یہ سوچ کر اظہار کر دیتے ہیں کہ کہیں والدین کا نقصان نہ ہو جائے اور مزید یہ کہ آپ نے ان کو گھر کا اختیار بھی دیا ہوا ہے۔

اب آپ کا کوئی عزیز یا رشتہ دار زندگی میں پہلی بار آپ کے گھر آتا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ آنے والے پر آپ کے نافرمان بیٹے کی اصلیت واضع ہو جائے۔ جس کے لیے آپ کوئی کام کرنے کا سوچتے ہیں جس میں ظاہراً تو نقصان نظر آتا ہے لیکن آپ کے علم کے مطابق وہ نقصان دہ ہے نہیں۔ کہ جیسے ہی عزیز یا رشتہ دار گھر داخل ہوگا تو میں بچوں کو حکم دوں گا اس کام کا اور نافرمان انکار کر دے گا جس سے اس کی اصلیت آنے والے پر واضع ہو جائے گی اب آپ کے ذہن میں فوراً یہ سوال ابھرے گا کہ جب میں حکم دوں گا تو میرے وہ بچے جن کو میں اپنے کام میں شریک کرتا ہوں تو وہ آگے سے کہیں اپنی رائے دینا نہ شروع کر دیں کہ اباجان یہ کام تو نقصان دہ ہے اس لیے نہیں کرنا چاہیے۔ اب آپ اس خوف کو دور کرنے کے لیے پہلے اپنے ان بچوں کو آگاہ کر دیں گے کہ میرے بچوں جب میں حکم دوں گا اس کام کا تو

فوراً اس پر عمل کرنا۔ اب جب وہ عزیز یا رشتہ دار گھر میں آ گیا تو آپ حکم دیں گے بچوں کو۔ اس حکم میں آپ براہراست کسی کو مخاطب نہیں کریں گے آپ بغیر کسی کا نام لیے ایک عام حکم دیں گے جو سب کے لیے ہوگا۔ اور اس کا نتیجہ وہی نکلے گا جو آپ چاہتے تھے۔

اب کافی سال کا عرصہ گزرنے کے بعد آپ کسی کو یہ واقعہ بتاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جب میں نے حکم دیا تھا فلاں کام کرنے کا تو وہ حکم تو اصل میں ان بچوں کے لیے تھا جن کو میں اپنے کاموں میں شریک کرتا تھا۔ آپ یہ اس لیے کہہ رہے ہیں کہ اگر میں ان کو پہلے آگاہ نہ کرتا تو وہ اپنی رائے دینے بیٹھ جاتے اور مجھے بھی اس کام کے کرنے سے منع کرتے۔

اس مثال میں بہت سی خامیاں موجود ہیں لیکن جو بات سمجھنا مقصود ہے اس کی راہنمائی بہر حال بخوبی اس میں موجود ہے۔ الحمدللہ

☆ اور جب کہا ہم نے ملائکہ کے لیے سجدہ کرو آدم کے لیے پس سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا اور تکبر کیا اور تھا کافروں میں سے

یہاں بھی اس بات کو سامنے رکھنا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ایک واقعے کا ذکر کر رہے ہیں۔ کہ جب ہم نے حکم دیا تھا اصل میں تو وہ حکم ملائکہ کے لیے تھا کیونکہ اگر ان کو پہلے آگاہ نہ کیا جاتا تو وہ اس وقت اپنے علم کی بنیاد پر انکار کر بیٹھتے یا پھر سجدہ کرنے کی بجائے اپنی رائے کا اظہار کر دیتے۔

اس لیے اصل حکم ملائکہ کے لیے تھا کیونکہ اس کائنات کا نظام ہم نے ان کے ہاتھ میں دیا ہوا ہے یہ کائنات کا نظام چلا رہے ہیں اگر ان کو سجدے ''سجدہ یعنی خود کو دوسرے کے اختیار میں دے دینا'' کا حکم نہ دیا جاتا یعنی یہ خود کو آدم کے اختیار میں نہ دیتے تو آدم اس کائنات میں اپنی مرضی سے کچھ بھی نہ کر پاتا کیونکہ ملائکہ اس کائنات میں ہر کام میری حمد کے ساتھ کرتے ہیں جس سے میری پاکیزگی کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ اس کائنات میں کوئی رائی برابر بھی عیب پیدا نہ ہو کوئی نقص پیدا نہ ہو۔ اس لیے اصل میں حکم ان کے لیے تھا۔ لیکن حکم تمام مخلوقات کو دیا گیا کہ وہ خود کو آدم کے لیے مسخر کر دیں اپنے آپ کو اس کے اختیار میں دے دیں۔ اب اگر باقی تمام مخلوقات تو سجدہ کرتیں آدم کے لیے یعنی اپنے آپ کو آدم کے اختیار میں دے دیتیں تو یہ ملائکہ یعنی ''**الْمَلَاِ الْاَعْلٰی**'' اپنے آپ کو آدم کے اختیار میں نہ دیتے تو باقی مخلوقات کے سجدے کا بھی کائی فائدہ نہ تھا۔ کیونکہ یہ ''**الْمَلَاِ الْاَعْلٰی**'' ہیں۔ یعنی وہ ملائکہ جو سب سے اوپر ہیں میرے سب سے قریب جن کا مجھ سے براہ راست تعلق ہیں پوری کائنات کا انتظام میں نے ان کے اختیار میں دیا ہوا ہے۔

لیکن جب حکم دیا تو حکم میں براہراست کوئی مخاطب نہ تھا۔ حکم عام تھا کہ سجدہ کرو آدم کے لیے۔ اس کی آگے جا کر تو بلکل واضع صراحت ہو جاتی ہے لیکن اس آیت میں بھی صراحتاً موجود ہے۔ ''**فَسَجَدُوْٓا**'' پس سجدہ کیا یعنی تمام مخلوقات نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے انکار کیا اور وہ تھا ہی کافروں میں۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ . الحجر ۳۰، ص ۷۳

سورۃ البقرۃ، آیت ۳۴ میں صرف لفظ **فَسَجَدُوْٓا** ہے اور یہاں اس آیت میں **فَسَجَدَ**۔ ان دونوں الفاظ کے فرق کو سمجھتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ **فَسَجَدُوْٓا** **فَسَجَ** کے بعد **د** کے اوپر پیش اور ساتھ **و** سے اس کا اطلاق بیک وقت یکے بعد دیگرے عام ہو

جاتا ہے۔

مثال کے طور پر آپ کو ایسے دس انسانوں کو حکم دینا مقصود ہو جو آپ کے غلام ہیں ایک جگہ کی بجائے مختلف جگہوں پر موجود اپنی اپنی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں اس دوران آپ ایک ایسا کام کرنے کا ارادہ کرتے ہیں جو سب کو کرنا ہے اور آپ ایک ہی وقت میں سب سے رابطہ کر کے سب کو ایک حکم دیں۔

اس کو مزید آسان طریقے سے سمجھ لیتے ہیں۔ کہ جب آپ نے ان دس انسانوں جو کہ آپ کے غلام ہیں سے رابطہ کیا تو ضروری نہیں کہ آپ ان سب کو آگاہ کریں کہ اس وقت کون کون رابطے میں ہے۔صرف آپ کو علم ہے کی آپ کے ساتھ اس وقت بیک وقت دس انسان رابطے میں ہیں لیکن ان دس کا عالم یہ ہے کہ ہر کو صرف یہی علم ہے کو وہ ہی آپ سے رابطے میں ہے۔تو اس صورت میں جب ان سب کو آپ ایک ہی کام کرنے کا حکم دیں گے تو ایسا نہیں ہوگا کہ آپ ہر ایک کا نام لیکر اسے کام کرنے کا حکم دیں۔ بلکہ آپ بغیر کسی کا نام لیے صرف یہی کہیں گے کہ فلاں کام کرو۔تو یہ حکم بیک وقت یکے بعد دیگرے سب کے لیے ہوگا۔

اب ان میں سے کون حکم کو مانے گا اور کون انکار کرے گا اس کا بھی علم صرف دو ذاتوں تک محدود ہوگا۔ایک جس نے حکم دیا اور دوسرا جس نے تسلیم یا انکار کیا۔

بلکل اسی طرح اللہ سبحان وتعالیٰ نے جب آدم کو سجدے کا حکم دیا تھا ایک تو یہ کہ وہ حکم صرف آدم کے لیے نہیں بلکہ بشر کے لیے تھا۔آدم کی پوری اولاد کے لیے۔لیکن اس وقت بشر صرف آدم کی صورت میں موجود تھا جس کے لیے آدم کا لفظ استعمال کیا گیا۔

اور دوسرا یہ کہ اس وقت ایسا ہرگز نہیں تھا کہ تمام مخلوقات یا پھر تمام ملائکہ اپنی اپنی ذمہ داری کو ترک کر کے ایک دربار سجا ہوا تھا وہاں اللہ کے سامنے سب اکٹھے ہو گئے۔نہیں بلکہ جیسے آج آسمانوں اور زمینوں کا نظام چل رہا ہے بلکل اسی طرح نظام چل رہا تھا تمام ملائکہ اپنی اپنی ذمہ داری کے لحاظ سے اپنے اپنے مقام پر تھے اسی طرح تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر تھیں۔اللہ نے سب کو سجدے کا حکم دیا۔اور حکم دینے کی نوعیت ایسی نہیں تھی کہ کوئی آواز کی صورت میں حکم دیا یا تحریری صورت میں۔ بلکہ ہر مخلوق کے ادراک کی نوعیت کے اعتبار سے حکم تھا۔

جیسے انسان کو حکم دیا جائے گا تو آواز یا تحریری طور پر دیا جائے گا کیونکہ انسان اسی کا محتاج ہے اور انسان حکم کا ادراک انہیں صورتوں میں کر سکتا ہے لیکن جب ایک بیج زمین میں داخل ہوتا ہے اور جب وہ پھٹتا ہے تو اسے پھٹنے کا حکم کس نے دیا؟

ظاہر ہے اللہ نے۔تو کیا ہمیں وہ حکم سنائی دیا؟ نہیں۔اس لیے کہ بیج کے لیے حکم کی نوعیت اس کے ادراک کے اعتبار سے تھی جو انسان سے مختلف تھی۔بلکل اسی طرح تمام مخلوقات کے لیے حکم کا ادراک مختلف ہے اسی طرح رابطے قائم کرنے کی نوعیت بھی مختلف ہے۔

اور **فَسَجَدَ** میں **فَسَجَ** کے بعد **د** زبر کے ساتھ آنے سے اس کا اطلاق مخصوص ہو جاتا ہے جہاں آپ اس لفظ کو استعمال کریں گے وہاں آپ پر یہ لازم ہو جائے گا کہ جس مخصوص گروہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اس کا ساتھ ذکر کریں ورنہ یہ لفظ پھر ایسے ہی ہوگا جیسے ایک انسان موجود ہے اور بول بھی رہا ہے لیکن وہ گونگا ہو۔اور اس کی بات سمجھنے کے لیے آپ کو بھی گونگا ہونا پڑے گا۔یعنی جہاں اس لفظ واحد کا استعمال ہوگا تو اس کا مراد صرف وہی سمجھ سکے گا جس کو اس بارے مکمل علم ہو جس بارے یہ لفظ استعمال کیا گیا۔

اس لیے سورۃ البقرۃ، آیت ۳۴ میں صرف لفظ **فَسَجَدُوٓا** مطلب کہ تمام مخلوقات نے سجدہ کیا۔ جب تمام مخلوقات نے سجدہ کیا تو ظاہر ہے تمام مخلوقات کو حکم بھی دیا گیا اور یہ بھی کہ ہر کسی کو علیحدہ علیحدہ حکم نہیں دیا گیا بلکہ حکم ایک ہی بار دیا گیا اور وہ حکم عام تھا۔ یعنی صرف یہ حکم تھا کہ سجدہ کرو آدم کے لیے۔ یعنی اپنے آپ کو آدم کے اختیار میں دے دو۔

بہت عرصہ گزر جانے کے بعد آج جب ہمیں اللہ سبحان وتعالیٰ اس واقع کی خبر دے رہے ہیں تو ہمیں آگاہ کر رہے ہیں۔ **وَاِذْقُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ** اور جب کہا ہم نے ملائکہ کے لیے سجدہ کرو آدم کے لیے۔ یعنی جب یہ واقع ہوا تھا ہم نے جب آدم کو سجدے کا حکم دیا تھا تب اصل میں وہ حکم ملائکہ کے لیے تھا لیکن جب حکم دیا گیا تھا تو صرف اتنا کہا تھا **اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ** ۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ .الحجر ۳۰، ص ۷۳

اس آیت میں لفظ **فَسَجَدَ** کا استعمال کیا گیا ہے یعنی کہ مخصوص گروہ پر اطلاق ہو رہا ہے۔ جب اطلاق مخصوص گروہ پر ہو رہا ہے تو پھر ساتھ اس گروہ کا بھی ذکر ہونا چاہیے۔ تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی ذکر کر دیا لیکن ایک کی بجائے تین الفاظ ہیں جو قرآن کا معجزہ ہے۔ تین گروہوں پر اس کا اطلاق کیا جا رہا ہے۔

☆ **فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ** پس سجدہ کیا ملائکہ نے،

☆ **كُلُّهُمْ یا فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ** . پس سجدہ کیا ملائکہ نے ان کے سب کے سب نے

☆ **اَجْمَعُوْنَ یا فَسَجَد كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ** ۔ سب کی سب مخلوقات نے یا پس سجدہ کیا ان سب نے جو تمام کی تمام ہیں۔

یہاں پر **كُل** اور **جُمَعُ** کو سمجھ لیں۔ **كُل** کا اطلاق لفظی مطلب کے اعتبار سے کسی مخصوص پر ہوتا ہے، لیکن **جُمَعُ** میں اطلاق عام پر ہوتا ہے۔ **كُل** کو جہاں استعمال کیا جائے گا وہاں ساتھ متعلقہ شے کی وضاحت کرنی پڑے گی کہ کس کا کل یعنی کس کا سب کا سب۔ لیکن جم **جُمَعُ** کے لیے ایسا نہیں ہوگا جب جمع کا ذکر آئے گا تو آس پاس سب پر اس کا اطلاق ہوگا

☆ **فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ** پس سجدہ کیا ملائکہ نے،

☆ **كُلُّهُمْ یا فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ** پس سجدہ کیا ان کے سب کے سب ملائکہ نے

☆ **اَجْمَعُوْنَ یا فَسَجَد كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ**۔ سب کی سب مخلوقات نے یا پس سجدہ کیا ان سب نے جو تمام کی تمام ہیں۔

سب سے پہلے **فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ** پس سجدہ کیا ملائکہ نے، جب صرف اور صرف اتنے حصے کو سامنے رکھا جائے گا تو پھر تو بات بلکل واضح ہو جاتی ہے کہ ملائکہ کا ذکر ہے لیکن جب اگلا لفظ جو دو الفاظ کا مجموعہ ہے **كُلُّهُمْ** '' **كُلّ** اور **هُمْ**'' آجاتا ہے تو یہ لفظ ایک بار پھر واپس بھیج دیتا ہے ایک فرق کے ساتھ اگر صرف کل آجاتا تو پھر واپسی کا رستہ بند ہو جاتا لیکن **هُم** تفریق پیدا کر کے ملائکہ کو ایک سے زائد گروہوں یا اقسام میں تقسیم کر دیتا ہے اور وہ تفرق کیا ہے۔ **الْمَلٰٓئِكَةُ** اور **الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُم**۔ پیچھے جب ہم اس واقعے کے شروع میں جاتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے اپنے علم کی بنیاد پر سجدہ نہ کرنے کے لیے دلائل دے رہے تھے یعنی **الْمَلَاِ الْاَعْلٰى**۔ اب سورۃ الحجر کی آیت ۳۰ میں **فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ** اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے یہ بھی واضح کر دیا کہ **اِلْمَلَاِ الْاَعْلٰى** بھی ملائکہ ہیں اور **الْمَلآئِكَةُ كُلُّهُم** ان کے سب کے سب ملائکہ۔ ان یعنی **الْمَلَاِ الْاَعْلٰى** کے۔ **اِلْمَلَاِ الْاَعْلٰى** کے ساتھ ساتوں آسمانوں کے ہر ہر کام پر معمور سب کے سب ملائکہ نے پس سجدہ کیا۔

اب آجاتا ہے تیسرا گروہ☆ **اَجْمَعُوْنَ یا فَسَجَد كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْن**۔ سب کی سب مخلوقات نے یا پس سجدہ کیا ان سب کے سب نے تمام نے جو بھی ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس آیت میں یہ الفاظ کیوں ذکر کیے؟ اور پھر اس طرح کہ ان کو ہر لحاظ سے پھیر پھیر کر واضع کر دیا۔ یعنی جیسے اگر آپ کوئی شئے خریدنے جائیں تو شئے کا ایک رخ دیکھنے کی بجائے اسے الٹ پلٹ کر ہر طرف سے دیکھ کر تسلی کر لیں۔ اس کا جواب بھی قرآن میں اللہ نے واضع کر دیا اس کی تفصیل میں نہیں جائیں گے کیونکہ موضوع تبدیل ہو جائے گا اس لیے مختصر ذکر کرتے ہیں۔

یہود نے آدم کی خلق اور سجدے کے واقعہ میں ایسی تبدیلیاں کر دیں جس سے اصل مقصد کو سمجھنا ناممکن حد تک مشکل ہو گیا تھا نہ صرف یہ بلکہ وہ اس واقعہ کو بنیاد بنا کر اپنے کچھ کفریہ اور مشرکانہ عقائد ونظریات کو حق ثابت کرتے تھے۔ جس کو انہوں نے تورات میں بھی مذکور کر دیا۔

تورات اور اسرائیلی روایات کے مطابق یہود کا کہنا اور اس پر ایمان تھا کہ جب اللہ نے سجدے کا حکم دیا تو اس وقت ابلیس کے علاوہ کچھ اور ملائکہ نے بھی سجدے سے انکار کر دیا۔ جن کو بطور سزا اللہ نے ان کے پر کاٹ کر زمین پر پھینک دیا اور انہیں ایک امتحان میں ڈال دیا۔ جن کے نام ہاروت اور ماروت تھے وہ امتحان یہ تھا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھائیں۔ لیکن سکھانے سے پہلے انہیں آگاہ کر دیا کریں کہ ہم امتحان میں ڈالے گئے ہیں تم جادو مت سیکھو۔ اس کے باوجود اگر کوئی سیکھنا چاہے تو سکھا دو۔

اس کو بنیاد بنا کر یہودی جادو کا سیکھنا اور اس کا مثبت کاموں میں استعمال حلال قرار دیتے تھے۔ یہودی کہتے کہ جادو سیکھنا اور اچھے کاموں میں اس کا استعمال کرنا کفر نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ اور حلال ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ مبعوث کیے گئے تو یہودیوں میں جادو بہت عام تھا جو نسلوں سے چلا آرہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں پر واضع کیا

کہ جادو کفر ہے تو انہوں نے یہی دلائل دیئے اور ساتھ یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ اگر جادو سیکھنا اور اس کا مثبت استعمال کفر ہے تو پھر سلمانؑ نے بھی کفر کیا وہ کافر تھے۔

تورات میں یہودیوں نے اپنی طرف سے لکھ دیا کہ سلیمانؑ جادوگر تھے اور وہ کافر تھے ان کی موت حالت کفر و شرک میں ہوئی۔ موت کے وقت سلیمانؑ نے کئی سوبت بنا لیے ہوئے تھے ان کی پوجا کرتے اور اسی طرح ان کو زانی بھی کہتے ہیں۔ یہ تبدیلی ان یہودی علماء نے کی جو جادو کے خلاف تھے اور جب لوگوں کو کہتے کہ جادو کفر ہے اور فریقین یہی اعتراض کرتے کہ اگر جادو کفر ہے تو سلیمانؑ کی ساری امارت ہی جادو پر کھڑی تھی تو لحاظہ وہ بھی کافر تھے۔ یہودی علماء کے پاس ان کے اس سوال کا جواب نہ ہوتا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تورات میں سلیمانؑ کو جادوگر کافر قرار دیا گیا۔ جس کا سورۃ بقرۃ میں اللہ نے جواب دے دیا کہ کچھ بھی ایسا نازل نہیں کیا گیا ملائکہ پر جو بابل میں ہاروت ماروت کے حوالے سے کہا جاتا ہے۔

یہی عقائد و نظریات آج خود کو مسلمان کہلوانے والوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ وہ یہ تو نہیں کہتے کہ سلیمانؑ کافر تھے لیکن یہ کہتے ہیں کہ جادو سیکھنا یا اس کا مثبت استعمال کفر نہیں بلکہ حلال ہے اس کا غلط استعمال حرام ہے۔ اور یہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے دو ملائکہ ہاروت اور ماروت کے ذریعے سیکھایا گیا۔ پھر ابلیس کے علاوہ کچھ ملائکہ بھی تھے جنہوں نے آدم کو سجدے سے انکار یا اعتراض کر دیا تھا اور انہیں بطور سزا یا بطور امتحان دنیا میں بھیج دیا گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی اس طرح کے بہت سے افسانے عقائد و نظریات کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ اور ان عقائد و نظریات کی بنیاد اسرائیلیات ہیں۔

اس لیے اللہ نے اس آیت میں واضح کر دیا کے تمام کے تمام ملائکہ نے سجدہ کیا۔ نہ صرف تمام کے تمام ملائکہ بلکہ تمام کی تمام مخلوقات نے سوائے ابلیس کے۔

''ہاروت ماروت اور اس حوالے سے ان شاء اللہ ہم مفصل انداز میں ایک الگ کتاب میں بیان کریں گے''

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ

مگر ابلیس نے انکار کر دیا کہ نہ ہوا سجدہ کرنے والوں کے ساتھ

یہاں سورۃ الحجر کی آیت ۳۱ میں بھی اللہ تعالیٰ نے بلکل واضع صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا کہ نہ ہوا ساجدین یعنی سجدہ کرنے والوں کے ساتھ۔ پچھلی آیت ۳۰ میں ملائکہ کے ساتھ بھی لفظ ساجدین کا استعمال ہوا ہے جو کہ جمع کا صیغہ ہے یہاں اور پچھلی آیت میں ایک فرق ہے اور وہ مَعَ کا اضافہ لیکن دونوں جگہ پر جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ قرآن میں ایسے مواقع پر جمع کا صیغہ ایک سے زائد مخلوقات کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اگر ایک ہی قسم کی مخلوق سے خطاب ہو تو وہاں جمع کی بجائے واحد کا صیغہ استعمال ہوگا۔ یا اگر خطاب صرف اور صرف ایک مخلوق سے ہو تو پھر مجموعی طور پر واحد اور اس مخلوق کے ایک سے زائد ارکان کے لیے جمع کا صیغہ استعمال ہوگا۔

اب مَعَ کا اضافہ صرف اس امتیاز کے لیے ہے کہ اس حکم کے اول اور اصل مخاطب وہ ملائکہ میں سے **الملاء الاعلیٰ یعنی العالین** تھے۔ اور دوسرا یہ کہ جس مقصد کے لیے حکم دیا جا رہا ہے اس مقصد کا حصول جس کے ساتھ جوڑا جا رہا ہے اس کے ساتھ ہی ممکن ہے اس کے علاوہ وہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ۔ یعنی اصل میں یہ جن کے لیے حکم ہے ملائکہ اور ملائکہ میں سے بھی العالین پھر ان کے ساتھ باقی تمام مخلوقات۔ اس میں سجدہ ملائکہ یا ملائکہ میں سے العالین کے ساتھ مشروط نہیں ہے البتہ جس مقصد کے لیے سجدے کا حکم دیا جا رہا ہے اس کا حصول ان کے سجدے کے ساتھ ہی مشروط ہے

یہاں پر لفظ مَعَ کی بھی وضاحت کرتے چلیں۔ مَعَ کے لفظی معنی ہیں عملی یا فعلی طور پر کسی کے ساتھ نہ کی جسمانی طور پر ساتھ ہونا۔ یہ لفظ اس واقعے کی مزید وضاحت کر رہا ہے کہ جب یہ سارا واقعہ ہو رہا تھا تو تب کوئی دربار نہیں سجا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور باقی تمام مخلوقات سب ایک جگہ اکٹھی تھیں اور حکم دیا گیا اور وہ حکم ایک آواز میں تھا ایسا ابھی نہیں انشاء اللہ اس کی آگے صراح کے ساتھ وضاحت آ جائے گی

قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا مَنَعَکَ اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسۡتَکۡبَرۡتَ اَمۡ کُنۡتَ مِنَ الۡعَالِیۡنَ.

ص ۷۵

کہا اے ابلیس کون ہے جس نے منع کیا تجھے سجدہ کرنے سے اس کے لیے جس کو میں اپنے ہاتھوں سے خلق کیا

قَالَ مَامَنَعَکَ اَلَّا تَسۡجُدَ اِذۡ اَمَرۡتُکَ . الاعراف ۱۲

کہا کس نے منع کیا تجھے کہ نہ سجدہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا

أَمَرَ۔ امر۔ جو قوت والا ہوتا ہے، جس کے پاس اختیار ہوتا ہے اس کے دیے ہوئے حکم کو امر کہا جاتا ہے۔ یعنی اگر کوئی حکم نہ مانے تو امر کرنے والا اس کو اس کا بدلہ دینے پر قدرت رکھتا ہو۔ ایسے حکم کو امر کہتے ہیں۔

قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَالَکَ اَلَّا تَکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ . الحجر ۳۲

اللہ تعالیٰ نے کہا اے ابلیس کیا ہوا تجھ کو کیوں نہیں تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہوا

قَالَ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡهُ ۚ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِیۡنٍ. الاعراف ۱۲، ص ۷۶

کہا میں خیر ہوں اس کے مقابلے، مجھے خلق کیا آگ سے اور اسے خلق کیا مٹی کی خصلتوں وخصوصیات سے۔

ابلیس نے کہا کہ اسے آگ سے خلق کیا گیا ہے اور آدم کو طین سے۔

قَالَ لَمۡ اَکُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ . الحجر ۳۳

ابلیس نے جواب دیا۔ کہانہیں تھا میرے لیے کہ میں سجدہ کرتا بشر کے لیے جو خلق کیا گیا صلصال سے حما مسنون سے۔

یہ کہ ابلیس کا جواب یہ تھا سب سے پہلے تو یہ طین سے خلق کیا گیا جس وجہ سے اس میں وہ تمام خامیاں اور خوبیاں موجود ہیں جو اس طین میں پائی جاتی ہیں، اور خامیوں اور خوبیوں کا اگر تقابل کیا جائے جو خوبیاں، خامیوں کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہیں یا پھر جو ہیں ان کی کوئی اہمیت نہیں خامیوں کے مقابلے۔ اس لیے آدم پر ہمیشہ شر ہی غالب رہے گا۔ اور دوسرا یہ کہ جو خوبیاں ہیں وہ بھی تو ہوا میں ہی معلق ہیں کہ جب تک ہوا چلتی رہے گی اوپر رہیں گی جب ہوا رکے گی تو ایک دم سے زمین بوس ہو جائیں گی۔ یعنی جیسے شریف جانور ہیں تو وہ مالک کے اس وقت تک وفادار رہتے ہیں جب تک مالک ان کی تمام ضروریات بروقت پوری کرتا رہے گا۔ جب کبھی ان کی ضروریات پوری نہ ہوں یا کوئی کمی واقع ہو تو وہ بھی فوراً بدک جاتے ہیں۔ نافرمانی پر اتر آتے ہیں۔ بلکل اسی طرح یہی معاملہ تیری اس مخلوق کا ہوگا۔ اور جیسے دریا میں مٹی کی تہہ وجود میں آئی اور خشک ہونے تک وہ کتنے مراحل سے گزری کتنوں نے اس پر احسان کیا لیکن جب وہ خشک ہوکر اپنی اصل حالت میں آئی تو اس نے کیا کیا کہ خود کو ایسے ریت سے الگ کرلیا جیسے ریت کا اس کے ساتھ کبھی تعلق تھا ہی نہیں یا کبھی ریت نے اس پر کوئی احسان کیا ہی نہ ہو۔ بلکل یہی معاملہ تیری اس مخلوق کا ہوگا۔ خواہ تو نے اسے کیسے ہی پیچیدہ ترین مراحل سے گزار کر تخلیق کیا ہوگا۔ خوا کتنے ہی احسان کیے ہوں گے اور خوا اس کا وجود تو تیری ذات ہی کی وجہ سے ہوگا لیکن اس سب کے باجود یہ بلکل خود کو تجھ سے ایسے الگ کرلے گی جیسے اس مٹی کی تہہ نے خود کو ریت سے الگ کرلیا۔ حالانکہ اگر وہ تھوڑا سا بھی غور کر تو خود کے دیکھے تو اسے علم ہو جائے گا کہ اس کا وجود ریت ہی کی وجہ سے ممکن ہے جس کے اوپر وہ موجود ہے۔ لیکن ایسا نہیں۔ بلکل اسی طرح تیری یہ مخلوق اگر ایک رائی برابر بھی اگر غور کرے گی اپنی تخلیق میں، اپنے وجود میں تو جان جائے گی کہ تو ہی ہے کہ جس کی وجہ سے اس کا وجود ممکن ہے لیکن ایسا بھی نہیں ہوگا۔ بلکہ الٹا ایسا ہوگا جیسے اس مٹی کہ تہہ پر جب کوئی چلتا ہے تو وہ آواز پیدا کرتی ہے اور چلنے والے کو اس آواز پر کوئی اختیار نہیں ہوتا اس کے باجود کے وہ قدرت رکھتا ہے اگر اس کی آواز ختم کرنی ہے تو اس تہہ کا وجود ہی ختم کرنا ہوگا لیکن جب تک وہ موجود ہے اپنی اس حالت میں وہ آواز نہیں روک سکے گا الا یہ کہ اس میں کوئی تبدیلی رونما کردے۔ بلکل ایسا ہی تیرے ساتھ تیری یہ مخلوق کرے گی جب بھی تو کوئی حکم دے گا تو یہ تیرے مقابلے میں اپنی آواز بلند کرے گی تا کہ تیری آواز اس کی آواز کے شور میں دب جائے۔ یعنی تیرا مقابلہ کرے گی ایسے کہ جیسے تجھے اس پر کوئی اختیار نہیں حالانکہ تو ہی تو ہے جس نے خلق کیا لیکن یہ ایسا کرے گی یہ میرا دعویٰ ہے۔

اور مجھے تو نے آگ سے خلق اس کچھ شک نہیں کہ آگ میں بھی شر ہے لیکن اس کے مقابلے میں وہ شر نہ ہونے کے برابر ہے یہ تو ہے، ہی شر کا منبع۔

اللہ تعالیٰ کا سوالیہ انداز میں جواب

اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ. ص ٧٥

کیا تو نے تکبر کیا یا تو تھا العالین میں سے؟

اللہ تعالیٰ نے کہا۔ابلیس سے سوال کے انداز میں، کیا تو نے تکبر کیا؟ یا پھر تو تھا العالین میں سے؟

یہاں پر لفظ العالین بہت سارے معاملات کی صراحتاً وضاحت کر رہا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ اور العالین کی درمیان جو کچھ ہوا یہاں اس لفظ میں وہ تمام قصہ بھی آجائے گا۔انشاءاللہ جس کی آگے وضاحت ہو جائے گی۔ یہاں سب سے پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ جو تو نے کیا یعنی اپنا اختیار میرے حکم کے خلاف استعال کیا۔اپنے علم کو میرے حکم پر ترجیح دی اور نہ صرف ایسا کیا بلکہ اس کو عملاً انجام بھی دے دیا۔اور ایسا صرف اور صرف دو ہی طرح کی ذاتیں کر سکتی ہیں ایک تو وہ جو مجھ سے بڑا ہونے کا دعویٰ کرے اور دوسرے العالین۔یعنی وہ ملائکہ جن کے ہاتھ میں ہم نے اس کائنات کا نظام حکومت دیا ہوا ہے جو ہمارے سب سے زیادہ مقرب ہیں، **الملاء الاعلیٰ**۔

اور تُو العالین میں سے تو ہے نہیں کیونکہ العالین میں تو صرف ملائکہ ہیں اور ان کو ہم نے نور سے خلق کیا اور تجھے آگ سے

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ . الحجر ۲۷

اور جنوں کو خلق کیا ہم نے اس سے قبل نظر نہ آنے والی بے دھوئیں کی آگ سے

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّار. الرحمٰن ۱۵

اور خلق کیا جنوں کو آگ کے شعلے سے

وَاسْتَكْبَرَ اور تکبر کیا۔تو نے مجھ سے بڑا ہونے کا دعویٰ کیا یعنی تکبر

اور مزید یہ کہ العالین نے تو ایسا نہیں کیا جو تو نے کیا یعنی خود کو آدم کے اختیار میں دینے سے انکار۔اور نہ ہی وہ ایسا کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کو جو علم میں نے عطا کیا ہے وہ کُل نہیں ہے۔ان کو علم ہے کہ ان کے اوپر میں ہوں اور میں اس کائنات کا خالق ہوں، مالک ہوں اس لیے بات بھی صرف اور صرف میری ہی مانی جائے گی میں میری ہی غلامی کی جائے گی یعنی میں ہی الہ ہوں۔جو بھی حکم دوں، ان کو میں نے اختیار دیا ہوا کہ وہ سوچیں، سمجھیں اور اس کے مطابق اس کائنات کا نظام چلائیں اس لیے جب انہیں کچھ ایسا لگے کہ میرے دیے گئے حکم میں خامی موجود ہے تو وہ اس کا اظہار کر دیتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ وہ سرے سے ہی انکار کر دیں کیونکہ وہ جانتے ہیں انی اعلم و غیب السموات و لارض۔اور جب ہم نے حکم دیا تو تُو نے ان اعتراضات کی وجہ سے انکار کر دیا۔کیا ان کے ذہن میں یہ پیدا نہیں ہوا ہوگا۔ ضرور پیدا ہوا کیونکہ وہ اس کائنات کے انتظام پر معمور ہیں۔لیکن انہوں نے انکار نہیں کیا اس لیے کہ ہم نے پہلے ہی ان کو آگاہ کر دیا تھا جب انہوں نے یہ سب بیان کیا جس کی بنیاد پر تُو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا۔کہ اس میں یہ یہ شر ہوں گے اور یہ کائنات میں تباہی کا موجب بنے گا۔لیکن حقیت کیا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ سب اس میں موجود ہے لیکن اس میں میں نے اپنی روح پھونکی ہے جیسے طین کے اپنے تقاضے ہیں اسی طرح روح کے بھی، اور روح خیر کا منبع ہے۔

اور ملائکہ کو پہلے ہی آگاہ کیوں کر دیا تھا؟ اس لیے کہ وہ کافر نہیں تھے جو اپنا کفر چھپانے کے لیے نفاق کا لبادہ اوڑھ لیتے یعنی جیسے وہ ہیں ایسے نہ ہوتے اور ایسا ہونا ثابت کرنے کی کوشش کرتے اپنی اصلیت کو چھپا کر۔لیکن تیرا معاملہ یہ ہے کہ تو کافر تھا

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ . البقرة ۳۴

اور وہ تو تھا ہی کافروں میں سے

کہ تو تو تھا ہی کافروں میں سے، یعنی اندر سے تو کافر تھا اور نفاق کے پردے میں تو نے شرافت کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا۔اس لیے میں نے تجھ کو آگاہ نہ کیا۔تاکہ باقیوں پر اور آدم پر تیری اصلیت واضع ہو جائے اور باقی مخلوقات تیرا اکرام کرنے کی بجائے تیری اصلیت کے مطابق جو تیرا مقام ہے اس پر تجھے رکھیں

☆**اسْتَكْبَرَ۔ كَبَرَ** سے ہے، **كَبَر** کالفظی معنی ہے بڑا ہونا۔اور وہ کسی بھی صورت میں ہو سکتا ہے عملی، فعلی، جسمانی، زور اور قدرت وغیرہ سمیت کسی بھی لحاظ سے بڑا ہونا یا پھر ہر لحاظ سے بڑا ہونا۔بہر حال جس موقع پر اس لفظ کا استعمال ہو گا اسی مناسبت سے اس کا اطلاق ہو گا

☆ **الْكٰفِرِيْنَ**۔جمع کا صیغہ ہے اور دوسرا اس میں ''ی'' کے آنے سے دوام آجاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ مادہ بھی داخل ہو جاتا ہے ایک چیز جو اس مرحلے سے مکمل طور پر گزر کر اس کے انجام کو پہنچ چکی ہو۔ تو اس کا مطلب بلکل آسان فہم میں یہ بنے گا کہ ایسا کافر جو کفر کے تمام مراحل طے کر کے اس حالت میں پہنچ چکا ہو جہاں سے اب سلم کی طرف واپسی ناممکن ہو چکی ہو۔ جیسے کہ کسی کا حالت کفر میں خاتمہ ہونا۔

وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

اور اس نے تکبر کیا اور تھا ہی کافروں میں سے۔یعنی کہ یہ کہا کہ وہ بڑا ہے۔ایک طرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں اکبر ہوں اس لیے اکبر ہونے کے ناطے میری بات مانی جائے گی لیکن ابلیس نے یہ ماننے سے انکار کر دیا گویا کہ اس نے عملی طور پر یہ کہا کہ اے اللہ تو بڑا نہیں میں بڑا ہوں اس لیے میری بات مانی جائے گی۔تو ابلیس نے اپنی بات مان کر خود کو بڑا ثابت کرنے کی جسارت کی۔یعنی اللہ تعالیٰ کے مقابلے پر کسی دوسرے یا اپنے نفس کا حکم یا بات ماننا۔ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضع کر دیا کہ وہ تو تھا ہی کافروں میں سے۔اور ایسے کافروں میں سے کہ جو کفر کے تمام مراحل طے کر کے اس کے انجام تک پہنچ چکے ہوئے ہیں جن کے لیے ہدایت کا دروازہ بند ہو چکا ہوا ہے۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک کافر کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں رکھا ہوا تھا تو اس کا جواب یہ آیت بلکل واضع کر رہی ہے کہ وہ تھا ہی کافروں میں سے لیکن اس نے لبادہ ایسا اوڑھا ہوا تھا کہ وہ مومن نظر آتا تھا حالانکہ ایمان نہیں تھا منافق تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے حالات ایسے پیدا کر دیے کہ اس کے اندر کی حقیقت باہر آگئی۔دوسری بات یہ کہ وہ جنت کوئی ابدی جنت نہیں تھی اس کائنات کہ اس پہلے مرحلے کا ہی واقع بیان ہو رہا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔وہ اسی دنیا میں موجود تھی چونکہ اللہ کی سنت ہے اللہ ہر کسی کو اس کے اعمال کا بدلہ ضرور دیتا ہے جہاں کا جو طالب ہو۔

جب ابلیس تھا ہی کافروں میں سے تو اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔اس لیے ظاہری طور پر جو وہ مسلم بنا ہوا تھا جو اعمال کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ ظاہراً مسلم نظر آتا تھا تو اس کا بدلہ اللہ نے دینا تھا۔اس لیے اسے دنیا میں ہی اس کا بدلہ اس باغ میں رکھنے کی صورت میں دے دیا۔

بہرحال اس جنت کی آگے اپنے مقام پر صراحتاً وضاحت آجائے گی۔انشاءاللہ

یہاں یہ بھی واضع ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں ایسے حالات پیدا کر دیتے ہیں کہ منافقین مزید اپنے کفر کو نہیں چھپا سکتے۔ایسا کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ان کا کفر واضع ہو جاتا ہے۔بہرحال اس موضوع پر اگر مزید بات کریں گے تو اصل موضوع سے ہٹ جائیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ وہ تھا ہی کافروں میں سے، واضع اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسانوں سے پہلے اس ارض پر جنات آباد تھے لیکن وہ اپنے کفر کے سبب دھتکار دیے گئے اور ان سے ارض کا اختیار واپس لے لیا گیا

ابلیس وہاں سے نکال کے جہاں وہ تھا یعنی شرافت کا لبادہ اوڑھ کر مخلوقات کے نزدیک جو عزت واکرام اسے حاصل تھا سے نکال کر اس کے اصل مقام پر لایا گیا

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ . ص ۷۷

کہا پس نکل جا اس میں سے پس اس میں کچھ شک نہیں تو پتھروں سے مارا جاتا رہے گا

یعنی آج کے بعد جب کہ تیری اصلیت تمام مخلوقات پر واضع ہو چکی ہے سب کے نزدیک تو رجیم ہے۔کہ جو تجھے پا کر پہچان لے گا تجھے پتھروں سے مار مار کر ذلت و رسوائی سے دوچار کرے گا۔تیرا اصل مقام یہی ہے۔

وَّاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ . ص ۷۸

اور اس میں کچھ شک نہیں کہ لعنت ہے تیرے لیے اس دن تک جس دن بدلہ دیا جائے گا

لعنت۔لعنت کہتے ہیں کہ مکمل طور پر نظرانداز کر دینا۔مثال کہ طور پر آپ کسی کو ایسے نظر انداز کریں کہ خواہ وہ کسی بھی حالت میں موت کے منہ میں ہو یا کسی بھی حالت میں تو آپ ایسے اس کی طرف دیکھیں تک نہ کہ جیسے اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔اور اگر وہ آپ سے کسی قسم کی کوئی مدد وغیرہ طلب کرے تو آپ اسے بدترین طریقے سے دھتکار دیں۔کسی کو بلکل ایسے نظر انداز کر دینا کہ جیسے اس کا کوئی وجود ہی نہیں لعنت کہلاتا ہے۔کہ بدلے کے دن تک تیرے لیے یہ مقام ہو گا اور تجھے نظر انداز کیا جائے گا۔

ابلیس کا لعنت کو معطل کروانا

قَالَ رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ . ص ۷۹

کہارب پس نظر کر مجھے یعنی جو تُو نے پرلعنت کر دی اس کو معطل کر دے تو جو اس کے بارے میں دعویٰ کیا تھا اس کو سچا کر دکھاوں گا۔اس دن تک موقع دے جس دن سب اٹھائے جائیں گے۔

ابلیس کا یہاں لفظ رب کا استعمال کرنا بہت ہی معنی خیز ہے۔رب کا مطلب ہے ایک شئے کا جب وجود نہ ہو تو اس کو کسی نہ کسی مقصد کے لیے وجود دینے والا پھر اس کو پروان چڑھا کر ایک ایسی لائن کی طرف راہنمائی کرنے والا جس لائن پر قائم ہو کر وہ مقصد پورا کیا جا سکے جس مقصد کے لیے تخلیق کیا گیا۔اور اس لفظ کا مطلب ابلیس نے اس لیے استعمال کیا جب اس پر یہ حقیقت کھلی کہ اس مخلوق کو صرف مٹی سے ہی تخلیق نہیں کیا گیا بلکہ اس میں تو اللہ نے اپنی روح بھی پھونکی ہے۔تو بلاشبہ روح تو خوبیوں اور اعلیٰ ترین اوصاف کا مجموعہ ہے وہ تو شر سے پاک ہے۔اس حقیقت کا ادراک کرتے ہوئے اور دوسرا جب اللہ نے اس کو لعنتی قرار دیا۔یعنی کوئی بھی اس کی طرف نظر نہیں کرے گا،کوئی اسے کوئی اہمیت نہیں دے گا تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔اس لیے یہاں ابلیس نے لفظ رب کا استعمال کیا۔کہ اے اللہ تو رب ہے اگر تو چاہے تو میں ان کو گمراہ کر سکوں گا اگر تو نہ چاہے تو نہیں اس لیے پس نظر کر مجھے دوبارہ اٹھائے جانے والے دن تک۔یعنی کہ دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک اس لعنت کو معطل کر دے۔

فَاَنۡظِرۡ۔ پھر یہ لفظ واضع کرتا ہے کہ ابلیس نے اللہ کی بجائے انسانوں کی طرف سے لعنت معطل کرنے کا کہا۔یعنی ایک مکمل شئے کی بجائے اس کا کچھ حصہ طلب کرنا۔اسے علم تھا کہ اللہ سبحان ہے اس نے جو فیصلہ سنا دیا وہ واپس نہیں لینے والا۔تو اللہ کے نزدیک وہ اسی وقت سے لعنت زدہ ہو گیا لیکن انسانوں کے نزدیک اس پر لعنت مشروط ہو جائے گی۔یعنی وہی اس پر لعنت کریں گے جو اللہ کے خالص غلام ہوں گے۔

ابلیس پر لعنت کو معطل کیا جانا

قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الۡمُنۡظَرِیۡنَ . ص ۸۰

کہا پس اس میں کچھ شک نہیں تُو نظر کیے جانے والوں میں سے ہے۔یعنی اب تجھے اہمیت دی جائے گی تیری بات سنی جائے گی

اِلٰی یَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ. ص ۸۱

وقت معلوم کے یوم تک۔

یعنی اس وقت تک جس کا علم ابلیس کو تھا۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضع کر دیا کہ ابلیس کو کیسے علم ہو گیا کہ دوبارہ اٹھائے جانے والے دن کا جو اس نے اس دن تک مہلت مانگی۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ واضع کر دیا کہ اس کا پہلے ہی اسے علم دیا گیا ہوا تھا۔یعنی انسان سے

پہلے جنوں کوخلق کیا گیا تھااوران کو بھی اختیار کے ساتھ ارض پر بسایا گیا۔ان پر بھی آخرت کوواضع کر دیا گیا تھا۔قیامت، یوم محشر، جنت اور دوزخ سب کچھ جنات پرواضع کر دیا تھا۔انہیں بھی امتحان کی غرض سے زمین پر بسایا گیا جیسے انسانوں کوایک محدود مدت جس کا تعین کر دیا گیا تک کے لیے بسا دیا۔اس لیے ابلیس کواس کا علم تھا۔

ابلیس کو یہ موقع تب دیا گیا جب اس نے دعویٰ کیا تھا۔

ابلیس کا دعویٰ

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ . الاعراف ۱۶

کہا جیسے تو نے مجھے اپنا باغی بنایا یعنی ایسی چال چلی کہ میں تیرا حکم نہ ماننے پر مجبور ہو گیا۔پس اسی کے ساتھ ''یعنی ان کو بھی اسی طرح تیرا باغی بنانے کے لیے''ان کے لیے بیٹھوں گا تیری اس لائن پر جو قائم کرنے والی ہے۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ . ص ۸۲

ابلیس نے کہا پس تیری دی گئی طاقت کے ساتھ سب کے سب سے اس طرح تیرے ساتھ بغاوت کراوں گا جیسے میں نے کی

فَبِعِزَّتِكَ۔ یہ چار الفاظ کے مجموعے پر مشتمل لفظ ہے۔ ف ،ب، عزت، ک.

ف. پس

ب. ساتھ

عزت. طاقت،زور،قوت وغیرہ

ک. تیری

کہ جب اللہ نے اس کو نکل جانے کا حکم دیا اور کہا کہ تیرا مقام رجیم ہے اور لعنت ہے تیرے لیے۔یعنی آج کے بعد تیری کوئی حثیت نہ ہو گی جہاں جائے گا دھتکارا جائے گا پتھروں سے مار مار کر۔تو بلکل بے بس ولا چار ہو گا۔ یہ سننے کے بعد ابلیس نے جو نظر کرنے کا کہا اللہ سے۔ اور اللہ نے نظر کر دی وہ یہی تھی کہ اس پر سے لعنت کو معطل کر دیا جس سے اس کی طاقت وزور پر اثر ہونے کے قابل ہو گیا۔جب اللہ کی طرف سے زور وطاقت مل گئی تو اللہ سے کہا کہ اسی کیساتھ میں ان سب کے سب کو تیرا اسی طرح باغی بناوں گا جیسے میں نے تیرے ساتھ بغاوت کی۔اس کے لیے میں تیری اس لائن پر بیٹھوں گا جو قائم کرنے والی ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ . الحجر ۳۹

ابلیس نے کہا رب جس کے ساتھ تم نے مجھے اپنا باغی بنایا۔میں بھی پر کشش بنادوں گا ان کے لیے جو زمین میں ہے اور میری طرح وہ سب

کے سب تیرے ساتھ بغاوت کریں گے۔

اس آیت میں کہتا ہے کہ جیسے تو نے مجھے اپنا باغی بنایا یعنی تو نے ایسی چال چلی کہ میں دھوکے میں آ کر سجدہ کرنے سے انکار کر بیٹھا۔ بلکل اسی طرح میں انہیں دھوکے کیساتھ تیری بغاوت کراوں گا۔

وہ دھوکا کیا ہوگا اس کا بھی ساتھ ہی ذکر کر دیا کہ جو کچھ بھی ہے اس ارض میں سب ان کے لیے مزین کردونگا یعنی پرکشش بنادونگا یہ سمجھیں گے کہ اسی میں ان کا فائدہ اور یہی اصل مقصد ہے۔ اس طرح یہ سب کے سب تیری بغاوت کریں گے۔ یعنی جو کچھ تو نے ان سے چھپا کر رکھ دیا اور ایمان لانے کا حکم دیا یہ ایمان لانے کی بجائے اس تک رسائی حاصل کر کے اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کریں گے۔

مزید اگر غور وفکر کیا جائے تو یہ کہ جو کچھ ارض میں ہے اس کو مزین یعنی پرکشش بنادے گا، تو یہاں پر کوئی حد نہیں لگائی گئی تو اس سے مراد یہ ہے کہ ارض میں جو کچھ بھی ہے اِس میں وقت کے ساتھ ساتھ جس جس تک انسانوں کی رسائی ہوگی۔

اب اس میں بہن، بھائی، بیوی، بچے، والدین، اہل وعیال تو سرفہرست ہیں اس کے ساتھ ہی دنیاوی مال متاع، لوگوں کو اِس طرف سے لاتے ہوئے پھر لے کر جانا اِس ارض میں اُس کی طرف جو اللہ نے انسان سے چھپا کر رکھ دیا، یا جس کے بارے میں بلکل واضح حکم نہیں دیا، اس کے غیب، جو بھی ارض کے اندر یا باہر انسان کی آنکھوں، کانوں اور حس سے چھپا کر رکھ دیا۔ یا جو بھی محکم نہیں ہے۔

ابلیس نے جب یہ دعویٰ کیا تو اللہ نے یوم دین تک لعنت معطل کر دی۔

جن کے نزدیک ابلیس لعنت زدہ ہے
جن پر ابلیس کا کوئی بس نہیں چلے گا

اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡھُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ . الحجر ۴۰، ص ۸۳

مگر ان میں سے تیرے وہ غلام جو بلکل خالص تیرے ہی لیے ہوں گے۔ یعنی جو زندگی کے ہر معاملے میں خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا ہی کیوں نہ اس میں تیری مرضی کے مطابق چلتے ہوں گے یعنی ان کا کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، دوستی، دشمنی، بولنا، سننا، دیکھنا حتی کہ بڑے سے لے کر ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی تیری رضا اور تیری ہدایت کے مطابق ہوگا ان پر میرا بس نہیں چلے گا مگر بے شک جو زندگی میں بڑے بڑے کام تو تیری ہدایت کیمطابق کریں لیکن اگر چھوٹے سے چھوٹے کام یا عمل کو اہمیت نہ دیں گے تجھ سے راہنمائی لینے کی بجائے لاپرواہی کریں گے۔ وہی میرا شکار ہوں گے۔

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ .الحجر ۴۱

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ ہے وہ لائن جس پر قائم ہونا ہے

یعنی جو پچھلی آیت میں لفظ مخلصین گزرا ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جو بلکل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں گے اللہ تعالیٰ کے غلام۔ ان کا اٹھنا، بیٹھا، چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، رہن سہن، دوستی، دشمنی، رسم ورواج، رشتے ناطے، ماحول، نظام، وقوانین حتیٰ کہ چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوگا اس میں کسی قسم کی ریاکاری، مفاد، لالچ وغیرہ کی آمیزش نہ ہوگی۔ چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوگا۔ جن کی پوری کی پوری زندگی ہدایت آجانے کے بعد خالص اللہ ہی کے لیے ہو جائے گی۔

یہی تو وہ لائن ہے جس پر قائم ہونا ہے۔ جو اس میں ذرا بھی کمی کرے گا وہی تیرا شکار بنے گا۔

اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡغٰوِیۡنَ. الحجر ۴۲

اس میں کچھ شک نہیں ،بلکل نہیں تیرا بس چلے گا میرے غلاموں پر ،مگر جنھوں نے تیری اتباع کی وہ بغاوت کرنے والوں میں سے ہوں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بھی صراحت کے ساتھ واضع کر دیا کہ جو لوگ خالص اللہ کے غلام ہوں گے۔ جو غلام ہوتا ہے اس کی اپنی مرضی، اس کی چاہت اس کی تمام خواہشات اپنے مالک کی مرضی میں ضم ہو جاتی ہیں۔ وہ ہر وہ سب کچھ کرتا ہے جو اس کے مالک نے اسے حکم دیا ہو اور خواہ اسے اس حکم پر عمل کرنے سے کسی بھی قسم کی تکلیف، مصیبت یا آزمائش سے گزرنا پڑے یا پھر کیسی ہی قربانی دینی پڑے۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ کی غلامی نہیں کرے گا یا پھر کچھ تو اللہ تعالیٰ کی مان لی باقی اور کسی کی ،خواہ وہ اپنی خواہش ہی کیوں نہ ہو تو ایسے انسان نے گویا کہ ابلیس کو موقع فراہم کر دیا۔ اور پھر ابلیس اس پر دسترس پا کر اللہ کے نزدیک اپنے ہی جیسا بنا دے گا۔

ابلیس کا عزم

ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ اَیۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ ؕ وَلَا تَجِدُ اَکۡثَرَهُمۡ شٰکِرِیۡنَ . الاعراف ۱۷

پھر میں آوں گا ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے اور تو نہیں پائے گا ان کی اکثریت کو ان میں سے جو تیرے احسان کی قدر کرتے کہ جو تو نے ان پر کیے۔ یعنی شکر کرنے والے۔

تُو نے ان کو آنکھیں، ناک کان، منہ، ہاتھ، پاوں سمیت جسم کے تمام اعضاء اور کھانے کو پینے کو رہنے کو، کیا کیا تو نے ان کو دیا۔ اور یہ تیرے

کتنے بڑے بڑے احسان ہیں۔ کہ اگر کوئی تصور کرے کہ آنکھیں نہ ہوں یا پھر ضائع ہو جائیں تو ان کے بغیر زندگی کیسی ہوگی؟ تو ایسا سوچ کر بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور اس کے نزدیک پھر اُس ذات کی کیا اہمیت ہوگی جس نے اس کو یہ عطا کیں۔ یقیناً اپنی جان سے بھی آگے اس کے لیے وہ ذات ہوگی۔ اس کی خاطر وہ کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرے گا یہ تو صرف آنکھوں کے بدلے میں ہے۔

لیکن تو نے تولا تعداد ایسے یا اس سے بھی بڑھ کر ان پر اپنے احسانات کیے لیکن بجائے اس کے کہ وہ تیری ان نعمتوں کے بدلے وہ کرتے جس مقصد کے لیے تُو نے ان کو یہ سب عطا کیا بلکہ جب بھی ان کے سامنے کوئی کام ہوگا تو میں اس میں ان کو تیری بغاوت پر آمادہ کروں گا۔ کہ جو پاؤں تو نے ان کو عطا کیے وہ انہیں سے چل کر اس طرف جائیں گے جدھر جانے سے تو نے منع کیا ہوگا اسی طرح ہاتھوں کا استعمال بھی ویسا کریں گے جس سے تو نے منع کیا ہوگا۔ دیکھیں گے وہی جس سے منع کیا تُو نے، سنیں گے تیری مرضی کے خلاف اسی طرح کھائیں گے وہ جس سے تُو نے منع کیا، اسی طرح ان کا پینا، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، دوستیاں، دشمنیاں ہوں گی۔ اور میں ان کے زندگی کے ہر معاملے میں ان کے سامنے ہوں گا ہر لحاظ سے ہر طرف سے ان پر حملہ آور ہوں گا سوئے اوپر سے یعنی جس طرف سے تُو راہنمائی کرتا ہے۔ اور تو ان کی اکثریت کو ایسا کرنے والوں میں پائے گا۔ جو تیرے کسی احسان کی قدر تو دور کی بات الٹا تیرے ساتھ دشمنی کریں گے۔ تیرے ساتھ بغاوت کریں گے۔

تو نے جتنی بھی نعمتیں انہیں دیں۔ ان کے جسم کے تمام اعضاء، رہنے کو زمین، حلال طیب خورا، زمین کے گرد سات طہیں بنا کر اسے آسمانی آفتوں سے محفوظ بنا دیا۔ یقیناً تو نے یہ سب کسی نہ کسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے عطا کیا لیکن یہ ہر نعمت کو اس مقصد کے لیے استعمال کرنے کی بجائے ایسے استعمال کریں گے جس میں تیری بغاوت ہوگی۔ تو ان کی اکثریت کو ایسا ہی پائے گا۔

اللہ کا ابلیس کو جواب

قَالَ فَالْحَقُّ ز وَالْحَقَّ اَقُوْلُ. ص ۸۴

اللہ تعالیٰ نے کہا پس حق ہے وہ، اور حق ہے جو میں کہتا ہوں۔

یعنی تو جو کہہ رہا ہے ایسا ہی ہوگا لیکن وہ بھی حق ہے جو میں کہتا ہوں۔ وہ اللہ نے آگے بیان کر دیا ابلیس اور اس کے تمام پیروکاروں کا انجام۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ط لَمَنْ تَبِعَکَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْکُمْ اَجْمَعِیْنَ .

الحجر ۱۸

کہانکل جااس سے مذمت کیا ہوا خوار کیا ہوا، اس کو جو تیری اتباع کرے گا ان میں سے، بھردوں گا جہنم کو تم سب کے سب سے ص۔

لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكَ وَمِمَّنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ . ص ۸۵

میں ضرور بھردوں گا جہنم کو تجھ سے اوران سے جنہوں نے تیری اتباع کی ان میں سے سب کے سب کو۔

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ حق ہے یعنی تو جیسا کہہ رہا ہے ویسا ہی ہوگا لیکن حق صرف اتنا نہیں یہ بھی حق ہے جو میں کہتا ہوا اور وہ یہ کہ اب تو اس سے نکل جا یعنی اس جنت سے جس میں جن آسائشوں اور عزت واکرام سے رہ رہا تھا اب کے بعد یہ تیرے لیے نہیں اب تیرے لیے خوار ہونا ہے ان کو بہکانے کے لیے دردر کی ٹھوکریں کھا اور ان میں سے جو میرے خالص غلام ہونگے وہ تیری مذمت کریں گے یعنی تجھ پر لعنت بھیجیں گے تجھے دھتکار دیں گے۔ ان کے علاوہ تجھ کو اور جو تیری اتباع کرے گا یعنی تیرے نقش قدم پر چلے گا سب کے لیے جہنم کی آگ تیار کیا ہوئی ہے اور سب کو اس میں ڈالوں گا سب کے سب کو

قَالَ فَاهۡبِطۡ مِنۡهَا فَمَا يَكُوۡنُ لَكَ اَنۡ تَتَكَبَّرَ فِيۡهَا فَاخۡرُجۡ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيۡنَ . الاعراف ۱۳

کہا پس اتر جا اس سے پس نہیں ہو جائے تیرے لیے کہ اس میں تکبر کرے پس نکل جا اس میں کچھ شک نہیں کہ تو ہے صاغرین میں سے یعنی چھوٹوں میں سے

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اتر جا اس سے یعنی جس میں وہ رہائش پذیر تھا کہ تو اس میں رہ کر وہ کرے جس کے کرنے والوں کا یہ ٹھکانہ ہی نہیں اور تو کیا کرتا ہے کہ تو یہ کہتا کہ تو بڑا ہے بڑا ہونے کے دعوے کر رہا ہے پس نکل جا کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں تو تو ان میں سے ہے جو اس کائنات میں ہماری مخلوقات میں ہر لحاظ سے سب سے چھوٹے ہیں اور جو ان کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے اب تجھ سے بھی یہی ہوگا۔ یعنی مثال کے طور پر مچھر، سانپ، چوہے، یا گندگی کے کیڑوں یا ان سے بھی کم تر کو لے لیجیے ابلیس کو اب ان میں شمار کر دیا گیا اور یقیناً جو اس کی اتباع کریں گے ان کا بھی وہی مقام ہوگا۔ دنیا واخرت میں۔

دنیا میں مومنوں کے نزدیک ایسے لوگ شیطان ہوں گے ان کی وہی زرا اور وہی مقام ہوگا جو اللہ نے ابلیس کا مقرر کیا۔

آدم کو جنت میں بسانے کا واقعہ اور عہد لیا جانا

آدمؑ سے اللہ نے جب وعدہ لیا وہ وقت جب سجدے کے مراحل کے بعد آدمؑ اور اس کی بیوی کو باغ میں بسایا اور جو کہا۔

وَلَقَدۡ عَهِدۡنَاۤ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِىَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا . طه ۱۱۵

اور تحقیق عہد لیا ہم نے آدم سے اس سے قبل پس بھلا دیا اور نہ پایا ہم نے اس کو پختہ عزم۔

یہ کون سا عہد تھا اس کی وضاحت اب آگے آنے جا رہی ہے۔ جب اللہ نے باغ میں بسایا اور جو ہدایات دیں، کس کے قریب جانا اور کس کے نہ جانا۔

وَقُلْنَا يَآدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ص وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ . البقرة ۳۵

ائے آدم رہائش اختیار کرو تم اور تمہاری بیوی اس باغ میں پس کھاؤ اس میں سے جو شئے تم چاہو اور نہ قریب بھی جانا اُدھر ایک درخت کے پس ہو جاوگے ظالمین میں سے۔

اس آیت میں لفظ **هٰذِهِ** بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ ایک ایسی چیز جو آپ سے دور ہو اور آپ کو دکھائی نہ دے یا آپ پر ظاہر نہ ہو، تو جس طرف موجود ہو اس طرف اشارہ کر کے بتانا کہ وہ اس طرف ہے۔ **هٰذِ** دور اور ''ہ'' سے مراد وہ شجر یعنی درخت کی طرف اشارہ۔

اگر لفظ **هٰذَ** استعمال ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ جس کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے وہ شے سامنے، بلکل قریب یا بلکل واضع ہے۔

سب سے پہلے یہ کہ آدم اور ان کی بیوی حواؑ کو جس جنت یعنی باغ میں اللہ تعالیٰ نے بسایا وہ رقبے کے لحاظ سے کافی وسیع تھا۔ اور دوسری بات یہ کہ وہ اسی زمین پر موجود تھا جہاں آج ہم موجود ہیں اس کی وضاحت آگے آجائے گی، انشاءاللہ۔ جس درخت کے قریب بھی جانے سے منع کیا اس درخت کی ذات کے حوالے سے کوئی علم نہ دیا، صرف اور صرف منع کر دیا اور منع ایسے کیا کہ جہاں وہ موجود تھا اس جگہ کا بتا دیا کہ وہ فلاں طرف موجود ہے اس لیے جس جگہ وہ درخت موجود تھا وہاں جانے سے ہی منع کر دیا لیکن اس درخت کے اوصاف واضع کر دیئے۔

اب جس جگہ وہ درخت موجود تھا وہاں اور بھی کئی درخت تھے اس لیے اگر آدمؑ وہاں چلے بھی جاتے تو پھر ایک نیا امتحان پیش آجانا تھا کہ یہاں تو ایک سے زائد مختلف درخت موجود ہیں اب ان میں وہ اصل درخت کونسا ہے۔

اللہ نے عدن میں جو کہ موجودہ عراق کی سرزمین پر واقع ایک خطہ تھا جس میں یہ باغ اگایا ہوا تھا اس میں آدمؑ اور ان کی بیوی کو بسایا۔

اور یہ بھی بتا دیا کہ اس میں ایک درخت ہے اس کی قریب بھی مت جانا ورنہ ظالمین میں سے ہو جاوگے۔ ظالمین ظالم کی جمع ہے اور ظالم ظلم سے ہے جس کے معنی ہیں کمی۔ اسی طرح ظالم کا معنی ہے کمی کرنے والا اور ظالمین جمع کا صیغہ ہے جس کے معنی کمی کرنے والے۔

وہ کمی کونسی تھی جو آدم و حواؑ کر لیتے اس کی وضاحت اللہ نے ان آیات میں کر دی

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى. طه ۱۱۸

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس میں بھوک نہیں ہوگی اور نہ ہی مستقل اس حالت میں رہو گے جس حالت میں اب ہو یعنی ننگے لباس کے بغیر

وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى . طه ۱۱۹

اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس میں تجھے پیاس نہیں ہوگی اور نہ دھوپ یعنی سورج کی روشنی۔

بھوک اور پیاس کا کوئی تصور ہی نہیں تھا، اور نہ ہی دھوپ۔ دھوپ کا انسان کے جسم سے بہت گہرا تعلق ہے اسی کی وجہ سے انسان کے جسم کے خلیے تقسیم ہوتے ہیں یعنی جسم نشونما پاتا ہے جسم میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو انسان کے جسم میں کوئی بھی تبدیلی رونما نہ ہو یعنی وقت اثر انداز نہیں ہوگا۔ اسی طرح بھوک اور پیاس کا بھی کوئی تصور نہیں تھا۔ یعنی بھوک اور پیاس سے کی وجہ سے جسم پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں جسم ان سے پاک تھا۔

یعنی اس باغ کے اوصاف یہ تھے کہ اس میں بھوک، پیاس اور سورج کی دھوپ سے جسم پر مرتب ہونے والے اثرات کا کوئی تصور نہیں ہوگا، اور نہ ہی ہمیشہ ننگے رہیں گے یعنی جب انہیں خلق کیا گیا تو انہیں جنسی شعور نہیں تھا جیسے بچہ نا بالغ ہوتا ہے بلکل اسی طرح تھے لیکن اللہ نے واضع کر دیا کہ مستقل ایسا نہیں رہے گا بلکہ بعد میں جنسی شعور بھی آ جائے گا لیکن فطرت کے مطابق جیسے بچہ فطرت کیمطابق بالغ ہو جاتا ہے۔

اور مزید یہ کہ اس باغ میں کسی قسم کی کوئی مشقت نہیں تھی یعنی جب بھوک و پیاس کا تصور نہیں تھا جسم پر وقت اثر انداز نہیں ہوتا تھا تو پھر مشقت کا تصور بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی کہ کھانے پینے کی صورت میں پاخانہ، پیشاب سمیت باقی تمام حاجات بھی لاحق نہیں تھیں۔ جیسے آج اگر انسان کچھ دن نہ نہائے تو بدبو آنا شروع ہو جاتی ہے۔ جسم کو تندرست رکھنے کے لیے جو مشقت کی جاتی ہے طرح طرح کی۔ اس کے علاوہ کھانے، پینے کے حوالے سے بھی۔ صرف موج تھی اللہ نے سب کچھ مہیا کیا ہوا تھا۔

فَقُلْنَا يٰآدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۔ طه ۱۱۷

پس کہا ہم نے اے آدم اس میں کچھ شک نہیں یہ دشمن ہے تمہارے لیے اور تمہاری بیوی کے لیے، پس نہ نکلوا دے تمہیں اس باغ سے ورنہ تم مشقت میں پڑھ جاو گے۔

یہ وہ عہد تھا جو اللہ نے آدم سے لیا۔

جنت یعنی اس باغ کے اوصاف بتا کر اللہ نے آدم علیہ السلام کو اس کی تخلیق کے وقت پیش آنے والے سارے واقعہ سے آگاہ کر دیا۔ کہ ابلیس کے علاوہ تمام مخلوقات نے خود کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے اس لیے ابلیس سے بچنا۔ یہ نہیں چاہتا کہ تم اس حالت میں رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں یہ اس حالت سے نکلوا دے۔ یعنی تم نے ظلم کر لیا تو پھر تمہیں یہ سب حاصل نہیں رہے گا نہ ہی تمہیں اس باغ میں رہنے دیا جائے گا اور نہ ہی تمہاری جسمانی حالت ایسی رہے گی۔ پھر تم مشقت میں ڈال دیئے جاو گے۔

آدمؑ کو جب اللہ نے خلق کر کے اس باغ میں بسایا تھا تو ان کا قد ۱۸۰ فٹ تھا اور تقریباً ۲۱ فٹ چوڑے تھے، بھوک پیاس جسم پر کوئی اثر مرتب نہیں کرتی تھی نہ ہی وقت اثر انداز ہوتا تھا، پاخانہ، پیشاب، بدبو وغیرہ نہیں تھی، جنسی شعور نہیں تھا بلکل ایک جنتی والا جسم تھا، اور اللہ نے واضع کر دیا تھا کہ اگر ابلیس نے تمہیں بہکا دیا تو تم اس حالت میں نہیں رہو گے ظالمین یعنی کمی کرنے والوں میں سے ہو جاو گے اور اللہ کمی کرنے والوں سے حب نہیں کرتا۔

ابلیس کا بہکا دینا

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْتَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ . الاعراف ۲۰

پس وسوسہ کیا شیطان نے ان کو، ان سے ان کی شرم گاہوں میں سے جس کا انہیں شعور نہیں تھا ظاہر کرنے کے لیے،
اور کہا نہیں منع کیا تمہیں تمہارے رب نے اُس درخت سے مگر کہ ہو جاو ملائکہ میں سے یا ہو جاو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والوں میں سے۔

وَسْوَسَ ۔دل اور دماغ میں پیدا ہونے والی کوئی بھی خیال اور سوچ جو انسان کو برائی کی طرف مائل کرنے یا اکسانے والی ہو۔

يُبْدِي. ایک شئے موجود ہو لیکن چھپا دی گئی ہو اس کا ظاہر ہو جانا۔اسی لفظ کے مادے سے لفظ **بدا** بنا ہے

وٗرِيَ. شعور سے چھپا دیا گیا۔یعنی جس کا انسان کو شعور نہ ہو۔مثال کے طور پر جب بچہ نابالغ ہوتا ہے تو اسے جنسیت کا کوئی شعور نہیں ہوتا یا پھر چوٹ لگنے کے بعد درد کا جو احساس ہوتا ہے وہ درد کا احساس چوٹ لگنے سے پہلے جس صورت میں موجود ہو یعنی انسان کے دماغ میں اس کا شعور نہیں ہوتا۔اسی طرح کی کسی بھی مثال سے سمجھ لیجیے۔

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى.

طه ۱۲۰

پس وسوسہ کیا اس کی طرف شیطان نے کہا اے آدم کیا میں تمہاری راہنمائی کروں ہمیشگی کے درخت پر اور لازوال بادشاہت

دُلُّ ۔جس شئے کی ضرورت ہو لیکن تلاش کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہو تو ایسی شئے کی طرف راہنمائی کرنا، دُلُّ کہلاتا ہے

مثال کے طور پر قرآن ہی سے راہنمائی لے لیجیے۔قرآن میں اس آیت سمیت مجموعی طور پر چار مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ استعمال کیا ہے۔سورۃ طٰہٰ آیت ۲۰ اور ۴۰،سورۃ القصص آیت ۱۲،سورۃ الصّف آیت ۱۰

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ. الاعراف ۲۱

اور قسم کھائی ان سے اس میں کچھ شک نہیں میں تمہارے لیے خیر خواہوں میں سے ہوں۔

النّٰصِحِيْنَ۔ ناصح کی جمع ہے اور اس کا مادہ نصح ہے جس کے معنی کسی کو ایسی بات بتانا کہ جس میں اس کے لیے بھلائی پوشیدہ ہو اور ایسا کرنے والے کو ناصح کہا جاتا ہے اور ناصحین جمع کا صیغہ ہے

سورۃ الاعراف کی آیت ۲۰ میں اللہ تعالیٰ قرآن میں کہہ رہے ہیں کہ پس وسوسہ کیا دونوں کو اس لیے کہ جس چیز کا انہیں شعور نہیں ان کی شرمگاہوں کے حوالے سے وہ ان میں ظاہر ہو جائے یعنی جیسے بچہ جب نابالغ ہوتا ہے تو اسے جنسیت کا شعور نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ

اور حواءؑ کی تخلیق بھی اسی طرح کی تھی کہ اس وقت ان کو جنسی شعور نہیں اور اس درخت میں یہ چیز موجود تھی کہ اگر وہ اس کو کھاتے تو ان میں بلوغت آجاتی۔ابلیس نے اس وجہ سے وسوسہ کیا لیکن آیات میں لفظ ابلیس کی بجائے شیطان استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ بذات خود سامنے نہ آیا بلکہ اس نے اپنا کوئی بھی آلہٰ استعمال کیا اور وہ کیا تھا اس کی بھی قرآن نے وضاحت کر دی کہ وہ وسوسہ تھا یعنی دل اور دماغ میں ایسا خیال پیدا ہوا۔اور اس کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس نے ایک بار نہیں بلکہ کئی بار وسوسے کیے۔اور دوسری بات یہ کہ حقیقت کے برعکس ابلیس نے ان کو درخت کے بارے میں کچھ اور بتایا کہ تم ہو جاوٴ گے ملائکہ میں سے یا ہو جاوٴ گے ہمیشہ ہمیشہ رہنے والوں میں سے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کی مزید راہنمائی کر دی کہ ایسے کسی کی بھی بات نہیں ماننی چاہیے جو ”یا“ کا استعمال کرنے والا ہو یعنی ایسا جو کوئی بھی ہو جس کو خود واضع علم نہیں کہ دونوں میں سے کون سی بات ٹھیک ہے وہ کسی دوسرے کی کیا راہنمائی کرے گا ایسے شخص کا علم میں راسخ نہ ہونا یا پھر جھوٹا ہونے کی یہ واضع دلیل ہے اور ایسے لوگوں سے خود کو ایسے بچانا چاہیے جیسے ابلیس سے۔

اب سورۃ طٰہٰ کی آیت ۱۲۰ میں اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ پس وسوسہ کیا اس کی طرف **اِلَيۡهِ** کس کی طرف؟

اور پھر اس کی بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں وضاحت کر دی **الشَّيۡطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ** شیطان نے کہا اے آدم۔سورۃ الاعراف کی آیت میں یہ ذکر کیا کہ دونوں کو وسوسہ کیا لیکن یہاں پر صرف آدمؑ کا ذکر ہے اور ساتھ شیطان یہ بھی کہہ رہا ہے کہ کیا میں تمہاری راہنمائی کروں اُس درخت پر جس کی تم تلاش میں ہو یعنی ہمیشگی اور ایسی بادشاہی کا درخت جسے کبھی زوال نہ آئے گا۔لیکن سورۃ الاعراف کی آیت میں دونوں کو وسوسہ کرنے کے پیچھے ابلیس کے صرف عزائم کا ذکر ہے۔اس کی کی وضاحت سورۃ الاعراف کی آیت ۲۱ میں آجاتی ہے اس میں لفظ **ناصحين** جمع کا صیغہ ہے جو واضع کر رہا ہے کہ ابلیس بار بار وسوسہ کرتا رہا نہ کہ ایک دو بار کرنے سے کام ہوا، یعنی یہ کہ آدمؑ اور حواءؑ کے دل اور دماغ میں بار بار خیالات و سوالات پیدا ہوتے رہے اس درخت کے بارے میں جس سے منع کیا گیا اور وہ سارے کے سارے خیالات اور سوچیں ابلیس ہی کی طرف سے تھیں، اٹھتے بیٹھتے یا پھر کسی نہ کسی وقت کوئی نہ کوئی سوچ ذہن میں ابھر آتی کوئی سوال پیدا ہو جاتا اور بلآخر آدمؑ پر اس کا بس چل گیا اور اس سے آگے کا معاملہ سورۃ طٰہٰ کی آیت ۱۲۰ کے اس مقام **هَلۡ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ** پر لفظ **اَدُلُّكَ** بلکل واضع کر دیتا ہے۔ شیطان کہتا ہے کہ اے آدم کیا میں تمہاری راہنمائی کروں اس درخت پر جس کی تم تلاش میں ہو۔مطلب یہ کہ کئی وسوسوں کے بعد جب آدمؑ اس کے وسوسے کا شکار ہوئے تو آدمؑ اُس طرف چل پڑے جس طرف وہ درخت موجود تھا اور جس طرف اللہ تعالیٰ نے جانے سے منع کیا ہوا تھا لیکن جب وہاں پہنچے تو وہاں صرف ایک وہی درخت موجود نہ تھا بلکہ مختلف اقسام کے اور بھی درخت موجود تھے اور آدمؑ کے لیے ایک مزید نیا امتحان سامنے آگیا کہ ان بہت سارے درختوں میں سے اُس درخت کی پہچان کیسے کی جائے۔اور یہ امتحان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ بھی ہو سکتا تھا کہ اب بھی واپس چلے جائیں۔کہ جس مقصد کے لیے اتنا سفر اور تگ و دو کر کہ آئے اس کے بعد ایک اور مشکل آن پڑی۔بلکل ایسے ہی جیسے کوئی انسان جب نیا نیا کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ برائی کے دروازے پر پہنچتا ہے تو اس کے اور برائی کے درمیان کوئی نہ کوئی رکاوٹ حائل ہو جاتی ہے اور یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے انسان کے لیے ایک نایاب موقع ہوتا ہے ورنہ بعد میں سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں بچتا۔ یہ معاملہ آدمؑ کے ساتھ پیش آیا لیکن اس وقت ہوسکتا تھا کہ آدمؑ بغیر درخت کھائے واپس آجاتے لیکن عین اس وقت شیطان نے جو وسوسہ کیا اس نے آدمؑ کے لیے واپسی کا دروازہ بند کردیا۔

قَالَ یٰٓاٰدَمُ ھَلۡ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَۃِ الۡخُلۡدِ وَ مُلۡکٍ لَّا یَبۡلٰی،

اس نے کہا، کیا میں تمہاری راہنمائی کروں اس درخت پر جس کی تلاش میں تم آئے ہو ہمیشگی اور ایسی بادشاہت حاصل کرنے کا درخت جس کو کبھی زوال نہ آئے گا۔ اب جب تورات کو پڑھیں تو اس میں یہودیوں نے جو تبدیلی کردی وہ یہ کہ سب سے پہلی بات کہ ابلیس بذات خود سانپ کی شکل میں آیا اور حواؑ کو اس درخت کا پھل کھانے کے لیے قائل کرلیا جس کے نتیجے میں پہلے حواؑ نے خود کھایا اور پھر آدمؑ کو بھی کھلا دیا۔ جس کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صراحت کے ساتھ حقیقت بیان کردی۔ اور یہودیوں نے ایسا کیوں کیا اس کے بہت سارے عوامل تھے یہاں سب کی وضاحت موضوع کو تبدیل کردے گی لیکن ایک آدھ پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور وہ یہ کہ یہودیوں نے عورتوں کا وہ مقام بدل دیا جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اسلام میں عطا کیا اور دوسرا یہودی یہ سمجھتے تھے کہ اس سے مرد کی اہمیت وحثیت میں کمی ہو جائے گی اور پھر اپنی عورتوں کو رعب تلے دبانے کی خاطر بھی یہودیوں میں یہ عام تھا کہ وہ اپنی عورتوں کو ہمیشہ یہ طعنہ دیتے تھے کہ عورت کی ہی وجہ سے آج ہمیں اس دنیا کی ذلت ورسوائی نے آگھیرا جس کے نتیجے میں عورتوں کے حقوق کو صلب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں وہ تمام واقعات یا پھر واقعات کے وہ مقامات بیان کردیے جن کی پچھلی کتابوں میں تبدیلی یا تحریف کی گئی۔ لیکن باوجود اس کے ہم اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہم نے بھی وہی کیا جو یہودیوں نے کیا اور پھر نہ آو دیکھا نہ تاو جن اسرائیلیات کو روایت کرنا چاہیے تھا ان کو چھوڑ دیا اس لیے کہ ان کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں اور جن سے امت کو آگاہ کرنا تھا کہ دیکھو یہ ہیں وہ تبدیلیاں جو یہود ونصاریٰ نے کیں جس کی وجہ سے اللہ کے غضب کا شکار ہوئے۔ ہم نے الٹا ان کو روایت کرنا اور امت محمد ﷺ میں عام کردیا۔ جس سے دین کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔ جس کی وجہ سے آج کسی سے بھی سوال کیا جائے کہ اس ارض پر بھیجے جانے یعنی اس دنیاوی زندگی کا مقصد کیا ہے تو صحیح جواب کی امید رکھنا بیوقوفی ہوگی۔

یہ ہے کہ قرآن نے واضح کردیا کہ وہ آدمؑ تھے جو شیطان کے نرغے میں آگئے نہ کہ حواؑ نے اس ظلم کا پہلے ارتکاب کیا۔

اب مزید ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ ابلیس کو اس درخت اور اس کے اوصاف کا کیسے علم تھا تو اس کا جواب پیچھے قرآن دے چکا ہوا ہے۔ کہ ابلیس نے کہا تھا رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِیۡ اور دوسرا وہ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ یعنی ایسا دشمن کہ جس پر سب کچھ کھول کر واضع کردیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے درخت سمیت وہ تمام علم عطا کردیا جس کی بنیاد پر آدمؑ اور بنی آدم کو صراط مستقیم سے ہٹانے کے لیے اپنے حربے استعمال کرسکے۔ اور اس علم کے ابلیس کو دیے جانے کی بنیاد بنا تھا سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۷۹ میں لفظ رب۔

درخت سے کھانے کا انجام

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ز وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى. طه ۱۲۱

پس کھایا اس سے پس ظاہر ہو گیا جو چھپایا گیا ہوا تھا ان کے لیے ان کی شرم گاہیں اور رکھنے لگے جوڑ جوڑ کر اس کے اوپر باغ کے پتوں میں سے اور نافرمانی کی آدم نے اپنے رب کی پس بغاوت کی

بَدَت۔ایک چیز جو نا پید ہوا اور اس کا ظاہر ہو جانا **غَوٰى**۔ علم دے دیے جانے کے باوجود نہ صرف حکم نہ ماننا بلکہ الٹا اس کے برعکس کرنا۔ جسے عام فہم میں بغاوت کہا جاتا ہے۔

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ج فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ط وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ . الاعراف ۲۲

پس راہنمائی کی ان دونوں کی دھوکے کے ساتھ، پس جب کھانے کے بعد اثر ہوا درخت کا ان کی شرم گاہوں سے جو نا پید تھا ظاہر ہو گیا ان کے لیے اور رکھنے لگے جوڑ جوڑ کر ان کے اوپر باغ کے پتوں میں سے اور آواز دی انہیں ان کے رب نے، کیا نہیں منع کیا تھا تمہیں، تم دونوں کو اس درخت سے اور کیا کہا تھا تمہارے لیے کہ اس میں کچھ شک نہیں شیطان تمہارا ایسا دشمن ہے جو کسی بھی صورت میں کسی بھی طرف سے کسی بھی لحاظ سے تم پر حملہ آور ہو سکتا ہے

ذَاقَا۔چیز کے کھانے کے بعد اس کا اثر انداز ہونا

اردو میں اس کا ترجمہ ذائقہ کیا جاتا ہے جس کے معنی ہیں چکھنا، جو نا مکمل اور بلکل غلط ترجمہ ہے

مُّبِيْن۔بین سے ہے جس کے معنی ہیں کھلا ہوا ہر لحاظ سے واضع۔یعنی کوئی شئے آپ کے سامنے ہو اور آپ پر ایسے واضع ہو کہیں سے بھی رائی بھر بھی پوشیدہ نہ ہو۔مبین کہتے ہیں جس کے لیے ایسے واضع ہو۔ **عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ** یعنی ایسا دشمن کہ جس پر مخالف کا انگ انگ واضع ہو اور پھر وہ کسی بھی صورت میں کسی بھی لحاظ سے کسی بھی طرف سے حملہ آور ہونے پر قدرت رکھتا ہوگا۔

پس کھا لیا یعنی یہ نہیں ہے کہ جب کھانے لگے تو صرف چکھا اور چھوڑ دیا یا پھر پیٹ بھر کر نہیں کھایا اس لیے کہ اللہ کا خوف پیدا ہو گیا ہو، جتنا کھا

سکتے تھے خوب جی بھر کر کھایا خواہ ایک بار کھایا یا پھر بار بار کھایا، ایک دن یا کئی دن کھاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس نے دھوکے کے ساتھ ان کی راہنمائی کی۔ کہ ان کو دھوکہ دیا جو اس درخت کے اوصاف بیان کیے اس درخت کی وہ اصلیت نہیں تھی اور اگر آدمؑ اور حواؑ کو ذرا بھر بھی بھنک لگ جاتی اس درخت کی اصلیت کی تو وہ کبھی بھی نہ کھاتے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اس جنت یعنی باغ میں بساتے وقت آگاہ کر دیا تھا تو پھر بھنک لگنے والی بات تو بے بنیاد ہو جاتی ہے تو اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صراحت کے ساتھ دے دیا سورۃ طٰہٰ کی اس آیت میں

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا. طه ۱۱۵

کہ وہ بھول گئے تھے۔ تو جب اس درخت کے پھل نے اپنا اثر ظاہر کرنا شروع کیا تو سب سے پہلے جو ان کے اجسام میں تبدیلی واقع ہوئی وہ یہ تھی کہ جنسی شعور لاحق ہو گیا۔ جیسے بچہ بلوغت کو پہنچتا ہے بلکل اسی طرح بلوغت آ گئی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جب اس باغ میں بسایا تھا تو یہ واضع کر دیا تھا سورۃ طٰہٰ کی آیت اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى. یعنی تو ہمیشہ ننگی حالت میں نہیں رہے گا یعنی بغیر جنسی شعور کے۔ وقت گزرنے کے ساتھ فطرت کے مطابق تم حالت بلوغت میں داخل ہو گے۔ لیکن آدمؑ نے جو غلطی کی اس کی وجہ سے وقت سے پہلے ہی یہ حاجت لاحق ہو گئی۔

اب جب بلوغت آ گئی تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف آیت ۲۶ میں بلکل صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ. الاعراف ۲۶

اۓ آدم کی اولاد تحقیق کہ ہم نے اتارا تم پر ایک لباس جس سے چھپا دیا تمہاری شرم گاہوں کا شعور۔ اور زیب تن کرنے والا لباس، اور تقویٰ کا یعنی بچنے کا لباس وہ خیر ہے، وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تا کہ ان کو یاد دہانی ہو۔

اس آیت میں اللہ نے تین لباسوں کا ذکر کیا۔ پہلا لباس وہ اتارا جس نے انسان کے شعور سے اس کی شرم گاہ کا شعور چھپا دیا۔ یعنی جب انسان پیدا ہوتا ہے تو نابالغ ہوتا ہے اسے جنسیت کا شعور نہیں ہوتا۔

دوسرا لباس۔ ریشا۔ جسے ہم کپڑا کہیں یا ہر وہ شۓ جو جسم پر پہننے سے ستر چھپ جاۓ۔ جیسے پتے، کھال، کپڑا وغیرہ۔

تیسرا لباس۔ تقویٰ کا لباس، اللہ سے بچنے کا لباس۔ جس کے لیے اللہ نے واضع کر دیا جیسے عورت مرد کا لباس اور مرد عورت کا لیکن وہ عورت اور وہ مرد جو آپس میں ایک دوسرے کے زوج ہوں۔ ان کے علاوہ کسی کے ساتھ جنسی تعلق قائم نہ کرنا۔ یعنی زنا سے بچنا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ واضع کر دیا کہ ہر انسان پر تقویٰ کا لباس نازل کیا یعنی ہر انسان کے شعور میں اس کی شرم گاہ کے حوالے سے یہ چیز رکھ دی کہ جیسے ہی اس کو اس کا شعور ہو گا تو وہ فوراً شرم محسوس کرے اور اپنی شرمگاہ کو ڈھانپ لے گا۔ یعنی یہ چیز ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے۔

اور پہلا يُوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری شرمگاہوں کا شعور نہیں دیا جنسیت کا شعور نہیں دیا۔ یہاں انسان کی نابالغی کی عمر کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ کہ بچہ جب نابالغ ہوتا اسے کوئی احساس نہیں ہوتا کہ وہ ننگا ہے یا کوئی اسے اس حالت میں دیکھ رہا ہے اس کے لیے اس کی یا کسی دوسرے کی بھی شرم گاہ کی حثیت جسم کے باقی اعضاً کی طرح ہوتی ہے۔ لیکن وہی بچہ جب بالغ ہوتا ہے تو اس کا معاملہ پہلے سے بلکل برعکس ہو جاتا ہے۔ یہ اسی آیت کا مصداق ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت میں رکھی ہوئی ہے۔

اسی طرح جب آدمؑ اور حوأ کو جنسیت کا شعور آ گیا تو انہوں نے بھی ایک دوسرے سے اپنی شرم گاہوں کو چھپانا شروع کر دیا اور اس کو مزید سمجھنے کے لیے یہ بھی کہ اگر کسی انسان میں ذرہ بھر بھی فطرت موجود ہو تو آئینے کے سامنے خود کو بھی اسے ننگی حالت میں دیکھتے ہوئے شرم محسوس ہو گی اور وہ اپنے جنسی اعضاء کو چھپانے کی فکر کرے گا۔ اسی طرح اب جب پھل کھالیا تو پھر پیچھے جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں واضع کر دیا تھا اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى. طه ۱۱۸

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس میں بھوک نہیں ہوگی اور نہ ہی مستقل اس حالت میں رہو گے جس حالت میں اب ہو یعنی ننگے لباس کے بغیر

وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى . طه ۱۱۹

اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس میں تجھے پیاس نہیں ہوگی اور نہ دھوپ یعنی سورج کی روشنی۔

کہ بھوک تمہارے اوپر اثر انداز نہیں ہوگی، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سوالیا انداز استعال کیا ہے اور ساتھ ہی نفی میں جواب بھی ہے کہ نہیں بھوک جسم پر اثر انداز ہوگی۔ اور نہ ہی پیاس اور نہ ہی دھوپ۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اجسام جس طرح خلق کیے تھے ان میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہونی تھی سوائے جنسی شعور وغیرہ کے اور اس کی کیفیت کیا ہونی تھی اس کا اندازہ بھی اس دنیاوی زندگی میں ناممکن ہے۔ پھر یہ کہ ان کو بڑھاپا نہیں آنا تھا جیسے خلق کیے گیے جسم ویسے ہی رہنے تھے، کھانے سے پاخانہ نہیں آتا تھا، پیشاب نہیں آتا تھا، بیماریاں نہیں تھیں، بدبو نہیں تھی، بری فکریں، بری سوچیں، پریشانیاں وغیرہ اسی طرح اور بہت سی حاجات جو آج انسان کو لاحق ہیں وہ نہیں تھیں۔ وہ اجسام تھے جو اللہ تعالیٰ نے جنت کے لیے خلق کیے تھے اور جو آخرت میں جنت والوں کے ہوں گے۔ انشاءاللہ۔

اس درخت کا پھل کھانے سے یہ تمام حاجات لاحق ہو گئیں جو پھل کھانے سے پہلے نہیں تھیں آج اگر کھانا نہ کھایا جائے تو جسم نڈھال اور پھر موت بھی واقع ہو سکتی ہے اسی طرح پیاس کا معاملہ ہے لیکن پھل کھانے سے پہلے ایسا ہرگز نہیں تھا۔

اب ابلیس نے بہکا دیا انہوں نے اس درخت کا پھل کھالیا جس کے نتیجے میں سب سے پہلے انہیں جنسی شعور لاحق ہوا اس کے بعد وہ تمام حاجات جو آج ہمیں لاحق ہیں۔ اور جنت ایسوں کے لیے نہیں ہے جنت ان تمام حاجات سے پاک ہے۔ یہ وہ ظلم تھا جو آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام نے اس درخت میں سے کھا کر کر لیا۔ اس کو سمجھنے کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ انسان اہل جنت اور موجودہ انسانی خلق میں

فرق دیکھیے۔آدمؑ کی تخلیق وہ تھی جو اہل جنت کی ہوگی اور پھل کھانے کے بعد وہ تمام حاجات لاحق ہوگئیں جو آج لاحق ہیں۔یعنی انہوں نے اس درخت کو کھا کر اپنی پاکیزہ تخلیق میں کمی کر لی۔اور اللہ کے حکم میں بھی کمی۔

آدمؑ وحواؑ کی سرزنش

وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ . الاعراف ۲۲

اور جب آواز دی انہیں ان کے رب نے کیا تمہیں منع نہیں کیا تھا اُس درخت سے اور کہا نہیں تھا تمہارے لیے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ شیطان تمہارا ایسا دشمن ہے جس پر تمہارا سب کچھ واضع ہے جو کسی بھی طرح ، کسی بھی صورت میں اور کسی بھی لحاظ سے تم پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔

اس آیت کی شروع میں لفظ رب بہت ہی اہمیت کا حامل ہے کہ آواز دی ان کے رب نے یعنی اس ذات نے جس نے ان کو خلق کیا اور خلق کسی نہ کسی مقصد کے لیے کیا پھر صرف اور صرف اسی کو علم ہے کہ جس مقصد کے لیے خلق کیا گیا وہ مقصد کیا ہے اور وہ مقصد کیسے پورا کیا جائے گا۔اس ذات نے آواز دی تو یہاں لفظ رب کے معنی استعمال ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے کہا۔

سوال۔کہ تم کو خلق کس نے کیا۔تو جواب دیا ، اۓ اللہ تو نے ،

س۔کس مقصد کے لیے خلق کیا ہے؟ ج۔اے اللہ تو خالق ہے تو صرف اور صرف تجھے ہی علم ہے کہ کس مقصد کے لیے خلق کیا۔

س۔تمہارا مالک کون ہے۔ج۔اۓ اللہ تو نے خلق کیا تو تو ہی مالک ہے۔

س۔تمہارا الٰہ یعنی غلامی کرنے کے لائق ذات کون ہے۔ج۔اۓ اللہ جب خالق تو ، خالق ہونے کے ناطے مالک تو ، اور مالک ہونے کے ناطے پھر صرف اور صرف تو ہی ایسی ذات ہے کہ جس کی غلامی کی جائے۔

س۔تو پھر اس درخت کا پھل کیوں کھایا؟ ج۔ **ا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا** اۓ ہمارے رب (یہاں رب کا لفظی مطلب ذہن میں ہونا چاہیے نہ کہ صرف لفظ رب) ہم نے خود ہی کمی کی اپنے نفوس میں۔

س۔کیا میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا کہ شیطان تمہارے لیے **عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ** ہے؟ ج۔ **ا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا** اۓ ہمارے رب کمی کی ہم نے خود اپنے نفوس میں۔

آدمؑ وحواؑ کا جواب

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ اَنۡفُسَنَا سکتة **وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡلَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ** . الاعراف ۲۳

رَبَّنَا، ہمارے رب۔ رب یعنی ایسی ذات جس نے خلق کیا اور کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا، پھر خلق کر کے اس کو تمام بنیادی ضروریات عطا کر کے پروان چڑھا کر اس مقام پر لانا جس مقام پر آ کر وہ مخلوق جس مقصد کے لیے خلق کی گئی وہ مقصد پورا کرنے کے قابل ہو جائے پھر اس کو اس کی اس لائن کی طرف رہنمائی کرنا جس لائن پر قائم ہو کر وہ مقصد پورا کر سکے جس کے لیے اسے خلق کر کے پروان چڑھا کر اس مقام تک لایا گیا۔ خالق ہونے کے ناطے وہی جانتا ہے کہ خرابی کو دور کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے وہی ذات جس نے خلق کیا خلق کرنے کے ناطے اپنی مخلوق کی مالک ہو گی اور مالک ہونے کے ناطے وہی الٰہ یعنی غلامی کے لائق ذات۔ کہ صرف اور صرف اسی ہی کی بات مانی جائے گی۔

ظَلَمۡنَا، ظلم کیا ہم نے۔ ظلم۔ ظلم کہتے ہیں کمی کرنا۔ یہ قرآن میں ۱۵۰ سے زائد مرتبہ استعمال ہوا ہے اگر ان آیات کو سامنے رکھیں تو بہت سے مقامات اس لفظ کا مطلب بلکل واضح کر دیں گے۔ میرے نزدیک ہر خاص و عام کے کے سہل ترین مقام ہے وہ سورۃ الکھف آیت ۳۳ میں **كِلۡتَا الۡجَنَّتَيۡنِ اٰتَتۡ اُكُلَهَا وَلَمۡ تَظۡلِمۡ مِّنۡهُ شَيۡـًٔا** ۔ دونوں باغات حتی الحد پیداوار لاتے اور اس میں کسی شئے کی کمی نہ کرتے۔ ہر لحاظ سے بھرپور پھل کسی شئے کی کوئی بھی کمی نہ کرتے۔

اَنۡفُسَنَا، ہمارے نفس. نفس۔ کہتے ہیں دماغ کو یا جسے مغز کہتے ہیں۔ لیکن اس سے مراد صرف دماغ نہیں لیا جائے گا جب اس کے لفظی معنی پر غور کیا جائے گا تو پتہ چلے گا کہ دماغ وہ واحد جسم کا حصہ ہے جو پورے جسم پر اختیار رکھتا ہے۔ اور باقی تمام کے تمام اعضاء گویا کہ پرزے ہیں اس لیے قرآن میں جہاں لفظ نفس آئے گا تو وہاں موقع کی مناسبت کے لحاظ سے اس سے مراد پورا جسم آ جائے گا۔

تَغۡفِرۡلَنَا، غفر۔ غفر کہتے ہیں ایک چیز جو خالص ہو اور اس میں کسی بھی قسم کی ملاوٹ کر دی جائے تو اس ملاوٹ کو مکمل طور پر علیحدہ کر کے چیز کو دوبارہ خالص کر دینا

تَرۡحَمۡنَا، رحم۔ رحم ماں کے پیٹ میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بچہ نشونما پاتا ہے اور تقریباً نو ماہ تک کا وقت گزارتا ہے۔ رحم کا کام ہوتا ہے ہر لحاظ سے بچے کی حفاظت کرنا۔ تمام طرح کی ذہنی و جسمانی تکالیف سے۔ اسی سے رحمٰن اور رحیم بھی ہے۔ یعنی تمام طرح کی ذہنی و جسمانی تکالیف سے حفاظت کرنے والا۔ مثال کے طور پر اگر سانس لینے کے لیے آکسیجن نہ ہو تو اس کے نتیجے میں جس تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آکسیجن عطا کر کے اس کے ذریعے سے اس تکلیف سے حفاظت کی۔ اسی طرح ہاتھ نہ ہونے، آنکھیں، ناک، کان یا جسم کا کوئی بھی اعضاء نہ ہونے سے جو تکلیف اٹھانی پڑتی اللہ تعالیٰ نے رحم کیا یعنی حفاظت کی ان تکالیف سے یہ سب عطا کر کے اسی طرح

کھانے، پینے، پہننے اور رہنے وغیرہ ہی کی مثال لے لیجیے۔ یا پھر انسان کو کسی تکلیف کا سامنہ ہو تو اس سے کسی بھی طریقے محفوظ کر دینا رحم کہلاتا ہے۔

الْخٰسِرِیْنَ۔ جمع کا صیغہ ہے جس کا واحد خاسر ہے۔ یعنی خسارہ کرنے والا۔ خسارہ کہتے ہیں ایسی کمی کو جس کے نتیجے میں کسی بھی قسم کی تکلیف، نقصان یا تباہی برپا ہو۔

جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا تو آدمؑ اور حواؑ نے جواب دیا اے ہمارے رب یعنی اے وہ ذات جس نے ہمیں خلق کیا اور کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا پھر ہمیں تمام ضروریات عطا کیں۔ یقیناً اسی لیے عطا کیں کہ جس مقصد کے لیے تو نے ہمیں خلق کیا پروان چڑھا کر اس مقام تک لے جائے جس مقام پر پہنچ کر ہم اس مقصد کو پورا کر سکیں جس کے لیے تو نے خلق کیا۔ لیکن ہم نے اس مقام تک پہنچنے سے پہلے ہی خود اپنے آپ میں ظلم کر لیا۔ خلق کرنے کے ناطے تو ہی مالک ہے اور مالک ہونے کے ناطے تو ہی الہٰ ہے یعنی ایسی ذات جس کی غلامی کی جائے۔ تُو نے خلق کیا تو تُو ہی جانتا ہے کہ ہمارے لیے کیا فائدہ مند ہے اور کیا نقصان دہ۔ ہم نے تیری نافرمانی کر کے خود اپنے آپ میں کمی کر لی۔ یعنی جس پاکیزگی میں تو نے ہمیں خلق کیا تھا ہم نے اس پاکیزگی میں کمی کر لی، پہلے یہ تمام حاجات لاحق نہیں تھیں جواب لاحق ہو گئیں۔ ہم توبہ کرتے ہیں یعنی پہلے ہم نے اپنا رخ تیری طرف سے موڑ کر شیطان کی طرف کر لیا تھا لیکن اب ہم اپنے کیے پر نادم ہیں اس لیے اب ہم اپنا رخ تیری طرف کرتے ہیں ہمارے لیے غفر کر دے یعنی ہم نے جو اپنی پاکیزگی میں کمی کی اور یہ جو تمام حاجات لاحق ہو گئی ان کو ہم سے دور کر کے ہمیں پہلے جیسا کر دے۔ اور تُو نے اگر ہم پر رحم نہ کیا یعنی اس درخت کا پھل کھانے کے نتیجے میں جو حاجات ہمیں لاحق ہوئیں تو ان کی وجہ سے ہمیں جو تکالیف اٹھانی پڑیں گی اگر تو نے ہماری ان سے حفاظت نہ کی تو ہم خسارے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ یعنی پھر ہمیں بیماریاں بھی لگیں گے، تکالیف بھی اٹھانی پڑیں گی۔ اور جو حاجات لاحق ہو چکی ہیں یہ بھی تو کسی بہت بڑے عذاب سے کم نہیں۔

اور جب اللہ نے ان سے پوچھا کہ کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا اور اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ ابلیس تمہارا دشمن ہے تو جواب میں دونوں نے اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ ہم نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا یعنی کوئی بھی بات کا بتنگڑ نہیں بنایا اور ساتھ ہی توبہ کی یعنی اللہ کی طرف رجوع کیا کہ اے اللہ تو ہمارا رب ہے یعنی تو نے خلق کیا اور کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا اور تو ہی جانتا ہے کہ تو نے کس مقصد کے لیے خلق کیا اس لیے اے اللہ صرف اور صرف تو ہی ہماری راہنمائی کر سکتا ہے کہ ہم کس طرح اس گندگی کو خود سے دور کر کے پہلی حالت میں واپس پلٹ سکیں اس لیے اے اللہ ہماری راہنمائی فرما۔ لیکن ابلیس نے ان کے برعکس اللہ تعالیٰ ہی کو موردالزام ٹھہرا دیا۔ کہ تو نے ہی مجھے سجدہ نہ کرنے پر مجبور کیا اور مزید یہ کہ وہ نادم ہوتا الٹا اپنے جرم پر ڈٹ گیا اور اپنے علم وعقل کی بنیاد پر جو نتیجہ اس نے آدمؑ کی تخلیق سے اخذ کیا اسی کو سچ ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مقابلے پر اتر آیا

آدمؑ کی توبہ وقبولیت

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى . طه ۱۲۲

پھر چن لیا اسے اس کے رب نے، پس تھا ہی پلٹا ہوا اس پر اور رہنمائی کی

اجْتَبٰهُ ۔ اجْتَبٰ، مثال کے طور پر آپ کو کسی مقصد کے لئے کچھ چاہیے اور اس سے متعلقہ ایک سے زائد یا بہت سی چیزیں آپ کے سامنے ہوں۔ اور آپ ان سب میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں جو اس مقصد کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور خوبیوں اور اوصاف کے لحاظ سے باقی سے سے منفرد ہو۔ ایسے انتخاب یا اس طرح چننے کو **اجْتَبٰ** کہتے ہیں

اس آیت میں لفظ **اجْتَبٰهُ** اس چیز کی وضاحت کر رہا ہے کہ آدمؑ کو جب چنا گیا تو ان کے مدمقابل اور بھی ایک یا ایک سے زائد مخلوقات موجود تھیں جن میں سے آدمؑ کا انتخاب کیا گی۔ اس آیت کا ہم مختلف پہلوں سے بغور مطالعہ کریں گے۔ پھر چنا کس مقصد کے لیے گیا تو پیچھے گرزے والی آیات اس کی صراحت کے ساتھ وضاحت کر چکی ہیں اور مزید آگے آنے والی آیات بھی اس کی وضاحت کر دیں گی۔ بہر حال سب سے پہلی بات یہ کہ دو مختلف مخلوقات موجود تھیں جنہوں نے اللہ کے حکم کا کفر کیا یعنی خلاف ورزی کی۔ پہلی جنات میں سے ابلیس اور دوسری انس میں سے آدمؑ تھے۔ ان دونوں میں سے ایک کا انتخاب کیا اور وہ آدمؑ تھے۔ اب دونوں میں سے آدم کا ہی انتخاب کیوں کیا گیا تو اس کی وضاحت بھی پیچھے گزر چکی کہ اللہ کی حکم کی خلاف ورزی کے بعد ان کے رویے کو مدنظر رکھا گیا۔ اب مزید یہ کہ چنا کس نے؟ **رَبُّهٗ** اس کے رب نے یعنی وہ ذات جس نے اسے خلق کیا اور کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا پھر اس کو پروان چڑھانا شروع کیا تا کہ اسے اس مقام پر پہنچایا جائے جس پر پہنچ کر وہ اس مقصد کو پورا کر سکے جس کے لیے اسے خلق کیا گیا لیکن ابھی اس مقام تک پہنچے بھی نہیں کہ اپنے رب کے حکم کی خلاف ورزی کر کے اپنے آپ کو خراب کر لیا یعنی اس قابل ہی نہ رہنے دیا کہ جس مقصد کے لیے خلق کیا گیا اس کو پورا کر سکے۔ تو اس لیے اس کے رب نے چنا کیوں کہ جس نے خلق کیا وہی جانتا ہے کہ کون ہے ان دونوں میں سے جو اس قابل ہے جس کے اندر ابھی بھی وہ صلاحیت موجود ہے خرابی پیدا کرنے کے بعد بھی۔ کہ اب اس کی اس خرابی کو دور کیا جائے تو یہ اس قابل ہو جائے گی جس مقصد کے لیے خلق کی گئی اس کو پورا کر سکے۔ اب آدم اور ابلیس دونوں کا پورے کا پورا معاملہ سامنے رکھ لیجیے تو فرق واضح ہو جائے گا۔ ابلیس نے اپنے آپ کو اللہ سے بڑا ثابت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن آدمؑ کا معاملہ وہ تھا جو مخلوق ہونے کے ناطے ہونا چاہیے تھا۔ اور اس پہلو میں آدم سے مراد آدمؑ کی بیوی اور ان کی اولاد ہے جو قیامت تک آئے گی۔ چننے کے بعد **فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى** پس تھا ہی پلٹا ہوا اس پر اور ہدایت دی یعنی رہنمائی کی۔ (یہاں رخ اور پلٹنے وغیرہ کا ذکر ہے یا کہیں بھی کوئی بھی ایسی بات جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعالق رکھتی ہو اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا کوئی تصور قائم کیا جائے، جو بھی شئے اس دنیاوی زندگی میں انسان کے تصور میں آجائے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات نہیں ہوسکتی، وہ ذات سبحان ہے پاک ہے اس سے، اس لیے مقصود صرف اور صرف ہدایت ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کھود کرید) **فَتَابَ** پس تھا ہی پلٹا ہوا، مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کا رخ تو ہمہ وقت اپنی مخلوقات کی طرف ہوتا ہے لیکن مخلوقات میں سے ہی

کچھ اپنا رخ موڑ کر کسی دوسرے کی طرف پھیر لیتی ہیں۔ کہ آدمؑ نے بھی خود اپنا رخ اللہ تعالیٰ سے موڑ کر دوسری طرف کر لیا تھا لیکن احساس و ندامت اور حقیقت کا ادراک ہونے پر جب دوبارہ اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کیا تو اللہ تعالیٰ کا رخ اپنی طرف ہی پایا۔ اور ان کی رہنمائی کی۔ اب وہ رہنمائی کیا تھی کہ جب خالق میں ہوں تو صرف اور صرف مجھے ہی علم ہے کہ جو کمی تم نے اپنی تخلیقی پاکیزگی میں کی ہے اس کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے جس کی رہنمائی کی کہ اب تم کو کیا کیا کرنا ہے کیسے کیسے کرنا ہے تاکہ تم دوبارہ اپنی پہلی حالت میں لوٹ کر اپنے اس مقام کی طرف لوٹ سکو جس کے لیے تمہیں خلق کیا گیا بہرحال انشاءاللہ اس کا آگے مزید تفصیل سے ذکر آ جائے گا۔

اب دوسرے پہلو کی طرف آ جایئے۔ جو آگے بیان کی جانے والی آیت میں ہے وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً خلیفہ بنانا یعنی اپنا نائب بنانا اس ارض پر۔ پہلے مرحلے میں جن و انس میں سے انتخاب ہوا انس کا جس پر خلافت کا بھی اطلاق ہوگا۔ اور اب دوسرا مرحلہ کہ انس میں سے خلافت کا حق دار کون ہے۔

ایک طرف تو آدمؑ ہیں اور دوسری طرف ان کی بیوی حواؑ ہیں، ایک طرف مرد اور دوسری طرف عورت، پھر ایک طرف ان کی آنے والی اولاد ہے اور دوسری طرف جب تک آدمؑ کی زندگی ہے وہ ہیں۔ تو اس میں انتخاب کیا گیا آدمؑ کا۔ اس حوالے سے مرد کو عورت پر فضیلت دی گئی۔ آدمؑ کو ان کی اولاد پر فضیلت دی گئی۔ اس کے علاوہ ہر انسان اس زمین پر اپنی ہی ذات پر اللہ کا خلیفہ کہلائے گا اور اللہ کے اس فیصلے میں ہر لحاظ سے ہر سطح پر حکمت موجود ہے۔ مزید وضاحت آگے آئے گی۔

یہ وہ وقت تھا جس وقت اللہ نے ملائکہ سے کہا تھا کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ یہاں سے اصل آزمائش شروع ہوتی ہے جس سے پتہ چلے گا کہ کون ہیں جو صرف اور صرف اللہ کی غلامی کرتے ہیں اور کون ہیں جو اس کے علاوہ اوروں کی بات مانتے ہیں۔ اللہ نے واضع کر دیا تھا کہ اگر تمہیں ابلیس نے اس حالت سے نکلوا دیا تو مشقت میں پڑ جاو گے۔ یعنی پھر خود سے نظام چلانا پڑے گا، خود اگانا پڑے گا، سب کچھ خود سے کرنا پڑے گا۔ جو حاجات آج لاحق نہیں اور ان کے لاحق ہونے کی وجہ سے جو تکالیف ہوں گی ان سے بھی تم محفوظ ہو لیکن اگر اس درخت سے کھا لیا تو پھر ایسا نہیں رہے گا۔ پھر یہ تمام حاجات لاحق ہو جائیں گی اور خود کو ٹھیک رکھنے اور اپنی دیکھ بھال کرنے کے لیے تمہیں ہر وقت مشقت درکار ہوگی۔ اس لیے اللہ نے زمین پر انسان کو خلیفہ بنایا۔

خلق کرنے کا اصل مقصد پوری کائنات میں اپنا خلیفہ بنانا تھا جس کو اس آیت سے بھی واضع سمجھا جا سکتا ہے۔
جس کے لیے صرف اللہ کی غلامی شرط تھی اگر صرف اللہ کی غلامی ہوگی تو اس کائنات کا توازن برقرار رہے گا ورنہ اگر کوئی ایک چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی اللہ کی مرضی کے خلاف کیا تو اس کائنات کا توازن بگڑ جائے گا۔ اس لیے پہلے انسان کو اس چال کے تحت اس زمین پر خلیفہ بنا کر امتحان میں ڈالا گیا۔

زمین پر خلیفہ بنایا جانا اور مقصد

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ . البقرة ۳۰

اور جب کہا تمہارے رب نے ملائکہ کے لیے اس میں کچھ شک نہیں کہ میں تقرر کرنے جا رہا ہوں ارض میں نائب کا، تو انہوں نے جواباً کہا تو اسے نائب بنانے لگا ہے جو اس میں خرابیاں پیدا کرے گا اور خون بہائے گا، اور ہم تو تیری تسبیح کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ اور ہم تیرے لیے تقدیس کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں کہ میں وہ علم رکھتا ہوں جو علم نہیں دیا گیا تمہیں۔

جَاعِلٌ ۔ جعل سے ہے اور جعل کہتے ہیں ایک چیز پہلے سے موجود ہو اور اس کے مقام و مرتبے میں کسی قسم کی تبدیلی کر دینا یعنی کم کر دینا یا بڑھا دینا۔ کسی کا کسی عہدے پر تقرر کرنا اور تقرری اسی کی کی جاتی ہے جو پہلے سے موجود ہو۔

خَلِیْفَةً ۔ خلف سے اور خلف کہتے ہیں علم و اختیارات کے حوالے بعد والا۔ مثال کے طور پر آپ کے اختیار میں کوئی بھی چیز یا زمین کا ٹکڑا ہے جس پر آپ کی حکومت ہے آپ خود کو اس اقتدار سے الگ کر دیں یا کسی اور کو منتقل کر دیں۔ آپ کی مسند پر جو آپ کے بعد آئے گا وہ خلیفہ کہلائے گا۔ لیکن اس میں ایک بنیادی بات وہ یہ کہ ایک اختیار اس کے پاس نہیں ہوتا وہ ہوتا ہے اس شئے کی ملکیت کا اسی لیے اس شئے پر مالک کی ہدایات کیمطابق اختیارات کا استعمال کرنا لازم ہوگا۔ پہلے مالک آئے گا اس کے بعد جس کا درجہ ہوگا وہ خلف کہلائے گا۔

یُّفْسِدُ ۔ اس کا مادہ ہے فسد۔ جس کے معنی ہیں کسی شئے میں کمی یا زیادتی یا کسی بھی ذریعے سے ایسی تبدیلی پیدا کرنا جس سے اس شئے میں خرابی پیدا ہو جائے اور خرابی کے نتیجے میں تباہی آئے خواہ جلدی یا دیر سے۔ اسی سے فساد بنا ہے، فساد کہتے ہیں کسی بھی شئے میں کوئی ایسی تبدیلی، کمی یا زیادتی کر دینا جس سے اس شئے میں خرابی پیدا ہو جس کی وجہ سے وہ نقصان یا تباہی سے دوچار ہو۔ خواہ وہ تباہی اور نقصان فوری آئے یا بعد میں دیر سے اور خواہ کتنی ہی دیر سے

نُسَبِّحُ ۔ سبح۔ جیسے ہی جس کام کے لیے حکم دیا جائے فوری تیزی کے ساتھ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے اس کام کو انجام دینا

بِحَمْدِکَ . **حمد**۔ کوئی شئے جس میں کسی قسم کی کوئی خامی نہ پائی جائے ہر لحاظ سے خوبیاں اس میں پائی جائیں۔ جب کوئی غور و فکر کرنے والا اس میں غور و فکر کرے تو اس میں کوئی رائی بھر بھی عیب نہ پائے۔ اس کے نتیجے میں جو کیفیت غور و فکر کرنے والے کے اندر پیدا ہوگی اس کو حمد کہا جاتا ہے

نُقَدِّسُ ۔قُدّس، ہر قسم کے عیوب اور خامیوں سے مکمل طور پر پاکی کا اظہار ہونا۔

آدمؑ کی جب اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کی تو جو دعا کی تھی آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے کہ اے اللہ ہم نے پھل کھا کر اپنی تخلیقی پاکیزگی میں جو کمی کی، یعنی جو حاجات پھل کھانے کے نتیجے میں لاحق ہوئیں ان کو ہم سے دور کر کے ہمیں پھر پہلے جیسا بنا دے۔اس دعا کو قبول کرتے ہوئے انہیں موجودہ لاحق حاجات سے پاک کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارض میں خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا۔یہ فیصلہ آدمؑ کی دعا کے نتیجے میں ان کو غفر کرنے کے طریقے میں سے ایک رکن تھا۔مزید وضاحت آگے آئے گی انشاءاللہ۔

جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہا کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ میں ارض میں نائب کا تقرر کرنے والا ہوں یعنی ارض کے پر اختیار دینے جا رہا ہوں۔جس کے جواب میں ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ کہا کہ کیا تو اس کو ارض پر اختیار دینے لگا ہے جو اس میں تبدیلیاں کر کے خرابیاں پیدا کرے گا جس کے نتیجے میں وہ تباہی سے دوچار ہوگی اور پھر وہ اس میں خون بہائے گا یعنی ارض پر اختیار حاصل کرنے کے لیے وہ اس میں کشت وخون کریں گے اور ہمیں تو جیسے ہی تو حکم دیتا ہے فوراً اس پر عمل کرتے ہوئے جیسے تو کام کرنے کا حکم دیتا ہے بلکل اسی طرح کرتے ہیں

پھر ہم جو کام کرتے ہیں وہ تیری حمد کے ساتھ، یعنی ہم اس کام کو اس طرح سے کرتے ہیں کہ اس میں کسی قسم کا کوئی نقص یا عیب وغیرہ نہیں ہوتا اس میں ہر لحاظ سے تیری تعریف ہوتی ہے اور ہمارے اس طرح بے عیب کام کرنے سے تیرے لیے پاکیزگی کا اظہار ہوتا ہے۔کوئی بھی جب اس کائنات میں غور وفکر کرے تو اس پر واضع ہو جائے گا کہ تو پاک ہے، تو بے عیب ہے۔اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مجھے وہ علم ہے جو علم تمہیں نہیں دیا گیا۔

آیت کی مختصر وضاحت کی تو اس سے کچھ سوالات پیدا ہوتے ہیں ان تمام سوالات کو مدنظر رکھتے ہوئے انشاءاللہ مزید صراحت کے ساتھ وضاحت کرتے ہیں۔سب سے پہلے یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اپنے اس فیصلے سے آگاہ کیا جو فیصلہ اللہ تعالیٰ کر چکے تھے تو ملائکہ سے اس کا اظہار کیوں کیا؟

دوسرا یہ کہ ملائکہ کو کیسے اندازہ ہو گیا کہ ابن آدم اس ارض کے نظام میں ایسی تبدیلیاں کرے گی کہ جس سے یہ تباہی سے دوچار ہوگی اور اس میں خون بہائیں گے؟

تیسرا ملائکہ نے بنی آدم کی خامیاں اور اپنی تعریف بیان کیوں کی؟

اور اللہ تعالیٰ نے جو کہا کہ میں وہ علم رکھتا ہوں جو تمہیں نہیں سکھایا گیا، وہ کونسا علم تھا؟

سب سے پہلا سوال کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو کیوں بتایا اس کا مقصود کیا تھا تو یہ دراصل ایک تو اس سوال کا جواب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو خلق کرنے سے پہلے ہی ابلیس کو آگاہ نہیں کیا تھا ملائکہ کو آگاہ کر دیا تھا کہ میں خلق کرنے والا ہوا ایک بشر کو مٹی سے تو جب میں اسے مکمل کر کے اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدہ کرنے والوں میں ہو جانا۔یعنی خود کو اس کے اختیار میں دے دینا۔جس کے نتیجے میں ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے اپنے علم کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کیا۔کہ جیسے اِس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ کیا کہ میں ارض پر

اپنے نائب کا تقرر کرنے لگا ہوں تو انہوں نے آگے سے اپنے علم کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کو یہ کہنا چاہا کہ اس کو خلیفہ مت بنایئے بلکل اسی طرح اگر اُس وقت اللہ سبحان وتعالیٰ پہلے ملائکہ کو اس سے آگاہ نہ کرتا تو سجدے کے موقع سجدہ کرنے کی بجائے وہ یہی اعتراضات اٹھاتے حالانکہ بعد میں سجدہ ضرور کرتے جب ان کو علم دے دیا جاتا لیکن پھر ابلیس کے لیے اتمام حجت نہ ہوتی اس کے ہاتھ یہ دلیل آجاتی اور علم آجانے کے بعد وہ بھی سجدہ کر لیتا۔لیکن اللہ سبحان ہے وہ اپنی سنت کے خلاف نہیں کرتا۔تب ابلیس کے سجدے کی اہمیت ایسی ہی ہونا تھی جیسے کوئی حالت نزاع میں توبہ کر لے۔

اور ملائکہ اعتراضات کیوں اٹھاتے؟ اس لیے کہ یہ وہ ملائکہ ہیں جن کا شمار العالین میں ہے اور العالین کو اللہ نے یہ اختیار دیا ہوا ہے کہ وہ اللہ سے اُس کے کسی بھی حکم سے اپنے علم کی بنیاد پر اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں لیکن عمل وہی کریں گے جو اللہ کی رضا ہوگی۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا تھا کہ کیا تو العالین میں سے ہے جو تو نے سجدے سے انکار کیا۔بہر حال ایک تو اس سوال کا جواب ہے اس میں اور دوسرا یہ کہ ملائکہ پر واضع کرنا تھا کہ جب ان کو سجدے کا حکم دیا تو وہ حکم دینے کے پیچھے کیا علم وحکمت تھی اللہ تعالیٰ کی۔کہ دیکھو اگر اُس وقت میں پہلے تمہیں آگاہ نہ کر دیتا تو جیسا تم نے اب کیا آگے سے سوالات اٹھانے شروع کر دیئے تو اس وقت بھی تم ایسا ہی کرتے۔ملائکہ پر واضع کرنے کی یہ ابتدا تھی۔

اب دوسرا سوال کہ ملائکہ کو کیسے اندازہ ہو گیا کہ ابن آدم اس ارض کے نظام میں ایسی تبدیلیاں کرے گی کہ جس سے یہ تباہی سے دوچار ہوگی اور اس میں خون بہائیں گے؟

جیسے ابلیس نے اپنے علم کی بنیاد پر یہ اخذ کر لیا اور اخذ بھی ایسا کہ اسے پختہ یقین تھا کہ اس نئی مخلوق میں کیا خامیاں موجود ہیں بہر حال اسی طرح سب سے پہلے یہ کہ آیت میں لفظ جاعل اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ آدمؑ کی تخلیق پہلے ہو چکی ہوئی تھی اب ان کے مقام میں تبدیلی کر کے ارض پر خلیفہ بنایا جا رہا ہے یعنی انہیں ایک عہدے پر مقرر کیا جا رہا ہے اور دوسرا پیچھے صراحت کے ساتھ وضاحت ہو چکی ہے کہ پہلے کیا کچھ ہو چکا ہوا تھا۔آدم علیہ السلام کی تخلیق پہلے ہی ہو چکی تھی اس لیے ملائکہ کو علم تھا کہ اس مخلوق کے اندر خون پایا جاتا ہے پھر جس سے اس کی تخلیق کی گئی ہے یعنی مٹی سے اس کی خامیوں سے بھی ملائکہ کلی طور پر آگاہ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو علم عطا کیا ہوا تھا۔اور اس ارض کے نظام سے بخوبی آگاہ تھا کہ کتنا پیچیدہ ترین نظام ہے اور جس مواد سے اس کو خلق کیا گیا اس میں یہ تمام خامیاں موجود ہیں جو اس میں فساد کرنے کے لیے درکار ہوں، پھر جس کو خلیفہ بنایا جائے گا یا جو اس منصب کے اہل ہوگا اس سے اس منصب کو چھینا جائے گا جس کے نتیجے میں کشت وخون بہے گا۔بہر حال جو جو آج انسان کر رہا ہے یا جو پیچھے اس کے آباو اجداد کر چکے ہیں یہ تمام تر تحفظات ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھ کر ڈھکے چھپے الفاظ میں یہ کہا کہ اے اللہ یہ اس قابل نہیں ہے اس لیے اس کی ارض پر خلیفہ کے طور پر تقرری نہ کرو۔

اس کے علاوہ ملائکہ کو اس سے پہلے جنوں کے حوالے سے بھی تجربہ ہو چکا تھا۔انسان سے پہلے اس ارض پر جنوں کو خلیفہ بنایا گیا اور انہوں نے بھی اس میں فساد برپا کیا حالانکہ جنات کو جس سے خلق کیا گیا اس میں میں انسان کی نسبت شر اتنا کم ہے کہ نہ ہونے کے برابر۔

جن میں شر اتنا کم تھا اس کے باوجود انہوں نے ارض میں فساد کیا تو اس مخلوق میں تو اس کی نسبت شر بہت زیادہ ہے۔تو انجام بھی بلکل واضع

ہے۔

تیسرا ملائکہ نے بنی آدم کی خامیاں اوراپنی تعریف بیان کیوں کی؟

اس کو ہم ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔مثال کے طور پر آپ کافی محنت اور سرمایہ استعمال کر کے ایک فیکٹری لگاتے ہیں کئی سال گزرنے کے بعد وہ فیکٹری کئی گناہ بڑی ہو جاتی ہے فیکٹری لگانے سے لے کر اب تک اس سارے عرصے میں آپ کا کوئی بہت ہی اچھا دوست جو آپ کا ہر لحاظ سے خیر خواہ ہے آپ کے ساتھ تھا۔اور فیکٹری کو اس مقام تک لانے میں اس کا بہت بڑا کردار رہا،اب ایک گاؤں کا رہنے والا ان پڑھ آدمی آتا ہے جس کو فیکٹری کیا اس سے متعلق کسی الف ب کا بھی علم نہیں اور آپ فیصلہ کرتے ہیں کہ آپ اس کو فیکٹری کا اختیار دے دیں کہ آج سے وہ اس فیکٹری کو سنبھالے گا اور آپ اپنے اس فیصلے کا ذکر اسی دوست سے کرتے ہیں جو شروع دن سے آپ کے ساتھ ہے۔وہ آگے سے جوب دیتا ہے کہ آپ یہ فیکٹری اس کے حوالے کر رہے ہیں جو ایک گاؤں کا رہنے والا،انپڑھ جاہل اور گوار سا انسان ہے جس کو فیکٹری کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں وہ تو اس فیکٹری کو تباہ برباد کر دے گا۔دیکھیں میں پچھلے کئی سال سے جب سے آپ نے اس فیکٹری کو شروع کیا تب سے آپ کے ساتھ ہوں اور میں نے فیکٹری کو اس مقام تک لانے میں کتنا بڑا کردار ادا کیا۔اور میں اس فیکٹری کا ہر طرح کا علم رکھتا ہوں اور میں آپ کا وفادار بھی ہوں میں نے کبھی آپ کا نقصان نہیں کیا آپ کے فائدے ہی کیے۔

اس مثال میں آپ کا دوست آپ سے کیا کہنا چاہ رہا ہے؟ کہ اس کو فیکٹری کا اختیار مت دیں اگر دینا ہی ہے تو مجھے دے دیں۔مجھ میں یہ صلاحیت ہے کہ میں اسے سنبھال سکتا ہوں۔

بلکل یہی ملائکہ نے کیا۔کچھ تو اظہا کر دیا لیکن کچھ چھپا دیا اور وہ جو چھپایا حقیقت میں اس کا انہوں نے اپنی باتوں سے اظہار کر دیا۔جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ میں وہ علم رکھتا ہو جو علم تمہیں نہیں دیا گیا اور میں وہ بھی علم رکھتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور وہ بھی جو چھپاتے ہو۔اور یہ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے کہا کہ ملائکہ یہ چاہ رہے ہیں کہ ارض کی خلافت ان کو دے دی جائے وہ اس کے اہل ہیں۔جو علم ملائکہ کو نہیں دیا گیا تھا اب آگے اس کی وضاحت آجائے گی۔

ملائکہ سے اللہ کا سوال

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓـئِكَةِ‌ ۙ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۔ البقرۃ ۳۱

اور علم رکھ دیا آدم کی ذات میں اس کے تمام اسماء کا پھر واضع کیا ان تمام اسماء کو ملائکہ پر پس کہا خبر دو مجھے ان اسماء کے ساتھ اگر تم سچے تھے۔

عَلَّمَ ۔عَلَّمَ کو سمجھنے کے لیے ہم ان تین الفاظ کو سمجھتے ہیں تا کہ ہمارے لیے کوئی ابہام نہ رہے۔ عَلَّم ،تعلم ،یعلم۔ عَلَّم ، کہتے ہیں ایسے علم کو جو

ذات میں موجود ہو یعنی ذات کا حصہ ہو۔ تعلم، کہتے ہیں ایسے علم کو جو سیکھایا جائے یا کسی دوسرے سے سیکھا جائے اور یعلم، کہتے ہیں ایسے علم کو جو خود سے غور وفکر کر کے سیکھا گیا ہو۔

لفظ ایک ہی ہے علم لیکن اس کے شروع میں ''ت یا ی'' کا استعمال ہو گیا۔ ت کا مطلب ہے براہ راست ایک کا دوسرے سے حاصل کردہ ی۔ خود سے جدوجہد کر کے حاصل کردہ۔

جن الفاظ کے شروع میں یہ حروف آجائیں ان میں یہ مادہ شامل ہو جاتا ہے۔ جس سے الفاظ کے مطالب میں تبدیلی آجاتی ہے جو سمجھنے کے لیے بہت ہی اہم ہوتی ہے۔

أسماء۔ اسم کی جمع ہے اس کو ہم مثال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر درخت یہ ایک اسم ہے لیکن یہ صرف ایک لفظ نہ ہوگا بلکہ اس کے پیچھے پوری وہ شئے موجود ہوگی جس کو یہ اسم دیا گیا۔ یعنی جب زبان سے لفظ درخت ادا کیا جائے گا تو فوراً دماغ میں درخت کا تصور قائم ہو جائے گا۔ اسم کہتے ہیں کسی بھی نام کو اور اس کے پیچھے موجود اس شئے کو جس کو وہ اسم دیا گیا۔ اسم دراصل کسی کو مخاطب کرنے کا پہچان کا صرف ایک ذریعہ ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر آپ کا ایک دوست ہے جس کا اسم عمران ہے۔ جب آپ سے اس اسم کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ مجھے اس کی خبر دو تو اس طرح کہا جائے گا۔ مجھے عمران کی خبر دو۔ اب وہ خبر کیا ہے اس کا تعین سوال کرنے والے پر یا جواب دینے والے اور کیفیت، حالات و واقعات کی نوعیت کے اعتبار سے ہوگا۔

مثلاً عمران نے کوئی قتل کیا اور آپ اس کے دوست ہونے کے ناطے گرفتار ہو گئے۔ اب پولیس آپ کو کہتی ہے کہ اس اسم یعنی عمران کی خبر دو۔ تو اس سے مراد یہ ہوگا کہ پولیس آپ سے عمران کے بارے میں پوچھ رہی ہے جو بھی آپ اس کے بارے میں جانتے ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی انسان جو آپ سے یہ سوال کرتا ہے اور وہ بھی عمران کا دوست ہے تو وہاں خبر کی نوعیت تبدیل ہو جائے گی۔ یعنی اسے عمران کے بارے میں کیا خبر درکار ہے اسے اس کا بھی ذکر کرنا ہوگا۔

لیکن اگر کوئی صرف اتنا کہتے کہ مجھے فلاں کی خبر دو تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے بارے میں جو بھی علم ہے وہ سارا دیا جائے۔

یا جیسے مثال کے طور پر اگر آپ بازار جائیں اور دوکان دار کو کہیں کہ آپ کو سیب چاہییں تو وہ آپ کو یہ لفظ نہیں تھمائے گا بلکہ جو اس لفظ کے پیچھے شئے ہے وہ دے گا۔

جیسے ہم نے پیچھے فیکٹری والی مثال کا سہارا لیا اب اس میں مزید یہ شامل کر لیں کہ اب جب آپ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ آپ نے فیکٹری کا اختیار اس ان پڑھ، گاؤں کے رہنے والے آدمی کو دینا ہے تو کیا آپ ایسے ہی دے دیں گے؟ یقیناً نہیں پہلے آپ اس کو فیکٹری کا وہ سارا علم دیں گے جو فیکٹری کو چلانے کے لیے درکار ہوگا۔

بلکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس ارض میں موجود جو کچھ بھی ہے سب کا علم عطا کر دیا سارے کا سارا علم آدمؑ کے دماغ میں رکھ دیا اور ان سب کا بھی جن کا تعلق براہ راست اس ارض یا پھر بنی آدم سے تھا یہ سارا علم آدمؑ کی آخری اولاد تک فطرتی طور پر منتقل ہوتا چلا جائے گا۔

اس کے علاوہ بشر کی تخلیق جس مقصد کے لیے کی گئی اس کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بھی واضع ہو جاتا ہے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے سب کا علم انسان کے دماغ میں رکھ دیا۔اس موقع پر جب روح پھونکی گئی۔ بہرحال یہ ایک الگ موضوع ہے جو تفصیل طلب ہے یہاں اس کے بیان کا تعلق نہیں۔

پھران تمام مخلوقات یعنی ارض کی تمام مخلوقات اور وہ تمام جن سے انسان کا کسی نہ کسی قسم کا تعلق ہے کو واضع کیا ملائکہ پر اور کہا کہ پس خبر دو مجھے اسماء کے ساتھ ان کی، یعنی یہ فلاں فلاں پھل ہیں خبر دو مجھے ان کے خلق کرنے کا مقصد کیا ہے، کیا فائدے ہیں ان میں اور کیا نقصانات ہیں اور کیسے اس نظام کو چلاؤ گے، یہ سبزیاں ہیں، ان کے خلق کرنے کا مقصد کیا ہے، کون کون سی ہیں، کیا کیا فوائد اور کیا کیا نقصانات ہیں اور کیسے اس نظام کو چلاؤ گے، اسی طرح آکسیجن ہے، ہوائیں ہیں، موسم ہیں، سمندر ہیں، آبی مخلوقات ہیں، زمین کے اندر پگھلا ہوا پتھر ہے، آسمانوں میں سیارے ہیں، زمین کے گرد گیس کی سات طہیں بچھائی پس خبر دو مجھے کیا مقصد ہے ان کے خلق کرنے کا ان کے فائدے اور ان کا نقصان۔اگر تم سچے تھے، یعنی تم نے جو کہا تھا اگر وہ سچ تھا تو مجھے ان سب کے خلق کرنے کا مقصد بتادو اور اس نظام کو کیسے چلانا ہے۔

ملائکہ کا جواب دینے سے عاجز آجانا

قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ. البقرة ۳۲

ملائکہ نے کہا پاک ہے تو،نہیں علم ہم کو مگر جو علم تو نے ہمیں دیا، اس میں کچھ شک نہیں تُو، صرف اور صرف تُو ہی العلیم ہے اور الحکیم ہے۔

العلیم ۔علم رکھنے والا اور ایسا علم جس میں دوام ہو ذاتی ہو نہ کہ کسی بھی اور ذریعے سے حاصل کردہ۔علم کہتے ہیں مثال کے طور پر آپ نے بریانی پکانی ہے، بریانی پکانے کے لیے کیا کیا اور کتنا کتنا درکار ہے وہ علم کہلاتا ہے

الحکیم ۔حکمت والا اور ایسی حکمت جس میں دوام ہو جو ذاتی ہو نہ کہ کسی بھی اور ذریعے سے حاصل کردہ۔علم کو کب، کیوں اور کیسے استعمال کرنا ہے یہ حکمت کہلاتی ہے۔جیسے بریانی پکانے کے لیے جو جو جتنا جتنا درکار ہو گا وہ علم کہلائے گا اور اس علم کو کب، کیوں، اور کیسے استعمال کرنا ہے کہ بریانی بن جائے وہ حکمت کہلائے گی، مثلاً کب آگ جلانی ہے، کب برتن رکھنا ہے، کب گھی ڈالنا ہے کتنا گرم کرنا ہے کب مرچ ،مصالے، چاول اور گوشت ڈالنا ہے کتنا پکانا ہے کیوں پکانا ہے تو حکمت کہلاتی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا تو ملائکہ فوراً عاجز آگئے کیوں کہ ان کے پاس علم ہی نہیں تھا وہ کیسے بتا سکتے تھے تو انہوں نے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ تو سبحان ہے۔یعنی تو پاک ہے کسی قسم کا غلط فیصلہ کرنے سے، غلط حکم دینے سے۔ہم کیسے تمہیں ان تمام اسماء کی خبر دے سکتے ہیں جن کا تو نے ہمیں علم ہی عطا نہیں کیا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ صرف اور صرف ایک تو ہی ایسی ذات ہے جو العلیم الحکیم ہے یعنی جو کچھ بھی ہے اس کائنات میں، جتنا جتنا ہے، جیسا جیسا ہے صرف اور صرف تجھ ہی کو اس کا علم ہے اور اس علم کو کیسے استعمال

کرنا ہے، کیوں اور کب کرنا ہے صرف اور صرف تو ہی حکیم ہے۔ ہم تجھے کیسے بتائیں کہ اس کا نظام کیسے چلائیں گے جب کہ ہمیں تو بلکل بھی علم نہیں اور نہ ہی حکمت۔

اللہ سبحان ہے سبحان ہونے کے ناطے اس نے ملائکہ کو کوئی فضول علم نہیں دیا ہوا یعنی جو جو ملائکہ جس جس کام پر معمور ہیں انہیں انہی کی ذمہ داری کے متعلق علم دیا گیا ہے اس کے علاوہ کوئی علم نہیں دیا گیا۔ اس لیے یہ تمام ان کے لیے خلق ہی نہیں کیا گیا تو ان کو ایسا علم دیے جانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ انہیں ان کے بارے میں اتنا ہی علم تھا جتنا ان کے ذمہ داری کے حساب سے درکار تھا۔ اس لیے ملائکہ عاجز آ گئے ان اسماء کی خبر دینے سے۔

ملائکہ پر معاملے کا واضع کیا جانا

قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۚ فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّیۡٓ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ

کہا اللہ تعالیٰ نے اے آدم خبر دے دو انہیں اسماء کے ساتھ ان کی، پس جب خبر دے دی انہیں اسماء کے ساتھ ان کی تو کہا اللہ تعالیٰ نے کیا نہیں کہا تھا میں نے تمہارے لیے کہ اس مین کچھ شک نہیں مجھے علم ہے جو کچھ بھی چھپا ہوا ہے آسمانوں اور زمین کا، اور میں علم رکھتا ہوں جو تم ظاہر کرتے تھے اور جو تم چھپاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو کہا کہ خبر دے دو انہیں یعنی ملائکہ کو ان اسماء کے ساتھ اس کی۔ تو پھر آدمؑ نے بتایا۔ یہ پھل ہیں اس مقصد کے لیے ہیں ان کے فلاں فلاں فوائد ہیں، اسی طرح سبزیاں اور کھانے پینے کی تمام اشیاء کے بارے میں جب ملائکہ کو ان کا علم حاصل ہوا تو انہیں واضع ہو گیا کہ وہ کیسے اس ارض کی خلافت کے اہل ہو سکتے ہیں وہ تو نور سے خلق کیے گیے جو ان کھانے پینے کی حاجات سے پاک ہیں۔ پھر مزید اسی طرح، سمندروں، ہواوں، موسموں حتیٰ کہ تمام مخلوقات کا ان کے اسماء کے ساتھ بتایا تو ملائکہ پر مزید معاملہ کھلتا گیا۔ پھر اسی طرح بتدریج زمین کے اندر موجود مختلف مخلوقات کا علم دیا پھر زمین کے اند پگھلے ہوئے پتھر یعنی لاوے کے بارے میں بتایا، آسمانوں میں سیاروں کی تخلیق کا مقصد بتایا۔ حتیٰ کہ آدمؑ نے سارے کا سارا معاملہ کھول کر رکھ دیا کہ کہ میں نے جو پھل کھایا اس کے نتیجے میں میں نے اپنی تخلیقی پاکیزگی میں کمی کر بیٹھا اور ندامت ہونے پر میں اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹا کہ وہ مجھے غفر کر دیں تا کہ میں پہلے جیسا بن جاوں۔ ان تمام حاجات سے پاک جو مجھے پھل کھانے سے لاحق ہوئیں۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ارض میں خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ کہ میں اس میں اللہ کا نائب ہوں گا جو نظام اس پوری کائنات میں قائم ہے جو براہ راست اللہ تعالیٰ نے قائم کیا اور اس کے ہاتھ میں ہے بلکل وہی نظام میں اس ارض میں قائم کروں تا کہ شیطان جو میرا اور میری اولاد کا کھلا دشمن ہے اس کے رستے میں بند بندھ جائے اور میں اپنے اور اپنون کے لئے

وہ سب پکھلا سکوں، حاصل کر سکوں جس سے میں اپنا اور میری اولاد تزکیہ کر سکیں یعنی جو گندگی ہم نے اپنے اجسام میں پیدا کی وہ دور کر سکیں یا دور کرنے کی کوشش کر کے یہ ثابت کر سکیں کہ ہاں اے اللہ ہم واقعی ہے اپنے کیے پر نادم ہیں، یہ میرے لیے اور میری اولاد کے لیے تزکیے کا سامان ہے۔اس طرح جو اپنا تزکیہ کر لے گا تو آسمانوں میں جو سیارے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں باغات میں تبدیل کر کے عطا کریں گے اور جو اپنا تزکیہ نہیں کریں گے ان کو یہ جو زمین کے اندر لاوا ہے پگھلا ہوا پتھر یہ اسی مقصد کے لیے ہے ان کو اس میں ڈالا جائے گا۔یعنی یہ جہنم کی وہ آگ ہے۔

اس مقام پر آدمؑ نے ملائکہ پر وہ سارا علم واضع کر دیا آدمؑ کی خلق سے لے کر اس وقت تک جو کچھ ہوا اس میں سجدہ کرنے کا واقع بھی شامل تھا جس میں ابلیس نے انکار کر دیا تھا اور واضع دشمن ہو گیا۔کائنات کے دو مراحل ہیں پہلے مرحلے کا اختتام ہو گا اس کے ذمہ دار انسان ہوں گے پھر دوبارہ اس کائنات کو خلق کیا جائے گا۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آدمؑ کے ذریعے ملائکہ کو اس سارے علم سے آگاہ کیونکہ کیا تو اس کا جواب بھی بلکل واضع ہو چکا ہے کہ اب ملائکہ کی ذمہ داری بھی بڑھ گئی جس وجہ سے انہیں مزید اس سارے علم کی ضرورت تھی۔ملائکہ پر یہ سب واضع ہو جائے تاکہ وہ آئندہ انسان کے ہر حکم پر لبیک کہیں اگر کائنات میں فساد بپا ہوتا ہے تو ہونے دیں۔انسان کے رستے کی رکاوٹ نہ بنیں۔یہ کائنات کا پہلا مرحلہ ہے انسان کے فساد کی وجہ سے جب یہ تباہی سے دوچار ہو گی تو دوبارہ اسے خلق کیا جائے گا۔

تب انسان پر واضع ہو جائے گا کہ کیوں اسے جس مقصد کے لیے خلق کیا گیا اس سے پہلے امتحان میں ڈالا گیا۔کہ اگر اسے خلق کرنے کے فوراً بعد ہی بغیر امتحان کے آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس پر خلیفہ بنا دیا جاتا تو وہ یہ حال کرتا۔اس لیے اسے پہلے آزمائش میں ڈالا گیا۔اسی لیے کائنات ختم ہو گی اور دوبارہ خلق کی جائے گی لیکن دوبارہ ایسا نہ ہو گا بلکہ تب سب سے پہلے انہیں جو اس امتحان میں ناکام ہوئے اور تباہی کا موجب بنیں انہیں سزا دی جائے گی انہیں ان کے مقام پر رکھا جائے گا۔اور جو کامیاب ہوئے انہیں ان کے اعمال کے اعتبار سے قابلیت کے مطابق ان کے درجات ہوں گے۔

ملائکہ کا ظاہر کرنا اور چھپانا

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّىۡۤ اَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ . البقرة ۳۳

جب آدمؑ سب کچھ واضع کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے کہا، کیا میں نے نہیں کہا تھا تمہارے لیے کہ مجھے علم ہے جو کچھ چھپا ہوا ہے آسمانوں اور زمین کا اور میں علم رکھتا ہوں جو تم ظاہر کرتے تھے اور جو تم چھپاتے تھے۔

غَیۡب۔ کہتے ہیں ان مخلوقات کو جنہیں ہماری آنکھیں دیکھ نہ سکیں، کان سن نہ سکیں، حس محسوس نہ کر سکے، چھو نہ سکیں یعنی وہ تمام مخلوقات

جن کواللہ تعالیٰ نے ہم سے چھپا کرر کھ دیا وہ بھی جن کو ہم دیکھ سکیں، سن سکیں، چھو سکیں لیکن اس کے باوجود انہیں ہم سے چھپا دیا گیا اور مزید وہ مخلوقات جو چھپائی گئی نہ ہوں لیکن ان کے بارے میں علم عطا نہ کیا گیا ہو۔

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

یہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کہا تھا جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو آدم کی تخلیق سے آگاہ کیا تھا اور سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ سجدے کے حکم کی وجہ سے ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کیا تھا سجدہ نہ کروانے کے لیے۔ جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ میں علم رکھتا ہوں جو کچھ بھی چھپا ہوا ہے آسمانوں اور زمین کا۔ شروع میں اس کی مکمل وضاحت گزر چکی ہوئی ہے

اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

آیت کا یہ حصہ واضع کرتا ہے کہ آدمؑ نے آسمانوں اور زمین میں جس کا تعلق بنی آدم سے ہے اس کی بھی انہیں خبر دی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے یہ کہا۔ یعنی یہ وہ وجہ تھی جس وجہ سے میں نے تمھیں سجدے کا حکم دیا تھا۔

وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا کُنۡتُمۡ تَکۡتُمُوۡنَ

اور میں علم رکھتا ہوں جو تم ظاہر کرتے تھے اور جو تم چھپاتے تھے تو ملائکہ نے ظاہر کیا کیا تھا، بنی آدم کے تمام خامیاں اور اپنے تعریف کی اپنے کارناموں کو ظاہر کیا اور جس مقصد کے لیے ظاہر کیا وہ چھپا لیا تھا اس کا اظہار نہیں کیا تھا اور چھپایا یہ کہ یہ خلافت کے اہل نہیں ہم اہل ہیں اس کی بجائے ہمیں خلافت عطا کردے۔ پیچھے تفصیل سے گزر چکا۔

آدم کو کلمات دیئے جانا

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیۡہِ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ. البقرۃ ۳۷

پس لیے آدم نے اپنے رب سے کلمات، پس تھا پلٹا ہوا اس پر اس میں کچھ شک نہیں وہ تو ہے ہی پلٹا ہوا حفاظت کرنے والا۔

قَالَ اہۡبِطُوۡا بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ .

الاعراف ۲۴

کہا اتر جاؤ تمہارے بعض بعض کے لیے دشمن ہیں اور تمہارے لیے ہے ارض میں رہنا اور سامان ایک مقررہ مدت تک

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ج فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ . البقرة ۳۸

کہا اتر جاؤ اس میں سے سارے، پس جیسے جیسے میری طرف سے تمہیں ہدایت دی جائے پس جس نے اس ہدایت کی اتباع کی پس نہیں ہوگا ان پر کوئی خوف اور نہ انہیں غم ہوگا۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا م بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى ۵ لا فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى. طه ۱۲۳

کہا اتر جاؤ اس میں سے سارے تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو پس جیسے جیسے میری طرف سے تمہیں ہدایت دی جائے پس جس نے اس ہدایت کی اتباع کی پس نہیں رستے سے ہٹے گا اور نہ ہی مشقت میں پڑے گا۔

اترنے کے حکم کے ساتھ ہی اللہ نے واضع کر دیا کے تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اس کی وجہ کیا ہو گی اس وضاحت آیت کا اگلا حصہ کر دیتی ہے۔ کہ جیسے جیسے ھدایت بھیجی جائے گی اس کی اتباع کرنی ہے۔ اور جو اتباع کرے گا وہ راستے پر رہے گا رستے سے بھٹکے گا نہیں اور وہ مشقت میں نہیں پڑے گا یعنی جو مشقت دنیا میں اٹھانی پڑ رہی ہے جنت میں یہ نہیں ہوگی۔ خود سے اگانا، محنت کرنا، تکالیف اٹھانا وغیرہ سمیت تمام کی تمام مشقت، جو جو حاجات لاحق ہیں، جو جسم پر اثرات مرتب ہوتے ہیں، بیماریاں، تکالیف، اسی طرح انسان جیسے جیسے غور وفکر کرتا چلا جائے تو واضع ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن جو اتباع نہیں کریں گے تو وہ رستے سے ہٹ جائیں گے اور مشقت میں ڈالے جائیں گے جیسے دنیا میں ہر شئے کی فکر رہتی ہے انسان بھاگ دوڑ کرتا ہے کما کر پیٹ بھرتا ہے تو جہنم میں بھی اسی طرح مشقت اٹھانا پڑے گی۔ تکالیف ومصائب اٹھانے پڑیں گے۔ وہ سب کھانے کو ملے گا جس کو انسان کھانا پسند نہیں کرتا، انسان کے تمام اعضاء مفلوج ہوں گے جس وجہ سے تکالیف کا سامنا ہوگا حتیٰ کہ ہر قسم کی تکلیف ہوگی۔

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ . الاعراف ۲۵

کہا اس میں ہے تمہارا احیا ہونا اور اسی میں موت ہونا اور اسی میں سے نکالے جاؤ گے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ. البقرة ۳۹

اور ایسے جنہوں نے کفر کیا اور کذب کیا ہماری نشانیوں کے ساتھ، یہی لوگ آگ کے ساتھ ہیں رہیں گے اس میں ہمیشہ۔

یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس واقعے میں انسان کی تخلیق اور ایک محدود متعین مدت تک کے لیے دنیا میں بھیجنے کا مقصد واضع کر دیا اور پھر

قرآن میں اس مقصد کو کیسے پورا کرنا ہے اس کی بھی راہنمائی کردی۔ جو اس مقصد کو پورا کرلیں گے اسے جان کر وہ تو فلاح پا جائیں گے اس امتحان سے۔ اور جو اسے پورا نہیں کریں گے اس سے منہ موڑیں گے تو ایسے لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔

کَلِمٰتٍ۔ یہ وہ طریقہ تھا جو اللہ نے آدمؑ اور حواؑ کو سیکھایا تھا کہ کس طریقے سے تم اپنا تزکیہ کرسکو گے۔ وہ پانچ ارکان پر مشتمل طریقہ تھا جسے دین کا نام دیا گیا۔ اور صرف اور صرف یہی ایک طریقہ ہے جس پر عمل کر کے اصلاح کی جاسکتی ہے۔ صرف اور صرف اسی ایک طریقے پر عمل کر کے، عین اسی کے مطابق زندگی گزار کر تزکیہ کر کے جہنم کی آگ سے سلامتی پائی جاسکتی ہے اسی لیے اس طریقے یعنی دین کو اسلام کا نام دیا گیا۔ جس کے معنی ہیں سلامتی پانے کا طریقہ۔

یعنی واحد یہی وہ طریقہ ہے جس کے مطابق اس دنیا میں زندگی گزار کر جہنم کی آگ سے سلامتی پائی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بھی ایسا طریقہ نہیں جو انسان کی خرابیوں کو دور کر کے جہنم کی آگ سے سلامتی دلوا سکے۔

اس کے پانچ ارکان آدم علیہ السلام کو دیئے گئے اسی لیے ان پانچ ارکان کو بنیادی ارکان کہا جاتا ہے۔ کہ جب اس دین کی بنیاد رکھی گئی۔ توحید، صلاۃ، زکوٰۃ، صوم، حج۔ ان شاء اللہ آگے وضاحت آجائے گی۔

جنت اسی زمین پر تھی

جس جنت یعنی باغ میں اللہ تعالیٰ نے ابلیس رجیم، آدمؑ اور حواؑ کو بسایا ہوا تھا وہ اسی زمین پر تھا جس کے بارے میں یہ تاثر عام کیا گیا ہے کہ وہ آسمانوں پر تھا جو کہ کسی بھی لحاظ سے درست نہیں۔ بلکہ اگر انسان ایسا عقیدہ رکھے گا تو دنیا میں جس مقصد کے لیے بھیجا گیا اس کو سمجھنا مشکل ہو جائے گا۔ اور جنت جو کہ آخرۃ میں ہے زمین و آسمانوں کے ختم کر دیے جانے کے بعد دوبارہ تخلیق کیے جانے پر۔ آسمان پر اس جنت کا عقیدہ رکھنے سے آخرۃ کا انکار ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ اللہ نے اس ارض کو ہمارے لیے فرش بنایا اور جو کچھ اس میں ہے ہمارے لیے خلق کیا۔ اس کے علاوہ اس جہان میں اور کسی سیارے کا ذکر نہیں کیا کہ اسے بھی ان مراحل سے گزارا گیا۔ اس کے علاوہ اگر ہم ان آیات میں غور کریں تو قرآن میں اللہ نے بلکل واضع کر دیا کہ وہ جنت اسی زمین پر تھی۔

اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَکُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ. البقرۃ ۶۱

اتر جاؤ کسی بستی میں پس اس میں کچھ شک نہیں تمہارے لیے ہے جو تم سوال کرتے ہو

اس آیت میں بھی وہی لفظ استعمال کیا اللہ نے جو ان آیات میں استعمال کیا جن میں آدم و حواؑ کو جنت سے اترنے کا حکم دیا۔ اب اگر اس لفظ کا مطلب یہ لے لیا جائے کہ آدم اور حواؑ کو جس جنت سے نکالا گیا وہ آسمان پر تھی تو پھر اس کا مطلب ہے کہ بنی اسرائیل جب یہ کہہ رہے تھے کہ من اور سلویٰ پر ان کا صبر نہیں ہوتا اس لیے وہ سب کھانا چاہتے ہیں جو زمین اگاتی ہے تو اس وقت وہ آسمانوں پر تھے؟ نہیں بلکہ وہ اپنے

گدے، گھوڑوں اور تانگوں وغیرہ پر سوار تھے۔ ان سواریوں پر سے زمین پر اترنے کا کہا گیا۔
نہیں وہ زمین پر ہی تھے

وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ . البقرة ۷۴

اسی طرح اس آیت میں بھی وہی لفظ استعمال ہوا۔ کہ جب پتھر کو خشی ہوتی ہے تو اتر پڑتا ہے۔ کیا آسمان سے اترتا ہے۔ نہیں بلکہ پتھر پہاڑوں پر ہوتے ہیں وہاں سے زمین پر گرتے ہیں۔ اس آیت سے تو بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ پتھر جب پہاڑ پر ہوتا ہے تو اس کا مطلب کہ کوئی بھی شیئے جو زمین پر موجود کسی شیئے پر سوار ہو یا پڑی ہو اور سطح زمین پر اترے اسے اھبط کہا جاتا ہے

قِيۡلَ يٰنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيۡكَ . هود ۴۸

کہا اس سے اے نوح اتر ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اور برکات ہوں تیرے اوپر۔
پھر اسی طرح اس آیت میں بھی نوحؑ کے وقت جب اللہ نے دنیا کو غرق کیا تو اس سے پہلے نوحؑ کو کشتی بنانے کا حکم دیا سیلاب وطوفان کے وقت وہ کشتی میں سوار ہو گئے اور جب پانی خشک ہو گیا تو اللہ نے کشتی سے اترنے کا حکم دیا۔ تو کیا نوحؑ کو آسمان سے اترنے کا حکم دیا گیا؟
نہیں زمین پر موجود کشتی سے سطح زمین پر اترنے کا حکم دیا گیا۔
ان آیات میں غور وفکر کرنے سے بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ زمین پر موجود کسی سواری یا شیئے سے سطح زمین پر اترنے کو اھبط کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس جس کو اللہ نے آسمان سے اتارا اس کے لیے لفظ نزل استعمال کیا

وَاَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى . البقرة ۵۷

اور اتارا ہم نے تم پر من اور سلویٰ۔
ہم جانتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر من اور سلویٰ بلندی سے اتارا جاتا تھا بلکل ایسے ہی جیسے بارش۔

فَاَنۡزَلۡنَا عَلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ . البقرة ۵۹

پس اتارا ہم نے آسمان سے عذاب ان لوگوں پر جنہوں نے کمی کی
اس آیت میں بھی واضع ہو جاتا ہے کہ جس شیئے کو اللہ نے آسمان سے اتارا اس کے لیے لفظ نزل استعمال کیا۔

كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ . یونس ۲۴

جیسے پانی اتارا بلندی سے

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا ۔ یوسف ۲

اس میں کچھ شک نہیں اتارا ہم نے قرآن کو

فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً. الحجر ۲۲

پس اتارا ہم نے بلندی سے پانی

وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِيۡدَ . الحدید ۲۵

اور اتارا ہم نے لوہا

ان تمام آیات کو سامنے رکھیں تو شک کی رائی برابر بھی گنجائش نہیں رہتی کہ حقیقت یہی ہے کہ وہ جنت اسی زمین پر تھی اگر آسمانوں پر ہوتی تو ضرور اللہ نزل کا لفظ استعمال کرتے۔ اور یہی قرآن کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ قرآن اپنی تشریح خود کرتا ہے۔ جب ہم اس طرح سمجھیں گے اور یہ عقیدہ ہوگا کہ وہ جنت اسی زمین پر تھی تو پھر ہم افسانوی دنیا سے نکل کر حقیقی دنیا میں آجائیں گے۔ ہمیں واضع ہو جائے گا کہ آخرۃ کی زندگی بھی ایسے ہی ہوگی۔ ہمیں اپنے تزکیے کی فکر ہوگی۔ لیکن اس کے برعکس جب سب کچھ افسانوی بنا دیا جائے گا تو اخرت صرف خیالات کی حد تک محدود رہ جاتی ہے اور اس پر ایمان لانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اللہ نے قرآن کے شروع میں اور کئی مواقع پر ایمان کو یقین کی کیفیت میں بدلنے کا حکم دیا۔ یقین اس وقت ہوتا ہے جب کسی شئے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیا جائے یا اس کے بارے میں اتنا ٹھوس علم نہ آجائے کہ اس کا انکار ناممکن ہو جائے۔ اسی طرح آخرت میں جنت کو کسی نے دیکھا نہیں کیونکہ وہ آخرت میں ہے اور ہم ابھی کائنات کے پہلے مرحلے میں ہیں اس لیے دیکھنا ناممکن ہے الا جس کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے دیکھا دیا جیسے رسول اللہ ﷺ کو معراج کے موقع پر۔

ہمارے لیے ایک ہی ذریعہ ہے وہ ہے کہ علم کی بنیاد پر یقین ہو جائے۔ اور یقین خیالات کی دنیا سے نکل کر حقیقی دنیا میں ہی آنے سے ہوگا۔

دنیا میں انسان کا مقصد

آدم علیہ السلام کو اللہ نے جب یہ طریقہ دیا تو انہوں نے اس پر عمل کر کے اپنا تزکیہ کیا۔

جب اللہ نے توبہ قبول کرتے ہوئے اس باغ سے نکال کر اس ارض پر بسا دیا اور ساتھ ایک طریقہ بھی واضع کر دیا کہ کس طریقے پر عمل کر کے تم واپس اس حالت میں لوٹ سکو گے یعنی اپنی صفائی (تزکیہ) کر سکو گے۔ اور جو اپنی صفائی (تزکیہ) نہیں کرے گا اس کو آگ میں جلا کر صاف (اس کا تزکیہ) کیا جائے گا۔

جس کا ذکر اللہ نے سورۃ البقرۃ میں یوں کیا

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ. البقرۃ ۲۴

پس بچواس آگ سے جوواقع ہوگی انسانوں اور پتھروں پر، جو کہ عدت ہیں کافروں کے لیے

عدت کہتے ہیں نقطہ آغاز سے نقطہ انجام تک کے درمیان کے وقت کو۔مثال کے طور پر ایک شئے جس میں کوئی خرابی ہو اس خرابی کو دور کر کے دوبارہ شئے کے ٹھیک ہونے تک جو وقت لگے۔خرابی پیدا ہونے کے بعد خرابی دور کرنے لیے لیے جو کوشش کی جائے گی اس کا شروع نقطہ آغاز ہوگا اور جب وہ خرابی دور کر دی گئی وہ نقطہ انجام ہوگا اور ان دونوں نقطوں کے درمیان کا وقت عدت کہلاتا ہے۔

مثال کے طور پر اگر آپ کی گاڑی خراب ہو جائے اور آپ اسے ورکشاپ میں لے کر جائیں اور جب ٹھیک ہو جائے تو واپس لے آئیں۔تو گاڑی کا ٹھیک ہونے کے لیے ورکشاپ میں داخل ہو کر نکلنے تک کا وقت عدت کہلائے گا۔اسی طرح قرآن میں طلاق پر جو عدت کا حکم دیا ہے۔اس کو بھی ہم سمجھ لیں اس سے ایک تو عدت اور دوسرا طلاق کے بارے صحیح علم حاصل ہو جائے گا۔جب کوئی عورت کسی مرد کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرتی ہے تو مرد کے جسم سے خارج ہو کر عورت کے جسم میں داخل ہونے والے پانی میں ایسے جرثومے ہوتے ہیں جو عورت کے جسم میں تین ماہ دس دن تک ٹھہر جاتے ہیں۔اگر اس عرصے کے دوران عورت کسی دوسرے مرد کے ساتھ تعلق قائم کرے گی تو دو مردوں کی جرثومے عورت کے جسم میں بیک وقت اکٹھے ہو جائیں گے جس سے ایک تو عورت کا اندورنی نظام متاثر ہوگا کیونکہ اللہ نے عورت کے اندونی نظام کو اس کا متحمل نہیں نہیں کیا جس کا نقصان عورت کے لیے تباہ کن ہوگا۔عورت کا اپنی جنسی خواہشات پر کسی حد تک قابو ختم ہو جائے گا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ فاحشہ بن سکتی ہے۔اس کا ایک ہی مرد کے ساتھ وقت گزارنا مشکل ہو جائے گا جس وجہ سے وہ کھلے عام یا در پردہ ایک سے زائد مردوں کے ساتھ جنسی تعلقات استوار کر کے اپنی جنسی خواہشات کو پورا کرے گی۔اور دوسرا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ اس عورت سے پیدا ہونے والی اولاد ذہنی حوالے سے مفلوج یا معذور ہو سکتی ہے۔جس سے ایسی نسل آگے بڑے گی جس میں عیوب ہوں گے اور وہ کسی بھی طرح کے ہو سکتے ہیں۔جسمانی یا دماغی۔بہر حال یہ موقع اس موضوع کی مزید وضاحت کا نہیں۔

اس لیے اگر ایک عورت مرد سے علیحدگی اختیار کرنا چاہتی ہے تو اسے اس عرصے کے دوران کسی دوسرے مرد سے تعلق قائم نہیں کرنا چاہیے تا کہ وہ پہلے مرد کے جراثیموں سے پاک ہو کر کسی دوسرے مرد کے لیے تیار ہو جائے۔تو عورت کو مرد کے جراثیموں سے پاک ہو کر دوبارہ پہلی حالت میں آنے کے لیے جو وقت درکار ہوگا وہ عدت کہلائے گا۔

قرآن کی اس آیت میں اللہ نے واضع کر دیا کہ جہنم کافروں کے لیے عدت ہوگی۔یعنی اس وقت تک انہیں اس آگ میں ڈالا جائے گا جب تک کے ان کا تزکیہ نہ ہو جائے،ان کا جسم صاف نہ ہو جائے۔جب جب جس جس کا جسم صاف ہوتا جائے گا اسے جہنم سے نکال لیا جائے گا لیکن اس کے برعکس اگر کسی انسان کی موت حالت شرک یعنی اس حالت میں ہوئی کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی غلامی کر رہا تھا کسی اور کی بات مان رہا تھا تو ایسے انسان کو اگر ایک لاکھ سال کی زندگی دی جاتی اور وہ اسی حالت میں رہتا تو کبھی بھی اپنا تزکیہ نہ کر پاتا۔اس لیے ایسا انسان ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔کیونکہ واحد اللہ کی ذات ایسی ہے کہ جس کی بات مان کر تزکیہ کیا جا سکتا ہے جس مقصد کے لیے بھیجا گیا وہ پورا کیا جا سکتا ہے اگر اس کے علاوہ کسی کی بھی بات پر عمل کیا تو تزکیہ نہیں کیا جا سکتا۔

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ . المومنون ۱

تحقیق کہ فلاح پا گئے مومن

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی . الاعلیٰ ۱۴

تحقیق کہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کیا

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰھَا . الشمس ۹

تحقیق کہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا

اس دنیا میں صرف دو طرح کے انسان ہی ایسے ہوں گے جن کو اللہ نے فلاح کی بشارت دی ہے۔اس میں ایک وہ جو مومن ہیں اور دوسرے وہ جنہوں نے اپنا تزکیہ کر لیا۔

مومن کون ہیں اللہ نے قرآن میں صراحت کے ساتھ وضاحت کر دی جو کہ پیچھے اس کتاب کے شروع میں مفصل انداز میں گزر چکا ہے۔کہ مومن وہ ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا مال و جان کے ساتھ۔اور جو صرف ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی اور جہاد نہیں کیا۔تو ایسے لوگ کافر و مشرک ہیں جب تک کہ ہجرت اور جہاد نہ کریں اس وقت تک جب تک ایک بھی سانس باقی ہے۔

دوسری قسم کے لوگ جو فلاح پائیں گے وہ ہیں جنہوں نے تزکیہ کیا اپنا۔

تزکیہ۔مثال کے طور پر آپ کوئی شئے خلق کر کے کسی کو دیں اور وہ انسان اس شئے میں خرابی پیدا کر دے۔اب آپ اسے بتائیں کہ اس شئے میں خرابی کو دور کیسے کیا جا سکتا ہے کیونکہ آپ اس کے خالق ہیں اسی لیے صرف اور صرف آپ ہی وہ واحد ذات ہوں گے جو اس خرابی کو دور کرنے کا علم رکھتے ہوں گے۔آپ اسے ایک طریقہ بتائیں کہ اس طریقے پر عمل کرو تو اس کی خرابی دور ہو کر دوبارہ اسی حالت میں آجائے گی جیسے یہ پہلے تھی۔اس عمل کو تزکیہ کہتے ہیں۔جس کے لیے ہدایات صرف اور صرف اس کے خالق سے ہی لی جائیں تو تزکیہ ممکن ہوتا ہے وگرنہ نہیں۔تو اب اگر غور کیا جائے تو تزکیہ انسان اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ خالق کی ہدایات پر عمل نہ کرے جس کے لیے پہلے اسے ایمان لانا ہو گا یعنی یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ یہی خالق ہے اس لیے صرف یہی ایک ذات ہے جو راہنمائی کر سکتی ہے۔پھر اس کی ہدایات پر عمل کیا جائے گا یعنی جہاد ”جدوجہد“ کیا جائے گا تزکیہ کرنے کے لیے۔تو واضح ہو جاتا ہے کہ تزکیئے کے لیے پہلے ایمان لانا شرط ہے۔تزکیہ صرف وہی کر سکے گا جو مومن ہو گا۔یا یہ کہہ لیں کہ جس نے تزکیہ کر لیا یا اسی کی جدوجہد میں موت آگئی وہ ہی مومن ہو گا۔

ایک ہے۔امنو،اس کے معنی ہیں ایمان لانا یعنی تسلیم کرنا

اور ایک ہے مومن۔جس کے معنی ہیں جس پر ایمان لایا یا جو تسلیم کیا اس پر عمل کر لیا۔

امنو منزل کی طرف پہلا قدم ہے اور مومن منزل پر پہنچ جانے والا۔اس فرق کو لازمی ذہن میں رکھنا چاہیئے۔

اور تزکیہ کرنے کے لیے ہی انسان اس دنیا میں ایک محدود مدت کے لیے بھیجا گیا۔جس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ آیا یہ انسان صرف

اللہ کی غلامی کرتا ہے یا نہیں۔

دنیا ایک ورکشاپ

یہ زمین انسان کے لیے بلکل ایک ورکشاپ کی حثیت رکھتی ہے۔ جیسے گاڑی خراب ہو جائے تو اس کی خرابی کو دور کروانے کے لیے اسے ورکشاپ میں لایا جاتا ہے اور ورکشاپ میں گاڑی کی خرابی کو دور کرنے کے لیے تمام اوزار و ضروریات موجود ہوتی ہیں۔ بلکل اسی طرح اللہ نے اس زمین وہ وہ سب رکھ کر واضع طور پر بتا دیا کہ یہ سب تمہاری وہ ضروریات و اوزار ہیں جن سے تم اپنی ذاتوں میں موجود خرابی کو دور کر کے اصلاح کر لو گے۔

تو جیسے گاڑی کی اصلاح ہو جانے کے بعد اسے ورکشاپ سے نکال لیا جاتا ہے بلکل اسی طرح انسان کو بھی اس ورکشاپ سے نکال لیا جاتا ہے۔ اور اس کے برعکس اگر اس ورکشاپ میں گاڑی کو ٹھیک نہ کیا جا سکے تو اسے کسی دوسری ایسی ورکشاپ لے جایا جاتا ہے جہاں اس کی اصلاح کی جا سکے۔ بلکل اسی طرح جو اپنی اصلاح اسی زمین پر کر لیں گے وہ تو ان کے اصل مقام کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے اور جنہوں نے یہاں اپنی اصلاح نہ کی ہو گی تو انہیں پھر دوسری ورکشاپ میں لے جایا جائے گا۔ جو آخرت میں جھم کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ اس میں داخل کریں گے جن جس ن کی جب جب اصلاح ہوتی جائے گی نکال لیا جائے گا اور جن جن کی اصلاح جب تک نہیں ہو گی تب تک اسی ورکشاپ میں رکھا جائے گا اور جن کی کبھی اصلاح نہ ہو گی وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

اصل امتحان کا آغاز

یہاں سے اب وہ اصل امتحان شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس امتحان سے ہی پتہ چلتا ہے کہ کون صرف اور صرف اللہ کی غلامی کرتا ہے اور کون اس کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتا ہے یعنی اوروں کی بھی بات پر عمل کرتا ہے۔ کیونکہ جو ظلم آدم علیہ السلام نے پھل کھا کر خود پر کیا اور پھر اسی طرح کی نسل آگے چلی۔ اس ظلم کو دور کرنے کا واحد حل یہی ہے کہ صرف اور صرف اللہ کی بات مانی جائے اس کے علاوہ کوئی بھی ایسی ذات نہیں جو راہنمائی کر سکتی ہے

اللہ تعالیٰ نے اس طریقے کا پہلا رکن دیا کہ اے آدم تجھ کو میں نے خلق کیا اس لیے صرف اور صرف میں ہی جانتا ہوں کہ تیرے لیے کیا فائدہ مند اور کیا نقصان دہ ہے اور اس سے پہلے تو نے شیطان کی صرف ایک بات مانی اور اس کا نتیجہ کیا نکلا یہ تو خود دیکھ چکا ہے اس لیے اگر تم چاہتے ہو کہ اپنی صفائی یعنی تزکیہ (جیسے پہلے تھے اسی حالت میں لوٹ کر) کر کے جہنم کی آگ سے سلامتی پا جاؤ اور دوبارہ جنت یعنی باغات میں داخل کر دیے جاو تو اس دنیا میں تمہیں ایک محدود مدت کے لیے موقع دیا جا رہا ہے اس دوران صرف اور صرف میری ہی بات ماننا میرے علاوہ کسی اور کی کوئی بھی بات نہیں ماننا۔ اس کو توحید کہا جاتا ہے۔

اس طریقے کا پہلا رکن

☆توحید

جس پر عمل کر کے جہنم کی آگ سے سلامتی پائی جا سکتی ہے کا پہلا رکن لا الٰہ الا اللہ نہیں کوئی بھی ایسی ذات جس کی غلامی کی جائے یعنی بات مانی جائے سوائے اللہ کے۔ کہ اس دنیا میں صرف اور صرف اللہ کی غلامی کرنا صرف اور صرف اللہ کی بات ماننا۔ جسے توحید کا نام دیا گیا۔ دین اسلام کا پہلا بنیادی رکن

انسان کو دنیا میں ایک محدود متعین مدت تک کے لیے جس مقصد کے لیے بھیجا گیا الحمد للہ وہ تو ہم نے اپنی ذات میں غور وفکر کرنے سے جان لیا جیسا کہ اللہ نے اس آیت میں حکم دیا تھا

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ . الروم ۸

لیکن اس مقصد کو پورا کیسے کیا جا سکتا ہے اسے ہم اس وقت تک نہیں جان پائیں گے اور پورا کر پائیں گے جب تک کہ ہم اس آیت کے اگلے حصے پر عمل نہ کر لیں یعنی زمین و آسمان اور جو ان کے درمیان ہے ان مخلوقات میں غور وفکر نہ کر لیں۔ اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو اس آیت کے آخر میں اللہ نے ایسے لوگوں کو کافر کہا ہے۔ کیونکہ وہی انسان غور وفکر کر کے جس مقصد کے لیے بھیجا گیا اسے جان سکے گا۔ اور پورا کرنے کی غرض سے غور وفکر کرے گا۔ اور غور وفکر صرف وہی انسان نہیں کرے گا جو اپنے رب سے ملاقات کا منکر ہے یعنی کافر۔

یہاں ہم اس کائنات میں مختصراً غور وفکر کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

ہم سورج میں غور وفکرر تے ہیں۔ آج کے اندازوں کے مطابق سورج زمین سے تقریباً ۱۵ کروڑ کلومیٹر دور ہے۔ زمین اور سورج کے درمیان خلاء میں تقریباً منفی ۲۷۰ جما دینے والا ٹمپریچر ہے۔ اس کے باوجود سورج کی تپش اس طرح زمین پر پہنچ رہی ہے کہ موسم گرما میں کچھ لمحات کے لیے بھی سورج کی دھوپ میں کھڑا ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ تو اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ سورج کتنا گرم ہوگا۔ اور پھر اگر سورج ٹھنڈا ہو جائے تو اس کے اس زمین پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

زمین پر موجود ہر شئے کی بقاء سورج کے اسی لائن پر قائم رہنے سے مشروط ہے جس طرح سورج اپنی لائن پر قائم ہے روزانہ ایک ہی لائن می پر آ جا رہا ہے۔ کیونکہ زمین پر موجود تمام مخلوقات سورج سے حرارت کی صورت میں غذا حاصل کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک درخت کو ہی لیے لیجئے وہ زمین سے پانی اور اسی پانی کے ذریعے کچھ اجزاء اور سورج کی حرارت سے وجود میں آتا ہے۔ جس کو جاننے کے لیے آپ ایک درخت کو کاٹ کر اس کا وزن کر لیں اس کے بعد اسے مکمل خشک کر لیں۔ خشک کرنے کے بعد اس دوبارہ وزن کریں تو وزن میں جو کمی واقع

ہوگی وہ پانی تھا جس نے درخت کی لکڑی کی شکل اختیار کی ہوئی تھی۔ پھر آپ اس کو جلا دیں اور باقی جو بچے اس کا وزن کر لیں تو وزن میں جو کمی واقع ہوگی وہ سورج کی حرارت تھی جس نے درخت کی لکڑی کی شکل اختیار کی ہوئی تھی لیکن جب اس پر ایسا کیمیائی عمل کیا گیا کہ جس سے وہ دوبارہ اپنی پہلی حالت میں لوٹ جائے تو ایسا ہی ہوا اور باقی جو راکھ بچی وہ اجزاء تھے جو اس درخت نے زمین سے حاصل کیے تھے۔

اس سے ہمیں بہت کچھ سمجھ آ جاتا ہے۔ کہ کیسے درخت سورج کی حرارت کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اسی طرح اگر زمین پر درخت زیادہ ہوں تو سورج کی حرارت کم ہو جائے گی کیونکہ وہ حرارت درختوں کے وجود میں تبدیل ہو جائے گی اس سے پہلے کہ وہ کسی اور مخلوق پر براہ راست اثر انداز ہوتی۔

پھر اسی طرح تمام درختوں، جانداروں اور موسموں کا نظام سورج کے ساتھ مشروط ہے وہ بھی تب تک جب تک سورج اسی لائن پر قائم رہے۔ اگر سورج ایک لمحے کے لیے بھی ٹھنڈا ہو جائے جائے تو اس زمین پر موجود تمام مخلوقات ایک دم سے جم جائیں گے جس کا نتیجہ ان کی زندگی کا خاتمہ ہوگا۔ اسی طرح جیسے جیسے ہم اس کی گہرائی میں جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ سورج جس لائن پر قائم ہے اگر اس لائن میں ذرا برابر بھی کمی کوتاہی کرتا ہے تو اس کے انتہائی تباہ کن اثرات مرتب ہوں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا سورج کو یہ سب علم ہے جس وجہ سے وہ اس لائن پر قائم ہے کہ جس سے ان مخلوقات کی بقاء اس کے اسی لائن پر قائم رہنے سے مشروط ہے ان سب کا سورج کو علم ہے؟

اور سورج کو کیسے پتہ چلا کہ ہر مخلوق کو کتنی کتنی حرارت چاہیے جس کے لیے پورے حساب کتاب کے مطابق ایک لائن قائم کرنی ہے؟ اس طرح لاتعداد سوال پیدا ہوتے ہیں۔

اسی طرح چاند کی اپنی ایک لائن ہے جس پر وہ قائم ہے، اسی طرح ہوائیں۔ مثال کے طور پر اگر ہوائیں تھم جائیں تو بادلوں کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس سے زمین سے اگنے والی مخلوقات کا نظام تباہ ہو جائے گا۔ ان سے جانداروں اور انسانوں کا نظام زندگی تباہ ہو جائے گا۔ بلکہ اسی طرح آسمانوں اور زمینوں میں موجود تمام مخلوقات کسی نہ کسی لائن پر قائم ہیں اگر وہ اس لائن پر قائم رہتی ہیں تو ان کا اپنا بھی فائدہ اور باقی تمام مخلوقات کا بھی اور اگر اس ہٹا جاتی ہیں یا کوئی ایک بھی ہٹ جاتی ہے تو اس سے پوری کائنات میں تباہی آئے گی خواہ جلدی آئے یا دیر سے۔

اسی طرح انسان اس کائنات میں غور و فکر کرتا جائے تو اس پر کئی راز کھلتے جائیں گے۔ جیسے وہ اپنی ذات میں غور و فکر کرے تو پتہ چلتا ہے کہ جب وہ پیدا ہوا تو ۲،۳ کلو اس کا وزن تھا لیکن آج اسی نوے کلو کا یہ وزن کہاں سے آ گیا۔ غور و فکر سے پتا چلتا ہے کہ کھانے پینے سے۔ جو کھاتا ہے وہ جسم کا حصہ بنتا ہے۔ کیا کھاتا ہوں؟ پھل، سبزیاں اور گوشت وغیرہ۔ وہ پہلے کیا تھے؟ گوشت کہاں سے آیا؟ بکرے سے، بکرے کہاں سے بنا؟ گھاس پھوس سے۔ گاس پوس کہاں سے نکلی؟ مٹی سے۔ اس طرح انسان پر واضع ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے اس وجود سے پہلے چھوٹے چھوٹے ذرات کی شکل میں پوری دنیا میں بکھرا پڑا تھا پھر کیسے وجود میں آیا۔ جس کا قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے یوں ذکر کیا۔

كَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَكُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡيَاكُمۡ ۚ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ. البقرۃ ۲۸

کیسے اللہ کے ساتھ کفر کر سکتے ہو اور تھے تم اموات پس تمہیں حیات دی پھر تمہیں موت دی جائے گی پھر حیات دی جائے گے پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے

پہلے اموات تھے۔موت کہتے ہیں چھوٹے چھوٹے ذرات میں تبدیل ہونے کو اور حیات کہتے ہیں ان ذرات کو اکٹھا کر کے جوڑ کر وجود عطا کرنے کو۔تو پہلے ہم چھوٹے چھوٹے ذرات کی صورت میں پوری دنیا میں بکھرے پڑے تھے پھر کس طرح ہم اکٹھے کیے گئے۔کیا یہ خود بخود ہو گیا؟ کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

پھر ہم مزید غور وفکر کریں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کوئی بھی شیئے بغیر کسی خالق کے وجود میں نہیں آتی۔کیونکہ ہماری زندگی میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی بھی ایسی شیئے نہیں کہ جو خود بخو د وجود میں آ گئی ہو۔مثال کے طور پر کبھی ایسا ہوا ہو کہ ایک عالی شان گھر خود بخو د وجود میں آ گیا ہو؟ کوئی گاڑی؟ کوئی بھی رزمرہ استعمال کی شیئے؟ جس بستر پر سوتے ہیں؟ جو کھاتے ہیں؟

اَوَلَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ . الروم ۸

کیوں نہیں غور وفکر کرتے اپنی ہی ذاتوں میں

اپنی ذاتوں میں غور وفکر کرنے سے واضع ہو جاتا ہے کہ کوئی بھی شیئے خود بخو د وجود میں نہیں آتی بلکل اس کا کوئی نہ کوئی خالق ضرور ہوتا ہے۔جب ہمارے روز مرہ کے استعمال کی یہ بے وقعت سی اشیاء خود بخو د وجود میں نہیں آ سکتیں تو پھر سورج جو اتنا بڑا ہے اتنا پیچیدا ہے یہ کیسے خود بخو د وجود میں آ سکتا تھا؟ زمین و آسمان اور ان کے درمیان جو بھی مخلوقات ہیں جن کا انسانی عقل احاطہ ہی نہیں کر سکتی وہ کیسے خود بخو د وجود میں آ سکتی ہیں؟ یہ بلکل واضع ہو گیا کہ ہر شیئے کا کوئی نہ کوئی خالق ضرور ہوتا ہے۔

پھر اسی طرح کسی دوسرے کو آپ سے کچھ چاہیئے تو آپ کو کیسے پتہ چلے گا؟ کیا خود بخو د ہی علم ہو جائے گا؟ نہیں بلکہ وہ انسان آپ کو بتائے گا یا پھر ایسا جس کے پاس اس کا علم ہو گا وہی آپ کو بتائے گا۔اس میں بھی جتنا گہرائی میں کر ہم غور وفکر کر سکتے ہیں کر لیں تو بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ کسی کو بھی خود بخو د علم نہیں ہو جاتا کوئی نہ کوئی بتانے والا ضرور ہوتا ہے۔آسمانوں اور زمین میں غور وفکر کرنے سے انسان پر جو راز کھلتے ہیں وہ یہ کہ جو اللہ نے قرآن میں بیان کر دیا

وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ . الانعام ۷۳

اور وہی ہے جس نے خلق کیا آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ . ابراهيم ۱۹

کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ نے خلق کی آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ . الحجر ۸۵

اور نہیں خلق کیا ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ . الزمر ۵

خلق کیا آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ . الجاثیه ۲۲

اور خلق کیا اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ . الاحقاف ۳

نہیں خلق کیا ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ

جب ہم ان آیات یعنی اللہ کی نشانیوں، آسمانون اور زمینوں میں جو بھی مخلوقات ہیں سب اللہ کی نشانیاں ہیں جن سے انسان اللہ کو پہچان سکتا ہے ان میں غور وفکر کریں جس کا اللہ نے بار بار حکم دیا ہے۔ اور یہاں تک کہا کہ کیوں نہیں کرتے؟

تو ہم پر قرآن کی یہ آیات بلکل واضع ہو جائیں گی کہ واقع ہی اللہ نے آسمانون اور زمینوں اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے حق کیساتھ خلق کیا ہے۔

حق کیساتھ خلق کرنے کا مطلب یہ کہ جو پیچھے ہم نے اس کائنات کی چند مخلوقات میں تھوڑا سا غور وفکر کیا تو ہم پر واضع ہو گیا کہ سب سے پہلے اس کائنات کو خلق کرنے والی کوئی نہ کوئی ذات ہے اور وہ ایک ہی ذات ہے۔ جتنی بھی مخلوقات ہیں ان کو خلق کرنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے اور ہر مخلوق کو جس مقصد کے لیے خلق کیا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے کسی نہ کسی لائن پر قائم ہونا ضروری ہے تب ہی وہ اس مقصد کو پورا کر سکتی ہے جس مقصد کے لیے اسے خلق کیا گیا۔ جیسے سورج۔ اور اگر کوئی مخلوق اس لائن پر قائم نہیں ہوتی تو وہ مقصد پورا نہیں کر پائے گی جس کی وجہ سے اس کائنات میں تباہیاں آئیں گے۔

لیکن جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ سورج سمیت تمام مخلوقات کسی نہ کسی لائن پر قائم ہیں سوائے انسان کی اپنی ذات کے تو کیا وجہ ہے باقی تمام مخلوقات اس لائن پر کیسے قائم ہیں؟ تو اس کا جواب تو بلکل واضع ہو چکا کہ جب خلق اللہ نے کیا۔ تو اسے ہی علم ہے کہ کس مقصد کے لیے خلق کیا اور پھر اس مقصد کو پورا کیسے کیا جا سکتا ہے اس کا علم بھی صرف اور صرف اللہ ہی کو ہے اس لیے اللہ نے ان تمام مخلوقات کو اپنی اپنی لائن پر لگایا ہوا ہے۔ جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں بھی کر دیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا. فاطر ۱

تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے جس نے فطرت پر کر دیا آسمانوں اور زمین کو ملائکہ کو پیغام رساں مقرر کرنے والا۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ یعنی آسمانوں اورزمینوں کا نظام جو بغیر کسی نقص کے قائم ہے اور چل رہا ہے اس کی تعریف کے لائق اللہ کی ذات ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں اللہ ان تعریفات کے لائق ہے تو آیت کے اگلے حصے میں اس کا جواب بھی آجاتا ہے۔اس لیے کیونکہ اللہِ

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اللہ نے آسمانون اور زمین کو فاطر کیا ہوا ہے۔یعنی یہ کہ انہیں کیا کیا کرنا ہے کیسے کیسے کرنا ہے جس جس لائن پر قائم ہیں اس سے آگاہ کرنے اور اس لائن پر ان کو لگانے والی ذات اللہ کی ذات ہے۔اس لیے اس کائنات کا پیچیدہ ترین نظام بغیر کسی نقص کے چل رہا ہے۔اور ان مخلوقات نے کب کیا کرنا ہوتا ہے اس سے ان کو آگاہ کرنے کے لیے اللہ نے ملائکہ کا تقرر کیا ہوا ہے

اللہ ملائکہ کے ذریعے انہیں یہ پیغام دیتے ہیں جس پر تمام مخلوقات عمل کرتی ہیں۔

پھر قرآن کی اس آیت میں بھی اللہ نے واضع کر دیا

وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّكَرۡهًا وَّاِلَيۡهِ يُرۡجَعُوۡنَ . آل عمران ۸۳

جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب نے اپنے آپ کو اسی کے حوالے کیا ہوا ہے خوشی سے یا ناگواری سے اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

کوئی خوشی سے خود کو اللہ کے حوالے کر دے یعنی جو بھی عمل کرے صرف اور صرف اللہ کی مرضی کے مطابق اس کے علاوہ کسی کی بھی رائی برابر بھی بات نہ مانے۔یا پھر اسے ایسا کرنا ناگوار گزرے بہر حال یہی کرنا ہے اور تمام مخلوقات یہ کر رہی ہیں۔کیونکہ اللہ نے واضع کر دیا کہ اللہ نہیں چاہتا کہ اس کے علاوہ کسی کی بھی بات مانی جائے۔وہی خالق ہے، وہی مالک ہے تو پھر الٰہ بھی اسی کو بنانا ہے۔اور ساتھ ہی اللہ نے یہ بھی واضع کر دیا کہ جو ایسا نہیں کرے گا تو اس پر یہ واضع ہونا چاہیے کہ اسے اللہ کی طرف ہی جانا ہے پھر اللہ اس سے پوچھ کچھ کرے گا اور اس کا بدلہ دے گا ہر ایک کو۔

اس طرح جب انسان غور وفکر کرتا ہے تو اس پر واضع ہو جاتا ہے کہ ہر مخلوق کو خلق کرنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے اور اس کو پورا کرنے کے لیے اس کے مطابق لائن پر قائم ہونا ضروری ہے اور اس لائن کی طرف راہنمائی وہی کر سکتا ہے جس نے خلق کیا کیونکہ وہی ایک واحد ذات ایسی ہے جسے علم ہے کہ اس نے کس مقصد کے لیے خلق کیا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے کون سی لائن اور کیسے قائم کرنا ہے ورنہ اگر اس لائن کو قائم نہیں کیا تو وہ مقصد پورا نہیں ہو گا جس سے اس کا اپنی ذات سمیت اس کائنات میں تمام مخلوقات کا نقصان ہو گا تباہی سے دوچار ہوں گی۔اور پھر اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دے گا جس کے لیے اللہ نے آگ تیار کر رکھی ہے۔

اس لیے لا الٰہ الا اللہ اس دنیا میں صرف اور صرف اللہ کی بات ماننی ہے جو دین کا پہلا بنیادی رکن توحید ہے

جب صرف اور صرف اللہ ہی کی بات ماننی ہے تو پھر اللہ نے حکم دیا کہ صلاۃ قائم کرو جو اس طریقے کا دوسرا رکن ہے جس طریقے پر عمل کر کے جہنم کی آگ سے سلامتی پائی جا سکتی ہے۔

☆صلاۃ

دوسرا رکن۔صلاۃ

صلاۃ قائم کرنے کا مقصد؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صلاۃ کیا ہے اور کیسے قائم کرنی ہے۔صلاۃ وہی لائن ہے جس کو قائم کر کے انسان وہ مقصد حاصل کر سکتا ہے جس مقصد کے لیے اسے اس دنیا میں بھیجا گیا۔اگر صلاۃ قائم نہیں کی جائے گی تو پھر اس کا نتیجہ وہی نکلے گا جو اگر سورج اپنی لائن کو قائم کرنا چھوڑ دے۔ٹھنڈا ہو جائے یا پھر زیادہ گرم یا کم گرم ہو جائے،لائن سے ہٹ جائے یا کا تاہی و سستی کرے۔ان تمام میں سے کسی ایک خامی کو بھی اپنائے گا تو وہ لائن قائم نہیں ہو گی جس کی وجہ سے اس کائنات میں تباہی آئے گی زمین پر تمام مخلوقات کی بقاء خطرے سے دوچار ہو جائے گی تباہ و برباد ہو جائیں گی۔اسی طرح کوئی بھی مخلوق اپنی لائن کو چھوڑے گی تو اس کی ذمہ داری کی نوعیت کے مطابق اس کائنات میں تباہی برپا ہو گی۔

مثال کے طور پر ایک گاڑی ہی کو لے لیجئے۔کہ گاڑی کئی ہزار مختلف پرزوں کے وجود سے مل کر وجود میں آتی ہے تب تک ٹھیک کام کرتی ہے جب تک اس کے تمام پرزے اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک سے کام کرتے رہیں۔اگر ان میں سے کوئی بھی پرزہ کام کرنا چھوڑ دے تو اس کی ذمہ داری کی نوعیت کے اعتبار سے گاڑی پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔مثلاً اگر انجن ہی نکال لیا جائے تو گاڑی بلکل بے کار ہو جائے گا۔اسی طرح ٹائر ہی اتار لیے جائیں اسٹاڑ تو ہو گی انجن کام تو کرے گا لیکن فاصلہ طے نہیں کر پائے گی۔اسی طرح اگر لائٹیں خراب ہو جائیں تو ان کی ذمہ داری کی نوعیت کے اعتبار سے نقصان ہو گا۔اسی طرح اگر اس میں خوراک یعنی ایندھن اچھے میعار کا استعمال نہیں کیا جائے گا تو انجن آہستہ آہستہ تباہ ہو جائے گا۔اسی طرح اس کا ڈرائیور ہوتا ہے اس کی اپنی ذمہ داری ہوتی ہے وہ جس طرح اسے استعمال کرے گا اسی طرح کے اس پر اثرات مرتب ہوں گے۔ڈرائیور کا کام اس کے استعمال کے ساتھ ساتھ اس کی مکمل دیکھ بھال بھی کرنا ہوتا ہے کہ کہیں اس میں کوئی نقص یا خرابی پیدا نہ ہو۔اب ایک اور بات جو بہت ہی غور طلب ہے وہ یہ کہ گاڑی کے کچھ پرزے تو ایسے ہیں جو نظر آ رہے ہیں لیکن کچھ ایسے ہیں جو چھپے ہوئے ہیں۔اور پھر گاڑی بنانے والون نے ساتھ جو ہدایات کی کتاب دی اس میں لازمی نہیں کہ گاڑی کے بارے میں مکمل علم موجود ہو کہ کیسے بنائی گئی؟ کتنے پرزے ہیں؟ کہاں کہاں نصب ہیں؟نہیں بلکہ اس میں صرف اس کے استعمال اور اس کی دیکھ بھال کی ہدایات موجود ہیں۔جن کے مطابق اس گاڑی کا استعمال کیا جائے گا۔بلکل یہی مثال آسمانوں اور زمین اور ان میں موجود تمام مخلوقات کی ہے۔

پھر بلکل انسان اپنی ذات ہی کی مثال لے لے۔

اَوَلَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ۔ الروم ۸

کیوں نہیں غور وفکر کرتے اپنی ہی ذاتوں میں

کہ انسان کا جسم مختلف اعضاء کے مجموعے کا نام ہے اس میں ہر عضو کی اپنی ذمہ داری ہے۔جیسے دل کا کام کیا ہے ہم غور وفکر کریں۔ آنکھیں ہیں۔کان، ناک،منہ، زبان، ہاتھ، پاوں وغیرہ اوراسی طرح کچھ اعضاء ایسے بھی ہیں جن کواس سے چھپا کرر کھ دیا گیا ہے۔دل گردے، پھیپھڑوں سمیت کئی اعضاء۔

جسم اس وقت تک سلامت رہے گا جب تک تمام اعضاء ٹھیک طریقے سے کام کرتے رہیں گے۔ان میں سے اگر کوئی بھی عضو اپنا کام چھوڑ دے گا تو اس کی ذمہ داری کی نوعیت کے اعتبار سے جسم پر منفی اثر مرتب ہوگا۔مثال کے طور پر پاوں مفلوج ہوجائے تو انسان لنگڑا ہوجائے گا چلنے میں تکلیف ہوگی۔اسی طرح آنکھوں کو لے لیجئے۔لیکن کچھ اعضاء ایسے ہیں کہ جن کے کام نہ کرنے سے پورا جسم ہی خراب ہوجائے گا تباہ وبرباد ہوجائے گا۔مثلاً اگر دل کام کرنا چھوڑ دے تو موت واقع ہوجائے گی یعنی آنکھوں کے کام چھوڑنے کی نسبت آنے والی تباہی سے کئی گنا بڑی تباہی آئے گی۔

پھر جسم میں جو اعضاء سامنے ہیں وہ محکم ہیں یعنی فیصلہ کن۔ان کے بارے میں اللہ نے واضع کر دیا علم انسان کے دماغ میں رکھ دیا کہ ان کا استعمال کیا ہے۔آنکھیں، ناک،منہ، پاوں، زبان، کان، ٹانگیں اسی طرح باقی جو بھی ہیں انسان ان کا استعمال کرتا ہے۔لیکن اس کے بر عکس اور بھی بہت سے ایسے اعضاء ہیں جن کو اللہ نے چھپا کرر کھ دیا اور جن کے بارے میں علم نہیں دیا کہ ان کا استعمال کیا ہے۔جن میں انسان کے تمام اندرونی اعضاء کا شمار ہوجاتا ہے۔

لیکن غور کرنے والی بات یہ ہے کہ اگر ان کا علم نہیں دیا گیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کا وجود ہی نہیں ہے یا پھر وہ بیکار ہیں، فضول ہیں کہ کام نہیں کررہے، بے مقصد ہیں۔نہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تمام اپنا اپنا کام کررہے۔ان کی موجودگی کا انسان کو علم دینا ضروری نہیں ہے۔جن کا علم دینا ضروری تھا ان کا علم دے دیا گیا اور انسان ان کو استعمال کررہا ہے۔

اب ایک اور بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ کہ جو بھی اعضاء ایسے ہیں جو سامنے ہیں ان میں اگر کوئی رد بدل یا ان کا وجود ختم کر دیا جائے تو منفی نقصانات ایسے ہوں گے جس سے انسان عیب دار ہوجائے گا، معذور ہوجائے گا لیکن اس کے برعکس جن کو اللہ نے چھپا دیا اگر ان میں سے کوئی اپنا کام چھوڑ دے یا نکال دیا جائے تو اس سے موت ہی آئے گی۔وقت کتنا لگتا ہے وہ اعضاء کی ذمہ داری کی نوعیت کے اعتبار سے ہو گا۔

اب پھر جیسے گاڑی کا ایک ڈرائیور ہوتا ہے جو پوری گاڑی پر اختیار رکھتا ہے بلکل اسی طرح انسان کے پورے جسم پر انسان کے دماغ کا اختیار ہوتا ہے وہ جیسے چاہے جسم کے اعضاء کو استعمال کرتا ہے۔جیسے گاڑی کے ڈرائیور پر منحصر ہے کہ وہ گاڑی کا استعمال کیسے کرتا ہے۔ بلکل یہی مثال چھوٹے سے چھوٹے ذرے سے لیکر ساتویں آسمان تک کی ہے۔کائنات اور اس کے نظام کی ہے۔اس زمین کی ہے۔ زمین پر اللہ نے انسان کو نائب بنایا جس کا مطلب بلکل یہی ہے کہ جیسے گاڑی کا ڈرائیور ہوتا ہے۔جیسے انسان کے پورے جسم کا اختیار انسان کے دماغ کے پاس ہوتا ہے اسی طرح اس کائنات کی باقی تمام مخلوقات کی بھی مثال ہے۔اور بلکل ایسے ہی انسان کو اللہ نے اس

زمین کا ڈرائیور بنا دیا۔اوراس کا نظام کیسے چلانا ہےاس کی دیکھ بھال کیسے کرنی ہے اس کے لیے اپنے انبیاء کوبھیجااور ساتھ ہدایت نامہ بھی دے دیا کہ کس طرح اس پر رہنا ہے اسے استعمال کرنا ہے اس کی دیکھ بھال کیسے کرنی ہے۔

جیسے گاڑی خراب ہو جائے تو اسے کاریگر کے پاس لے جایا جاتا ہے بلکل اسی طرح انبیاء کی مثال ہے کہ جب اس میں خرابیاں پیدا کی جاتی ہیں تو اللہ اپنے انبیاء کو بھیجتا ہے۔پھر جب گاڑی کا نیا ماڈل آجائے تو پرانے ماڈل کا کاریگر اس گاڑی کو مکمل طور پر صحیح کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اسی طرح انبیاء رسولوں کی مثال ہے۔جیسے گاڑی میں کوئی خرابی پیدا ہو جو چھوٹی نوعیت کی ہو تو اس کا علم رکھنے والا کاریگر اسے ٹھیک کردے گا لیکن اگر گاڑی میں کوئی بڑا نقص پیدا ہو جائے تو پھر اسی کے اہل کاریگر کے پاس لے جایا جائے گا وہی ٹھیک کرسکے گا نہ کہ پہلے والا۔تو بلکل یہی مثال انبیاء رسولوں کی ہے۔

ان تمام مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم آگے بڑھتے ہیں۔کہ صلاۃ قائم کرنے کا اللہ نے حکم دیا صلاۃ کیا ہے اور کیسے قائم کی جائے گی۔ اس کے لیے ہم بنیاد پر روشنی ڈال کر آگے بات کریں گے

صلاۃ۔

صلاۃ کا مادہ ہے ’’صل‘‘۔جس کے معنی ہم ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر آپ کا کوئی دوست کسی ایسی شئے کی تصویر بناتا ہے جس کو آپ نے کبھی دیکھا اور نہ ہی آپ کے تصور میں ایسی کوئی شئے موجود ہو۔اب آپ کا دوست اس تصویر کو کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے بکھیر دیتا ہے اور آپ کو کہتا ہے کہ آپ ان ٹکڑوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان کو جوڑ کر تصویر مکمل کریں۔

یعنی ہر ٹکڑے کو اپنے اپنے مقام پر رکھیں۔تو آپ سے سوال ہے کہ کیا آپ ایسا کر پائیں گے؟؟؟

ان ٹکڑوں کو جمع کر لینا تو ہو سکتا ہے آپ کے لیے ممکن ہو لیکن ان کو جوڑنا آپ کے لیے اس وقت تک ممکن نہ ہو گا جب تک کہ آپ اپنے اس دوست جو اس کا خالق ہے اس سے راہنمائی نہ لیں۔وہ بھی ایک ہی بار نہیں بلکہ ہر ٹکڑے پر آپ کو اس کی راہنمائی درکار ہو گی کہ فلاں ٹکڑے کا کون سا مقام ہے،فلاں اور فلاں کا کون سا۔

اسی سے صلاۃ بنا ہے۔جسے قائم کرنا ہے۔انسان کو اس زمین پر انسانوں میں صلاۃ قائم کرنی ہے۔یعنی ہر انسان کو جس کا جو مقام ہے اس پر رکھنا ہے،اور زمین پر موجود تمام مخلوقات کو بھی جس جس مقام پر اللہ سبحان وتعالی نے رکھا وہیں رہنے دینا ہے اور اگر ان میں سے کسی کو بھی اس کے مقام سے ہلا دیا جاتا ہے تو انہیں بھی ان کے مقام پر رکھنا ہے۔اسی طرح انسان اپنی ذات کی ہی مثال لے لے۔اللہ نے اس کے جسم کے تمام اعضاء کو جہاں جہاں جیسے جیسے لگا دیا وہیں وہیں لگے رہنے دینا ہے کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی جس سے ان میں کوئی تبدیلی یا نقصان ہو۔اسی طرح غور وفکر کرتے آگے بڑھتے چلے جائیں۔

اب وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس کا کون سا مقام ہے؟ کیسے اس کے مقام پر اسے رکھا جائے گا اور یہ سلسلہ کس طرح قائم ہوگا اس کے لیے تو علم اور حکمت یعنی اس علم کا استعمال کیسے کرنا ہے کی ضرورت ہے وہ ہمارے پاس ہے نہیں اگر ہے بھی تو وہ اس دنیا اور اس کی پیچیدہ ترین خلق کے حوالے سے انتہائی کم اور ناقص ہے تو پھر کسی ایسی ذات کی راہنمائی کی ضرورت ہے جس کے پاس اس کا علم ہو۔ وہ ایک ہی ذات ہو سکتی ہے اور وہ ہے جو سب کا خالق ہے۔ اس لیے پھر اس کے ساتھ قدم قدم پر رابطے میں رہا جائے گا۔

جیسے مثال کے طور پر آپ کا وہ دوست جس نے وہ تصویر بنائی تھی کہیں دور ہو تو آپ اس سے راہنمائی لینے کے لیے فون وغیرہ کے ذریعے اس سے رابطہ کریں گے۔

بلکل پھر اسی طرح اللہ تعالی سے رابطے کے لیے تعلق قائم کرنا پڑے گا تا کہ اس سے قدم قدم پر راہنمائی حاصل کی جاتی رہے اس کے لیے اس میں اللہ نے رکوع سجود کو رکھ دیا۔ رکوع وسجود ذریعہ ہے اللہ کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کا اس سے ہدایات لینے کے لیے۔ اور جو ہدایات اس نے اپنی کتاب قرآن مین دے دیں ان کو بھی سمجھنے کا۔

جب اللہ سبحان وتعالیٰ نے جنت سے نکال دیا تو توحید کے بعد کہا کہ اے آدم تم جانتے ہو کہ ابلیس تمہارا کتنا بڑا اور کیسا دشمن ہے اور وہ یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنا تزکیہ کر کے واپس جنت میں داخل ہو جاو کیونکہ وہ تو یہی چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے ساتھ جہنم کی آگ میں لے کر جائے اس لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس کی بھرپور کوشش نہ کرے کیونکہ اس نے میرے ساتھ چیلنج کیا ہوا ہے اور پھر اس نے تم کو بہکا دیا تم وہ جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے خلق کیا اور تم مجھ سے ہم کلام بھی ہوئے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ تمہاری اولاد کو بہکا نہ پائے حالانکہ تمہاری اولاد نے نہ مجھے دیکھا ہوگا نہ سنا ہوگا صرف مجھ پر ایمان لانا ہوگا۔ اس لیے تم نے شیطان کا ہر وہ رستہ بند کرنا ہے جس جس رستے سے بھی وہ حملہ آور ہو سکتا ہے جس کے لیے تم نے سب سے پہلے میرے ساتھ تعلق قائم رکھنا ہے اور اس دنیا میں وہ نظام قائم کرنا ہے جو اس کائنات میں قائم ہے۔ ہر مخلوق اپنی اپنی ذمہ داری کے لحاظ سے اپنے اپنے مقام پر رہ کر جس مقصد کے لیے خلق کی گئی اسے پورا کر رہی ہے اور اگر کوئی ایک بھی مخلوق اس لائن سے ہٹ جائے یا لاپرواہی کرے تو اس سے اس کا اپنا بھی نقصان اور اس کائنات کی باقی تمام مخلوقات کا بھی نقصان ہے۔ تم نے بھی اس دنیا میں بلکل وہی نظام قائم کرنا ہے۔ ہر ایک کو اس کے مقام پر رکھنا ہے تا کہ ہر ایک اس مقصد کو پورا کر سکے جس کے لیے اسے اس دنیا میں موقع دیا گیا۔

اس کا طریقہ اللہ نے ہم تک محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے پہنچا دیا۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صلاۃ قائم کرنا سیکھائی۔

جیسے ہی صلاۃ کا وقت ہوتا ہے اللہ کے طرف دعوت ملتی ہے تو انسان فوراً سب کچھ وہیں چھوڑ چھاڑ کر مسجد کی طرف لپکتا ہے۔

یعنی انسان دنیا میں مشغول ہوتا ہے ہدایت سے بے بہرہ ہوتا ہے لیکن جیسے ہی اسے ہدایت ملے اللہ کی طرف کوئی پکارنے والا پکارے تو فوراً سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اللہ کی طرف لپکے۔

پھر وضو کرتا ہے یعنی خود کو صاف کرتا ہے

یعنی جیسے ہی ہدایت ملے تو انسان دنیا کے مال ومتاع، آسائشون اور سہولتوں سے لطف اندوز ہونے کی بجائے اپنی صفائی پر توجہ دے۔ اندر باہر سے اپنے جسم کی صفائی کرے۔ جسم کے بیرونی حصے کو ہر وقت صاف رکھے غلاظت وگندگی کو اپنے قریب نہ آنے دے۔ لباس صاف ستھرا استعمال کرے۔ پھر اندرونی گندگی کو کیسے صاف کرنا ہے۔ جیسے وضو کرتے وقت پانی منہ اور ناک میں ڈالا جاتا ہے اسی طرح منہ میں جو بھی ڈالا جائے یعنی خوراک۔ خوراک ایسی ہونی چاہیے جس کا اللہ نے حکم دیا حلال طیب۔ کیونکہ جب اللہ کی طرف پکارا گیا ہے تو اسی کی بات مانی جائے گی اپنا رخ اسی کی طرف کیا جائے گا۔ جب انسان حلال طیب کھائے گا تو اس کا تزکیہ ہوگا۔ جسم صاف ستھرا ہوگا۔ فطرت پر ہوگا۔ جس کا نتیجہ پھر یہ نکلے گا کہ جیسے مقناطیس لوہے یا مقناطیس سے چمٹتا ہے مٹی یا لکڑی وغیرہ سے نہیں اسی طرح جب انسان طیب ہوگا تو اللہ سے اس کا تعلق قائم ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ خود طیب ہے اور طیب سے حب کرتا ہے۔

تو جو طیب ہوگا اسی کا اللہ سے تعلق قائم ہوگا جو خبیث ہوگا تو ہمیں جان لینا چاہیے کہ یہ قانون فطرت ہے۔ جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔ گندگی کو گندگی پر ہی پھینکا جاتا ہے اور صاف اشیاء کو محفوظ کر کے رکھا جاتا ہے

جب انسان طیب ہوگا تو اس کا اللہ سے تعلق بلکل ایسے ہی قائم ہوگا جیسے آپ دنیا کے ایک کونے میں ہوں اور دوسرا دوسرے کونے میں اور آپ موبائل کے ذریعے آپس میں رابطہ قائم کیے ہوئے ہوں۔ بلکل اسی طرح انسان کا اللہ سے رابطہ قائم ہوگا۔

اس لیے انسان کو خود کو طیب بنانے کے لیے اپنی خوراک کو حلال کے ساتھ طیب کرنا چاہیئے جو بھی استعمال کرے اول تو وہ حلال یعنی جس کی اللہ نے اجازت دی اور دورا وہ طیب بھی ہو۔ اگر کوئی ایسی شئے جو حلال تو ہے مگر طیب نہیں تو وہ حلال نہیں بلکہ حرام ہو جائے گی۔ اس لیے وہ جو کھائے وہ طیب ہو، جو پیے وہ طیب ہو، جو آنکھوں سے دیکھے وہ طیب ہو، جو کانوں سے سنے وہ طیب ہو، جو زبان سے الفاظ استعمال کرے وہ طیب ہوں، جو سوچے وہ طیب ہو، جو چھوئے وہ طیب ہو، پھر جب سانس لے تو جس آب وہوا میں سانس لے وہ طیب ہو۔ جسم کو حرارت چاہیے اس کا ذریعہ طیب ہو۔ اسی طرح جو بھی خوراک انسان کو جس صورت وکیفیت میں چاہیے وہ طیب ہونی چاہیے۔

اس کے بعد اپنا رخ قبلے کی طرف کرتا ہے اور اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے ہاتھ بلند کرتا ہے

یعنی انسان یہی کہتا ہے کہ اے اللہ جیسے ہی مجھے تیری طرف دعوت ملی تو میں فوراً سب کچھ چھوڑ کر چلا آیا میں نے تیری طرف آنے پر کسی شئے کو ترجیح نہیں دی۔ اے اللہ میں نے اپنا رخ تیری طرف کر لیا کیونکہ تو سب سے بڑا ہے اور جو سب سے بڑا ہو بات بھی اسی کی تسلیم کی جاتی ہے اس لیے اے اللہ میں تیرے سامنے کھڑا ہوں اب تو جو بھی حکم دے گا میں اسی پر عمل کروں گا۔ میں وہی کروں گا۔ پھر انسان اللہ کی تعریف بیان کرتا ہے اور تعریف اس وقت تک بیان نہیں کی جاسکتی جب تک جس شئے کے جارے تعریف کی جارہی ہو اس میں غور وفکر کر کے اس کی خوبیوں کو جان نہ لیا جائے جس پر انسان اپنے اندر پیدا ہونے والی کیفیت کا اظہار کرتا ہے۔

جب انسان اپنا رخ اللہ کی طرف کرتا ہے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھتا ہے اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتا ہے۔

کہ جب اللہ کی طرف اپنا رخ کر لیا اور کہا کہ اے اللہ تو ہی سب سے بڑا تو اس کے بعد ہاتھ باندھ لیے یعنی اب میں کچھ بھی نہیں کروں گا

اپنی مرضی سے سوائے اس کے جس کا تو حکم دے۔ پھر سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرنا مطلب اللہ کی کائنات میں غوروفکر کرنا۔ اللہ کو جاننے کے لیے پہچاننے کے لیے اس کائنات میں غوروفکر کرتا ہے اور اس کائنات کی پیچیدگیوں کو دیکھ کر اس کے رازوں کو جان کر بے ساختہ اللہ کی تعریف پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جب اس کائنات میں غوروفکر کرتا ہے تو اس پر حقیقت عیاں ہو جاتی ہے اسے علم ہو جاتا ہے کہ اس کی فلاح صرف اور صرف اسی میں ہے کہ وہ اللہ کی غلامی کرے جس کے لیے اسے اللہ کی طرف سے احکامات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ نے واضع کر دیا کہ

تمہاری راہنمائی کے لیے میں نے کتاب اتاردی اس سے راہنمائی لو۔

سورۃ فاتحہ کے ساتھ کسی سورت یا آیات ملا کر تلاوت کرتا ہے

یعنی پھر انسان قرآن سے راہنمائی لیتا ہے اللہ کے احکامات کو حاصل کرتا ہے۔

اس کے بعد پھر اللہ اکبر کہہ کر جھک جاتا ہے۔

یعنی جیسے ہی اللہ کی طرف سے کوئی حکم ملا تو فوراً جھک گیا عاجزی کا اظہار کیا۔ کہ اے اللہ تیرے اس حکم کے سامنے میری کوئی اوقات نہیں

میں اس پر جیسے تو نے حکم دیا اسی طرح عمل کروں گا۔

رکوع کی حالت میں تسبیح کرنا۔ سبحان ربی العظیم

اے میرے رب تو عظیم ہے۔ عظیم۔ اس کا مادہ ''ع ظ م، عظم'' ہے جس کا معنی ہے ہڈی۔

ہڈی جسم کے اندر پائی جاتی ہے۔ ہڈی میں مضبوطی اور سختی پائی جاتی ہے اس لیے اس کا مڑنا ناممکن ہوتا ہے۔ جسم سے اگر ہڈیوں کو نکال دیا جائے جو جسم بے کار ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر جسم کے کسی بھی عضو سے ہڈی نکال دی جائے تو وہ حصہ بے کار ہو جاتا ہے۔ یعنی ہڈی کے بغیر جسم کی کوئی حثیت نہیں۔ ہڈی کے بغیر جسم کا وجود ناممکن ہو جاتا ہے۔

میرے رب یعنی اے وہ ذات جس نے مجھے خلق کیا، اور کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا پھر اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے مجھے میری تمام بنیادی ضروریات عطا کر کے پروان چڑھا کر اس مقام تک لے کر آیا کہ جس مقام پر پہنچ کو میں اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وہ لائن قائم کر سکتا ہوں جس کے لیے تو نے مجھے خلق کیا اور اس دنیا میں بھیجا۔ پھر تو ہی اس لائن کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے اور اس پر قائم کرنے والا ہے۔ تُو عظیم ہے یعنی اگر میں تجھے اپنی زندگی سے نکال دوں تو میرے زندگی کی حثیت بلکل ایسے ہو جائے گی جیسے جسم سے ہڈی نکال لی جائے، اس لیے اے اللہ میرا وجود تو تیرے ساتھ مشروط ہے اور تُو جو حکم دیتا ہے وہ ٹلنے والا نہیں اور اے اللہ تُو عظیم ہے یعنی اس معاملے میں تجھ میں بہت سختی ہے تُو سبحان ہے پاک ہے تُو جھکنے سے، تُو جھکنے والا نہیں اگر مجھے دنیا و آخرت میں فلاح چاہیے تو مجھے جھکنا ہو گا۔ اس لیے

اے اللہ میں تیرے حکم پر تیرے سامنے جھک گیا۔ جو بھی تُو حکم دے گا میں اس پر عمل کروں گا

واپس سیدھا کھڑا ہوتا ہے یعنی قیام کرنا۔ کہ جب تیرے حکم پر عمل کروں گا تو میں اس پر قائم ہو جاوں گا، ڈٹ جاوں گا۔ دنیا میں کسی کی پروا نہیں کروں گا کسی سے خوف نہیں کھاوں گا کسی اور سے ڈروں گا نہیں۔ خواہ مجھے تیرے حکم پر عمل کرنے سے کوئی کتنی ہی تگ و دو نہ کر لیے۔

میں قائم رہوں گا ذرا بھی متزلزل نہیں ہوں گا۔

پھر سجدے میں چلا جاتا ہے سجدے میں وہ اللہ سے دعائیں کرتا ہے۔

سجدے کا مطلب ہوتا ہے کہ خود کو دوسرے کے حوالے کر دینا۔ جو بھی وہ حکم دے گا جیسا بھی دے گا اس پر عمل کرنا ہے خواہ خوشی سے یا ناخوشی سے۔

سجدے میں تسبیح۔ سبحان ربی العلیٰ

پاک ہے تُو ہر قسم کی نفی سے۔ تُو عیب دار خلق نہیں کرتا، بے مقصد خلق نہیں کرتا تیرے ہر فیصلے، ہر کام اور ہر حکم کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے تو کائنات میں عیب پسند نہیں کرتا۔

میرے رب یعنی اے وہ ذات جس نے مجھے خلق کیا، اور کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا پھر اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے مجھے میری تمام بنیادی ضروریات عطا کر کے پروان چڑھا کر اس مقام تک لے کر آیا کہ جس مقام پر پہنچ کو میں اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وہ لائن قائم کر سکتا ہوں جس کے لیے تُو نے مجھے خلق کیا اور اس دنیا میں بھیجا۔ پھر تُو ہی اس لائن کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے اور اس پر قائم کرنے والا ہے تُو سب سے اوپر ہے اس لیے میں خود کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔ یہ میرا دماغ پڑا ہے اب میرا دماغ سوچے گا وہی، کرے گا وہی جس کا تُو حکم دے گا۔ اے اللہ میں نے خود کو تیرے حوالے کر دیا۔

پھر سجدے میں اللہ سے دعائیں کی جاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سجدے میں بندہ اور اس کا رب آمنے سامنے ہوتے ہیں اور آپس میں گفتگو کر رہے ہوتے ہیں۔ سجدے میں بندہ اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

حالت سجدہ میں غلام اور اس کے رب اللہ کا آپس میں بلکل اسی طرح رابطہ قائم ہوتا ہے جیسے دو انسان فون پر ایک دوسرے سے بات کر رہے ہوتے ہیں۔ ان کے پاس فون کی صورت میں ایک آلہ ہوتا ہے جو ان کی آواز کو لہروں میں تبدیل کر کے دوسرے کی طرف بھیج دیتا ہے اور دوسرے کے پاس فون کی صورت میں موجود آلہ ان لہروں کو موصول کرنے اور اس میں موجود پیغام کو پہچان کو آواز کی صورت میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بلکل اسی طرح اللہ اور اس کا غلام آپس میں گفتگو کر رہے ہوتے ہیں فرق صرف اتنا ہوتا ہے جو حصوصیات اس فون میں پائی جاتی ہیں اللہ نے وہ حصوصیات انسان کے دل میں رکھ دیں بشرطیکہ طیب ہو۔ دل کو اللہ نے یہ طاقت دی ہوئی ہے کہ وہ ان لہروں کی کچھ اقسام کو موصول کر کے ان میں چھپے پیغام کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن اس وقت جب وہ طیب ہو اس میں خرابی نہ ہو۔ جیسے اگر فون خراب ہو جائے تو پھر اس میں وہ صلاحیت نہیں رہتی یا کم ہو جاتی ہے فون بھی اس وقت ہی وہ کام کر سکتا ہے جب تک وہ ٹھیک ہو۔

حلال بھی واضع اور حرام بھی واضع

نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا سنا ہم نے رسول اللہ ﷺ نے کہا!

اس میں کچھ شک نہیں کہ حلال ہر لحاظ سے واضع، کھلا ہوا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حرام بھی ہر لحاظ سے واضع، کھلا ہوا ہے۔ اور ان کے

درمیان کا سب شبے والا ہے جس کا علم لوگوں کی اکثریت کو نہیں۔ پس جو بچا شبہات سے اس نے بچالیا اپنا دین اور عزت۔ اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا۔ جس طرح وہ چرواہا جو چراگاہ کرارد گرد جانور چراتا ہے قریب ہے اس کا جانور اس میں چرے۔ جان لو اس میں کچھ شک نہیں ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے، جان لو اور اس میں کچھ شک نہیں اللہ کی چراگاہ وہ سب جو اس کا حرام کردہ ہے۔ جان لو اس میں کچھ شک نہیں جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب تک وہ ٹھیک ہو اس میں کوئی خرابی نہ ہو پورا جسم ٹھیک ہوتا ہے اس میں خرابی نہیں ہوتی اور جب اس میں خرابی ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ جان لو وہ دل ہے۔ بخاری و مسلم

اس حدیث سے بھی بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ خوراک ایک ایسی شئے ہے جو سب سے زیادہ دل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اور جب تک دل ٹھیک ہو پورا جسم ٹھیک ہوتا ہے جب دل خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب دل طیب ہو گا تو اس کا ہر وقت اللہ کے ساتھ تعلق قائم رہے گا اور پورا جسم اللہ کی غلامی میں ہو گا لیکن جب اللہ سے تعلق ہی ٹوٹ جائے گا رابطہ ہی نہیں رہے گا تو پھر اللہ کی جگہ شیطان لے لے گا اور انسان کا پورا جسم تباہ و برباد ہو جائے گا اس کے تمام اعمال میں اللہ کی بغاوت ہو گی۔

یہ حدیث بہت ہی اہمیت کی حامل ہے اس میں حلال واضع اور حرام واضع اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے سب ایسی اشیاء ہیں جن کے بارے اکثریت کے پاس علم نہیں ہوتا کہ وہ انسانہ جسم و نفس کے لیے فائدہ مند ہیں یا نقصان دہ کیونکہ اس جسم کا خلاق اللہ سبحان وتعالی ہے اس نے جس پیچیدگی سے اس کو خلق کیا انسان کے بس کی بات ہی نہیں کہ وہ اس جسم کے نظام کو مکمل طور پر جان کے اس کے فائدے و نقصان کا اندازہ کر سکے۔ انسان جتنے بھی دعوے کر لے لیکن اس کی بنائی ہوئی اشیاء میں ظاہراً تو فائدہ نظر آئے گا لیکن حقیقت اس کے بلکل برعکس ہو گی۔ فوری طور پر تو فائدہ حاصل ہو گا لیکن اس کے ماضی میں جسم پر کیا اثرات مرتب ہوں گے یا جسم کے کس کس حصے کو متاثر کرے گا یہ انسان کے علم سے باہر ہو گا۔ جب اسے اس کا علم ہو گا تو بات حد سے بڑھ چکی ہو گی۔ پھر اس خرابی کو دور کرنے کے لیے کوئی دوا تیار کرتا ہے اس کا معاملہ بھی یہی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر وہ شئے جو اللہ کی طرف سے واضع حلا اور واضع حرام میں نہیں ہے۔ خواہ وہ بچوں کے کھانے کی اشیاء ہوں یا بڑوں کے کھانے کی اگر تو وہ سو فیصد قدرتی نہیں اور ایسی جن کے بارے میں اللہ نے واضع آگاہ نہ کر دیا ہو تو وہ شبہات والی میں شمار ہوں گی۔ جیسے آج سائنسی طریقوں سے اگائی جانے والی یا پھر مصنوعی طریقوں سے بنائی جانے والی تمام کی تمام اشیاء۔ یا وہ اشیاء بھی جن میں کسی بھی قسم کی مصنوعی لاوٹ کر دی گئی ہو۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک مثال دی اس کو ایسے سمجھ لیتے ہیں کہ مثال کے طور پر آپ بکریوں کا ریوڑ ایک ایسے کھیت کے ارد گرد چرا رہے ہوں جس میں قیمتی فصل ہو اور وہ کسی ایسے انسان کی ملکیت ہو جو بہت طاقور ہو۔ اب تصور کریں اگر آپ سو جائیں، غافل ہو جائیں یا ریوڑ کو چھوڑ کر چلے جائیں تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ یعنی ریوڑ اس کھیت میں چر کر فصل کو تباہ کر دے گا جس وجہ سے اس کا مالک آپ کو سزا دے گا۔

ہماری اس زندگی میں اس دنیا میں اللہ کی بھی ایک ایسی چراہ گاہ ہے جو انسانوں پر حرام ہے۔ وہ ہے ہر وہ شئے جو اللہ کی حرام کردہ ہے جس میں سب کچھ ہی آ جاتا ہے۔ خواہ اس کا تعلق خوراک سے ہو، سننے سے، دیکھنے سے، چھونے سے یا پھر اللہ کی غیب سے ہو۔ ہم کسی بھی اس شئے

کے نزدیک نہیں جائیں گے جو اللہ نے ہم پر حرام کردی۔اس حدیث میں اصل ذکر خوراک کا ہے جس کی وجہ اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ ادا کیے تو اس وقت موضوع خوراک اور اس کے جسم پر مرتب ہونے والے اثرات تھے۔لیکن یہ خوراک کے علاوہ تمام موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔بہرحال پھر جسم میں گوشت کے ایک ٹکڑے کا ذکر ہے کہ اگر وہ ٹھیک رہے گا تو سارا جسم ٹھیک اور اگر اس میں خرابی ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے۔

دل کی انسانی جسم میں کیا اہمیت ہے اس کو سمجھنا بہت ہی اہمیت کا حامل ہے یہاں اس کا تفصیل سے ذکر کرنا ایک تو موضوع کی تبدیلی کا باعث بنے گا اور دوسرا اس تفصیل کا یہاں ذکر مناسب نہیں جس کے لیے آپ ہماری کتاب ''حلال طیب'' سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

بہرحال اسے ہم یہاں ایک مثال سے سمجھ لیتے ہیں۔مثال کے طور پر آپ نے محنت مشقت کر کے مشکل سے ایک گاڑی خریدی۔آپ کا ایک بیٹا ہو جو شیلا نوجوان ہو جس نے نئی نئی گاڑی چلانا سیکھی ہو وہ جب بھی آپ کی غیر موجودگی میں گاڑی چلاتا ہے تو انتہائی لاپرواہی اور بے احتیاطی سے۔حد رفتار سے کہیں زیادہ رفتار سے گاڑی چلاتا ہے اور گاڑی کی دیکھ بھال کا بھی ذرا برابر خیال نہیں رکھتا۔لیکن جب آپ اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ جائیں گے تو کیا وہ پھر بھی ایسے ہی گاڑی چلائے گا؟ یقیناً نہیں۔اور وہ کوشش کرے گا کہ اس سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی بھی غلطی نہ ہو جس پر آپ کو اسے ڈانٹنے کا موقع ملے۔لیکن اگر آپ گاڑی میں موجود نہ ہوں تو وہ کیا کرے گا؟ یا پھر بے شک آپ گاڑی میں موجود ہوں لیکن اس حالت میں ہوں کہ نشے میں ایسی حالت ہو کہ آپ مردے کی طرح پڑے ہوئے ہوں تو؟ یا کسی بھی ایسی حالت میں ہوں کہ آپ کی موجودگی غیر موجودگی کی طرح ہو۔

اب اسی طرح ایک دوسری مثال لے لیں۔کہ آپ اپنے بیٹے کو گاڑی چلانا سیکھانا شروع کریں تو وہ آپ سے لمحہ بہ لمحہ پوچھتا رہے گا کہ اب کیا کرنا ہے،کون سا گیئر لگانا ہے،کہاں کتنی رفتار رکھنی ہے۔پھر جیسے جیسے جو جو آپ کہیں گے وہ کرتا رہے گا اس طرح سب کچھ ٹھیک رہے گا۔

بلکل اسی طرح انسان کے جسم میں دل اور دماغ کی اہمیت ہے۔انسانی دماغ دو حصوں میں تقسیم ہے دماغ کا دایا حصہ جسم کے بائیں حصے پر اختیار رکھتا ہے اور دماغ کا بایاں حصہ جسم کے دائیں حصے پر۔دماغ کا دایاں حصہ مثبت سوچ وفکر کا حامل اور بایاں منفی سوچ وفکر کا حامل ہوتا ہے۔لیکن دونوں حصوں میں صلاحیت ایک جیسی ہوتی ہے۔دماغ کے دونوں حصوں کا معاملہ یہ ہے کہ دونوں میں ہر وقت جنگ جاری رہتی ہے جو کامیاب رہتا ہے وہ دوسرے حصے پر اختیار حاصل کر لیتا ہے اس طرح وہ پورے جسم پر اپنی حاکمیت قائم کر لیتا ہے۔اور جسم کا ہر عضوء وہ عمل کرتا ہے دماغ جو اسے حکم دیتا ہے۔

دماغ کا بایاں حصہ آزاد خود مختار اور طاقت ور ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس دماغ کا دایاں حصہ کمزور اور دل کے اختیار میں ہوتا ہے۔

دل جسم میں واحد ایک ایسا حصہ ہے جو دماغ کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اگر تو وہ اپنی اصل حالت میں ہوگا تو دماغ کے دائیں حصے کے ذریعے پورے جسم پر حکمرانی کرے گا۔

دل میں جذبات واحساسات ہوتے ہیں اسی لیے تقویٰ بھی دل میں ہوتا ہے۔دماغ کا دائیاں حصے جو بھی عمل کرتا ہے وہ سب سے پہلے دل

کو آگاہ کرتا ہے اگر دل اس کی اجازت دے تو دماغ جسم کے متعلقہ حصے کو اس کام کا حکم دے گا ورنہ نہیں۔ اب یہ سلسلہ تب تک برقرار جب دل اپنی اصل حالت میں رہے گا۔ یعنی دل میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے خاص قسم کی ایک متوازن صلاحیت رکھی ہوئی ہے جب تک وہ برقرار رہے گی تب تک دل کو یہ اختیار حاصل رہے گا ورنہ اگر دل کا وہ توازن بگڑ گیا یا اس میں وہ صلاحیت کم ہوگئی تو اس کے مطابق جسم پر اثرات مرتب ہوں گے۔ دماغ کا بایاں حصہ دائیں حصے پر قدرت پا کر پورے جسم پر حاکمیت حاصل کرلے گا۔ اور وہ صرف منفی سرگرمیوں کی طرف لے کر جائے گا۔

دل میں اللہ نے جو صلاحیت رکھی اس کا توازن برقرار رکھنے کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے خوراک میں وہ اجزاء رکھ دیئے ہیں جس اس توازن کو برقرار رکھیں۔ جس سے بے شمار فوائد حاصل ہوں گے۔ ایک تو پورا جسم ہر وقت اللہ کی غلامی میں رہے گا اور دوسرا یہ کہ جو پہلی حثیت رکھتا ہے انسان کا اللہ کے ساتھ ایسے تعلق قائم رہے گا جیسے آپ فون یا انٹرنیٹ کے ذریعے دور کسی کے ساتھ رابطہ قائم کرتے ہیں۔ جو صلاحیت فون یا کمپیوٹر میں ہوتی ہے وہ صلاحیت دل میں ہوگی کہ وہ اللہ کی طرف سے پیغام کو موصول اور ڈی کوڈ کر کے اس میں موجود پیغام کو پہچان لے۔

اگر آپ ایسی خوراک استعمال کریں گے جو حلال اور طیب نہ ہو۔ یعنی خوراصرف اور صرف وہ ہونی چاہیے جس کے استعمال کی اللہ نے اجازت دی اور پھر وہ طیب ہونی چاہیے مطلب کہ سو فیصد قدرتی اس میں کسی قسم کی کوئی ملاوٹ نہ کی گئی ہو۔ جیسے آج مصنوعی خوراکیں ہیں یا پھر مرغی اللہ نے حلال کی ہمارے لیے یعنی ہمیں مرغی کھانے کی اجازت دی لیکن ایک شرط پر اگر وہ طیب مطلب کہ اس حالت میں ہو جیسی اللہ نے خلق کی اور اسی طرح پروان چڑی ہو جیسے اللہ نے اسے پروان چڑھایا اس کی خوراک، جگہ اور آب وہوا سب قدرتی ہو۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو ایسی مرغی حلال نہیں بلکہ حرام ہو جائے گی اور اللہ سبحان وتعالیٰ ذمہ داروں کو اس کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔ بہرحال جیسے جیسے آگے بڑھین گے تو مزید واضع ہوتا چلا جائے گا۔ ان شاء اللہ سبحان وتعالیٰ۔

خوراک دین میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے اس موضوع پر ہماری کتاب ''حلال طیب'' کو لازمی پڑھیں۔

صلاۃ کی طرف دوبارہ آتے ہیں۔

اسی طرح دو یا دو سے زائد رکعت کی صلاۃ ہوتی ہے۔

اب ایک صلاۃ کو انسان کی پوری زندگی سے تعبیر کرلیا جائے تو پوری زندگی انسان کو اس طرح گزارنی ہے

کہ جیسے ہی ہدایت ملی اپنا رخ فوراً اللہ کی طرف کرلیا اور اپنا تزکیہ کرنا شروع کردیا۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھانے کے بعد دوسری بار اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرنے کو دوسرا عمل تصور کرلیا جائے۔ کہ جو بھی عمل کیا جائے اس میں سب سے بڑی ذات اللہ سبحان وتعالیٰ کی ہوگی یعنی اسی کی مرضی سے عمل کیا جائے گا اور ان دو اعمال کے درمیان جو وقت ملا۔ تکبیر تحریمہ اور رکوع کے درمیان کیا کیا؟ سوراۃ فاتحہ کی تلاوت اور ساتھ کوئی اور سورت یا آیات ملا کر تلاوت کی۔ یعنی جب بھی کوئی کام کیا جائے گا تو اللہ ہی کے حکم کے مطابق اور اس کے بعد جو وقت ملے گا اس میں اپنی ذات اور اس کائنات میں غور وفکر کرنا۔ اور پھر جو بھی حکم اللہ کی طرف سے ملے گا اس حکم پر عمل کر کے اگلا عمل کیا جائے گا اسی طرح

پوری زندگی گزاری جائے۔

پھر اگر دو صلاۃ کو پوری زندگی سے تعبیر کرلیا جائے پہلی صلاۃ کو ایک کام اور دوسری صلاۃ کو دوسرے کام سے تعبیر کرلیا جائے تو ان کے درمیان جو وقت ملا اس وقت میں ہم پر فرض ہے کہ دنیا کے مال ومتاع کے پیچھے بھاگنے کی بجائے اللہ کی آیات یعنی اس کی نشانیوں جو کہ تمام مخلوقات اس کی آیات ہیں میں غور وفکر کیا جائے۔اور اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

پھر اگر ایک دن یعنی پانچ صلاۃ کو پوری زندگی سے تعبیر کرلیا جائے تو پہلی صلاۃ کے بعد جب دوسری صلاۃ قائم کی جائے تو ان دونوں کے درمیان جو اعمال کیے ان میں غور کیا جائے اور اپنا محاسبہ کیا جائے کہ ان کے درمیان جو وقت ملا اگر اس میں کوئی ایسا عمل سرزد ہوا جو اللہ کا ناپسندیدہ ہو جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی تو کوشش کی جائے کہ دوسری اور تیسری صلاۃ کے درمیان اپنی اس خامی کو دور کرلیا جائے دوبارہ ایسا عمل نہ کیا جائے۔

اسی طرح پوری زندگی میں ہر صلاۃ کے بعد جب دوسری صلاۃ کے لیے اللہ کے سامنے کھڑا ہوا جائے تو اپنا محاسبہ کیا جائے اگر کوئی خامی پائے تو دور کی جائے اور اللہ کی طرف رجوع کیا جائے، توبہ کی جائے، اللہ کی طرف پلٹا جائے۔اسی طرح ہر صلاۃ میں کھڑے ہوتے وقت پچھلی صلاۃ اور موجودہ کے درمیان جو وقت ملا اس میں اپنا محاسبہ کیا جائے۔

پھر صلاۃ کے مقررہ وقت ہیں کہ جیسے ہی وقت ہو گیا فوراً سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے مسجد کا رخ کیا جائے۔یعنی کہ صلاۃ ہمیں ٹائم ٹیبل بنانے کا طریقہ بھی سکھاتی ہے۔کہ پہلے پورا پلان تشکیل دیا جائے اس کے مطابق کام کیا جائے۔ہر کام کا ایک وقت مقرر کیا جائے کہ فلاں کام اتنے وقت میں ہر صورت مکمل کیا جائے اور اس کے بعد دوسرا پھر تیسرا اور اسی طرح بتدریج۔

اب اگر دیکھا جائے تو صلاۃ ایک تو اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔دوسرا انسان کی تربیت اور محاسبے کا سب سے بہترین ذریعہ ہے۔تیسرا وہ ایک نظام ہے جس میں انسان کو اپنی زندگی کو ڈھالنا ہے اپنی زندگی کو اس کے تابع کرنا ہے۔اس میں خالق، مالک اور الٰہ یعنی غلامی کے لائق ذات صرف اور صرف اللہ کی ہوگی۔

انسان کا انفرادی طور پر کھانا، پینا، چلنا، رہن سہن، دوستی، دشمنی، معاشرہ، نظام سمیت حتیٰ کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی اللہ کی مرضی کے مطابق ہو۔

جمعہ کی صلاۃ۔

یعنی ہفتے میں ایک دن ایسا ہونا چاہیے جب سب جمع ہوں تاکہ اگر کوئی خامی ہو معاشرے میں تو اسے دور کیا جاسکے۔لوگوں کو اس سے آگاہ کیا جاسکے۔اجتماعی سطح پر لوگوں کی تربیت کی جائے۔مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''الصلاۃ'' کو پڑھیں

صلاۃ مومن کی معراج ہے

حدیث۔ الصلاۃ المعراج المومن

صلاۃ مومن کی معراج ہے

معراج کو سمجھ لیا جائے تو بلکل واضح ہو جائے گا۔اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں کہا

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ. بنی اسرائیل ۱

پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اسریٰ کو اپنے غلام کیساتھ دیکھانے کے لیے اپنی نشانیوں میں سے مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک برکتیں رکھیں ہم نے اسکے اردگرد، اس میں کچھ شک نہیں وہ، وہی ہے السمیع البصیر

یہاں پر واقعہ معراج کی تفصیل درج کرنا ممکن نہیں لیکن ان کو جاننا بہت ضروری ہے۔آیت میں ایک بات جو بلکل واضح ہے وہ یہ ہے یہ واقع جسم کیساتھ پیش آیا۔ہم آتے ہیں اصل بات کی طرف وہ یہ ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی نشانیاں دیکھائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اللہ سبحان وتعالی سے ملاقات ہوئی۔ملاقات کی نوعیت کیا تھی اس پر یہاں بحث نہیں کی جارہی لیکن رسول اللہ ﷺ نے کہلا کہ صلاۃ مومن کی معراج ہے۔اگر تو صلاۃ میں مومن اللہ سے ملاقات کرتا ہے اسے اس کا احساس ہوتا ہے اور اللہ کی نشانیوں اس پر کھلتی ہیں تو الحمدللہ ورنہ پھر وہ صلاۃ نہیں ہوگی۔

صلاۃ کا ایک جزو جو رکوع وسجود ہے اس کو ہم عام الفاظ میں مراقبہ بھی کہہ سکتے ہیں۔یہ واحد طریقہ ہے مراقبے کا جس میں انسان صرف اور صرف اللہ کی طرف سے سیکھتا ہے اس کے علاوہ مراقبے کے نام پر جتنے بھی طریقے ہیں جو مختلف گروہوں،فرقوں اور ادیان میں پائے جاتے ہیں ایک تو وہ صلاۃ کی ہی بگڑی ہوئی صورتیں ہیں اور دوسرا ان کے ذریعے حاصل ہونے والا علم وحکمہ زیادہ تر شیاطین کی طرف سے ہوتا ہے۔اور انسان ان کی بنیاد پر طرح طرح کی تھیوریاں وفلسفے تشکیل دیتا ہے۔جو دین سے،دنیا میں آنے کے اصل مقصد سے ہٹانے کا اہم ذریعہ بنتے ہیں اور گمراہیوں کے رستے کھلتے ہیں پھر ایسے لوگوں کی مخالفت کرنے والے صلاۃ کے اس پہلو کو ہی جھٹلا دیتے ہیں۔اور جو رکوع وسجود وہ کرتے ہیں ان میں انہیں کچھ حاصل ہوتا ہے نہ ہی کسی قسم کا کوئی فائدہ وہ دین کے رکن کی بجائے بغیر مقصد ایک پوجا پاٹ بن کر رہ جاتا ہے۔تفصیل سے اور مدلل طور پر پڑھنے کے لیے ہماری کتاب ''الصلاۃ'' کا مطالعہ کریں

انفرادی سطح کے بعد اجتماعی سطح پر۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جماعت کے ساتھ صلاۃ قائم کرنے کا حکم دیا اور عملی طور پر ایسا کر کے بھی دیکھا دیا۔

کہ جب اذان ہو تو فوراً سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے مسجد کا رخ کیا جائے۔یعنی جیسے ہی اللہ کی طرف دعوت ملی ہدایت ملی تو فوراً ایمان لے آئے۔مسجد کا رخ کیا مطلب جب ایمان لائے تو اپنے اردگرد دیکھا تو پتا چلا کہ جن لوگوں کے درمیان موجود ہے وہ تو اللہ کے باغی ہیں جس معاشرے میں رہ رہا ہے وہ تو طاغوت کا ہے تو پھر اسے چھوڑنا ہوگا اس نظام اور معاشرے،ان لوگوں کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کے درمیان ہجرت کی جائے گی جو اس کی طرح ایمان والے ہوں۔یعنی ایسی جگہ جایا جائے گا جہاں اہل ایمان اکٹھے ہوں۔مسجد یعنی ایسی جگہ جہاں کے رہنے والوں نے خود کو اللہ کے حوالے کیا ہوا ہے۔جہاں کے رہنے والے اللہ کے خالص غلام ہوں۔جب اس طرح ایک جگہ پر جمع ہو جائیں تو پھر تمام ایمان والوں میں سے جو علم اور تقوی میں بڑھ کر ہے اسے اپنا امام یعنی لیڈر بنایا جائے اس کے بعد بزرگ ہیں صف میں کھڑے ہیں یعنی ایک تو بزرگوں کی عمر زیادہ ہے اس لیے انہیں اکرام دیا گیا دوسری وجہ یہ ہے کہ عمر زیادہ ہے تو یقیناً تجربہ بھی ہوگا تو امام ان کے تجربے سے استفادہ کرے،پاوں سے پاوں اور کندھے سے کندھا ملا ہوا ہے یعنی اتفاق واتحاد اس طرح کہ جیسے ایک جسم اور ایک جان ہوں،کوئی انتشار نہیں،کوئی تفرقہ نہیں،اتفاق اور اتحاد ہے۔پھر ان کے بعد نوجوان اسی طرح ہیں،یعنی اس نظام کو قائم کرنے کے لیے جو طاقت کے کام ہیں ان کے لیے نوجوانوں کو حکم دے کہ نظام کو قائم کرنے کے لیے جتنے بھی طاقت کے کام ہوں نوجوانوں سے لیے جائیں، پھر ان کے پیچھے صف میں بچے ہیں ان کو پاوں سے پاوں اور کندھے سے کندھا ملانے کی تلقین کرو۔انہیں سیکھاؤ یعنی ان کی تربیت ہو رہی ہے۔امام اور بزرگوں کے علم و تجربے سے سیکھ رہے ہیں اور نوجوانوں کو عملی طور پر کرتا ہوا دیکھ کر سیکھ رہے ہیں۔پھر سب سے پیچھے عورتیں ہیں،وہ پیچھے اس لیے نہیں کہ ان کا مقام کم ہے بلکہ اس معاشرے میں جنس اور ذمہ داری کے لحاظ سے ان کا مقام وہ ہے۔کہ پورے کا پورا معاشرہ انہیں نہیں دیکھ سکتا لیکن وہ پورے معاشرے کو دیکھ سکتی ہیں اور وہ بھی پیچھے سے۔یعنی عورتوں کو پردے میں رکھا جائے اور معاشرے کے بارے میں انہیں آگاہ رکھا جائے تاکہ اگر کوئی خامی رہ جائے تو عورتیں نئی نسل کی تربیت ایسی کریں کہ وہ خامیاں بھی دور ہو جائیں۔

پھر امام ہوں یا بزرگ،نوجوان ہوں یا بچے یا پھر عورتیں ہوں،کالا ہو یا گورا،عربی ہو یا عجمی،مالدار ہو یا غریب سب ایک ہی صف میں ایک برابر ایک مالک کے سامنے کھڑے ہیں۔کوئی چھوٹا،بڑا نہیں،کوئی کالے اور گورے کا فرق نہیں،کوئی عربی اور عجمی کا فرق نہیں،سب برابر ہیں آپس میں ایک جسم کی مانند ہیں۔سب اللہ کے احکامات کے پابند ہیں۔جب ایسا معاشرہ قائم ہوگا تو شیطان کے تمام رستے بند ہو جائیں گے۔

بلکل ایسا نظام جو اس کائنات میں قائم ہے۔اس کائنات میں ہر مخلوق کی الگ الگ ذمہ داری ہے الگ الگ تخلیقی حدود حال ہیں اس کے مطابق ہر ایک کا اپنا اپنا ایک مقام ہے۔اس مقام پر ہر ایک کی اپنی اپنی ایک لائن ہے اگر تو تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی لائن قائم کریں گی تو وہ مقصد پورا ہوگا ورنہ نہیں۔مثال کے طور پر سوج کا اپنا مقام ہے اور چاند کا اپنا۔دونوں کی الگ الگ ذمہ داری ہے سورج چاند کی جگہ نہیں لے سکتا اور چاند سورج کی جگہ نہیں لے سکتا۔اسی طرح ہم باقی تمام مخلوقات کو ہی لے لیں کوئی بھی مخلوق دوسرے کے مقام،لائن یا ذمہ داری پوری کرنے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔نظام متوازن اور قائم اسی صورت میں رہ سکتا ہے جب ہر ایک اپنی

اپنی لائن پر رہ کر اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کرے۔

بلکل اسی طرح امام پر فرض ہے کہ وہ تمام انسانوں کو ان کے مقام پر رکھے۔ بوڑھوں کا جو مقام ہے انہیں اس پر، نوجوانوں کو ان کے مقام پر، بچوں کو ان کے مقام پر، عورتوں کو عورتوں کے مقام پر۔ اس طرح ہر ایک اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری ادا کرے۔ اس سے بلکل واضح ہو جائے گا کہ اگر عورتیں سب سے پیچھے ہیں تو اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ ان کی حثیت کم ہے بلکہ جنس اور ذمہ داری کے اعتبار سے اس نظام میں ان کا مقام ہی وہی ہے اسی پر رہتے ہوئے وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کر سکیں گی۔

رکوع و سجود میں غور و فکر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ رکوع سجود ایک پلان ہے ایک نقشہ ہے جس کے مطابق عمارت تعمیر کی جائے گی جس کا نام خلافت ہے۔ جیسے پہلے ایک تھیوری تیار کی جاتی ہے اس کے بعد اس پر عمل کر کے نتائج حاصل کیے جاتے ہیں بلکل یہی مثال صلاۃ میں رکوع و سجود کی ہے۔ صلاۃ تب مکمل ہوتی ہے جب تھیوری کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کر کے وہ نتائج حاصل کیے جائیں جن کے حصول کی خاطر تھیوری تیار کی گئی۔ اس لیے رکوع و سجود اور نظام خلافت کا مجموعہ صلاۃ کہلاتا ہے۔

جیسے پوری کائنات کا نظام اللہ تعالیٰ چلا رہے ہیں اسی طرح اللہ نے اس زمین کا اختیار انسان کے ہاتھ میں دے دیا کہ انسان وہی نظام جو اس کائنات میں قائم ہے زمین پر انسانوں میں قائم کرے۔ اس لیے وہ خلیفہ یعنی اللہ کا نائب کہلاتا ہے۔ زمین کی ملکیت اللہ کے پاس ہے جس وجہ سے زمین پر سب سے اوپر مقام اللہ کا ہوگا۔ لیکن باقی تمام اختیارات انسان کو منتقل کر دئے زمین کا اختیار انسان کو دے دیا یعنی زمین پر اللہ کے بعد انسان کا مقام بن جاتا ہے۔ جسے خلیفہ یعنی نائب کہا جاتا ہے۔

ایسا بہترین نظام یعنی صلاۃ قائم کرنے کے لیے اللہ نے ہماری جو راہنمائی کی اسے اللہ کی کتاب سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔البقرۃ ۲،۱

الف لام میم، اُس کتاب میں شک کا سب سے کم درجہ بھی نہیں اس میں ہے راہنمائی متقین کے لیے

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۔ البقرۃ ۳

ایسے لوگ جو ایمان لاتے ہیں غیب کے ساتھ اور قائم کرنے والے ہوتے ہیں صلاۃ اور اس میں سے جو رزق ہم نے انہیں دیا ینفقون کرتے ہیں

الف لام میم وہ کتاب ہے جس میں شک کی رائی بھی نہیں کہ اس میں راہنمائی ہے۔

اگر حقیقت یہی ہے کہ اُس کتاب جس کی چند آیات ہمارے پاس قرآن کی شکل میں موجود ہیں میں رائی برابر بھی شک نہیں کہ اس میں راہنمائی ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا کہ آج اربوں کی تعداد میں لوگوں کے گھر یہ کتاب موجود ہے وہ اسے پڑھتے ہیں اس کا مطالعہ کرتے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ وہ پھر بھی وہ سب کر رہے ہیں جس سے اُس کتاب کی یہ آیات منع کرتی ہے اور وہ نہیں کر رہے جس کا وہ حکم دیتی ہے۔ تو اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ سب ہی کہتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں تو کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کتاب جھوٹی ہے؟ اُمیں نقص ہے؟ نعوذ باللہ

ایسا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

تو پھر اس کے باوجود دنیا کے یہ حالات کیوں ہیں۔

کیونکہ جب محشر کے روز اللہ تعالیٰ سوال کریں گے تو کیا انسان آگے سے یہ نہ کہیں گے کہ اے اللہ اگر ہم نے دنیا کی زندگی کو فضولیات میں ضائع کر کے اپنی آخرت تباہ کر لی تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ تو نے خود ہی کہا تھا کہ اُس کتاب میں رائی برابر بھی شک نہیں کہ اس میں راہنمائی ہے اور ہم تو روزانہ اُس کتاب کی آیات کو پڑھتے تھے پھر اس کے باوجود ہمیں راہنمائی نہیں ملی تو اس کا مطلب ہے فرق اُس کتاب میں ہے نہ کہ ہم میں؟

تو اللہ نے اس سوال کا جواب ساتھ ہی دے دیا اور تمام سوالات اور عذر کے دروازے بند کر کے حجت پوری کر دی۔ اس میں رائی برابر بھی شک نہیں کہ وہ کتاب راہنمائی کرتی لیکن ان کی جو تقویٰ والے ہوں۔ اللہ نے اُس کتاب کی جو چند آیات ہمیں اس قرآن کی صورت میں دیں ان کے شروع میں ہی یہ شرط عائد کر دی۔ جو انسان اس شرط پر پورا اتریں گے وہ کتاب ان کی راہنمائی کرے گی ورنہ نہیں۔

تقویٰ کیا ہے

تقویٰ۔ اس کو ہم ایک مثال سے سمجھ لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک بڑی سی وادی ہو جو اطراف سے مضبوط، آہنی اور بلند دیواروں سے بند ہو۔ اس میں داخل ہونے کے تو کئی رستے ہوں لیکن باہر نکلنے کا ایک ہی رستہ ہو اور وہ بھی پوشیدہ ہو۔ جو بھی انسان اس وادی میں داخل ہوتا ہے اس وادی کے مالک اسے پکڑ کر ایک لائن میں کھڑا کر دیتے ہیں۔

آپ تصور کریں کہ آپ بھی اس میں داخل ہوئے اور آپ کو بھی پکڑ کر اس لائن میں کھڑا کر دیا گیا۔ اب سب کے سامنے ایک ایک کو آگ میں ڈالا جاتا ہے آگ بھی ایسی کہ جس میں لوہا اور پتھر پگل کر پانی بنے ہوئے ہیں۔ اور جب آپ کی باری آئے تو وہ آپ سے کہیں کہ آپ کو ایک گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے باہر نکلنے کا پوشیدہ رستہ تلاش کر کے اس وادی سے باہر نکل جائیں ورنہ آپ کو بھی اس آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

اب ذرا تصور کیجئے آپ کی اس وقت کیا حالت ہوگی اور آپ کیا کریں گے۔

یقیناً ڈر اور خوف سے آپ کی حالت انتہائی بری ہوگی اور آپ اس آگ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اب ذرا تصور کریں کہ اس ایک گھنٹے کے دوران اگر آپ کے سامنے سونے کا پہاڑ لا رکھا جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ سونے کا پہاڑ لے لیں اور یہیں اس وادی میں رک جائیں تو آپ کیا کریں گے؟ آپ کے سامنے دل لبا دینے والے کھانے لائے جائیں تو آپ کیا کریں گے؟

یقیناً آپ ان کی طرف دیکھنا تک گوارہ نہیں کریں گیا وراس آگ سے بچنے کے لیے باہر نکلنے والے پوشیدہ رستے کی تلاش میں اس مدت کا ایک ایک لمحہ کھپا دیں گے۔ اس کیفیت اور اس طرح بچنے کی تگ و دو کو عربی میں تقویٰ کہا جاتا ہے۔

یعنی وہ کتاب انہیں لوگوں کی اس رستے کی طرف راہنمائی کرے گی جو رستہ اس وادی سے باہر نکلتا ہے۔ جو اس طرح بھاگ دوڑ کر رہے ہوں گے جن کی ایسی کیفیت ہوگی۔ جن کے نزدیک یہ دنیا اور اس کا مال مردار سے بھی کم تر حثیت رکھتا ہوگا بلکہ کوئی اہمیت ہوگی ہی نہیں۔

تقویٰ کو سمجھنے سے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی بھی سمجھ آجاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

دنیا مومن کے لیے جھکڑ کر بند کر دینے والا قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے

تقویٰ والے کون ہیں

غیب پر ایمان

اب اگلی آیت میں اللہ نے یہ واضع کر دیا کہ تقویٰ والے کون ہیں ان کی نشانی بیان کر دی۔

تقویٰ والے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں غیب کیساتھ۔ جیسے ہم نے پیچھے گاڑی اور انسان کے جسم کی مثالیں لی تھیں۔ کہ گاڑی کہ کچھ پرزے تو سامنے ہیں واضع ہیں لیکن کچھ ایسے ہیں جو چھپے ہوئے ہیں۔ اسی طرح انسان کا اپنا جسم بھی ہے کہ کچھ اعضاء تو بلکل واضع ہیں لیکن کچھ اللہ نے انسان کی آنکھوں سے چھپا دئے ہاتھوں کی پہنچ سے دور کر دئے۔ دل، گردے، پھیپھڑے وغیرہ۔ لیکن ہر ایک کی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے اور وہ اپنے اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے اپنی اپنی لائن پر قائم ہیں جس سے انسان کے جسم کا توازن قائم رہتا ہے اور اسی طرح گاڑی کے بھی بہت سے حصے جو پوشیدہ ہیں سب اپنی اپنی جگہ پر رہ کر اپنا اپنا کام کریں گے تو گاڑی ٹھیک رہتی ہے۔

اور جو پوشیدہ نہیں ان کی بھی دو اقسام ہیں ایک تو وہ جو محکم ہیں یعنی فیصلہ کن کہ ان کا استعمال کیا ہے اور کیسے استعمال کرنا ہے جیسے گاڑی کو چلانے کے لیے اس کا سٹیرنگ، گئیر وغیرہ لیکن اس کے علاوہ اور بہت سے ایسے پرزے ہیں وہ محکم نہیں ہیں جیسے اس کی لائٹیں، اس کا پیرونی حصہ وغیرہ۔ لیکن ایسا نہیں کہ ان کے وجود کا کوئی مقصد نہیں۔ ہر ایک کے وجود کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے اور سب اپنا اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اس ذمہ داری کو پورا کر رہے ہیں جس سے گاڑی کا توازن برقرار رہے گا بلکل اسی طرح انسان کا بھی معاملہ ہے۔

پھر بلکل اسی طرح اس آسمانوں اور زمینوں اور ان میں ہمارے آسمان اور ہماری زمین میں بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جن کو اللہ نے انسان سے چھپا کر رکھ دیا یا علم نہیں دیا ان کے بارے میں۔ اللہ نے انسان کو دیکھنے کی محدود صلاحیت دی۔ اسی طرح سننے کی بھی محدود صلاحیت دی۔ کم سے کم اتنا اور زیادہ سے زیادہ اتنی اونچی آواز سن سکتا ہے اس سے کم اور اس سے زیادہ اونچی آواز نہیں سن سکتا۔ اسی طرح اس کائنات میں بہت سی مخلوقات ہیں جن کو دیکھنے کی صلاحیت اللہ نے انسان کی آنکھ کو عطا نہیں کی۔ اسی طرح چھونے اور محسوس کرنے کا بھی معاملہ

ہے۔اور بہت سی ایسی بھی ہیں کہ اگر وہ انسان کے سامنے آجائیں تو انسان انہیں سن بھی سکتا ہے، دیکھ بھی سکتا ہے، چھو بھی سکتا ہے اور محسوس بھی کر سکتا ہے لیکن اس کے باوجود اللہ نے انسان سے چھپا کر رکھ دیا۔ پھر بہت سی ایسی بھی مخلوقات ہیں جن کو انسان دیکھ بھی سکتا ہے، سن بھی سکتا ہے، محسوس بھی کر سکتا ہے اور چھو بھی سکتا ہے لیکن اللہ نے انسان کو ان کے بارے میں واضع حکم نہیں دیا۔ یہ تمام مخلوقات اللہ کے غیب میں سے ہیں۔ اسی طرح جو بھی اللہ نے انسان سے چھپا کر رکھ دیا وہ غیب میں شمار ہوگا۔ مثلاً مستقبل۔

ان پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے۔

جب اس کائنات میں غور وفکر کرنے سے انسان پر یہ واضع ہو گیا کہ اس کائنات میں جو بھی مخلوقات ہیں ہر ایک کے خلق کرنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے جس کو پورا کرنے کے لیے ہر مخلوق کا اپنی اپنی لائن پر قائم رہنا ضروری ہے تب ہی اس کائنات کا نظام چلے گا، اس کا توازن برقرار رہے گا اور کوئی نقص پیدا نہیں ہوگا۔

اس لیے یہ تسلیم کرنا کہ اس کائنات میں بہت سی ایسی مخلوقات ہیں جو مجھ سے چھپا دی گئی اور ایسی بھی ہیں جن کا مجھے واضع علم نہیں دیا گیا ایسی تمام کی تمام میرے رب اللہ کی طرف سے ہیں۔ اللہ سبحان وتعالی نے ہر ایک مخلوق کو کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ہر ایک کو اس کی لائن پر لگا دیا جس کی وجہ سے وہ اس مقصد کو پورا کر رہی ہے اور آسمانوں اور زمینوں کا توازن برقرار ہے۔ اگر کسی بھی طریقے سے میری کسی ایسی مخلوق تک رسائی ہو جاتی ہے تو میں کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کروں گا۔ کیونکہ اگر میں نے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ کی تو اس کی وجہ سے وہ مخلوق اس لائن سے ہٹ جائے گی یا اپنی ذمہ داری اس طرح پوری نہیں کر پائے گی جیسے کہ اس کا حق ہے تو اس وجہ سے کائنات میں فساد برپا ہوگا اس لیے میں کسی بھی ایسی مخلوق کے ساتھ چھیڑ چھاڑ یا اپنی مرضی کے مطابق استعمال نہیں کروں گا۔

یہ ہے غیب پر ایمان لانا پھر اس کے بعد اہل تقویٰ کی کیا پہچان ہے وہ صلاۃ قائم کرتے ہیں یعنی وہ نظام قائم کرتے ہیں جو اس کائنات میں قائم ہے۔ جس کا پیچھے مفصل ذکر کر دیا گیا۔ رکوع وسجود اور نظام خلافت جو کہ صلاۃ کہلاتا ہے۔

جب اس طرح صلاۃ قائم ہوگی۔ ہر ایک اپنی اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہوگا۔ تو ان کے دن کے چوبیس گھنٹے اللہ کی غلامی میں شمار ہوں گے کیونکہ اس نظام میں ایک کسان کو ہی لے لیجئے۔ خوراک جو کہ انسان کے اس دنیا میں بھیجے جانے والے مقصد کو پورا کرنے میں بنیادی شئے ہے۔ تو ایک کسان جب طیب یعنی ہر لحاظ سے قدرتی اشیاء اگا رہا ہوگا وہ طیب خوراک جب لوگوں کے جسم کا حصہ بنے گی تو ان کا تزکیہ ہو گا۔ جس کے لیے اس دنیا میں بھیجا گیا۔ تو بنیادی طور پر کسان کا اس نظام میں کھیتی باڑی کرنا اللہ کی غلامی ہوئی۔ اور اس کے برعکس اگر کوئی انسان خبیث اشیاء اگا رہا ہوگا یعنی کیمیکلز، کھادوں اور دجالی سائنسی طریقوں سے تو وہ طاغوت کی غلامی کر رہا ہوگا اللہ کی بجائے دجال کی غلامی کر رہا ہوگا۔

اسی طرح ایک عورت اس نظام میں جتنا بھی وقت اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے میں گزارے گی یعنی بچوں کی ایسی تربیت کرے گی کہ وہ اللہ کے خالص غلام بنیں اپنے خاندان کے کھانے پکانے کا خیال رکھے گی جو کہ اللہ کے غلام ہوں گے تو بنیادی طور پر وہ اللہ کی غلامی کر رہی ہو گی۔ یہ ہے خالص اللہ کی غلامی۔ پھر اسی طرح ایک معلم جب علم سکھا رہا ہوگا اس نظام میں وہ اللہ کی غلامی کر رہا ہوگا۔ ہر ایک کی اپنی اپنی ذمہ

داری ہے اللہ کے نظام میں جو وہ ادا کر رہے ہوں گے۔

ینفقون کرنا

پھر اللہ سبحان وتعالیٰ نے کہا کہ جو رزق ہم نے انہیں دیا اس میں سے ینفقون کرتے ہیں۔

ینفقون۔نفق سے ہے جس کے معنی ہیں چوہے کا بل۔ جب آپ دیکھیں کہ ایک چوہے دوڑتے ہوئے ایک سوراخ میں داخل ہوتا ہے تو نظر آنے والا وہ سوراخ چوہے کا مکمل بل نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اس کے بل میں داخل ہونے کا ایک رستہ ہوتا ہے۔جیسے آپ کے گھر میں داخل ہونے کا دروازہ ہوتا ہے۔اصل بل کا اُس وقت علم ہوتا ہے جب اُس سوراخ کو کھودنا شروع کردیں۔تو انسان حیران رہ جاتا ہے کہ چوہے نے وسیع زمین کو کھودا ہوتا ہے اور درجنوں کی تعداد میں سوراخ اِدھر اُدھر نکل رہے ہوتے ہیں۔

اسی سے نفاق اور اسی سے منافق بنا ہے۔

اللہ کی بڑکائی ہوئی آگ سے بچنے والے وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور صلاۃ قائم کرتے ہیں یعنی رکوع وسجود کے ذریعے اللہ سے رابطہ اور پیچھے بیان کردہ نظام خلافت قائم کرتے ہیں اور اس میں رزق جو کہ اللہ نے انہیں دیا ہے اس نظام میں چوہے کے بل کی طرح تقسیم کرتے ہیں۔ لوگوں کو صرف یہ پتہ ہوتا ہے کہ فلاں کے پاس مال ہے اور وہ تقسیم کرتا ہے لیکن کس کس کو اور کب کب دیتا ہے یہ کسی کو علم نہیں سوائے اللہ کے۔

جب اس طرح صلاۃ قائم کر کے اس میں اس طرح رزق کی تقسیم کی جائے گی تو پھر کسی قسم کی کوئی برائی نہیں ہوگی۔ جب ہر ایک کو کھانے کو ملے گا، ہر ایک کے پاس چھت ہوگی، ہر ایک کی عزت ہوگی، سب برابر ہوں گے، انصاف ہوگا، عورتیں پردے میں ہوں گی۔ بچوں کی اللہ کے احکامات کے مطابق تربیت کی جائے گی جس سے ایسی نسل وجود میں آئے گی جو اللہ کے محبوب ترین لوگ ہوں گے۔تو کوئی برائی نہیں ہوگی۔کوئی زنا نہیں ہوگا۔کوئی چوری نہیں ہوگی۔حتیٰ کہ تمام برائیوں کا رستہ بند ہوجائے گا۔شیطان کے تمام وہ رستے بند ہوجائیں گے جن کے ذریعے وہ حملہ آور ہوکر انسان کی آخرت تباہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اب اگر کوئی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو۔کیوں چوری کی؟ جب کھانے کو مل رہا ہے، سر پر چھت ہے، بھوکے نہیں سوتے تو چوری کیوں کی؟ یہ چوری اصل میں شیطان کو رستہ فراہم کرنے کے مترادف ہے اس لیے اگر اسے عبرت کا نشان نہ بنایا گیا تو کل کوئی اور کرے گا پرسوں کوئی اور اس طرح نظام کا بیڑا غرق ہوجائے گا پھر انسان وہ مقصد کیسے حاصل کر پائے گا جس کے لیے اسے اس دنیا میں بھیجا گیا۔اسی طرح اگر کوئی زنا کرے اگر شادی شدہ نہیں تو کوڑے مارو کیوں؟ اس لیے کہ اسے یہ شئے پہلے میسر نہیں ہے اس لیے کوڑے ہیں وگرنہ اگر شادی شدہ ہے یعنی یہ شئے میسر ہے اس کے باوجود اگر زنا کیا تو اسے رجم کرو۔سب کے سامنے پتھر مار مار کر قتل کردو۔کیوں اس نے زنا کیا؟ اگر اسے عبرت کا نشان نہ بنایا گیا تو کل کوئی کوئی دوسرا کرے گا شیطان کو رستہ فراہم ہوگا اور وہ اس نظام کو تباہ وبرباد کردے گا۔اس لیے سخت سے سخت سزائیں اللہ نے دینے کا حکم دیا۔

لیکن اگر ایک انسان کے گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہو اور وہ مجبوراً چوری کرے تو اس کو سزا دینے کی بجائے حاکم پر اس کی ذمہ داری عائد ہوگی۔ اور سزا کا مستحق حاکم ہوگا کہ اسے معزول کر دیا جائے۔ بلکل اسی طرح باقی جرائم کی سزائیں ہیں اور اگر جرم کا ارتکاب کرنے والا خلیفہ ہی کیوں نہ ہو تو اسے بھی سزا دی جائے گی۔ وہ اس وقت اس منصب کے لائق نہیں رہتا کیونکہ جس مقصد کے لیے اسے خلیفہ بنایا گیا وہ اسی کو پامال کر رہا ہے۔ اس کی ایسی حرکت کفر بواح کہلائے گی۔ انسان کو خلیفہ بنانے کا یہ مقصد ہے اگر وہ اس مقصد سے ہٹ جائے تو اس کے خلاف بغاوت کرنا فرض ہو جائے گا۔ ورنہ انجام یہ نکلے گا کہ آنے والے اربوں ہا انسانوں کی آخرت تباہ ہو جائے گی اور محشر کے روز اللہ تعالیٰ سوال کریں گے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ ۔ العنکبوت ۴۵

اس میں کچھ شک نہیں کہ صلاۃ روکتی ہے بے حیائی اور منکر سے

اگر ہم اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو کیا دیکھتے ہیں ایک انسان جو پانچ وقت بقول آج کے مومن ہونے کا دعویداروں کے صلاۃ قائم کرتا ہے لیکن اس کے باوجود زنا کر رہا ہوتا ہے، قوم لوط کے فعل کا ارتکاب کرتا ہے، کسی قسم کی برائیوں میں مشغول ہوتا ہے۔ جب اللہ نے قرآن میں کہہ دیا کہ صلاۃ بے حیائی اور منکر سے روکتی ہے تو اسے کیوں نہ روکا صلاۃ نے؟ ہاں صلاۃ ضرور روکتی لیکن اگر صلاۃ قائم ہوتی۔ جب ہم نے صلاۃ کو نماز بنا دیا تو نماز میں یہ طاقت تو نہیں وہ کیسے روکے گی۔

اس لیے اگر واقعتاً صلاۃ قائم کی جائے تو وہ ہر قسم کی برائی کا قلع قمع کر دیتی ہے ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

اسی لیے محشر کے روز سب سے پہلا سوال صلاۃ کے بارے میں ہوگا۔

وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ ۔ البقرۃ ۴۳

اور قائم کرو صلاۃ اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ

وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيۡرَةٌ اِلَّا عَلَى الۡخٰشِعِيۡنَ ۔ البقرۃ ۴۵

اور استعانت حاصل کرو صبر کے ساتھ اور صلاۃِ سے اور اس میں کچھ شک نہیں صلاۃ قائم کرنا سب سے بڑا کام ہے مگر ان پر نہیں جو خاشعین ہیں

قرآن میں جہاں بھی اللہ نے لفظ صلاۃ کی ۃ کے نیچے زیر استعمال کی جس سے الصلاۃِ لفظ بنا۔ جو کسی محصوص کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کچھ حصہ۔ لیکن جہاں ۃ کے اوپر زبر آ جائے تو وہ کسی محصوص کی بجائے عام کا احاطہ کرتا ہے یعنی جو کچھ بھی اس میں آ سکتا ہے وہ سب آ جاتا ہے۔ اپنے آپ میں مکمل شئے۔

اسے ہم ان دو آیات میں بہت ہی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ۴۳ آیت میں اللہ نے صلاۃ قائم کرنے کا حکم دیا صلاۃ کے بعد زکوۃ کا حکم دیا اور

اس کے بعد رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کا حکم دیا۔اور آگے ۴۵ آیت میں اس کام کے لیے الصلاۃ ’’ۃ کے نیچے زیرِ‘‘ سے استعانت حاصل کرنے کا حکم دیا۔

پہلے ہم اَسْتَعِینُوا کو سمجھ لیتے ہیں۔ایک ہوتا ہے نصرت اور ایک یہ لفظ استعانت ان دونوں کو ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔مثال کے طور پر آپ کوئی کام کرنا چاہتے ہیں اور آپ اس کے لیے کسی سے استعانت طلب کرتے ہیں جس سے استعانت طلب کریں وہ فون پر یا پاس بیٹھ کر آپ کو لمحہ بہ لمحہ ہدایات دیتا رہے کہ اب ایسے کرو، ایسے کرو وغیرہ اس وقت تک آپ کی اس طرح راہنمائی کرتا رہے جب تک کہ وہ کام مکمل نہ ہو جائے یہ استعانت کہلاتی ہے اور نصرت کہتے ہیں کہ وہ خود یا کسی اور کے ذریعے عملی طور پر آپ کی مدد کرے آپ کے ساتھ مل کر اس کام کو انجام دے یہ نصرت کہلائے گی۔

یہاں اللہ نے کہا کہ اور استعانت حاصل کرو صبر کے ساتھ اور صلاۃِ سے۔اب کام کون سا ہے جس کے لیے صبر اور الصلاۃِ سے استعانت حاصل کرنی ہے۔تو وہ کام ہے الصلاۃَ ’’ۃ پر زبر ہے‘‘ جس کا مطلب ہے کہ الصلاۃ میں جو کچھ بھی آتا ہے۔اپنے آپ میں مکمل صلاۃ جسے قائم کرنے کے لیے الصلاۃ کے ایک مخصوص حصے سے استعانت حاصل کی جائے لیکن اس سے پہلے صبر کا بھی کہا گیا۔اب دیکھنا ہے وہ حصہ کون سا ہے تو اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں ہی کر دی۔زکوٰۃ اور رکوع وسجود۔

یعنی کہ مکمل صلاۃ قائم کرنے کے لیے جس میں رکوع وسجود آتے ہیں نہ کہ صرف رجوع وسجود ہی صلاۃ ہے۔زکوٰۃ دیں اور رکوع وسجود کریں اور صبر کے ساتھ اور صلاۃ کے مخصوص حصے یعنی ان دونوں کے ذریعے لمحہ بہ لمحہ راہنمائی حاصل کرو۔جیسا کہ ہم نے پیچھے ذکر کر دیا ہے کہ رکوع و سجود ایک نقشہ یا پلان کی حثیت رکھتے ہیں اس نقشہ کی مدد سے عمارت تعمیر کرنی ہے۔جس کے لے پہلے سامان کی ضرورت ہو گی اور سامان کی لیے مال کی ضرورت۔یعنی عمارت تعمیر تب ہی ہو سکتی ہے جب پاس مال ہو گا پھر عمارت بنانے کے لیے نقشہ تیار کیا جائے گا اور عمارت تعمیر کی جائے گا۔جو کہ ایک دم سے تعمیر نہیں ہو جائے گی بلکہ آہستہ آہستہ مرحلہ بہ مرحلہ تعمیر ہو گی جس کے لیے پہلے صبر ہونا چاہیے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ صلاۃ اسے کہتے ہیں جسے آج نماز کا نام دے دیا گیا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایسا ہی ہوتا تو پھر اللہ نے قرآن میں کئی جگہوں پر رکوع سجود کو الگ بیان کیوں کیا؟۔اور جہاں بھی صلاۃ کے ساتھ ذکر کیا تو پہلے صلاۃ کا اور بعد میں رکوع وسجود کا ذکر کیا۔اس کا مطلب ہے کہ رکوع سجود صلاۃ کا حصہ ہیں نہ کہ صلاۃ رکوع وسجود کا حصہ۔

قرآن ہر لحاظ سے علم وحکمت سے بھر پور ہے۔قرآن کی ترتیب بھی بلکل قانون فطرت کے مطابق ہے۔جیسے پہلے آپ کے والد کا ذکر ہو گا پھر آپ کا کیونکہ آپ اپنے والد کے وجود سے مشروط ہیں پہلے آپ کے والد دنیا میں آئے اس کے بعد آپ۔بلکل اسی طرح صلاۃ کے بعد زکاۃ اور رکوع سجود کا ذکر ہے۔زکاۃ بھی صلاۃ کا ہی حصہ ہے لیکن اس کو الگ سے فرض کرنے کے پیچھے با قائدہ اللہ کی حکمت ہے۔

قرآن کا بہت بڑا معجزا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ جس شئے کا بھی ذکر قرآن میں کرتے ہیں سب سے پہلے اس کے قل کو ایک نقطے کی صورت میں بیان کرتے ہیں اس کے بعد اس کو واضع کرنے کے لیے اس کو کئی حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور پھر ہر حصے کو مزید بتدریج اسی طرح واضع کرتے چلے جاتے ہیں۔بلکل ایسے ہی جیسے ایک درخت ہوتا ہے۔ ایک تنا ہوتا ہے وہ اوپر جا کر ایک سے زائد تنوں میں تقسیم ہو جاتا

ہے پھر ہر تنا کئی شاخوں میں اور ہر شاخ کئی چھوٹی چھوٹی شاخوں میں اور پھر پتوں میں۔

بلکل یہی اسلوب اللہ نے قرآن میں اپنایا ہے۔اس کائنات کی ہر شئے کی ایک ہی مثال ہے۔جیسے ایک ذرا گول ہوتا ہے اسی طرح زمین بھی گول اسی طرح پورا ایک آسمان اور پھر بتدریج اسی طرح ساتوں آسمان بھی ایک گیند کی طرح گول ہیں یہ قرآن کے بہت بڑے راز ہیں انہیں رازوں کی بدولت انسان اس کائنات کے کونے کونے تک کا علم حاصل کر سکتا ہے۔

اسی طرح قرآن میں جو پہلا لفظ ہے باقی پورا قرآن اس کے وضاحت ہے۔اسی طرح ایک آیت کا معاملہ ہے اسی طرح پہلی سورۃ الفاتحہ کا معاملہ ہے کہ پورا قرآن سورۃ فاتحہ کی وضاحت وتشریح ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے سورۃ فاتحہ کو ام القرآن کہا یعنی قرآن کی جڑھ،ماں کو بھی اسی لیے ام کہا جاتا ہے کہ وہ اولاد کے لیے جڑھ کی حثیت رکھتی ہے۔باقی پورا قرآن ایک سورۃ فاتحہ سے نکل رہا ہے۔

جب ہم نے اسے سمجھ لیا تو ہم پر یہ بھی واضع ہو جاتا ہے کہ صلاۃ کے بعد زکوۃ کا ذکر آتا ہے تو اس کا مطلب ہے زکوٰۃ بھی دراصل صلاۃ کا ہی حصہ ہے۔لیکن اللہ نے اسے الگ سے فرض قرار دیا ان شاء اللہ اس کی وضاحت آگے آجائے گی۔

اب ہم صلاۃ کو سمجھنے کے لیے قرآن میں شعیبؑ اور ان کی قوم پر نظر ڈالتے ہیں۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا . ھود ۸۷

کہا انہوں نے اے شعیب کیا تیری ''صلاۃ''،تمہیں یہ امر کرتی ہے کہ ہم ترک کر دیں انہیں جن کی غلامی ہمارے آباواجداد کرتے رہے یا ہم نہ کریں اپنے اموال میں جو ہم چاہیں۔

اس آیت سے یہ واضع ہو جاتا ہے کہ شعیبؑ کو جس قوم کی طرف بھیجا گیا یعنی ثمود کی طرف تو شعیبؑ نے اپنی قوم کو ان کی غلامی ترک کرنے سے منع کیا جن کی غلامی ان کے آباواجداد کرتے رہے اور انہیں کہا کہ تم اپنے اموال کو جن کاموں میں استعمال کر رہے ہو ایسا مت کرو۔تو قوم ثمود نے آگے سے یہ جواب دیا کہ کیا ہم ان کی غلامی ترک کر دیں جن کی غلامی ان کے آباواجداد کرتے رہے یا پھر تیری صلاۃ تجھے امر کرتی ہے کہ ہم اپنے اموال کو اپنی مرضی کے مطابق جہاں جس کام میں چاہیں استعمال نہ کریں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کن کی غلامی کر رہے تھے اور اپنے اموال کو کہاں استعمال کر رہے تھے تو اس کا ذکر بھی اللہ نے اس آیت سے پہلے ہی کر دیا۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ ،کہا اے میری قوم غلامی کرو اللہ کی نہیں تمہارے لیے اس کے علاوہ کوئی بھی ذات جس کی تم غلامی کرو۔

کن کی غلامی کر رہے تھے اس کو آیت کے اگلے حصے سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

وَلَا تَنۡقُصُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ اِنِّیۡۤ اَرٰٮكُمۡ بِخَيۡرٍ وَّ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ مُّحِيۡطٍ. هود ۸۴

اور کسی کے کہنے پر نہ نقص پیدا کرو المکیال اور المیز ان میں، اس میں کچھ شک نہیں میں دیکھتا ہو تمہیں خیر کیساتھ۔ اور اس میں کچھ شک نہیں مجھے خوف ہے تمہارے اوپر ایسی سزا کے یوم کا جو تمہیں ہر طرف سے گھیر لے

وَ يٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ . هود ۸۵

اور اے میری قوم پورا کرو المکیال اور المیز ان کو قسط کے ساتھ اور نہ کسی کے کہنے پر خسارہ کرو لوگوں کا ان کی اشیاء اور نہ پھر وارض میں فساد کرنے والے

ان آیات میں کچھ باتیں جو انتہائی غور وفکر طلب ہیں۔ کسی بھی لفظ کے شروع میں ''ف'' کا آجانا۔ جس سے شدت آجاتی ہے اگر ف کے ساتھ کوئی حکم دیا جا رہا ہے کچھ بھی کرنے کا تو ہر صورت وہ کام کرنا ہے اس حکم پر عمل کرنا ہے چاہے دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے اسی طرح اگر کسی شئے سے منع کیا جا رہا ہے تو جیسے جس کے ساتھ ف کا استعمال ہوا اس پر عمل ہر صورت کرنا ہی کرنا ہے چاہے کچھ بھی ہو جائے جیسا اس میں حکم ہے۔

کسی بھی لفظ کے ساتھ شروع میں ''ت'' کا آجانا۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی اور عوامل کارفرما ہیں۔ جیسے انہی آیات میں ''تَنۡقُصُوا''، اصل میں یہ لفظ ہے نُقُصُوا جس کے معنی ہیں نقص کرنا لیکن جب اس کے شروع میں ''ت'' آ گیا تو اس کا مطلب ہے کہ جو بھی نقص کرنے والا ہے وہ اپنے ذاتی علم کے ساتھ ایسا نہیں کر رہا بلکہ پہلے اس نے سیکھا اور اس پر عمل کر رہا ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور اس کے پیچھے ہے اس کام میں۔ جس کی وجہ سے نقص پیدا ہو رہا ہے مثال کہ طور پر آپ کسی سکول کالج، یونیورسٹی، کسی ادارے یا لوگوں وغیرہ سے کچھ سیکھیں اور اس پر عمل کرنا شروع کر دیں۔ آپ نے جو سیکھا وہ مکمل علم نہیں ہوگا بلکہ آپ اس علم سے صرف اس کام کے کاریگر بنے۔ اب اس کام کے کرنے سے کیا نقصانات ہوں گے اور کیا منفی اثرات مرتب ہوں گے ان کا آپ کو علم نہیں۔ جیسے سب کر رہے ہیں آپ بھی اسی معاشرے کا حصہ ہوتے ہوئے ویسا ہی کرنا شروع کر دیں۔ اسی طرح کی کسی بھی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔

''تَبۡخَسُوا'' خسارہ کرنا لیکن اسے کے پیچھے بھی اسی طرح کے عوامل کارفرما ہیں۔

اگر آج کے دور کی مثال لیں تو جیسے بنکوں کا نظام ہے آپ اس سے متعلقہ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور پھر اسی پیشے سے واسطہ ہو جاتے ہیں۔ آپ نے جو سیکھا وہ محدود علم ہوگا جس سے آپ کو اس پیشے میں ایک کاریگر کی سی حثیت حاصل ہوگی لیکن اس کے آپ کی اپنی زندگی، دوسروں کی زندگی، پورے معاشرے پر کیا منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں ان سے بے بہرہ ہیں۔ کہ کیسے بنکنگ نظام دنیا میں فساد کی بنیاد کا

کردار ادا کر رہا ہے۔انسانوں کو اللہ کی بجائے غیروں کا نہ صرف غلام بنا رہا ہے بلکہ غیر اللہ کی غلامی میں جکڑ دیتا ہے۔

الْمِکْیَالَ۔اس کو ہم ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔مثال کے طور پر انسان کے جسم کو ہی لے لیجئے۔جسم کی جو بھی ضروریات ہیں ان تمام کا اپنی اصل حالت میں ہونا۔اسی طرح اس زمین میں انسانوں سمیت تمام جانداروں کی ضروریات جن سے ان کی بقاء وابسطہ ہے ان کا ان کی اصل حالت میں ہونا۔

الْمِیْزَان۔اس کو بھی جسم کی ہی مثال سے سمجھ لیجئے۔کہ جسم مختلف اعضاء کا مجوعہ ہے ہر اعضاء اپنی تخلیق کے لحاظ سے کسی بھی قسم کے عیب سے پاک اور بہترین ہے۔اپنی اپنی جگہ پر کمال مہارت سے لگا دیا گیا ہے اور ہر اعضاء اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک سے کام کرتا ہے تو اس سے پورے جسم کا نظام وضع ہوتا ہے جس کا اپنا ایک توازن ہوتا ہے۔بلکل اسی طرح اس توازن کا قائم ہونا المیزان کہلاتا ہے۔اگر بلفرض کسی بھی عضو کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا جائے، یا اس میں کوئی خرابی پیدا کی جائے تو جسم کا توان برقرار نہیں رہے گا یعنی میزان برقرار نہیں رہے گا۔ اس توازن کا برقرار ہونا میزان کہلاتا ہے۔

اگر آپ اس پوری کائنات کو لے لیں تو اللہ نے اس میں ہر مخلوق کو اس طرح خلق کر کے اپنے اپنے کام پر لگا یا ہے جیسے ایک گاڑی ہو اور اس کے تمام پرزے اپنی اپنی جگہ پر لگا دئے جائے۔جب ہر پرزہ اپنا کام کرے گا تو گاڑی بلکل ٹھیک سے کام کرے گی یعنی توزان قائم ہو جائے گا جو میزان کہلائے گا جب تک میزان قائم رہے گا گاڑی ٹھیک رہے گی جب بھی میزان یعنی توازن بگڑا تو اسی نوعیت سے گاڑی میں خرابی پیدا ہوگی۔بلکل اسی طرح اللہ سبحان وتعالیٰ نے بھی پوری کائنات کو ایک گاڑی کی طرح بنایا ہے اس کا ایک توازن قائم کیا ہے جب تک وہ توازن قائم رہے گا کائنات میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوگا لیکن جب بھی توازن بگاڑا جائے گا تو خرابی پیدا ہوگی۔بلکل اسی طرح ہر آسمان میں بھی میزان قائم کیا، اسی طرح ایک کہکشاں میں، اسی طرح ایک نظام شمسی میں، اسی طرح اس میں موجود ہر ستارے اور ہر سیارے میں۔بلکل اسی طرح جس سیارے پر ہم رہ رہے ہیں یعنی زمین میں بھی۔یہ زمین بھی بلکل ایک گاڑی کی طرح ہے۔مختلف مخلوقات کے مجموعے سے قائم ہوئی ہر مخلوق جب اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرے گی تو اس کا نظام ٹھیک سے چلے گا یعنی میزان قائم رہے گا۔ مثال کے طور پر بادلوں کی مثال لے لیں اگر بادلوں کا نظام خراب ہو جائے تو اس سے زمین کی پیداوار متاثر ہوں گی، ان کی وجہ سے انسان اور جانور متاثر ہوں گے یعنی جو توازن ''المیزان'' اللہ نے قائم کیا وہ بگڑ جائے گا اور زمین میں تباہی برپا ہوگی۔بلکہ اسی طرح اس زمین میں جتنی بھی مخلوقات اللہ نے تخلیق کر کے جہاں جہاں رکھیں خواہ فضاء میں ہوں یا اس کی گہرائیوں میں، خواہ سمندر میں ہوں یا سطح زمین پر، سب کو اللہ نے پورے حساب کتاب کیساتھ خلق کر کے اپنی اپنی جگہ پر لگا دیا۔اگر تو وہ سب اسی جگہ پر قائم رہ کر اس ذمہ داری کو پورا کرتی ہیں جیسے گاڑی کے انجن کا ہر پرزہ ٹھیک ہو اور ٹھیک سے کام کرے تو گاڑی ٹھیک رہے گی بلکل اسی طرح تب ہی زمین کا میزان قائم رہے گا اور اس میں کوئی تباہی نہیں آئے گی، زلزلے نہیں آئیں گے، انسانوں اور جانوروں سمیت تمام مخلوقات کو رائی برابر بھی نقصان نہیں پہنچے گا ورنہ میزان میں کمی بیشی کی صورت میں ہر سطح پر تباہی آئے گی۔خواہ وہ خوارک ہو یا پھر اور کوئی بھی شیئے ہو۔پھر اسی طرح اللہ نے ہر مخلوق میں میزان قائم کیا ہے، اسی طرح انسانوں میں بھی۔ہم غور وفکر کریں تو ہم پر سب واضع ہو جائے گا۔پھر بلکل اسی طرح ہر ذرے میں بھی

میزان قائم کیا ہے۔

بِالْقِسْطِ۔ قسط کہتے ہیں مثال کے طور پر ایک ترازو ہے اس کے دونوں طرف برابر وزن کی اشیاء رکھی ہوی ہیں جس سے ترازو کا توازن برقرار ہے جو کہ میزان کہلائے گا۔ اب اگر اس کے ایک پلڑے سے کوئی شئے اٹھائی جائے تو اس کے متبادل اتنا ہی وزن وہاں رکھ دینا تا کہ اس کا توازن برقرارر ہے۔ یہ عربی میں قسط کہلاتا ہے۔

المیزان اور قسط وغیرہ کو سمجھنے کے لیے سورۃ الرحمٰن بہت ہی احسن سورۃ مبارکہ ہے اس میں اللہ نے بہت ہی صراحت کے ساتھ واضح کر دیا ہے کہ کیسے اللہ نے میزان قائم کیا۔

وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ . هود ۸۵

اور نہ تجسو کرو لوگوں کو ان کی اشیاء، اور نہ پھر وارض میں فساد کرتے ہوئے

وَلَا تَبۡخَسُوا اس میں بھی شروع میں ت آ گیا جو کہ ذہن میں ہونا چاہیے۔ بخسو اس کے معنی ہیں کہ کسی بھی شئے میں کوئی تبدیلی، کمی، زیادتی یا ملاوٹ وغیرہ کر کے شئے کو نقصان دہ بنا دینا۔

مُفۡسِدِيۡنَ۔ فسد اس کا مادہ ہے جس کے معنی ہیں کہ کسی شئے میں کوئی ایسی تبدیلی کر دینا جس سے اس میں خرابی پیدا ہو جائے جس کی وجہ اس شئے میں تباہی واقع ہوگی خواہ جلدی واقع ہو یا دیر سے۔

ان تمام آیات میں جب ہم غور وفکر کریں تو جو نقشہ سامنے آتا ہے وہ بلکل یہی نقشہ ہے جو آج ہم دنیا میں نظر دوڑائیں تو نظر آتا ہے۔ یعنی ان کا نظام تعلیم ایسا تھا جیسا بلکل آج ہے علم کے نام پر انسان کو موجودہ ابلیسی نظام کے ایک پرزے کو طور پر تیار کیا جاتا ہے۔ جو اپنی تیاری کے مراحل سے گزر کر دعمل سے بلکل لاعلم ہوتا ہے اور اس نظام میں ایک پرزے کا کردار ادا کرتے ہوئے اس کو مضبوط کرتا اور چلاتا ہے۔

ایک ڈاکٹر کی ہی مثال لے لیجئے، اسے کوئی علم نہیں سیکھایا جائے گا بلکہ اس کو برین واش کیا جائے گا ایک کاریگر بنایا جائے گا۔ اس کے بعد وہ اسی پیشے سے وابسطہ ہو جائے گا اور جو اسے پڑھایا گیا وہ اسی کے مطابق اعمال سرانجام دے گا۔ مثلاً جو ادویات اسے مختلف بیماروں کے علاج کے طور پر بتائی گئیں اس کا علم صرف وہیں تک محدود ہوگا۔ بلکل یہ علم نہیں ہوگا کہ ان کی تیاری کیسے کی گئی، ان میں کیا کیا ستعمال کیا گیا، ان کے استعمال کے نقصانات کیا ہیں۔ اگر یہ سیکھا دیا کہ سبزیوں کا تیل کھانے میں استعمال کرنا مفید اور گائے کا گھی نقصان دہ ہے وہ اسی کی رٹ لگائے گا۔ حالانکہ جتنے بھی تیل ہیں جب ان کو پکایا جائے تو ان کے مالیکیول ٹوٹ کر دوبارہ انہی ذرات میں تقسیم ہو جاتے ہیں جن سے وہ وجود میں آئے جس سے وہ تیل زہر بن جاتا ہے اور لاتعداد بیماریوں کا باعث بنتا ہے۔ اس کے برعکس گائے کا گھی ہر لحاظ سے مفید اور علاج ہے۔

انسان کی ذات میں جو اللہ نے میزان قائم کیا اس میزان کو قائم رکھنے والی بنیادی شئے انسان کی خوارک ہے۔ اگر تو خوراک کا میعار وہ ہوگا

جواللہ نے مقرر کیا تو میزان قائم رہے گا ورنہ میزان قائم نہیں رہے گا جس کا نتیجہ انسان کی ذات میں فساد کی صورت میں نکلے گا۔ انسان عیب دار ہو جائے گا۔ بہر حال یہ الگ موضوعات ہیں۔

تو بنیادی طور پر جیسے ایک گاڑی مختلف پرزوں سے وجود میں آتی ہے اور جب ہر پرزہ اپنا اپنا کام کرے تو گاڑی چلتی ہے بلکل اسی طرح موجودہ تعلیمی نظام بھی ابلیس کے نظام میں پرزے تیار کرنے کی فیکٹریاں ہیں۔ جو بھی وہاں سے تیار ہو کر جب اپنے اس پیشے سے وابستہ ہوتا ہے تو وہ لاعلمی میں اس دنیا، اس کائنات میں فساد کا موجب بن رہا ہوتا ہے لیکن اگر اسے سمجھایا جائے تو بہت ہی کم ایسے ہوتے ہیں جو سمجھتے ہیں ورنہ اکثریت کا معاملہ بلکل وہی ہوتا ہے جو اللہ نے قرآن میں پچھلی قوموں کا بیان کر دیا۔

بلکل ایسا ہی نظام تعلیم اور ایسا ہی معاشرہ اس وقت حالت اختیار کر چکا ہوا تھا۔ ان کی حرکتوں سے وہ لوگوں کو بے کار اور بیماریاں زدہ و مفلوج کر رہے تھے۔ ان کے سانس لینے کے لیے آکسیجن میں فیکٹریوں کے فضلات، انتہائی نقصان دہ دھوئیں، اور جو بھی اسی طرح کے ان کے اور ذرائع تھے ان سے۔ پھر کھانے پینے کی ہر شئے میں فساد، ان میں ایسی تبدیلیاں کی گئیں کہ ان کو فطرت سے ہٹا دیا گیا جو فائدے کی بجائے الٹا نقصان دہ ہو گئیں، بلکل جیسا آج کر دیا گیا کہ دنیا میں کوئی ایک بھی شئے کھانے پینے کی فطرت پر نہیں ہر شئے مصنوعی یا پھر سائنسی طریقوں سے ان میں تبدیلیاں کر کے ان کو خوشنما زہر بنا دیا گیا۔ جس سے طرح طرح کی بیماریاں وجود میں آئیں۔

حالانکہ اللہ نے قرآن میں واضح کر دیا

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الَّذِیۡ فَطَرَهُنَّ . الانبیاء ۵۶

آسمانوں اور زمین کا رب، اسی ذات نے انہیں فطرت پر کیا

اس آیت میں لفظ رب کا آ جانا اور آگے آسمانوں اور زمین کو فطرت پر کرنے کا ذکر یہ واضح کر دیتا ہے کہ جس نے ان کو خلق کیا اسی کو علم ہے کہ اس نے ان تمام مخلوقات کو کس کس مقصد کے لیے خلق کیا اور پروان چڑھا کر انہیں کسی نہ کسی لائن پر لگا دیا جس پر قائم رہ کر ہی وہ اس مقصد کو پورا کر سکتی ہیں جس کے لیے انہیں خلق کیا اس نے۔ اور ان کے فائدے اور نقصان کا بھی صرف اور صرف اسے ہی علم ہے۔ اس کی کوئی بھی خلق کردہ شئے تبدیلی کی متحمل نہیں ہو سکتی اگر اس میں کوئی تبدیلی کرنے کی کوشش کی جائے گی تو وہ خراب اور پھر تباہ ہو جائے گی۔

الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ . الروم ۳۰

وہی ہے جس نے انسانوں کو فطرت پر کیا

انسان کے جسم کا ہر اعضاء جس طرح خلق کر کے جیسے جیسے اس کی جگہ پر فٹ کر کے کام پر لگا دیا اور جو ان کی ضروریات ہیں وہ بھی مہیا کر دیں۔ تب تک یہ سب ٹھیک رہے گا جب تک اس میں کوئی تبدیلی، کمی یا زیادتی نہیں کی جائے گی۔ اس کو ٹھیک رکھنے کے لیے جو ہدایات اس نے دے دیں ہر معاملے میں ان کے مطابق عمل کریں گے تو انسان ٹھیک رہے گا ورنہ تباہی ہی آئے گی۔

لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ

نہیں تبدیل کیا جا سکتا اللہ کی خلق کو یعنی اللہ کی خلق تبدیلی کی متحمل ہے ہی نہیں

اگر اس میں کوئی تبدیلی کر دی گئی ایسی تبدیلی جس سے وہ فطرت پر نہ رہے تو وہ اللہ کی خلق نہیں رہے گی پھر وہ ان مقاصد کو پورا نہیں کر سکے گی جن کے لیے وہ خلق کی گئی۔ وہ کچھ اور بن جائے گی اور ایسا کرنے والا اس کے ساتھ شریک ہونے کا دعویٰ کرنے والا ہوگا

اسی طرح زمین میں آسمانوں میں بھی اللہ کی چھپا کر رکھی ہوئی مخلوقات یعنی اللہ کے غیب کی اتباع کر کے اپنی مرضی کی تاویلیں پہنائیں گئیں یعنی ان کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کیا جا رہا ہے اور قوم ثمود بھی یہی سب کر رہے تھے۔ جس سے کیا ہوا؟

بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ مکیال میں نقص کیا گیا اللہ کے قائم کردہ میزان میں نقص وخسارہ کیا گیا، جس سے دنیا میں تباہیاں وبربادیاں آئیں، اللہ کی مخلوقات کو شدید ترین نقصانات سے دوچار کیا گیا۔ وہ اپنے اموال کو ان کاموں پر خرچ کر رہے تھے، جیسا بلکل آج کیا جا رہا ہے۔ دین کی بجائے دنیا کی فکر، اللہ کی زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے اموال کو جانتے یا نہ جانتے ہوئے خرچ کیا جا رہا ہے۔ یعنی جو بھی کاروبار کیے جا رہے ہیں ان میں غور و فکر کیجئے انشاءاللہ حق واضع ہو جائے گا۔ بشرطیکہ تقویٰ ہو۔

اُن کے اِن حالات میں شعیبؑ نے ان کو اللہ کی طرف دعوت دی۔ ان کو بتایا کہ یہ صلاۃ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو جیسا آج صلاۃ کو نماز بنا کر دین کو پوجا و پرستش بنا دیا گیا حالانکہ اللہ نے کئی جگھوں پر قرآن میں واضع کر دیا کہ

ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ ۙۗ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ . الروم ۳۰

وہ دین قائم کرنے والا ہے اور لیکن لوگوں کی اکثریت غور و فکر نہیں کرتی جس وجہ سے انہیں اس کا علم نہیں

یَعۡلَمُونَ۔ یعلم سے، علم کے شروع میں ''ی'' کا ستعمال ہو جس کے معنی بن جاتے ہیں ایسا علم جو خود سے غور و فکر کر کے حاصل کیا جائے۔ اسی طرح یعلمون خود سے غور و فکر کر کے علم حاصل کرنے والے

لیکن ان کا معاملہ بھی یہی تھا کہ دین کو مذاق بنا دیا اللہ کے ساتھ کھلم کھلا شریک بنتے رہے لیکن ساتھ مومن و مسلم ہونے کے بھی دعویدار تھے۔

اب غور کرنے والی بات یہ ہے کہ انہوں نے شعیبؑ کو جو جواب دیا اس میں صلاۃ کا ذکر ہے'' اَصَلٰوتُکَ '' کیا تیری صلاۃ، اس سے بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ ان کی بھی صلاۃ تھی جو وہ قائم کرتے تھے لیکن شعیبؑ کی صلاۃ وہ تھی جس کا حکم اللہ نے دیا خالص اللہ کی۔ اور ان کی بلکل ایسی ہی جیسا آج ہم نے صلاۃ کو بگاڑ کر نماز بنا لیا۔ جس کا نہ خود کو فائدہ نہ کسی اور کو۔

پھر اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں کیا کہہ رہے ہیں

وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَـكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡ سُهُوۡلِهَا قُصُوۡرًا وَّ تَنۡحِتُوۡنَ الۡجِبَالَ بُيُوۡتًا‌ ۚ فَاذۡكُرُوۡۤا اٰلَۤاءَ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ .

الاعراف ۷۴

اور یاد کرو جب تمہیں کر دیا ان کے بعد آنے والے عاد کے بعد اور ٹھکانہ دیا تمہیں ارض میں، انہی کی طرح اخذ کرتے ہو اس کی نرم جگہ سے

محلات اور تراش کر پہاڑوں کو گھر بناتے ہو پس یاد کرو اللہ کی **اٰلَآءِ** کو اور نہ پھر وارض میں فساد کرنے والے

یا کرو جب تمہیں خلفاء بنایا۔ خلفاء یعنی کسی کے فوراً بعد، اور آگے اللہ نے بتا دیا کہ کن کے فوراً بعد یعنی قوم عاد کے بعد۔ کہ ان سے پہلے جو قوم آباد تھی وہ عاد تھی جن کو اللہ نے عذاب دے کر انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور ان کے فوراً بعد جو قوم وجود میں آئی وہ یہ تھے قوم ثمود۔ انہیں اللہ تعالیٰ سبق حاصل کے لیے انہیں یاد کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ آخر انہیں یہ کہنے کی نوبت کیوں آئی یا کب اللہ نے انہیں ایسا کہا تو اس کا جواب بھی آگے آ جاتا ہے کہ جب ان کے لیے زمین میں محلات تعمیر کرنا آسان ہو گئے یعنی ان کے پاس ایسی ٹیکنالوجی آ گئی جسے آج ترقی کہا جاتا ہے کہ ترقی یافتہ ہو گئے، پہاڑوں کی تراش خراش کر کے عالیشان محلات کی صورت میں گھر تعمیر کرتے تھے جو کہ موجودہ دور میں بھی ممکن نہیں حالانکہ کہا جاتا ہے کہ بہت ترقی یافتہ ہو گئی ہے آج دنیا۔

اس وقت اللہ تعالیٰ انہیں اپنے سے پہلی قوم کو یاد کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ کیوں؟ تو اس کیوں کا جواب اس لفظ میں آ جاتا ہے تَتَّخِذُونَ یعنی قوم ثمود سے اخذ کر رہے ہیں۔ کہ جیسا انہوں نے کیا جس وجہ سے انہیں مٹا دیا گیا تم بھی وہی کر رہے ہو؟

فَاذْكُرُوٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ

پس یاد کرو اللہ کیا **اٰلَآءِ** کو۔

اٰلَآءِ کہتے ہیں جو کچھ اللہ نے ہمارے کھانے پینے کو ہمارے لیے اگایا۔ پھل، سبزیاں اور طرح طرح کے قدرتی کھانے، گوشت، مچھلیاں وغیرہ۔ اور جو کچھ ہمیں دنیا میں زندہ رہنے کے لیے دے دیا۔ حتیٰ کہ ہر وہ شئے جس سے ہماری دنیا کی حیات مشروط ہے۔ جس میں انسانی جسم کے تمام اعضاء بھی آ جاتے ہیں۔

پس یاد کرو **اٰلَآءِ** کو مطلب کہ جب تمہیں بسایا تھا زمین پر تو تم کیسے زندہ تھے کیا اس وقت تم زندہ نہیں تھے؟

بغیر چھت کے تو زندگی نہیں گزارتے تھے؟

جو کچھ بھی دنیا میں زندگی کی ضروریات ہیں کیا سب نہیں تھیں؟

جب تم اس وقت زندہ تھے اور کوئی پریشانی نہیں تھی تو آج تم یہ کیوں کہتے ہو کہ ان دجالی فتنوں کے بغیر تم زندہ نہیں رہ سکتے؟

ان کے بغیر تمہاری معیشت نہیں چل سکتی؟

ان دجالی گھروں کے بغیر تم زندہ نہیں رہ سکتے؟ ان آسائشوں، سہولتوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے؟

اور اللہ نے ان کا یہ سب کرنا زمین میں فساد قرار دیتے ہوئے واضح حکم دے دیا کہ نہ پھرو زمین میں (فساد) خرابیاں پیدا کرتے ہوئے۔

یعنی اگر تم نے ترک نہ کیا خود کو فطرت پر واپس نہ لے کر آئے تو پھر تمہارا انجام بھی عاد والا کیا جائے گا۔

اللہ کی کتاب کی ان آیات کو سامنے رکھ لیں اور آج کے دنیاوی حالات کو تو ان شاءاللہ ہم پر نہ صرف حق واضح ہو جائے گا، نہ صرف صلاۃ واضع ہو جائے گی بلکہ انجام کی خبر بھی مل جائے گی جو کہ بلکل سر پر آپہنچا ہے۔

یہ وہ صلاۃ تھی جو انبیاء کی تھی۔ آج ہم اپنی صلاۃ کو دیکھ لیں؟

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الۡاُمُوۡرِ . الحج ۴۱

ایسے لوگ اگر ہم تمکن دیں انہیں ارض میں قائم کرتے ہیں صلاۃ اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور امر کرتے ہیں معروف کیساتھ اور منع کرتے ہیں منکر سے اور اللہ ہی کے لیے ہے تمام امور کا انجام

وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ . النور ۵۶

اور قائم کرو صلاۃ اور زکوٰۃ دو اور اطاعت کرو رسول کی تاکہ تمہاری حفاظت کی جائے

یعنی صلاۃ قائم کی جائے گی اور زکوٰۃ دی جائے گی۔ صلاۃ قائم نہیں تو زکوٰۃ کیسے دی جائے گی اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جائے جیسا کہ انہوں نے صلاۃ قائم کی اور زکوٰۃ۔ پھر رحم کیا جائے گا یعنی حفاظت کی جائے گی۔ اگر صلاۃ قائم ہوگی تو انسان آج جن تکالیف ومصائب اور زلالتوں کا شکار ہے ان سے حفاظت ہو جائے گی اور آخرۃ میں جہنم کی آگ سے محفوظ کر دیا جائے گا۔ ورنہ دنیا کے حالات تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور آخرت کے بارے میں بھی اللہ نے واضع کر دیا۔

اس آیت میں بھی ہم دیکھ لیں کہ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ صلاۃ کے بعد ہے۔ یعنی صلاۃ سے نکل رہا ہے۔ صلاۃ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ کی جڑھ ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالطَّيۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسۡبِيۡحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ . النور ۴۱

کیا نہیں دیکھتے تم کہ اللہ ہی کی تسبیح کر رہا ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اور پرندے لائنوں میں پر پھیلائے ہوئے، تمام کو علم ہے ان کی صلاۃ کا اور ان کی تسبیح کا اور اللہ علیم ہے اس کے ساتھ جو وہ فعل کرتے ہیں

سبح کہتے ہیں جیسے ہی اور جس طرح کسی کام کا حکم ملا بغیر کسی حیلے بہانے کے فوراً اس پر عمل کرنا۔ آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوقات وہی کر رہی ہیں جس کا اللہ نے انہیں حکم دے دیا۔ پھر آیت میں آگے پرندوں کی لائنوں کا ذکر ہے اس میں بھی بہت بڑی نشانیاں ہیں اور آگے لفظ

صلاۃ کا ذکر ہے۔

ان آیات پر زیادہ بات کرنے کی بجائے موضوع کو سمیٹتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔اگر ہم نے ان مخلوقات کی صلاۃ کو جاننا ہے اوران کی تسبیح کو جاننا ہے تو ہم ان مخلوقات میں غور وفکر کریں انشاءاللہ حق واضع ہوجائے گا اور صلاۃ کی بھی مزید سمجھ آجائے گی۔اس کے لیے چیونٹوں میں غور وفکر کرنا بہت مفید رہے گا۔

وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعۡبُدُو اللّٰهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۙ۵ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوا الزَّكٰوةَ

وَذٰلِكَ دِيۡنُ الۡقَيِّمَةِ . البينة ۵

اورنہیں امر کیا گیا انہیں مگر اللہ کی غلامی کرنے کا،خالص اسی کا دین صرف اور صرف اسی کی طرف رخ کر کے،اور قائم کریں صلاۃ اور زکوۃ دیں اور یہ قائم کرنے والا دین ہے۔

مُنِيۡبِيۡنَ اِلَيۡهِ وَاتَّقُوۡهُ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ . الروم ۳۱

اسی کی طرف رجوع کرو اور بچو اس سے اور صلاۃ قائم کرو اور نہ ہو جاو مشرکین میں سے

اللہ سبحان وتعالیٰ نے حکم دے دیا کہ ہم اپنا رخ صرف اور صرف اسی کی طرف کر لیں یعنی اس دنیا میں جب تک موجود ہیں جسم میں جب تک آخری سانس بھی باقی ہے تو اللہ کی ذات کو اپنی زندگی کا محور بنالیں اور صرف اسی کا تقویٰ ہو یعنی اس نے جو آگ بھڑکائی ہوئی ہے اس سے بچنے کے لیے جو ہمیں وقت دیا اس میں بھاگ دوڑ کر کے اس کی رحمہ کے سائے میں پہنچ جائیں وہ کیسے ہوسکتا ہے اس کا جواب بھی اللہ نے ساتھ ہی دے دیا کہ صلاۃ قائم کرو اور جو صلاۃ قائم نہیں کرتے وہ مشرکین ہیں اس لیے تم مشرکین میں سے نہ ہو جاو۔

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا .

مریم ۵۹

پس نائب بنے ان کے بعد جو پیچھے والوں میں،ضائع کردی صلاۃ اور اتباع کی خواہشات کی،پس بہت جلد ملے گی بغاوت

پیچھے والوں نے کیسے صلاۃ کو ضائع کیا؟ ساتھ ہی اللہ نے جواب بھی دے دیا اس کی وجہ یہ بنی کہ انہوں نے اپنی خواہشات کی اتباع کی۔یہ ان کی بغاوت ہے اللہ کے ساتھ پس بہت جلد ان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

الحمدللہ ہم نے صلاۃ کو سمجھنے کی بھرپور کوشش کی۔اب سوال یہ ہے کہ کیا ابلیس چاہے گا کہ صلاۃ قائم ہو،اگر قائم ہوجائے تو مستقل قائم رہے۔نہیں وہ ایسا نہیں چاہتا تو پھر وہ قائم نہیں کرنے دے گا،رکاوٹیں پیدا کرے گا اپنے غلاموں کو مومنوں کے رستے میں لا کھڑا کرے گا۔تو ایسی صورت میں بھی اللہ نے ہمارے راہنمائی کردی۔ہم نے رسول اللہ ﷺ کی سنہ کے عین مطابق عمل کرنا ہے اور قرآن میں اللہ نے وہ طریقہ

واضح کریا۔

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ ۚ وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡهِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعۡلَمَ اللّٰهُ مَنۡ یَّنۡصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ . الحدید ۲۵

تحقیق کے لیے بھیجا ہم نے اپنے رسول کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور میزان قائم کرنے کے لیے انسانوں کو قسط کے ساتھ اور اتارا ہم نے لوہا اس میں ہے بہت سختی اور فائدے بھی انسانوں کے لیے، اور جاننے کے لیے وہی اللہ، جو نصرت کرتا ہے اس کی اور اس کے رسول کی غیب کیساتھ اس میں کچھ شک نہیں اللہ قوی عزیز ہے۔

الحمدللہ اس آیت کو سمجھنا اب ہمارے لیے بہت آسان ہو چکا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیجا کتاب اور میزان کیساتھ۔یعنی علم دے دیا اس کائنات کا جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ نے اس کائنات میں کیسے میزان قائم کیا ہوا ہے تو انسان جس میں بغاوت کا مادہ ہے تو اس کو قسط کیساتھ قائم رکھنے لیے لیے مطلب کہ اس دنیا میں وہ جو کچھ استعمال کرے ایک تو وہ ہونا چاہیے جس سے اللہ کے قائم کردہ میزان میں کوئی بگاڑ پیدا نہ ہو اور دوسرا اس کا متبادل بھی رکھنا۔یعنی اگر گوشت کھانا ہے تو اس کے متبادل پیدا بھی کرنا ہے۔یعنی کہ ایسا نہیں کہ بس استعمال کرتے رہیں بلکہ متبادل بھی پیش کرنا ہے تا کہ میزان قائم رہے۔اس کے لیے لوگوں کو اللہ کی کتاب سے راہنمائی کرنی ہے اور جس کے دماغ پر اللہ کی کتاب اثر نہ کرے، جس کا دماغ اللہ کی کتاب سے نہ کھلے اس کا دماغ لوہے سے کھولا جائے۔یعنی اللہ کی کتاب سے راہنمائی لی جائے اور تلوار سے نصرت۔

باقی اس آیت میں بھی بالغیب کا ذکر ہے ان شاء اللہ اس پر الگ سے روشنی ڈالیں گے۔اس کے علاوہ اب صلاۃ قائم کرنے کا طریقہ کیا ہے تو اس کے لیے اس کتاب کے شروع میں رجوع کیا جائے جہاں ایمان لانے، اللہ کی راہ میں ہجرت اور جہاد کا مفصل ذکر ہے۔

اس کے علاوہ صلاۃ کے موضوع سمیت باقی تمام موضوعات پر مکمل جامع ترین اور مفصل ترین، قرآن کی تمام آیات کی روشنی میں سمجھنے کے لیے ہماری کتاب ھذا صراط المستقیم علیٰ منہاج النبوۃ یا اقیمو الصلاۃ کا مطالعہ کیجئے۔اس میں الحمدللہ صلاۃ سمیت تمام موضوعات پر قرآن کی تمام آیات کے ساتھ مفصل بات کی گئی ہے۔

☆زکاۃ

تیسرا رکن زکوٰۃ

زکاۃ۔اس کا مادہ ''زک'' ہے جس کے معنی ہیں عیوب سے پاک کرنا جس کے نتیجے میں اس شئے میں برکت پیدا ہوتی ہے یعنی بڑھتی ہے

پھیلتی پھولتی ہے۔مثال کے طور پر اگر ایک شئے میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو وہ عیب بڑھتے بڑھتے ایک وقت آئے گا کہ پوری شئے کو ہی تباہ کر دے گا لیکن اگر عیب کو دور کر دیا جائے تو وہ شئے تباہی کی بجائے بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔جیسے ایک پودا ہوا گر اسے کوئی بیماری لگ جائے یا جانور اسے کھاتے رہیں تو جلد ہی وہ ختم ہو جائے گا لیکن اگر اس پودے کو ان عیوب سے پاک کر دیا جائے تو وہ نہ صرف بڑھتا بڑھتا ایک پھل دار درخت بن جائے گا بلکہ اس سے مزید درخت پیدا ہونے کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

زکاۃ کا اللہ نے قرآن میں جہاں بھی ذکر کیا وہ صلاۃ کے فوراً بعد کیا۔صلاۃ کے فوراً زکاۃ کا ذکر آنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ زکاۃ کا صلاۃ کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔دونوں کو الگ الگ نہیں کیا جاسکتا۔دونوں کا وجود ایک دوسرے سے مشروط ہے اور الحمدللہ جب ہم نے صلاۃ کو سمجھ لیا تو پھر ہمیں زکاۃ کی اہمیت کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔

جب صلاۃ قائم کر لی تو اس کو مستقل قائم رکھنے کے لیے اسے تمام عیوب سے پاک کرنا ہوگا۔اس کے لیے مال کی ضرورت ہوتی ہے اللہ سبحان وتعالی نے قرآن کے شروع میں مال ینفقون کرنے کا حکم دیا کہ اگر مال کو چوہے کے بل کی طرح تقسیم کیا جائے گا تو صلاۃ تمام عیوب سے پاک ہو جائے گی جس کے بعد ہر انسان کے لیے وہ مقصد سمجھنا اور اس کو پورا کرنا آسان ہو جائے گا جس مقصد کے لیے وہ اس دنیا میں بھیجا گیا۔لیکن اللہ کو علم ہے کہ انسان دنیاوی مال سے محبت کرتا ہے اور وہ ایسا نہیں کرے گا۔بہت کم ایسے ہوں گے تو یہ نظام قائم نہیں رہ سکے گا۔اور پھر جب روز محشر اللہ تعالیٰ سب سے پہلا سوال ہی صلاۃ کے بارے کریں گے تو انسان با آسانی جواب میں کہہ سکتا کہ اے اللہ تو نے کہا صلاۃ قائم کرنے کا اور تو جانتا ہے اس کے لیے مال کی ضرورت ہوتی ہے۔تو نے تو کہہ دیا کہ جو رزق تو نے دیا اس میں سے چوہے کے بل کی طرح تقسیم کرو اور وہ کسی نے نہ کیا یا بہت کم تھے جنہوں نے کیا تو ہم مال کے بغیر کیسے قائم کرتے؟

تو اللہ علیم ہے اللہ کو چونکہ علم ہے تو اللہ نے انسان کا یہ عذر دور کرنے کے لیے مال کا ایک حصہ فرض قرار دیا اسے زکاۃ کا نام دے دیا۔امام جو اس قابل ہیں ان سے ان کے مال سے ایک حصہ لے لے جس سے احسن طریقے سے وہ نظام چل سکے۔یہ اس طریقے کا تیسرا رکن جو زکوٰۃ کہلاتا ہے

جب ایسا نظام ہوگا تو ہر ایک کے پاس گھر ہوگا۔کھانے کو ہوگا،اس دنیا کا نظام جیسے اپنی خلق کے پہلے دن تھا ویسا ہی رہے گا یعنی ہر شئے فطرت پر تو اس سے شیطان کے تمام دروازے بند ہو جائیں گے اور وہ بے بس ہو جائے گا۔اور پھر اگر کوئی جرم کرتا ہے تو اس کو عبرت ناک سزا دو۔مثلاً چوری کرتا ہے تو ہاتھ کاٹ دو،جب کھانے،پینے کو میسر تھا رہنے کو گھر میسر تھا تو کیوں چوری کی بغیر کسی عذر کے،آج اگر اسے عبرت کا نشان نہ بنایا تو کل کوئی اور کرے گا پرسوں اور تو اس سے اصل میں شیطان کے رستے کھلیں گے اور نظام درھم برھم ہو جائے گا تو ایسی صورت میں تم وہ مقصد کیسے پورا کرو گے جس کے لیے اس دنیا میں ایک محدود مدت کے لیے موقع دیا گیا؟

اس لیے ایسا نظام قائم کرنا اور قائم رکھنا ہے۔جس سے ہر مخلوق اپنے اپنے مقام پر رہ کر جس مقصد کے لیے خلق کی گئی وہ مقصد پورا کر سکے گی ورنہ جیسے جنون نے فساد یعنی اس دنیا میں ایسی تبدیلیاں کی جس سے اس میں خرابیاں پیدا ہوئیں بلکل وہی اور اس سے بھی بڑھ کر ہوگا جس سے تمام مخلوقات تباہی سے دوچار ہوں گی۔زلزلے آئیں گے،تباہیاں آئیں گی،انسان اس مقصد کو سرے

سے بھول جائیں گے جس کے لیے انہیں بھیجا گیا۔

اس کائنات میں اس زمین کا نظام اللہ نے انسان کے اختیار میں دیا لیکن ملکیت اللہ نے اپنے پاس رکھی اس لیے یہ نظام خلافت اور اس میں امام جو کہ ایک ہی ہوگا جیسے اس کائنات کا نظام واحد اللہ کی ذات کے ہاتھ میں ہے۔ وہ انسان جو امام ہوگا وہ خلیفہ ہوگا۔ جیسے اللہ کی اطاعت ہر حال میں فرض ہے بلکل اسی طرح جب تک خلیفہ اس مقصد پر پورا اتر رہا ہے جس کے لیے وہ خلیفہ بنایا گیا تو اس کی اطاعت فرض ہوگی، اس کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی کے زمرے میں آئے گی۔

جب اس طریقے یعنی دین کا دوسرا اور تیسرا رکن قائم ہوگا تو پھر ہر انسان پر یہ واضع ہوگا کہ وہ کس مقصد کے لیے اس دنیا میں ایک محدود مدت تک کے لیے بھیجا گیا ہے اور کیسے اسے پورا کرنا ہے تو ہر کوئی باآسانی پورا کر سکے گا۔ کیونکہ دنیا میں صرف ایک ہی زندگی گزارنے کا طریقہ ہوگا۔ ہر شئے فطرت پر ہوگی۔

یہاں تک آنے پر ہمیں اس آیت کی بھی سمجھ آجانی چاہیے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ .

آل عمران ۱۱۰

ہو تم امتوں میں امت خیر، نکالا گیا تمہیں لوگوں کے لیے، حکم کروایا جائے معروف کے ساتھ اور منع کروایا جائے منکر سے اور مومن بنایا جائے اللہ کیساتھ اور اگر ایمان لے آتے اہل کتاب میں سے تو خیر تھی ان کے لیے، ان میں ہیں مومن اور اکثریت اللہ کے احکامات کو بدل دینے والی ہے۔

اس آیت پر مختصر بات کرتے ہیں۔ آیت کے شروع میں امت کے تصور کا اصل مقصد اللہ نے واضع کر دیا۔

جیسے بھیڑ بکریوں کو چروانے کے لیے چرواہے کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ آس پاس کی فصلوں میں تباہی مچادیں گی یا پھر کتے یا بھیڑیئے وغیرہ ان کے لیے تباہی وانتشار کا باعث بنیں گے۔

بلکہ مثال دنیا کے انسانوں کی ہے اس میں چرواہے کی ذمہ داری ان پر عائد کی گئی جو ایمان لانے والے ہیں اگر ذمہ داری پوری کریں گے تو مومن ہوں گے ورنہ مومن نہیں ہوں گے۔ اللہ نے آدم علیہ السلام کے اس ارض پر بھیجے جانے کے ساتھ ہی یہ امت کا سلسلہ بھی شروع کر دیا اور آج یہ ذمہ داری ہم ایمان لانے والوں پر ہے یہ ہم نے کرنا کیا ہے اللہ نے آگے واضع کر دیا کہ اللہ ایمان والوں کے ذریعے معروف کا حکم دیتا ہے۔ یعنی جو اس کا انسانوں کے حوالے سے قانون ہے اس پر ایمان والوں کے ذریعے عمل درامد کرواتا ہے اور جن سے منع کیا گیا ایمان والوں کے ذریعے ان سے منع کرواتا ہے۔ یہ اس کا نظام ہے۔ پھر آگے واضع کر دیا کہ اس طرح مومن بنا جاتا ہے یہ مومن بننے کی شرائط ہیں۔

پھر آگے اہل کتاب کے ایمان لانے کا ذکر ہے کہ ان کی اسی میں خیر تھی تو یہاں اہل کتاب سے مراد یہود ونصاریٰ نہیں ہیں۔ جب تک یہ کتاب قرآن مکمل نہیں ہوا تھا تب تک وہی اہل کتاب تھے لیکن آج وہ اہل کتاب کہلائیں گے جو ان کتابوں کیساتھ قرآن پر بھی ایمان لانے والے ہیں۔ موجود مسلمان کہلانے والوں کے تمام کے تمام فرقے، خواہ وہ کسی مسلک، تنظیم یا گروہ کے نام پر ہوں جو امت ہونے کا فرض ادا نہیں کررہے وہ اہل کتاب کہلائیں گے۔ صرف اتنا تسلیم کرلینا کافی نہیں کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے بلکہ اس پر مکمل ایمان لانا ہے اور وہ کیا ہے وہ اللہ نے واضح کردیا کہ یہ ذمہ داری ہے اسے پورا کرنا ہے۔

اب اہل کتاب میں جو ایمان لے آئیں گے وہ تو مومن ہوئے لیکن اللہ نے واضح کردیا کہ اکثریت فاسق ہے یعنی اللہ کے دین کو اللہ کے احکامات کو بدل دینے والی اس میں تبدیلیاں کردینے والی۔

جو اللہ کے دین کو قائم کرنے کی خاطر اللہ کی راہ میں ہجرت کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اپنی جانوں واموال کیساتھ ان کا شمار امت میں ہوگا اور جو ایمان تو لے آئیں لیکن ہجرت اور جہاد نہ کریں تو وہ امت نہیں بلکہ اہل کتاب کہلائیں گے۔

اب جب اس ذمہ داری کو پورا نہیں کیا جائے گا تو کتے اور بھیڑیے کا کردار شیطان اور حزب الشیطان ادا کررہے ہیں وہ انسانوں کو اللہ کی حرام چراہ گاہ میں لے جاکر زمین وآسمانوں میں فساد برپا کریں گے۔ جس کا اللہ نے امر کیا وہ نہیں کریں گے اور جس سے اللہ نے منع کیا اسے کریں گے۔

اب اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوگی؟ بلکل واضح ہے جو یہ تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے لیکن مومن نہیں بنے۔ ایمان لانا تو نقطہ آغاز ہے اس کی انتہا مومن ہے۔ کہ جس پر ایمان لائے اس پر عمل کرکے دیکھا دینا۔

☆صوم

چوتھا رکن صوم

صوم پر مختصر بات کرتے ہیں۔

صوم کے مختلف پہلو ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جیسے آپ کو بھوک لگے تو آپ کھانا کھاتے ہیں اور اس کے بعد کام کاج کرنے کے قابل ہوجاتے ہیں تب تک جب تک کہ دوبارہ بھوک نہ لگ جائے۔ صوم کا بھی بلکل یہی معاملہ ہے انسان کو اللہ کی غلامی کے لیے جو بنیادی شئے درکار ہوتی ہے وہ اللہ نے صوم میں رکھ دی۔ ایک ماہ صوم کے ذریعے وہ اتنی حاصل ہوجاتی ہے کہ باقی گیارہ مہینے انسان باآسانی گزار سکتا ہے۔ اس کے بعد انسانکے جسم اور اس کے نفس کو دوبارہ وہ شئے درکار ہوتی ہے۔ یہ ایک پہلو تھا جس کی مزید وضاحت یہاں موضوع کو کافی لمبا کردے گی۔

دوسرا پہلو

صلاۃ قائم ہونے کے بعد جب سب کچھ طیب ہوگا۔خوراک،آب وہوا،معاشرہ،نظام حتیٰ کہ سب کچھ فطرت پر ہوگا۔پھر انسان وہ مقصد پورا کرے گا جس مقصد کے لیے اس دنیا میں بھیجا گیا۔تزکیے کے لیے۔گیارہ مہینے اللہ کی غلامی میں تزکیہ کرنے کی کوشش کے باوجود بھی اگر جسم میں کوئی کمی کوتاہی رہ جائے تو پھر اس کے لیے اللہ نے اس طریقے کا چوتھا رکن دیا جو تو صوم کہلاتا ہے۔کہ اگر انسان ۲۷ سے ۳۰ دن صوم میں گزارے تو وہ بلکل ایسا ہو جائے گا جیسا آج پیدا ہوا اس کا تزکیہ ہو چکا ہوگا۔

یہاں صوم کی وضاحت نہیں کی جارہی۔صوم کی وضاحت کے لیے بھی ہماری کتاب ھذا صراط المستقیم علی منہاج النبوۃ کا مطالعہ کیجئے۔جس میں صوم پر بھی مدلل اور جامع بات کی گئی ہے۔الحمدللہ

☆حج

پانچواں رکن حج

پھر اس طریقے کا پانچواں رکن جسے حج کہا گیا اس پر بھی یہاں بات کرنے سے موضوع لمبا ہو جائے گا اس لیے اس پر یہاں بات نہیں کی جائے گی۔بہر حال مختصر سی روشنی ڈالتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

حج کے لفظی معنی اتمام حجت کے ہیں۔انسان اللہ کو دلائل دے کر اپنے اوپر اتمام حجت کرواتا ہے کہ جس مقصد کے لیے وہ بھیجا گیا اس نے اس مقصد کو پہچان لیا اور یہ بھی جان لیا کہ اسے پورا کیسے کرنا ہے۔

جیسے ہی حج کی استطاعت ہو جس کے لیے مال کا ہونا ضروری نہیں بلکہ جسمانی طور پر وہ حج کی استطاعت رکھتا ہو ایسے ہر مومن پر حج فرض ہے۔انسان سب کچھ چھوڑ کر حج کی نیت سے مسجد الحرام کی طرف سفر کرتا ہے اور احرام باندھ لیتا ہے۔اس سے وہ اللہ کو یہ دلیل دیتا ہے کہ اے اللہ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تیرے سامنے آگیا۔میرے جسم پر صرف یہ دو کپڑے ہیں جو کہ ستر چھپانے کے لیے بنیادی ضرورت ہے ورنہ میرے نزدیک ان کی بھی تیری ذات کے سامنے کوئی اہمیت نہ تھی۔

اس کے بعد مناء میں جاتا ہے۔مناء کو رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے تشبیح دی ہے۔گویا کہ انسان اللہ کی طرف سے دنیا میں آیا۔مناء میں سب لوگ دنیاوی باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور وہاں سے عرفات کا رخ کرتے ہیں۔یعنی اگر حج کے روٹ کا نقشہ اٹھا کر دیکھیں تو انسان کی پیٹھ کعبہ کی طرف اور رخ اس کے مخالف سمت ہوتا ہے۔مناء سے عرفات یعنی دنیا کی طرف مزید بڑھتا ہے اور اللہ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔عرفات میں اللہ سے دعائیں کی جاتی ہیں۔

اب اللہ سبحان وتعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ اے بندے تو دعائیں مجھ سے کر رہا ہے یعنی پکار تو مجھ کو رہا ہے لیکن رخ تیرا دنیا کی طرف ہے۔میں کیسے تیری دعا کو قبول کروں۔اگر تو چاہتا ہے کہ میں تیری دعا قبول کروں تو پہلے توبہ کر۔

مطلب کی کہ پہلے پلٹ،اپنا رخ میری طرف کر۔میں التواب ہوں یعنی کہ میں تو ہوں ہی پلٹا ہوا،میرا رخ تو ہے ہی تیری طرف تو ہی اپنا

رخ اور طرف پھیر لیتا ہے۔

پھر انسان عرفات سے واپس پلٹ کر کعبے کی طرف سفر کرتا ہے تو مزدلفہ میں پہنچ جاتا ہے جہاں ایک رات اس طرح گزانا ہوتی ہے جیسا اللہ نے حکم دیا۔ بلکل فطرت پر، کوئی دنیاوی آسائش نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تجھے دنیا میں بھیجا تو تو دنیا میں مشغول ہو کر مجھے بھول گیا تجھے شیطان نے گمراہ کر دیا لیکن اب جب تو نے توبہ کی یعنی اپنا رخ میری طرف کیا تو دنیا میں ایسے زندگی گزارنی ہے جیسے یہ رات مزدلفہ میں گزاری۔

اس کے بعد جمرات آجاتا ہے۔ یعنی جب تو دنیا میں ایسے زندگی گزارے گا تو شیطان تیرے رستے میں آئے گا، رکاوٹ بنے گا۔ تو انسان اسے پتھر مارتا ہے یعنی اللہ کو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ جب میں دنیا میں تیری مرضی کے مطابق زندگی گزاروں گا اور میرے رستے میں شیطان آئے گا تو اے اللہ تو نے اسے رجیم قرار دیا ہے اور اس پر لعنت بھیجی۔ تو اے اللہ میں بھی اس پر لعنت بھیجوں گا یعنی اسے کوئی بھی اہمیت نہ دوں گا اس کی طرف رائی بھر بھی دھیان نہیں دوں گا اور اسے رجم کروں گا یعنی پتھر مار کر بگا دوں گا۔

تو پھر دوبارہ انسان مناء میں آجاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں دنیا قربانی کی جگہ ہے کہ اب تم سے قربانی طلب جائے گی۔ تمہارے مال کی، تمہاری اولاد کی حتیٰ کہ تمہاری اپنی جان کی اور ہر اس شئے کی جو تمہیں سب سے زیادہ عزیز ہی کیوں نہ ہو۔

تو انسان ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر عمل کرتے ہوئے اللہ کو یہ جواب دیتا ہے کہ اے اللہ جب مجھ سے قربانی طلب جائے گی تیری راہ میں تو میں اپنے مال، اولاد حتیٰ کہ اپنی جان کی بھی قربانی دینے سے اس طرح دریغ نہیں کروں گا جیسے میں اس بکرے، اونٹ یا گائے کی گردن پر چھری پھیرنے سے دریغ نہیں کر رہا۔

اور قربانی کے پیچھے جو اصل راز ہے وہ یہی ہے جو ہر عید الاضحیٰ پر قربانی کی جاتی ہے۔ اللہ کو عملی طور پر یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اے اللہ اگر ہمیں اس دنیا میں تیری راہ میں اپنے مال، اولاد حتیٰ کہ اپنی جان کی بھی قربانی دینی پڑی تو اسی طرح دریغ نہیں کریں گے جیسے اس جانور کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کر رہے۔ اور پھر اس کے بعد اپنے اعمال کو دیکھیں۔ قیامت کے روز اس کا احساس ہوگا لیکن تب وقت گزر چکا ہوگا۔

یہ وہ طریقہ ہے جس پر عمل کر کے جہنم کی آگ سے سلامتی پائی جا سکتی ہے۔ اسی لیے اس طریقے یعنی دین کا نام اسلام رکھا گیا۔ صرف اور صرف یہی ایک طریقہ ہے جس پر عمل کر کے انسان جہنم کی آگ سے سلامتی پا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بھی ایسا طریقہ نہیں جو انسان کو جہنم کی آگ سے سلامتی دلوا سکے۔

اسلام کے علاوہ دین کی اتباع

دین۔ دنیا میں جس مقصد کے لیے بھیجا گیا اسے پورا کرنے کا طریقہ

اسلام۔ سلامتی پانے کا طریقہ۔

اللہ نے جو جہنم تیار کی ہوئی ہے اس سے سلامتی صرف اسی ایک طریقے پر عمل کر کے پائی جا سکتی ہے۔اسی لیے اسے اسلام کہا گیا۔

اس سے ہمیں قرآن کی اس آیت کی بھی سمجھ آ جاتی ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ . آل عمران ۸۵

اور جس نے اتباع کی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی پس ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا اس سے اور وہ ہوگا خسارے والوں میں سے

وقت کا تقاضہ اور ہماری ذمہ داری

اب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے وقت صلاۃ یعنی یہ نظام قائم کرنا آسان تھا کیونکہ اس وقت ابتدا تھی لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا بنی آدم اپنی اس ذمہ داری سے غافل ہو کر دنیاوی مال ومتاع کے پیچھے لگ گئی اور شیطان کا رستہ کھلا چھوڑ دیا، بنی آدم خود کو مومن، مسلم سمجھتے لیکن عمل کے اعتبار سے گمراہیوں کی گھاٹیوں میں جا گرتے اور اسلام کو اپنی خواہشات کے تابع کر کے بگاڑ دیتے ایسی حالت میں اللہ اپنے انبیاء مبعوث کرتے اور وہ آ کر دین پر خواہشات کی چڑھائی گئی دھول اتار کر حق واضح کرتے تو بہت تھوڑے ہی ہوتے جو ایمان لاتے اکثریت اپنے آباواجداد کی پیروی پر قائم رہتی پھر ایک وقت ایسا آ جاتا جب انسان دنیا میں ترقی کے نام پر فساد مچاتا ہوا اللہ کی حدود سے تجاوز کرتا تو اللہ ایک رسول کو بھیج انسانوں میں واضع تقسیم کر دیتے کچھ تو ایمان لے آتے لیکن اکثریت کا معاملہ بغاوت پر مبنی رہتا ایسی صورت میں اللہ اہل ایمان کو الگ کر کے باقی پوری کی پوری قوم کو نست ونابود کر دیتے اسی طرح سلسلہ چلتا رہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

دنیا میں آدم علیہ السلام کے بعد سے محمد ﷺ تک ایک بار بھی پوری دنیا میں اللہ کا نظام قائم نہ ہوا، ایمان لانے والے رسول کی موجودگی میں دنیا میں جس حد تک نظام خلافت قائم کرتے پھر رسول کی وفات کے بعد اس کے صحابی اس پر قائم رہتے اس کی سرحدیں مزید وسیع کرتے لیکن بعد میں آنے والے اس ذمہ داری کو ترک کر دیتے اپنے اسلاف کی قائم کردہ صلاۃ کو ضائع کر دیتے اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھا کر۔

جس کا اللہ نے اس آیت میں واضع کر دیا

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا .

مریم ۵۹

پس نائب بنے ان کے بعد جو پیچھے والوں میں، ضائع کردی صلاۃ اور اتباع کی خواہشات کی، پس بہت جلد ملے گی بغاوت

پیچھے والوں نے کیسے صلاۃ کو ضائع کیا؟ ساتھ ہی اللہ نے جواب بھی دے دیا اس کی وجہ یہ بنی کہ انہوں نے اپنی خواہشات کی اتباع کی۔ یہ

ان کی بغاوت ہے اللہ کے ساتھ پس بہت جلدان کواس کا بدلہ دیا جائے گا۔

اور جب اللہ انبیاء کومبعوث کرتے جوان پراس فرض کوواضع کرتے تو انبیاء کو باطل قراردے کرقتل کردیا جاتا یاتضحیک کا نشانہ بنایا جاتا اور صرف نام کے مومن ومسلم کہلوا کرفخر کرتے۔اسی طرح بتدریج اللہ نے قیامت کے قریب اپنے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اوران کے ذریعے عملی طور پرایک خطے میں یہ نظام یعنی صلاۃ کوقائم کرکے دیکھا دیا اورکس طریقے سے قائم کرنا ہے وہ بھی واضع کردیا کہ اب وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ کی کتاب سے راہنمائی لی جائے اور تلوار سے نصرت اس کے علاوہ اورکوئی طریقہ ایسا نہیں جس سے صلاۃ قائم ہوسکتی ہے،جس سے اللہ کا دین قائم ہوسکتا ہے۔اب اس نبی کے بعد تم نے بلکل اسی طرح اس نظام یعنی صلاۃ کو پوری دنیا پر قائم کرنا ہے،رسول اللہ ﷺ کے صحابی اس پر قائم رہے لیکن حسب سابق پہلی امتوں کی طرح اس امت نے بھی اس فرض سے اعراض کیا اور شرک کی وادیوں میں ڈوب گئے اسلام واپس اسی حالت میں لوٹ گیا جس حالت میں وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے تھا۔

اب قیامت سر پر ہے اور قیامت کے قریب اللہ نے انسانوں پر حجت پوری کرنے کے لیے یہ نظام پوری دنیا پر قائم کروانا ہے، مٹھی بھر مومنوں کے ہاتھوں۔

تا کہ جب محشر کے روز اللہ تعالیٰ سب سے پہلا سوال صلاۃ کے بارے میں کریں تو انسان جواب میں جب جلیبیاں بنائے گا اور اپنے عذر پیش کرے گا تو اللہ ان اہل ایمان کوسامنے لا کھڑا کریں کہ اللہ کو ایسے غلام درکار تھے یہ تھے مومن یہ تھے مسلم اور تم مشرک تھے۔تم دنیا کی ملامتوں کی پرواہ کرنے والے تھے اور ایسا ایک مشرک ہی کرسکتا ہے مومن ہرگز ایسا نہیں کرسکتا۔

اور روز محشر سب سے پہلا سوال صلاۃ کے بارے میں کیوں ہوگا اس لیے کہ جب ایک لنگڑا، کانا اور بہرا اور ہر وہ مخلوق جس میں عیب تھا اس پر جب واضع ہوگا کہ ان میں عیب کس وجہ سے پیدا ہوا یعنی اگر دنیا میں اللہ کا نظام قائم ہوتا تو ہر شئے فطرت پر ہوتی کسی میں کوئی عیب نہ ہوتا لیکن جب ایمان کا دعویٰ کرنے والوں نے اپنا فرض ادا نہ کیا جس کی وجہ سے دنیا میں فساد برپا ہوا اور ہماری یہ حالت ہوئی تو ہماری اس حالت کے ذمہ دار یہ ہیں اس لیے اے اللہ ہمارے ساتھ انصاف کر اوران کواس کا بدلہ دے۔اسی طرح اس کائنات کی ہر وہ مخلوق جس میں عیب پیدا ہوا یا جس کو بھی نقصان پہنچا وہ انصاف کے لیے کھڑی ہوگی اور دنیا میں ایمان کا دعوٰی کرنے والوں سے سب سے پہلے اس کی پوچھ کچھ ہوگی اس کہ بعد ان کی باری آئے گی جنہون نے فساد برپا کیا۔

مومن دنیا پر بلکل ایسے ہی ہے جیسے آپ کے گھر میں ڈھیر سارا سونا ہو اور آپ ایک چوکیدار کواس کی حفاظت پر معمور کریں جب تک وہ اپنی ذمہ داری پر کاربندر ہے گا سونا محفوظ رہے گا لیکن جب اس نے اس سے لاپرواہی کی یا ذمہ داری کوادا کرنا چھوڑ دیا تو چور ڈاکو سونے کو لے اڑیں گے۔مومن دنیا میں اللہ کی املاک کا پہرے دار ہے۔

اسی طرح کافر بھی اللہ سے کہیں گے کہ اے اللہ اگر انہوں نے صلاۃ قائم کی ہوتی تو دنیا میں صرف اور صرف تیرا ہی دین ہوتا اور ہمیں شیطان نہ بہکا سکتا لیکن جب انہوں نے ہی صلاۃ قائم نہ کی اور شیطان نے ہمیں بہکا دیا ہم پر یہ واضع ہی نہ ہونے دیا کہ ہمیں کس مقصد کے لیے

بھیجا گیا ہے تو اے اللہ ہماری اس حالت کے یہ ذمہ دار ہیں جو خود کو مومن ومسلم کہتے تھے۔

دین کو انسان اگر اللہ کی کتاب سے سمجھے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کرے جس کے لیے اللہ سے تعلق قائم کرنا اور تقویٰ بنیادی شرائط ہیں تو انسان کسی قسم کی فرقہ پرستی کا شکار نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کرتا ہے اور دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے گمراہ نہیں کر سکے گی۔لیکن جب انسان اپنا تعلق اللہ سے توڑ لے گا تو اللہ کی کتاب ایسے انسان کے لیے پہلے لوگوں کی کہانیاں بن کر ہی رہ جائے گی، دنیا کی کوئی طاقت اس کی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی نہیں کر سکے گی۔

اب جب ہم اللہ کی کتاب سے راہنمائی لیں تو ہم پر نہ صرف دنیا میں آنے کا مقصد واضع ہو جاتا ہے بلکہ انسان کی تخلیق کا مقصد اور وہ خبریں بھی حاصل ہو جاتی ہے جو آگے اور پیچھے کی ہیں۔ ماضی میں کیا ہوا اور مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔ قیامت کب آئے گی لیکن وہ کس لمحے قائم ہوگی اس کا اندازہ انسان نہیں لگا سکتا۔رسول اللہ ﷺ نے واضع کر دیا کہ وہ جمعہ کا دن ہوگا اور قرآن میں یہ بلکل واضع ہے کہ وہ گھڑی عصر کے بعد اور مغرب سے پہلے کی ہوگی۔

اسی طرح اللہ کی کتاب سے ثابت ہے کہ آدمؑ سے لے کر قیامت تک کا وقت ۷۰۰۰ سال ہے۔ جو کہ کئی صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے رسول اللہ ﷺ سے لے کر قیامت تک کا وقت ۱۵۰۰ سال تک کا بنتا ہے یہ بھی احادیث سے ثابت ہے نہ صرف احادیث سے بلکہ قرآن سے بھی صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔اس کے علاوہ ایسی احادیث اور ایسا علم ہے کہ جو چونکا دینے والا ہے یہاں ہم ان میں سے کسی حدیث کا ذکر نہیں کر رہے کیونکہ ہمارے نزدیک یہاں ان کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ موضوع کافی لمبا ہو جائے گا اور تبدیل بھی ہو جائے گا۔

دین کو مفصل جاننے کے لیے آپ ہماری ایک ویڈیو سیریز ہے جو تقریباً ۱۲ گھنٹے کے دورانیئے پر مشتمل ہے اسے دیکھیں۔ جسے آپ گوگل کے ذریعے تلاش کر سکتے ہیں اور یوٹیوب پر بھی موجود ہے۔جس کا عنوان ''ھذ اصراط المستقیم علیٰ منہاج النبوۃ سیریز'' ہے

اس کے علاوہ جو قرب قیامت کے حوالے سے ہم نے بیان کیا ہے اس کے لیے، دین کی مفصل وضاحت ،فتنہ دجال اور قرب قیامت کے حوالے سے چونکا دینے والے علم سے آگاہی کے لیے انشاء اللہ جلد ہماری کتاب بھی منظر عام پر آجائے گی اس کا نام بھی یہی ہوگا۔ھذا صراط المستقیم علی منہاج النبوۃ۔ اسے آپ انشاء اللہ آن لائن بھی پڑھ سکیں گے اس کی تکمیل کے لیے آپ سے خصوصی دعاوں کی درخواست ہے۔اور اگر اللہ کو منظور ہوا تو صرف اور صرف اللہ ہی کی منشا و نصرت سے جلد تکمیل کو پہنچ کر منظر عام پر آجائے گی۔

اے اہل ایمان اللہ کے دین کی روشنی میں جب آپ خلافت کے خلاف اٹھائے گئے اعتراضات کو دیکھیں تو آپ کو واضع ہو جائے گا کہ کوئی بھی انسان جو خالص اللہ کا غلام ہے جو آخرت میں فلاح چاہتا ہے وہ کبھی بھی اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ دینِ اسلام کا دوسرا بنیادی رکن ہے جب یہ پورا ہوگا تو مومن تیسرے رکن کو پورا کر سکے گا ورنہ جب صلاۃ ہی قائم نہیں تو زکوۃ کیسی ،پھر نہ صوم ہوگا اور نہ

ہی حج۔اور آج دنیا کے حالات کو ہی دیکھ لو کہ فساد کس حد تک بڑھ چکا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں ہم دیکھ لیں کہ حج کب فرض ہوا ہجرت کے بعد۔اس سے پہلے حج کیوں فرض نہیں ہوا اس لیے کہ ابھی صلاۃ ہی نہیں قائم ہوئی جو کہ دوسرا بنیادی رکن ہے اور حج تو پانچواں ہے۔

دعوت وانتباہ

سوائے اہل ایمان جو جہاں جہاں بھی ہو میں تم پر واضع کر دینا چاہتا ہوں اللہ کی قسم یہ خلافت ہے بے شک کچھ خامیاں ہوں گی اور ہیں لیکن اس وجہ سے اگر تم اس کو خلافت ماننے پر تیار نہ ہوگے تو اللہ کی قسم یہ تم اپنے لیے خسارے کا سودا کرو گے۔آج بے شک تمہیں میری یہ باتیں بے بنیاد لگیں لیکن جب آنکھیں بند ہو جائیں گے تو پھر تمہیں نہ صرف احساس ہوگا بلکہ سوائے پچھتاوے کہ تمہارے ہاتھ کچھ نہ ہوگا۔

اس خلافت کی مخالفت کوئی فرقہ پرست مشرک ہی کر سکتا ہے کوئی بھی مومن جس کے دل میں رائی برابر ہی ایمان کیوں نہ ہو وہ اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

ایک بات اور جان لو اگر تم نے اللہ کی نصرت نہ کی تو جان لو اللہ تمہاری جگہ ان کو لے آئے گا جنہیں تم ہندو، عیسائی کافر ومشرک سمجھتے ہو۔ایک دن پہلے کسی کو یہ علم نہ تھا کہ تاتاری ایک دن بعد ایمان لے آئیں گے لیکن تاریخ نے ثابت کر دیا اور انسانوں نے بھی دیکھ لیا کہ ایسا ہوا۔تو مت بھول جاو غالب امکان ہے اللہ انہیں کافروں کو ہدایت دے کر تمہاری جگہ پر لے آئے۔

اور میں اللہ کو گواہ بنا کر پھر یہ واضع کر دیتا ہوں جان لو قیامت تمہارے اور میرے سر پر ہے دنیا بہت بڑی تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔

پہلے تو اللہ ایمان اور کفر ونفاق میں فرق کرنے کے لیے رسول بھیجتا تھا اس کے بعد پورے کے پورے کفر ونفاق کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا تھا۔

اب چونکہ کوئی نبی ورسل نہیں آئے گا محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ورسول تھے۔

تو اب فتنہ دجال ہے جس کے ذریعے اللہ یہ تقسیم کر رہا ہے جو اب اپنے آخری مراحل میں ہے۔بلکہ اللہ نے جو علم مجھے عطا کیا اس کی روشنی میں تو اس وقت دنیا دو خیموں میں تقسیم ہو چکی ہے۔دنیا بہت بڑی تباہی سے دوچار ہونے والی ہے جسے تم تیسری عالمی جنگ کا آخری اور ختمی مرحلہ بھی کہہ سکتے ہو۔

آؤ اور اس خلافت کی طرف لپکو کہیں ایسا نہ ہو کہ دیر ہو جائے۔کسی فرقے کی پرواہ مت کرو، کسی بڑے کی پرواہ مت کرو، کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ مت کرو کیونکہ ایسا کرنے والا مومن نہیں مشرک ہوتا ہے۔مومن صرف اور صرف اللہ کی پرواہ کرتا ہے۔یہ جو بڑے بڑے جبے وکبے والے ہیں یہی ہر دور میں دین کے ٹھیکے دار بنے اور اپنے سمیت لاکھوں کروڑوں کی آخرت کو تباہ کیا۔یہ خود غرض، دھوکے باز ہیں اللہ کی قسم ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

اور اللہ کے فضل سے میرا ہر اس انسان کو چیلنج ہے کہ وہ دین کے کسی موضوع پر بھی میرے ساتھ بات کر سکتا ہے جس کو بھی خلافت سے

اختلاف ہے میں ببانگ دہل اسے دعوت دیتا ہوں۔

اور نہیں ہے میرے پاس رائی برابر بھی علم مگر جو میرے رب اللہ نے مجھے عطا کیا۔

اور اللہ کی قسم اس دنیا کی کوئی طاقت اس خلافت کو ختم نہیں کر سکتی۔اور اگر ایسا ہو بھی جائے جو کہ اب ناممکن ہے پھر بھی میں مایوس نہیں ہوں گا۔کیونکہ میں اللہ نے بنی اسرائیل کے واقع کی صورت میں واضع کر دیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ یہ بستی تمہارے لیے لکھ دی گئی قتال کرو۔لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ اے موسی ہم یہیں بیٹھے ہیں تم اور تمہارا رب ان سے لڑو پھر ہم شہر میں داخل ہونگے تب تک ہم یہیں بیٹھے ہیں تو ان کی اس روش کی وجہ سے اللہ نے ۴۰ سال تک کے لیے اس بستی کو ان پر حرام کر دیا۔اس لیے اگر تم آج نہیں اٹھو گے تو جان لو یہ تمہارے لیے آخری موقع ہو گا۔اس کے بعد تو دو ہی صورتیں ہوں گی ایک تو اللہ فوراً ہی کسی دوسری قوم کو ہدایت دے کر لے آئے یا پھر اگر یہ خلافت ختم ہو بھی جاتی ہے تو ۴۰ سال تک دوسری قوم کو تیار کر کے انہیں تمہاری جگہ پر لے آئے جو اللہ سے حب کرنے والے ہوں۔

لیکن مجھے میرے رب اللہ پر یقین ہے کہ اگر یہ خلافت قائم ہو گئی ہے تو یہ ختم نہیں ہو گی ان شاء اللہ۔

اور اے خلافت اسلامیہ کے سپاہیو بے شک تم اللہ سے محبت کرنے والے ہو۔تم دنیا کو آخرت کے بدلے بیچ چکے ہو سو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ثابت قدم رہو یہ اللہ کا وعدہ ہے دنیا کی کوئی طاقت تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔تمہارے لیے ہر صورت کامیابی ہی کامیابی ہے۔اور جان لو اگر تم نے اللہ کے دین سے ارتداد کیا تو اللہ نے جیسے تم سے اوروں کو بدل دیا وہ تمہیں بھی بدل دے گا اور تمہاری جگہ اوروں کو لے آئے گا جو تم سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرنے والے اور اس کی طرف لپنے والے اور دین پر ثابت قدمی سے ڈٹ جانے والے ہوں گے۔سو ثابت قدم رہو اور جان لو یہی دین ہے یہ دین قائم کرنے والا ہے اور لوگوں کی اکثریت علم نہیں رکھتی کیونکہ وہ غور و فکر ہی نہیں کرتے ،آنکھیں ہونے کے باوجود اندھے ہیں ،کان ہونے کے باوجود بہرے ہیں ،زبان ہونے کے باوجود گونگے ہیں۔

لوگوں کہ دماغ کھولو اللہ کی کتاب سے اور جن پر اللہ کی کتاب اثر انداز نہ ہو ان کو اسلحے سے کھولو۔اسی لیے اللہ نے لوہا اتارا۔اللہ نے اس کائنات کو جو میزان کی صورت قائم کیا جو بھی اس میں خسارہ کرے اس کو کاٹ ڈالو۔

اور اے خلیفتی ،خلفۃ المسلمین آپ بھی ثابت قدم رہیے بے شک اسی میں آپ کی فلاح ہے اور آپ یقیناً جانتے ہیں یہ ذمہ داری کس قدر بھاری ہے اس کے بھار کو صرف ایک علم والا ہی جان سکتا ہے ،اللہ کی قسم یہ تو ایک ایسی ننگی تلوار ہے جو اونگ بھی آنے پر گردن اتار دے اور بے شک آپ جانتے ہیں اس لیے آپ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پراوہ نہ کیجیے اور جان لیجیے کہ ایمان آپ کے ساتھ ہے چاہے ایمان والے کم ہی کیوں اور نفاق و کفر جو آپ کا دشمن بنا ہوا ہے خواہ طاقت ور اور تعداد میں کتنا زیادہ ہی کیوں نہیں یہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے کیونکہ اللہ نے واضع کر دیا کہ ہر کام کو اسی کی طرف پلٹایا جاتا ہے۔فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہے اگر ثابت قدم رہے اور اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھا تو اللہ کا وعدہ ہے کہ فیصلہ آپ اور اہل ایمان کے حق میں۔

اور اے خلیفتی یہ بھی جان لیجیے اگر آپ نے اللہ کے دین سے ارتداد کیا ،کسی مصلحت کا سہارا لیا اور ملامتون کی پراوہ کرنے والوں میں سے ہو

گئے تو اللہ کی قسم، اللہ کے اذن سے ہم آپ کو کسی دوسرے سے بدل ڈالیں گے۔

اے پوری دنیا کے مومنو میرے بھائیو، میری بہنو، میری ماوں اور میرے بزرگوں بے شک رشتہ تو ایمان کا ہے ایمان کے بغیر خون کا رشتہ تو ایک دنیاوی دھوکہ اور فتنہ ہے اس لیے جو تمہارے اہل ہیں ایمان والے ان کی قربت اختیار کرو۔ مبارک سرزمین کی طرف لپکو بے شک یہ وہی وقت ہے جب اللہ نے پوری دنیا سے ایمان کو مبارک سرزمین شام میں جمع کرنا ہے۔ سو بھاگو کہیں وقت ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

نوٹ۔ ہم نے جتنی بھی بات کی ساری بات کی بنیاد ی اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنہ مبارکہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ جو بھی ہم نے بیان کیا وہ مکمل نہیں ہے ہم نے صرف وہ بیان کیا جو ہمارے موضوع کا مختصراً احاطہ کر سکے۔ جیسا کہ صلاۃ کی یہ مکمل وضاحت نہیں ہے اور نہ ہی باقی کسی بھی رکن اور پہلو کی۔ ہر معاملے، پہلو اور رکن کو مکمل قرآن واحادیث کے نصوص اور مفصل دلائل کے ساتھ جاننے کے لیے انشاء اللہ جلد آپ ہماری کتاب سے راہنمائی لے سکتے ہیں۔ جو ان شاء اللہ جلد منظر عام پر لائی جائے گی۔ کتاب کا نام ھذا صراط المستقیم علی منہاج النبوۃ۔ مصنف، ابو مصعب الخراسانی الشامی۔

کسی بھی قسم کے سوال کے جواب کے لیے آپ ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔